(صرف احمدی احباب کے لئے)

سیرت وسوانح

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین

(رفیق حضرت مسیح موعودؑ)

313

حنیف احمد محمود

نام کتاب: سیرت وسوانح حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین

مصنف: حنیف احمد محمود

کمپوزنگ: فضل اللہ منصور احمد

طبع اوّل: 1000

ناشر: آر ڈی احمد۔ اسلام آباد

مطبع: شیخ طارق محمود پانی پتی

بلیک ایرو پرنٹرز۔ لاہور

پیش لفظ

1990ء سے 1998ء کے عرصہ میں لاہور بطور مربی ضلع خاکسار کے قیام کے دوران مکرم بشیر الدین احمد صاحب سے ملاقات ہوئی۔ آپ لاہور چھاؤنی کے سیکرٹری دعوت الی اللہ تھے۔ آپ مجالس مذاکرہ اور محافل سوال وجواب منعقد کرواتے۔ اس ناطے سے ایک جماعتی تعلق، ذاتی محبت میں ڈھلنے لگا۔ ان کے گھر آنا جانا ہوا اور فیملی ٹرم قائم ہوگئے۔ اس تعلق میں خاندانی تعارف ہوا۔ مجھے پہلی دفعہ اس بات کا علم ہوا کہ موصوف بشیر الدین احمد المعروف بی ڈی احمد، مکرم کرنل ڈاکٹر خلیفہ تقی الدین احمد صاحب (کرنل ٹی ڈی احمد) کے بڑے بیٹے ہیں۔ جو حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ جب خاکسار کی خدمات لاہور جماعت سے جماعت احمدیہ اسلام آباد منتقل ہوئیں تو شروع دنوں میں ہی محترم بریگیڈیئر ارشد جاوید صاحب کا کسی کام کے سلسلہ میں فون آیا۔ میں اس کام کی غرض سے جب ان کے گھر گیا تو تعارف میں معلوم ہوا کہ آپ کرنل ڈاکٹر تقی الدین احمد صاحب کے داماد ہیں۔ اسی دوران کرنل ڈاکٹر تقی الدین احمد صاحب کے سب سے چھوٹے بیٹے برادرم مکرم رفیع الدین احمد صاحب المعروف آر ڈی احمد کے متعلق علم ہوا کہ وہ اسلام آباد میں رہتے ہیں۔ اُدھر غالبًا ان کے بڑے بھائی مکرم بشیر الدین احمد صاحب جو سویڈن جا چکے تھے میرے اسلام آباد تعیناتی کا اپنے چھوٹے بھائی کو بتا چکے تھے۔ چنانچہ بہت جلد یہ تعلق رشتہ تودّد میں بدل گیا۔ برادرم مکرم آر ڈی احمد صاحب کو اپنے دادا کی طرح مالی قربانی میں پیش پیش پایا۔ گاہے بگاہے اپنے دادا کی قربانی واخلاص کا تذکرہ بھی کرتے رہتے۔ اپریل 2005ء کی بات ہے کہ ایک شام محترم آر ڈی احمد صاحب کسی جماعتی کام کی غرض سے بیت الذکر اسلام آباد آئے۔ خاکسار سے جماعتی، خاندانی اور ذاتی امور پر تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ اسی اثناء میں محترم برادرم موصوف نے اپنے بڑے بھائی جناب بی ڈی احمد کی ایک خواہش کا اظہار کیا کہ وہ دادا جان مرحوم پر کتاب تحریر کروانا چاہتے ہیں۔ ایک دو نے اُن کی خواہش کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ بھی کیا مگر پورا نہ اُتر سکے جس پر محترم برادرم موصوف نے پریشانی کا اظہار بھی کیا اور خواہش ظاہر کی کہ اگر آپ لکھ دیں تو میں بہت ممنون ہوں گا۔

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی قربانیوں ،خوبیوں ،اوصاف اوراخلاص وغیرہ کا تو سن چکا تھا۔اور چند روز قبل اسلام آباد میں ہی مکرم صاحبزادہ مرزاانوراحمد صاحب نے بھی ایک نجی ملاقات کے دوران اپنے نانا مرحوم کے اوصاف کا ذکر کیا تھا۔اس لئے اس کوایک سعادت سمجھتے ہوئے فوراًحامی بھردی اور مصمم ارادہ کرلیا کہ سیدنا حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے ایک مخلص جانثار،وفادارفدائی کی سیرت لکھنا کوئی خوش بختی سے کم نہیں۔ہاں ہاں وہ فدائی جو مرید کی حیثیت سے اپنے پیروکارآقا حضرت مسیح موعودعلیہ السلام سے روحانی تعلق تو رکھتا تھا،جسمانی تعلق بھی قائم ہوااوراپنی بچی صاحبزادہ محمود سے بیاہ کرسمدھی کا رشتہ قائم کیا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہٗ کے خسر بنے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالث (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے نانا اورہمارے موجودہ امام ہمام حضرت صاحبزادہ مرزامسروراحمد صاحب کے پڑنانا ہوئے۔

آج مجھے دلی مسرت محسوس ہورہی ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے ایک جلیل القدر رفیق اور ایک مقدس ومبارک ہستی کی سیرت وسوانح احباب جماعت کے سامنے پیش کرنے کی سعادت پارہاہوں۔جن کے بارے میں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے فرمایا تھا۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا   صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے ان کو ساقی نے پلا دی   **فسبحان الذی اخذی الاعادی**

اور پھر ہمارے سید ومولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے اصحاب کی فضلیت بیان فرمائی ہے۔

"اصحابی کالنجوم بأ یھم اقتدیتم اھتدیتم"

(مشکوۃ،کتاب المناقب،مناقب الصحابہ نمبر 218)

گویا آپ کی شخصیت اُن درخشندہ ستاروں میں سے ہے جن کے بارہ میں شاہ دوجہاں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ

میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں اُن میں سے تم کسی کی بھی اقتداء کروگے تو ہدایت پاجاؤ گے۔
حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب لاریب اُن میں سے ایک ہیں۔جنہوں نے ان روشن ستاروں سے روشنی حاصل کی اور پھر خود ایک روشن درخشندہ ستارہ بن کر آسمان پر چمکے اور ہزاروں افراد کو روشنی بہم

پہنچانے کا موجب بنے۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عشاق میں سے تھے اور بہت ہی قریبی اور راز دان رفقاء میں سے تھے۔آپ کے خاندان کا شجرہ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے اور یہ خاندان بخارا سے ہجرت کر کے لاہور آیا۔

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب 1866ء کو لاہور میں ہی پیدا ہوئے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس عاشق صادق کے حالات زندگی قابل رشک ہیں۔آپ اپنے خاندان میں واحد خوش قسمت انسان تھے جن کو آج کے مامور کو پہچاننے کی توفیق ملی۔اس نور سے اپنے دل و جان کو منور کرنے کے بعد اپنے اس نور سے ماحول کو بھی روشن کرنے لگا۔جس کی تفصیل ہم کتاب میں پڑھیں گے۔یہاں یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ محترم ڈاکٹر صاحب موصوف صدق ووفا کے اس میدان میں قدم رکھنے کے بعد پیچھے نہیں ہٹے۔سرکاری ملازمت کے دوران احمدیت کی وجہ سے مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑا۔

ڈاکٹر صاحب کو جو واقعہ ریاست رامپور میں پیش آیا۔جس کا ذکر باب دوم میں دینی غیرت کے تحت آرہا ہے۔اس کا کسی قدر ذکر لکھنؤ کے ایک کہنہ مشق فسانہ نگار نے اپنے ایک فسانہ میں کیا ہے اور لکھا ہے۔

یہ امر واقعہ ہے کہ اگر ڈاکٹر صاحب سلسلہ کا ذکر نہ کرتے اور سلسلہ کی تبلیغ و اشاعت اور امر حق کے اظہار کو مقدم نہ کرتے۔تو وہ ریاست رامپور میں بہت بڑی عزت اور وجاہت کے مقام پر ہوتے۔اور ریاست کی فیاضیوں سے اپنے علم کے ذریعے وہ ہزار ہا روپیہ کما لاتے۔لوگ گورنمنٹ کی طرف سے ریاستوں میں جانا باعث عزت وفخر جانتے ہیں۔اور کچھ شک نہیں کہ مالی مفاد کا وہ ایک قیمتی ذریعہ ہے۔مگر ڈاکٹر صاحب نے عین جوانی میں جب کہ عزت و دولت کے لئے ایک زبردست جذبہ موجود ہوتا ہے۔آپ نے اس امر کی پرواہ نہ کی۔اور پرواہ کی تو اپنے اس عہد کی جو دین کو دُنیا پر مقدم کرنے کا تھا۔ایسی نظیریں بہت کم ملتی ہیں۔ڈاکٹر صاحب نے نہ عزت کی پرواہ کی۔اور نہ دولت کی اور نہ اپنی جان کی۔ان تمام چیزوں۔کے مقابلہ میں دین کو مقدم کر کے دکھایا۔پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب ان کو اپنی صاحبزادی کے رشتہ کے لئے کہا تو یہ وقت بھی ایک آزمائش کا وقت تھا۔رسم ورواج کی پابندیاں، خاندانی تعلقات کی زنجیریں، بہت سے امور اس راہ میں روک ہو سکتے تھے اور فی الحقیقت تھے۔مگر عاشق جان باز کے لئے نہ کوئی تعلقات کی زنجیر تھی۔نہ

خاندانی مراسم کی قیود اور نہ عزیز رشتہ داروں کے بگڑنے کا خوف وہ مردانہ وارانہیں عاشقانہ رنگ میں آگے بڑھا۔اور عملاً عرض کر دیا۔حضور ہی کا سب کچھ ہے مجھے کبھی عذر ہو ہی نہیں سکتا۔

الحمد للہ رب العالمین کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سیرت کا مضمون مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ احباب جماعت بالخصوص آپ کے خاندان کے افراد کوان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہاں میں اپنے برادرم مکرم محمد طفیل گھمن صاحب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جنہوں نے خلافت لائبریری سے مواد مہیا کرنے میں قابل قدر تعاون فرمایا۔اس کے علاوہ برادرم مکرم خلیفہ فلاح الدین صاحب آف لندن شکریہ کے مستحق ہیں۔جنہوں نے خاندان بارے اہم معلومات مہیا کرنے کے علاوہ اہم دستاویز کی نقول مہیا کیں۔اس کے ساتھ مواد مہیا کرنے میں تعاون کرنے والے مربیان میں برادران مکرم اظہر احمد بزمی ،مکرم مغفور احمد قمر صاحب اور مکرم میاں مظفر الحق صاحب شامل ہیں۔

حق تلفی ہوگی اگر میں برادرم مکرم فضل الٰہی شاہد صاحب مربی سلسلہ کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے جامعہ کی اپنی تعلیم کے اختتام پر حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی سیرت پر مقالہ لکھ کر ہمارے لئے سمت متعین کر دی۔گوان کا مقالہ میرے مہیا کردہ مواد اور تاریخی معلومات کے مقابل پر بہت مختصر تھا تاہم خاکسار نے اس سے اور مکرم خلیفہ صباح الدین صاحب مرحوم کے مضامین سے بھر پور استفادہ کیا ہے۔

آخر میں خاکسار مؤرخ احمدیت بزرگوارم مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہے۔جنہوں نے اس مسودّہ کو پڑھ کر نہ صرف تاریخی حرف آغاز لکھا بلکہ مزید تاریخی غیر مطبوعہ مواد مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ گرانقدر مشوروں سے بھی نوازا۔اس مسودّہ کو بے حد پسند فرمایا اور اس عاجز کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ

اللہ تعالیٰ تمام معاونین کی صحت وعمر میں بے انتہا برکت دے اور مقبول خدمات کی توفیق سے نوازتا چلا جائے۔آمین

اس کتاب کی اشاعت کے تمام اخراجات مکرم آر ڈی احمد صاحب اسلام آباد برداشت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے نفوس واموال میں برکت ڈالے اور اپنے دادا کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دیتا رہے۔آمین۔اللھم آمین

حنیف احمد محمود

نائب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ

(یکم جولائی 2006ء)

آپ کی وفات پر ٹھیک اسی سال پورے ہونے پر آج یکم جولائی 2006ء کو
یہ کتاب حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو خراج عقیدت کے طور پر
احباب جماعت کے سامنے پیش ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین
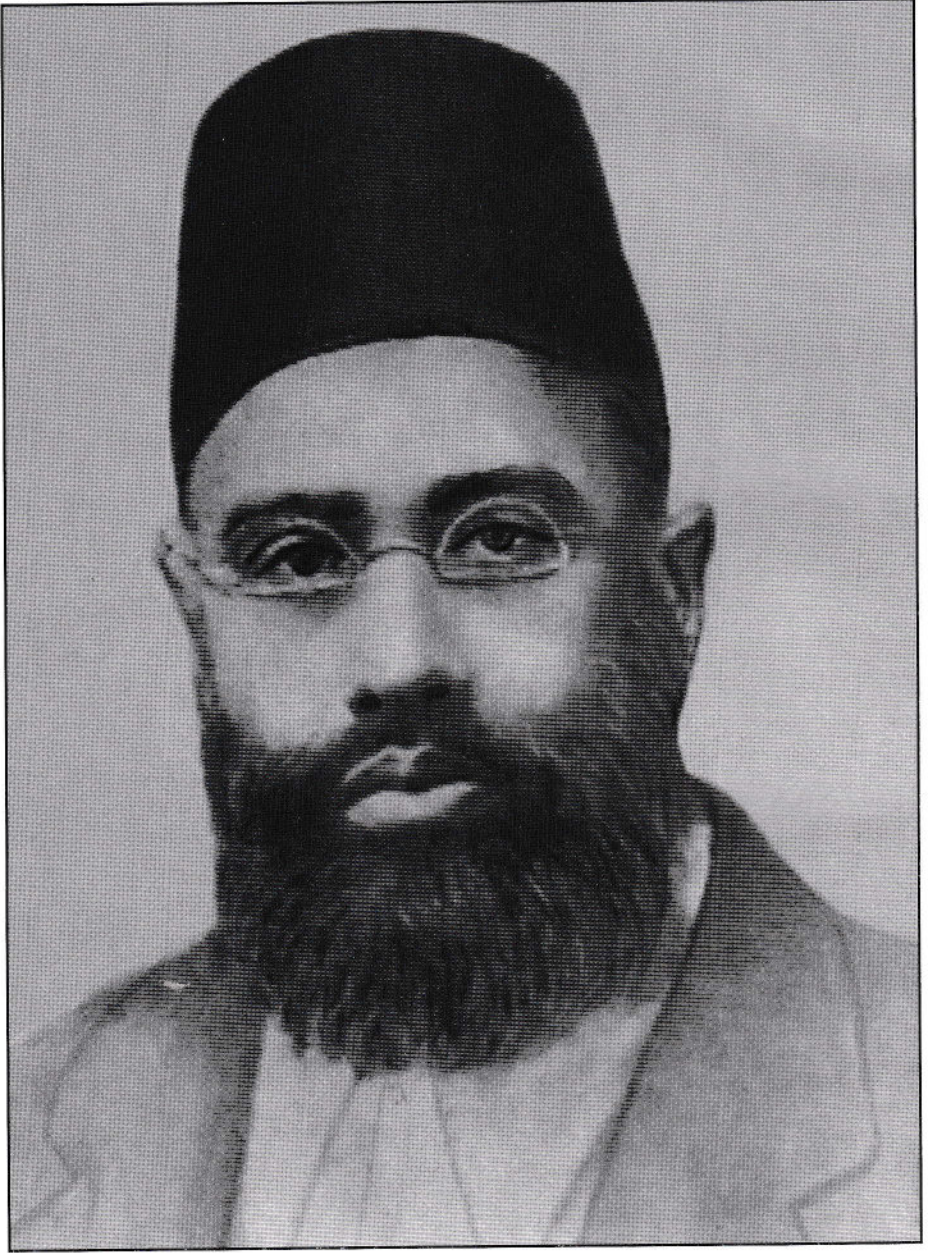
حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب

تعارف

(صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب)

آج اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ ایک لمبے عرصہ کے بعد میری ایک دیرینہ خواہش اور آرزو پوری ہو رہی ہے اور یہ کہ نانا جان مرحوم حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی سیرت وسوانح میرے بھانجے عزیزم رفیع الدین احمد عرف عفو سلمہ اللہ کی درخواست پر مکرم حنیف احمد محمود صاحب نائب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ نے تیار کی ہے۔ عزیزم عفو سلمہ اللہ نے یہ درخواست مکرم حنیف محمود صاحب سے اس وقت کی تھی جب وہ اسلام آباد میں مربی تھے۔

میں نے سارے مسوّدہ کو غور سے پڑھا ہے۔ بہت محنت کی ہے اور مصنف نے حضرت نانا جان مرحوم اور آپ کے خاندان سے متعلق بہت مواد اکٹھا کر دیا ہے جو امید کرتا ہوں کہ آئندہ نسلوں کے لئے بطور نمونہ کے کام آئے گا۔

حضرت نانا جان مرحوم ایک بہت عظیم انسان تھے اور بہت سی خوبیوں کے مالک بھی۔ اپنے آقا و مرشد حضرت مسیح پاک علیہ السلام سے حد درجہ جنون کی حد تک محبت و پیار و عقیدت تھی اور اس پیار و محبت کو آگے اپنے بچوں میں اور نسل میں سرایت کرنے کے لئے آپ جہاں کوشاں رہے وہاں آپ نے اس کے لئے بہت دعائیں بھی کیں۔

حضرت امی جان محترمہ سیدہ اُم ناصر صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ

ابا جان نے اپنی اولاد کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پیار کوٹ کوٹ کر ڈالا تھا اور جب میں بیاہ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان میں گئی تو اکثر کہا کرتے تھے کہ بیٹی کے ناطے سے اسلام کی تعلیم کے مطابق آپ مجھے پیاری تو لگتی ہی ہیں لیکن اب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہو ہونے کے ناطے آپ کا احترام مجھ پر واجب ہے۔

باجی جان محترمہ ناصرہ بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ

جمعہ جمعہ میں نانا جان مرحوم کے گھر جایا کرتی تھی اور نانا جان مرحوم کی رہائش ان دنوں بہشتی مقبرہ

کے قریب ایک گھر میں ہوتی تھی۔ نانا جان کو میرے آنے کے وقت کا علم ہوتا تھا وہ اس وقت مجھے لینے کے لئے آدھے رستہ پر نالے کے پُل تک آتے تھے اور پھر چھوڑنے کے لئے کافی دور تک ساتھ جاتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی ہونے کے ناطے سے یہ عزت واحترام وہ دیا کرتے تھے۔

قادیان سے باہر اگر جانے کا اتفاق ہوتا تو جانے سے پہلے بھی محترمہ امی جان مرحومہ کے پاس آکر سلام کہتے۔ دُعا کے لئے عرض کرتے اور جب قادیان واپسی ہوتی تب بھی اپنے گھر جانے سے قبل امی جان کے گھر سے ہو کر جاتے۔

حضرت نانا جان واقعتاً ایک عظیم انسان تھے۔ مالی قربانی میں پیش پیش تھے۔ ابتدائی موصیان میں سے تھے۔ آپ کا وصیت نمبر 753 ہے اور قادیان بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔

اللہ تعالیٰ نانا جان مرحوم کے درجات بلند کر کے اپنے قرب میں جگہ عطا فرمائے اور آل اولاد کو آپ کے اسوہ پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا قرب، سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا پیار اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام وخلفاء سے عقیدت کا تعلق بڑھاتا چلا جائے۔ مجھ خاکسار اور میری اولاد کو بھی حضرت نانا جان کے اسوۃ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مرزا انور احمد

13-06-2006

حرف آغاز

تحریک احمدیت کی ایک برگزیدہ شخصیت

مرنے کے بعد ہم کو زمیں میں نہ کر تلاش
ہم عارفوں کے سینے میں رکھتے ہیں بودوباش

(مولانا دوست محمد شاہد صاحب مورخ احمدیت)

زندہ نبی ہونے پر قرآن کی مہر تصدیق:

کائناتِ عالم کو اگر ایک دائرہ سے تشبیہ دی جائے تو اس کا نقطہء مرکز یہ ہمارے سید ومولیٰ سید المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں۔ جو جلال وتقدس کے دائمی تخت پر جلوہ افروز اور واحد زندہ نبی ہیں جس پر آیت " آخرین منھم " (الجمعہ:4) نے ہمیشہ کے لئے مہر تصدیق ثبت کر دی ہے کیونکہ اس میں یہ قطعی پیشگوئی ہے کہ آخری زمانہ میں ایک فنافی الرسول مامور ہوگا جسے اپنے آقا کی کفش برادری کی برکت سے قرآنی علوم کے خزانے عطا ہوں گے اور مزکی اعظم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی قوت قدسیہ سے وہ جانثار خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پھر پیدا ہوں گے جنہوں نے اپنی جانی و مالی قربانیوں سے باطل کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کر دیا تھا۔ اس طرح روح محمدی کی حیرت انگیز قوت دوبارہ آفاق میں کارفرما ہوگی اور قرآن پر گم گشتہ ایمان از سر نو زمین پر محیط ہو جائے گا اسی لئے حضرت خاتم النبین صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

ایمان میں عجوبہء روزگار قوم:

"اعجب الناس ایماناً قوم یجیئون من بعدکم فیجدون کتاباً من الوحی فیومنون به ویتبعونه " (روایت حضرت انسؓ۔ درمنثور للسیوطی جلد 1 صفحہ 26 مطبوعہ بیروت)

فرمایا تمہارے بعد آنے والے لوگ ایمان کے اعتبار سے سب سے عجیب ہوں گے جو کتاب اللہ (کے حقائق) بذریعہ وحی پائیں گے اور وہ کتاب اللہ پر محض ایمان ہی نہیں لائیں گے بلکہ اس کی اتباع بھی کریں گے۔ حضرت مسیح موعود کیا خوب فرماتے ہیں۔

؎ اے عزیزو سنو کہ بے قرآں
حق کو پاتا نہیں کبھی انساں
ہے یہ فرقاں میں اک عجیب تاثر
کہ بناتا ہے عاشق دلبر
وہ ہمیں دلستاں تلک لایا
اس کو پانے سے یار کو پایا
بحرِ حکمت ہے وہ کلام تمام
عشق حق کا پلا رہا ہے جام

خدا کے لاکھوں نشان:

حضرت اقدس قرآن مجید کے بے مثال عاشق تھے جن کی بدولت قرآن کے عشاق اور حمایت دین حق کی وہ جماعت پیدا ہوئی جو خدا کے لاکھوں نشانوں کی چلتی پھرتی پیکر ہے خود فرماتے ہیں:

"ہزار ہا لوگوں میں بعد بیعت میں نے ایسی تبدیلی پائی ہے کہ **جب تک خدا کا ہاتھ کسی کو صاف نہ کرے ہرگز ایسا صاف نہیں ہوسکتا** اور میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرے ہزار ہا صادق اور مرید بیعت کے بعد ایسی پاک تبدیلی حاصل کر چکے ہیں کہ **ایک ایک فرد ان میں بجائے ایک نشان کے ہے۔**"

(حقیقۃ الوحی طبع اوّل صفحہ 238 مطبع میگزین قادیان۔ تاریخ اشاعت 15- مئی 1907ء)

مسیح موعود کے عہد مبارک کے ان چار لاکھ نشانوں میں (جو دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی کا معجزہ ہیں) حضرت ڈاکٹر حافظ خلیفہ رشید الدین صاحب (1866ء-1926ء) کا مقام منفرد وممتاز ہے۔

آپ کا قدّوسیوں کے اس موعود گروہ میں شامل ہونا بھی ایک اعجازی رنگ رکھتا ہے جو ایک نہایت ایمان افروز پس منظر کا حامل ہے۔

حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کا عالی پایہ خاندان:

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آپ مدینۃ الاولیاء لاہور کے ایک ایسے عالی پایہ خاندان کے چشم وچراغ تھے جس نے پنجاب میں برٹش حکومت کے تسلط (29-مارچ 1849ء) سے بھی چالیس سال قبل لاہور کو سکھ حکومت میں بھی علم وفنون کا گہوارہ بنا رکھا تھا جیسا کہ 1873ء میں مورخ پنجاب جناب کنھیا لال ہندی نے "تاریخ لاہور" میں لکھا:

"لاہور میں سکھّی عہد میں مولوی خلیفہ غلام رسول وخلیفہ غلام اللہ تھے۔ بڑا مدرسہ ان کا جاری تھا۔ ہزاروں طلباء، درویش دور دور ملکوں سے وہاں آ کر تعلیم پاتے تھے۔ تمام زمانہ ان کا بہ دل وجان ادب کرتا تھا۔ ہنود واہل اسلام سب اُن کے شاگرد کہلاتے۔ اب خلیفہ غلام اللہ کا فرزند دل بند وخلف الرشید حمید الدین اجل فاضل وعالم متبحر موجود ہے۔ خلیفہ غلام اللہ کو مہاراجہ رنجیت سنگھ تعظیم دیتے تھے اور برابر کرسی پر بٹھلاتے تھے۔ اُن کے صاحبزادے مولوی حمید الدین کو اب بھی سرکار نے لاہور کی قضاء کے عہدے پر ممتاز فرمایا ہے۔ اس عالی شان خاندان کی بدولت ہزاروں طالب علم فضیلت کے رتبے پر پہنچ گئے۔"

(صفحہ 75 ناشر مجلس ترقی ادب کلب روڈ لاہور۔ طبع اوّل مئی 1977ء)

پاکستان کے ایک عالی پایہ محقق وفاضل تحریر فرماتے ہیں۔

"ہندو ومسلم ان کے درس میں شامل ہوتے تھے یہ فارسی ادب کا درس ہوتا تھا۔ **مسلمان**

نزدیک ودور سے منطق، معانی، صرف ونحو، حدیث اور تفسیر پڑھنے کے لئے یہاں آتے تھے اس درس کی رونق مولانا غلام اللہ کے صاحبزادے خلیفہ حمید الدین کے وقت تک قائم رہی۔"

(رسالہ "نقوش" لاہور نمبر صفحہ 530)

حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے والد معظم ومحترم جناب خلیفہ حمید الدین صاحب تھے جو 1884ء سے قائم مشہور عالم انجمن حمایت اسلام لاہور کے بانی ارکان میں سے تھے اور اس کے مستقل صدر رہے۔ یہ انجمن کیسے معرض وجود میں آئی؟ اس کے مقاصد کیا تھے؟ اور اس سے ہم آہنگ ہوکر جماعت احمدیہ کی بزرگ اور مقدس ہستیوں نے حمایت دین کی کیا کیا بیش بہا خدمات انجام دیں؟ یہ تینوں ایسے پہلو ہیں جن پر گہری تحقیق کے نتیجہ میں اس پُر کیف روحانی ماحول کا پتہ چلے گا جس نے حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین جیسے فرشتہ خصلت اور عاشق رسول پر ایسے زبردست اثرات ڈالے کی آپ دیوانہ وار برصغیر میں مخالفت کے بے پناہ طوفانوں کو چیرتے ہوئے عالم جوانی میں مہدی دوراں کے دربار میں پہنچے اور 02- جنوری 1892ء کو خدا کے مقدس مامور کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی اور پھر پوری عمر حامی دین متین کی حیثیت سے ایسی علمی، انتظامی، طبی اور مالی قربانیاں پیش کیں کہ فرزانے بھی دنگ رہ گئے۔

مقاصد انجمن حمایت اسلام کی اکابر جماعت احمدیہ کے ذریعہ تکمیل:

اب آیئے ہم انجمن حمایت اسلام کی بنیاد کا اصل سبب دریافت کرنے کے لئے اس مستند تاریخ کا مطالعہ کریں جو ادارہ تحقیقات پاکستان دانش گاہ پنجاب لاہور نے چودہ سال قبل نومبر 1992ء میں شائع کی۔ مولّف کتاب جناب احمد سعید صاحب صدر شعبہ تاریخ اسلامیہ کالج لاہور تحریر فرماتے ہیں:

انجمن حمایت اسلام لاہور نے مسلمانان پنجاب کی تعلیمی، معاشرتی اور سیاسی ترقی کے سلسلے میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ ہماری تاریخ کا ایک انمٹ باب بنے رہیں گے۔

اگر چہ 1849ء میں پنجاب کو برطانوی مقبوضات میں شامل کر دیا گیا تھا لیکن یہاں سکولوں اور ہسپتالوں کے پردے میں عیسائی مبلغوں کی سرگرمیاں پہلے ہی شروع ہو چکی تھیں ۔ چرچ مشن سوسائٹی نے 1841ء میں شملہ میں ایک سکول قائم کیا۔ 1849ء میں لاہور میں امریکن مشن سوسائٹی نے اپنا سکول جاری کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہاں عیسائی مشنری سکولوں کا ایک جال سا بچھ گیا۔ پنجاب میں مشنری سکولوں کے ساتھ سرکاری سکولوں اور کالجوں کا قیام بھی عمل میں آنے لگا۔ چنانچہ لاہور میں 1864ء میں گورنمنٹ کالج اور 1866ء میں مشن کالج قائم ہوئے۔

مسلمانوں نے مخصوص وجوہ کی بناء پر ان سکولوں اور کالجوں سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا جس کے سبب ایک تو غیر مسلموں کو سرکاری ملازمتوں پر چھا جانے کا موقع میسر آیا دوسرے مسلمان تعلیمی میدان میں اُن سے کہیں پیچھے رہ گئے۔

یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ مسلمانوں کے قائم کردہ فارسی اور عربی مدارس میں مسلمان طلباء کی تعداد بہت زیادہ ہوا کرتی تھی۔ 1857ء تک پنجاب میں معلّمی کا میدان مسلمانوں کے مخصوص تھا۔ ہندو طلباء بھی مسلم اساتذہ پر بے حد اعتماد کرتے تھے اور ان کی بڑی تعداد فارسی مدارس میں زیر تعلیم تھی اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے پنجاب کے سررشتہ تعلیم کے ڈائریکٹر آرنلڈ نے اپنی تیار کردہ پہلی رپورٹ میں لکھا کہ

"اگر اس صورت حال کو اسی طرح چھوڑ دیا گیا تو حکومت کی تمام طاقت مسلمانوں کے ہاتھ میں آجائے گی۔ یہ ایک ایسا میلان ہے جسے بہت جلد روکنے کی ضرورت ہے۔"

چار سال بعد 1861ء میں پنجاب کے ڈائریکٹر سررشتہ تعلیم کیپٹن فلر نے اپنی رپورٹ میں مسلم اساتذہ کی بجائے ہندو اساتذہ کی تقرری کی تجویز پیش کرتے ہوئے لکھا کہ

"افسران ضلع رفتہ رفتہ راستہ صاف کر کے تبدیلی کے امکان پیدا کر سکتے ہیں اور وہ اس طرح ہی ہوسکتا ہے کہ ہندوؤں کو ٹریننگ سکولوں میں داخلہ لینے کا شوق دلائیں اور جو سکول مسلم اساتذہ کے تقرر پر زیادہ اصرار نہ کریں وہاں ہندو اساتذہ تعینات کئے جائیں"

انگریزی سکولوں کے قیام کے ساتھ ساتھ یہ میدان مسلم اساتذہ کے ہاتھ سے نکلتا رہا۔ 1882ء کے بعد پنجاب کے سررشتہ تعلیم کے ڈائریکٹروں کی تیار کردہ رپورٹیں اس حقیقت کی گواہی دیتی ہیں۔

عیسائی مبلغوں نے پنجاب کی سرزمین کو اپنے لئے "زرخیز" پاتے ہوئے اپنی سرگرمیوں کو تیز کر دیا اور وہ غریب مسلمانوں کو اپنے جال میں پھنسانے لگے۔ ان کے دیکھا دیکھی نوخیز آریہ سماجیوں نے بھی پر پرزے نکالنے شروع کئے۔ عیسائی مبلغوں کو اپنے مقاصد میں جس حد تک کامیابی حاصل ہونے لگی اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ 1883ء میں ایک سیدزادی اپنے تین بچوں سمیت عیسائی ہوگئی۔ یہ واقعہ مسلمانوں کی قومی حمیت کے لئے ایک زبردست للکار کی حیثیت رکھتا تھا۔ اگرچہ وہ عورت دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل تو ہوگئی لیکن اس نے مسلمانوں کے لئے عبرت کا ایک نشان چھوڑ دیا۔

عیسائی مبلغ جنہیں حکومت کی سرپرستی اور اعلانیہ حمایت حاصل ہوتی تھی اپنا دائرہ کار صرف عیسائیت کی تبلیغ تک محدود نہیں رکھتے تھے بلکہ اسلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات اقدس پر کیچڑ اچھالنا اپنے مذہب کا جزو سمجھتے تھے۔ ان کے حوصلے اس حد تک بڑھ چکے تھے کہ وہ چوکوں اور بازاروں تک میں بھی اپنے خیالات کا اظہار کرنے سے نہیں چوکتے تھے۔ مارچ 1884ء میں لاہور کے باغ بیرون دہلی دروازہ میں ایک پادری حسب دستور "اسی قسم کی تبلیغ" میں مصروف تھا۔ اس کے سامعین میں ایک غیرت مند مسلمان منشی چراغ دین بھی موجود تھا جس نے اس پادی کوٹو کا لیکن ناقد کو دہاں سے دھکے دے کر نکال دیا گیا۔ چراغ دین نے یہ واقعہ اپنے دوستوں منشی محمد کاظم، شمس الدین شائق اور حاجی میر شمس الدین سے بیان کیا۔ چنانچہ ان تمام نے اس صورت حال سے نبٹنے کے لئے عملی تدابیر اختیار کرنے پر غور وحوض کیا۔

مذکورہ بالا واقعہ مسلمانان لاہور کے لئے ایک چیلنج سے کم نہیں تھا چنانچہ چھ ماہ کے مسلسل غور وخوض کے بعد اسلامی جذبہ سے معمور اور قومی درد رکھنے والے مسلمانوں نے 04- ستمبر 1884ء کو اندورن موچی دروازہ میں واقع مسجد بکن خان میں ایک جلسہ منعقد کیا جہاں انجمن حمایت اسلام کے نام سے ایک ادارہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

دوڈھائی سو مسلمانوں نے اس اجتماع میں جن چندہ چیدہ شخصیات کے نام ملتے ہیں ان میں خان بہادر، محمد کاظم، میر شمس الدین۔ خلیفہ حمید الدین، میاں کریم بخش، مولوی غلام اللہ قصوری، خلیفہ عماد الدین، مرزا ارشد گورگانی، مولانا احمد دین، شیخ رحیم بخش (تاجر انارکلی) میاں محمد چٹو، محمد دین ناظر، بابا نجم الدین، منشی

محبوب عالم، شیخ ابز دبخش اور مولوی دوست محمد شامل ہیں۔

(اسلامیہ کالج کی صد سالہ تاریخ جلد اوّل صفحہ 1 تا3)

انجمن حمایت اسلام کے قدیم ترجمان رسالہ (مطبوعہ 1903ء) کے الفاظ میں اس پر جوش انجمن کے حسب ذیل مقاصد تھے۔

1۔ معترضین اصول مذہب مقدس اسلام کے جواب تحریری یا تقریری تہذیب کے ساتھ دینے اور اس مقدس مذہب کے اصول کی حمایت اور اشاعت کرنی۔

2۔ مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کا انتظام کرنا۔ تاکہ وہ غیر مذہب والوں کی تعلیم کے اثر سے محفوظ رہیں۔

3۔ لاوارث، مفلس، یتیم مسلمان بچوں کی پرورش اور تربیت کا انتظام کرنا اور مسلمان بچوں کی تعلیم میں حتی الوسع امداد دینا۔ تاکہ غیر مذہب والوں کے پنجے میں پڑ کر دین وایمان سے ہاتھ دھو کر عذاب آخرت کے مستحق نہ بنیں۔

4۔ اہل اسلام کی اصلاح طرز معاشرت وتہذیب اخلاق اور تحصیل علوم دینی، دنیوی اور باہمی اتفاق اتحاد کا شوق دلانا اوران کی بہتری کے وسائل کو پیدا کرنا اور تقویت دینا۔

5۔ اہل اسلام کو گورنمنٹ کی وفاداری اور نمک حلالی کے فوائد سے آگاہ کرنا۔

6۔ ان مقاصد کی تکمیل کے واسطے واعظوں کے تقرر اور رسالے کے اجراء وغیرہ وسائل کو عمل میں لانا۔

قواعد کا خلاصہ:

1۔ اہل اسلام کے ہر فرقے کا آدمی خواہ وہ کہیں ہو اس انجمن کا ممبر ہوسکتا ہے۔

2۔ ہر ممبر کو کم از کم چار آنے ماہوار چندہ دینا ضروری ہوگا اور صاحبان وسعت جس قدر زیادہ عطا فرماویں اُن کی شان کے لائق ہے۔

3۔ ہر ممبر کا فرض ہوگا کہ مقاصد اور اغراض انجمن کی تکمیل میں کوشش کرے۔

4۔ آمد وخرچ کا حساب اور جملہ انتظامی امور مجلس منتظم میں فیصل ہوتے ہیں۔

فہرست وکلاء وواعظین:

(۱) جناب مولوی حافظ شیخ غلام محی الدین صاحب صوفی وکیل ۔(۲) جناب حکیم میر حسن رضا خاں صاحب رئیس دہلی آنریری وکیل ۔(۳) شیخ محمد یوسف علی صاحب سفیر انجمن ۔(۴) مولوی الہ دین صاحب واعظ انجمن (۵) شیخ محمد عبداللہ صاحب سفیر انجمن ۔(۶) حاجی شیخ غلام محمد صاحب بٹالوی سفیر انجمن ۔(۷) مولوی الٰہی بخش صاحب دھرم کوٹ (فیروز پور) سفیر انجمن ۔(۸) منشی فرزند علی صاحب کلارک دفتر انسپکٹر جنرل آرڈیننس روالپنڈی آنریری وکیل ۔(۹) میاں فضل حسین صاحب بی اے بیرسٹرایٹ لاء سیالکوٹ آنریری وکیل ۔(۱۰) شیخ عبدالرحیم صاحب بسمل مقیم فیروز پور آنریری وکیل ۔(۱۱) میاں علی احمد خان صاحب رئیس ومیونسپل کمشنر بٹالہ آنریری وکیل ۔(۱۲) منشی سید احمد صاحب ڈاکخانہ جات پشاور آنریری وکیل ۔

یہاں وکلاء واعظین کی فہرست میں آٹھویں نمبر پر حضرت منشی فرزند علی صاحب کا نام ہے یہ وہی بزرگ ہستی ہیں جنہوں نے بعد میں سالہا سال تک احمدیہ مشن انگلستان سے اشاعت دین کی گرانبہا خدمات انجام دیں اور کئی انگریزوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قدموں میں لانے کی توفیق ملی۔

جناب مولوی ثناء اللہ امرتسری کی تقریر:

چونکہ انجمن کے درددل رکھنے والے بانی ارکان نے اوّل روز ہی سے انجمن کے دروازے ہر فرقہ کے لئے کھلے رکھے تھے اس لئے ایک بار نامور اور ممتاز اہل حدیث عالم جناب مولوی ثناء اللہ امرتسری نے انجمن کے پلیٹ فارم پر تقریر فرماتے ہوئے ڈنکے کی چوٹ پر کہا اور برملا کہا۔

"میں اپنے مولوی بھائیوں سے عرض کرتا ہوں کہ گورنمنٹ کے کسی صیغے کو دیکھو سب کے سب باوجود متفرق ہونے کے ایک جگہ مل کر کام کرتے ہیں۔ مگر علماء کا فرقہ ایسا ہے کہ کسی نقطہ پر متفق نہیں ہوتا۔ حالانکہ یہ حضرات مسلمانوں میں بمنزلہ معدے کے ہیں جس کا اثر تمام جسم پر پہنچتا ہے۔ اگر اس تعلیم کا جس

کے لئے دن رات یہ رونا رویا جاتا ہے یہی نمونہ ہے تو

گر ہمیں مکتب است ہمیں مُلاّ

کارِ طفلاں تمام خواہد شد

اگر تم نے مروجہ یونیورسٹی کا کوئی اعلیٰ امتحان پاس کرلیا۔ بی اے ہوئے یا ایم اے ہوئے۔ تو تمہیں یہ تمدن کچھ کام نہیں دے گا۔ جب تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تمدن نہ سیکھو۔ سنو وہ تمدن یہ ہے کہ جب میں سنوں کہ ایران میں ایک مسلمان کو تکلیف پہنچی ہے اس پر میرا دل رنجیدہ نہ ہو تو میں مسلمان نہیں۔ اگر مصر میں کوئی شخص بھوکا ہے اور میں سن لوں اور اس پر ترس نہ کھاؤں تو میری مسلمانی پر حیف ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مذکورہ بالا حدیث یاد کرو المسلمون کرجل واحد. ان اشتکی عینه اشتکی کله۔ ہم سب ایک ہیں۔ یہاں ایک قصہ سناتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ کہ ہمارا آپس میں کیا تعلق ہے۔ ایک دفعہ تمام جوڑوں نے معدہ کی شکایت کی کہ یہ تو دنیا بھر کی نعمتیں کھاتا ہے اور ہم کماتے کماتے تھک جاتے ہیں۔ ہم تو اسے کما کر نہیں دیں گے۔ سب نے اپنا اپنا کام چھوڑ دیا کچھ دیر کے بعد نتیجہ یہ ہوا کہ سب مضمحل ہو گئے آخر سب نے معدہ کو کھانے کے لئے دیا جب اس میں سکت آئی تو سب میں جان آ گئی۔ اس پر معدہ نے جواب دیا کہ بھائیو! میں خود اپنے لئے نہیں کھاتا بلکہ تم سب کے لئے کھاتا ہوں۔ یہی حال اس قوم کا ہے کہ اگر ایک دوسرے کی مدد نہیں کریں گے تو قومیت ضائع ہو جائے گی۔ آہ! اب ہماری حالت کیا ہے۔ اس رباعی کی مصداق ہے۔

دل یوں کہے کہ آنکھوں نے مجھ کو کیا خراب

آنکھیں کہیں کہ دل ہی نے ہم کو لٹا دیا

بگڑا کسی کا کچھ نہیں اے ذوق عشق میں

دونوں کے اس نزاع نے ہم کو لٹا دیا

ہم تو لڑتے ہیں کہ بخاری کی حدیث اس طرح پر ہے اور مسلم کی حدیث اس طرح پر ہے۔ رفع یدین وغیرہ کا جھگڑا ہے مگر تم تعلیم یافتہ کس پر لڑتے ہو۔ پولیسی پر؟ واہ سبحان اللہ

ایک پادری نے ایک کتاب لکھی جس کا نام رکھا ہے۔ "عدم ضرورت قرآن" اور اس میں لکھتا ہے

کہ خدا کی محبت کا حکم قرآن میں نہیں

چو بشنوسی سخن اہل دل مگوکہ خطاست
سخن شناس نہ ء دلبر اخطا اینجاست

قرآن مجید میں فصاحت وبلاغت حد درجہ کی ہے اگر کوئی شخص نہ سمجھے تو یہ اس کا اپنا قصور فہم ہے۔ ایک استاد شاگردوں سے کہتا ہے کہ سبق یاد کر کے آنا یہ بھی ایک حکم ہے۔ دوسرا بورڈ پر لکھتا ہے کہ طالب علم وہی ہے جو یاد کر کے آئے دونو میں فرق کیا ہے۔ سمجھ والے اس کو جانتے ہیں کہ پہلا معمولی حکم ہے۔ دوسرے میں نہایت تاکید ہے۔ مسئلہ محبت خداوندی کے متعلق قرآن مجید فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ۔ اسی طرح یہ آیت کہتی ہے کہ جو محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم والے ہیں وہ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ہیں یعنی آپس میں رحم کا تعلق رکھا کرتے ہیں۔ جس دل میں دوسرے مسلمان کے ساتھ علیٰ قدر مراتب محبت نہیں وہ مسلمان نہیں۔ سبحان اللہ قرن اول کے مسلمان تھے جو خیر القرون کہلائے۔ اے صدیق اکبرؓ، اے فاروق اعظمؓ

جس گلستان کے ہو گل تر تم خاراس بوستان کے ہم بھی ہیں

تمدن کی تعریف میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت ایک ثلث عبادت سے اور دو ثلث اخلاق سے بخشی جاوے گی۔ ہمارا تمدن جو لاہور میں اب ہے اس سے اچھا تمدن عرب میں قبل از بعثت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم تھا۔ اس تمدن کو رحمۃ للعلمین نے برا سمجھ کر اصلاح فرمائی۔ ہر ایک فریق اپنا مدعا نہیں چھوڑتا۔ نہ چھوڑے ہم کیوں چھڑواویں۔ میں اہل حدیث ہوں۔ اسلام کے لفظ میں تمہارے ساتھ تعلق رکھتا ہوں میں کبھی نہیں کہتا کہ میں اپنے خیال کو چھوڑ دوں اور دوسرے کے خیال کے تابع ہو جاؤں۔ تم میرزائی رہو۔ نیچری رہو۔ مگر محمدی مسلمان ہونے میں ہمارا تمہارا تعلق رہے۔ کسی حالت میں بھی یہ تعلق نہ رکھنا اسلام نہیں۔

ہمارا یہ حق تھا کہ ہم یار ہوتے
مصیبت میں یاروں کے غم خوار ہوتے
سب اک اک کے باہم مددگار ہوتے
غم قوم میں سینہ افگار ہوتے

جب الفت میں یوں ہوتے ثابت قدم ہم
تو کہہ سکتے اپنے کو خیر الامم ہم

جب وعظ سننے آؤ تو اسلامی درد لے کر جایا کرو۔لڑانے والے بہت ہیں مگر ملانے والے کم۔ایک وقت وہ تھا کہ جب سلطنت ہمارے ہاتھ میں تھی۔دہلی کا خزانہ تھا۔بادشاہ کہتے تھے۔

عاقبت کو خبر خدا جانے
اب تو آرام سے گذرتی ہے

اب تو یہ حال ہے کہ بجائے روپے پیسے کے فاقوں کا شمار نہیں۔مسلمانوں کی تکلیف پر خواہ کسی رنگ میں ہو جس مسلمان کا دل نہیں دکھتا اور وہ درد نہیں رکھتا تو اس کے ایمان کی خبر نہیں۔اگر ہمارے میں یہ بات نہیں تو ہم مسلمان نہیں۔ایک محلے کے کتوں سے برے نے بنو کہ آپس میں لڑتے ہیں مگر جب دوسرا آجاتا ہے تو سب متفق ہو جائے۔اللھم اھدنا۔

(انجمن حمایت اسلام کا تیسواں اجلاس 12-اپریل 1915ء کی مطبوعہ کارروائی صفحہ 30-32)

صبر آزما حالات کے دوسبب:

انجمن حمایت اسلام کا ابتدائی آٹھ سالہ دور (1884ء تا 1896ء) انتہائی صبر آزما، سنگین مالی مشکلات سے پُر اور مخالفتوں کے ہجوم میں گھرا ہوا تھا جس کے دوسبب تھے۔

اوّل: کانگرسی ذہن رکھنے والے کیمونسٹ اور نیشنلسٹ مسلم رہنما برٹش حکومت کے سخت مخالف تھے جبکہ حکومت وقت کی اطاعت انجمن کے سیاسی نظریات کا جزو اعظم تھی اور اس کے پبلک جلسوں میں "سرکار انگلشیہ کے عہد کی برکات" کے موضوع پر باقاعدہ وعظ ہوتا تھا اس ضمن میں اپریل 1930ء کے سالانہ جلسہ کی مطبوعہ روداد (صفحہ 115-116) کا ایک اقتباس ہدیہ قارئین کرتا ہوں۔

لکھا ہے۔

"عام مشہور ہے کہ جب اللہ کسی ملک کی دعا سنتا ہے تو اُس پر عادل اور

نیک بادشاہ مقرر کرتا ہے جو سختیاں ہند پر پہلے عہدوں میں اور خاص کر مسلمان پنجاب پر سکھوں کے زمانہ میں ہوئیں۔ اُن کے ابھی تک ہمارے بزرگ جو اُس وقت موجود تھے گواہ ہیں۔ مسلمانوں کو چین سے بیدار ہونا تو درکنار نماز تک پڑھنے کی اجازت نہیں تھی۔ جہاں کسی مسلمان نے اذاں دی سکھوں کا جمگھٹا ہو گیا۔ اور پکڑ کر بیچارے مسلمان کے تکے توڑ لئے۔ بوٹیاں اُڑا دیں۔ چمڑا ادھیڑ دیا۔ غرض کہ ایسے ایسے عذاب مسلمانوں کو پہنچتے تھے جن کے بیان کرنے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہزار ہزار شکر ہے خدا کی جناب کا کہ اُس نے ہم ضعیف الخلقت لوگوں کو جنہیں تھوڑا بہت ایمان ہو تو بھی کافروں کی طرح زندگی بسر کرنی پڑتی ہے ان سختیوں سے رہا کر کے ایسی عادل اور منصف حکومت کے ماتحت کر دیا ہے کہ جس سے خود ہماری ترقی کا ہر وقت خیال رہتا ہے۔ اور باوجود مختلف المذہب ہونے کے ہمیں ہر طرح کی آزادی دے رکھی ہے۔ سرکار کے جو جو احسانات ہم مسلمانوں پر اور عام رعایا پر ہیں اُن کی تحریر کے واسطے تو ایک دفتر بھی کافی نہیں۔ جدھر نظر ڈالو امن اور آسائش۔ خیالات کی آزادی لوگ چین سے زندگی بسر کرتے ہیں اور اللہ کا شکر کرتے ہیں۔ ان عنایات گورنمنٹ کے عوض میں ہمارا فرض ہے کہ ہم گورنمنٹ کے ہمیشہ فرمانبردار رعایا بنے رہیں۔ اور مسلمانوں کو تو دوہرا فائدہ ہے۔ رعایا ہونے کا حق علیحدہ ادا اور ثواب کا ثواب کیونکہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں تعلیم دی ہے

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم

خدا ایسی سلطنت کو مدت تک ہمارے سر پر قائم رکھے جس کے سایہ عاطفت میں ہم نے اتنا آرام پایا اور ہمیشہ ہم کو اس کا تابعدار رکھا۔

دوم: دیوبندی مکتب فکر کے نزدیک جدید مغربی علوم اور انگریزی پڑھنا کفر تھا حتی کے پین اسلام ازم کے

علمبر دار جمال الدین افغانی (1838-1897ء) نے علی گڑھ کالج کے بانی سر سید احمد خاں مرحوم کو اسی "جرم" میں دجال تک کہہ ڈالا (العروۃ الوثقٰی) اس کے برعکس انجمن حمایت اسلام کی روشن دماغ لیڈر شپ مسلمانوں کی ترقی کے لئے مغربی علوم کی ترویج واشاعت از بس ضروری قرار دیتی تھی اور یہی خیال بالآخر اسلامیہ کالج لاہور کی صورت میں عملی شکل اختیار کر گیا جس نے آگے چل کر علی گڑھ کالج کی طرح مسلمانان ہند کے مادی عروج میں اور تحریک پاکستان میں سنہری کردار ادا کیا آج جبکہ قیام پاکستان پر کم بیش ساٹھ سال کا طویل عرصہ بیت رہا ہے نئی نسل کو اندازہ ہی نہیں ہوسکتا کہ اس ابتدائی دور میں انجمن حمایت اسلام سے وابستگی کتنا عظیم قومی جہاد تھا اور اس جہاد میں جماعت احمدیہ نے کس شان سے سرفروشانہ شان کے ساتھ اس انجمن کی آبیاری میں حصہ لیا مختصراً صرف اتنا بتانا کافی ہوگا کہ صلیبی حملوں کے جواب میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے قیام جماعت سے قبل انجمن کی فرمائش پر "ایک عیسائی کے تین سوالوں کے جواب" سپرد قلم فرمایا جسے انجمن نے شائع کیا اسی طرح حضرت مولانا نور الدین کا تو شروع ہی سے اس انجمن کے تبلیغی مقاصد کی تکمیل میں جان ودل سے فدا تھے اور اس کے اصل اور اولین مقصد یعنی ردّ عیسائیت کے لئے سر دھڑ کی بزی لگا چکے تھے اور فرض شناس انجمن نے بھی اس سلسلہ میں آپ کی تصانیف ابطال الوہیت مسیح، فصل الخطاب، تصدیق براہین احمدیہ وغیرہ کو خاص اہتمام سے شائع کیا علاوہ ازیں آپ اور دوسرے احمدی بزرگ انجمن کے مالی نظام کے استحکام میں کسی دوسرے فرقے سے پیچھے نہیں رہے مدتوں تک سحر آفریں **احمدی مقررین اور قادر الکلام احمدی شعراء کی آوازوں سے انجمن کے سالانہ جلسے گونجتے رہے جس کا تذکرہ انجمن کی مطبوعہ رپورٹوں میں آج بھی مل سکتا ہے۔**

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صدائے ربانی اور حضرت ڈاکٹر صاحب آغوش احمدیت میں:

غرضیکہ اس دور میں اکابرین سلسلہ احمدیہ نے انجمن کی آبیاری اور نشوونما کے لئے کوئی دقیقہ

فروگزاشت نہیں کیا بایں ہمہ یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ 1891ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعویٰ مسیحیت کی پہلی کتاب میں صدائے ربانی بن کر دنیا بھر میں منادی فرمائی کہ۔

"میں بعض اُن لوگوں کا وسوسہ بھی دُور کرنا چاہتا ہوں جو ذی مقدرت لوگ ہیں اور اپنے تئیں بڑا فیاض اور دین کی راہ میں فدا شدہ خیال کرتے ہیں لیکن اپنے مالوں کو محل پر خرچ کرنے سے بکلی منحرف ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ہم کسی صادق مؤیدّ من اللہ کا زمانہ پاتے جو دین کی تائید کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوتا تو ہم اُس کی نصرت کی راہ میں ایسے جھکتے کہ قربان ہو جاتے۔ مگر کیا کریں ہر طرف فریب اور مکر کا بازار گرم ہے۔ **مگر اے لوگو! تم پر واضح رہے کہ دین کی تائید کے لئے ایک شخص بھیجا گیا لیکن تم نے اُسے شناخت نہیں کیا۔ وہ تمہارے درمیان ہے اور یہی ہے جو بول رہا ہے پر تمہاری آنکھوں پر بھاری پردے ہیں۔** اگر تمہارے دل سچائی کے طلب گار ہوں تو جو شخص خدا تعالیٰ کے ہم کلام ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اُس کا زمانہ بہت سہل ہے۔ اُس کی خدمت میں آؤ۔ اُس کی صحبت میں دو تین ہفتے رہو تا اگر خدا تعالیٰ چاہے تو اُن کی برکات کی بارشیں جو اُس پر ہو رہی ہیں اور وہ حقانی وحی کے انوار جو اُس پر اُتر رہے ہیں اُن میں سے تم بچشم خود دیکھ لو۔ جو ڈھونڈتا ہے وہی پاتا ہے۔ جو کھٹکھٹاتا ہے اُسی کے لئے کھولا جاتا ہے۔ اگر تم آنکھیں بند کر کے اور اندھیری کوٹھڑی میں چھپ کر یہ کہو کہ آفتاب کہاں ہے تو یہ تمہاری عبث شکایت ہے۔ اے نادان! اپنی کوٹھڑی کے کواڑ کھول اور اپنی آنکھوں پر سے پردہ اُٹھا تا تجھے آفتاب نہ صرف نظر آوے بلکہ اپنی روشنی سے تجھے منور کرے۔

بعض کہتے ہیں کہ انجمنیں قائم کرنا اور مدارس کھولنا یہی تائید دین کے لئے کافی ہے مگر وہ نہیں سمجھتے کہ دین کس چیز کا نام ہے اور اس ہماری ہستی کی انتہائی اغراض کیا ہیں اور کیونکر اور کن راہوں سے وہ اغراض حاصل ہو سکتے ہیں۔ سو اُنہیں جاننا چاہیئے کہ انتہائی غرض اس زندگی کی خدا تعالیٰ سے وہ سچا اور یقینی پیوند حاصل

کرنا ہے جو تعلقات نفسانیہ سے چھوڑا کر نجات کے سر چشمہ تک پہنچا تا ہے۔ سواس یقین کامل کی راہیں انسانی بناوٹوں اور تدبیروں سے ہرگز کھل نہیں سکتیں اور انسانوں کا گھڑا ہوا فلسفہ اس جگہ کچھ فائدہ نہیں پہنچا تا۔ بلکہ یہ روشنی ہمیشہ خدا تعالیٰ اپنے خاص بندوں کے ذریعہ سے ظلمت کے وقت میں آسمان سے نازل کرتا ہے۔ اور جو آسمان سے اُترا وہی آسمان کی طرف لے جاتا ہے۔ سوائے وے لوگو جو ظلمت کے گڑھے میں دبے ہوئے اور شکوک وشبہات کے پنجہ میں اسیر اور نفسانی جذبات کے غلام ہو صرف اسمی اور رسمی اسلام پر نازمت کرو اور اپنی سچی رفاہیت اور اپنی حقیقی بہبودی اور اپنی آخری کامیابی انہی تدبیروں میں نہ سمجھو جو حال کی انجمنوں اور مدارس کے ذریعہ سے کی جاتی ہیں۔ یہ اشغال بنیادی طور پر فائدہ بخش تو ہیں اور ترقیات کا پہلا زینہ متصور ہو سکتے ہیں مگر اصل مدعا سے بہت دور ہیں۔ شاید ان تدبیروں سے دماغی چالاکیاں پیدا ہوں یا طبیعت میں پرفنی اور ذہن میں تیزی اور خشک منطق کی مشق حاصل ہو جائے یا عالمیت اور فاضلیت کا خطاب حاصل کر لیا جائے اور شاید مدت دراز کی تحصیل علمی کے بعد اصل مقصود کے کچھ ممد بھی ہو سکیں۔ مگر تا تریاق ازعراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود۔ سو جاگو اور ہوشیار ہو جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھا جاؤ۔ مبادا سفر آخرت ایسی صورت میں پیش آوے جو درحقیقت الحاد اور بے ایمانی کی صورت ہو۔ یقیناً سمجھو کہ فلاح عاقبت کی امیدوں کا تمام مدار وانحصار ان رسمی علوم کی تحصیل پر ہرگز نہیں ہو سکتا اور اُس آسمانی نور کے اُترنے کی ضرورت ہے جو شکوک وشبہات کی آلائشوں کو دور کرتا اور ہوا وہوس کی آگ کو بجھاتا اور خدا تعالیٰ کی سچی محبت اور سچے عشق اور سچی اطاعت کی طرف کھینچتا ہے۔"

(فتح اسلام صفحہ 68 تا 71 طبع اوّل جنوری 1891ء)

یہ وہ پرشوکت آواز تھی جو صور اسرافیل کی طرح بلند ہوئی اور اسی کو سن کر حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب "انجمن حمایت اسلام" کے اصل مقاصد کو بروئے کار لانے کی خاطر تحریک احمدیت میں داخل ہوئے افسوس جس حقیقت کو حضرت ڈاکٹر صاحب کی چشم بصیرت نے جنوری 1892ء میں پالیا اور خدا کی جماعت میں شامل ہو گئے اسے دنیائے اسلام 113 سال کے خوفناک اور مہلک تجربوں کے باوجود آج تک نظر انداز کئے ہوئے ہیں اور اسی وجہ سے شرمناک ذلت ونکبت کا شکار ہے۔ سیدنا حضرت مصلح موعود نے آپ کی زندگی میں 12-اپریل 1925ء کو مجلس شوریٰ کے معزز نمائندگان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا

"ڈاکٹر صاحب سابقون میں ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سب سابقون رشتہ دار تھے اور آپ اُن کی خاص طور پر قدر کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ سے کسی کی لڑائی ہوئی آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کیا تم لوگ مجھے اور ابوبکر کو نہیں چھوڑتے۔ اس نے مجھے اس وقت مانا جب تم کافر کہتے تھے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب پرانے آدمیوں میں سے ہیں۔ ان کے والد مشہور آدمی تھے جو اسلامیہ کالج کے بانیوں میں سے تھے ڈاکٹر صاحب نے طالب علمی کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی اور پھر سلسلہ کی مالی خدمت اس کی قدر کی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو لکھا **اب آپ کو دینے کی ضرورت نہیں۔**"

(رپورٹ مجلس مشاورت 1925ء صفحہ 44-45 مرتبہ مولوی عبدالقدیر صاحب بی اے پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مطبوعہ فاروق پریس قادیان اشاعت یکم اکتوبر 1925ء)

جانثار بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی ولولہ انگیز تحریک:

حضرت مصلح موعود نے سلسلہ احمدیہ کے قدیم اور جانثار بزرگوں کی شاندار قربانیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرزندان احمدیت کو یہ ولولہ انگیز تحریک فرمائی کہ

"اگر تم اپنے وعدوں پر پورے رہو۔ اگر تم اپنی بیعت پر قائم رہو۔ تو

خدا تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا تاج تم چھین کے لاؤ گے اور تم پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سر پر رکھو گے۔ تم تو چند پیسوں کے اوپر ہچکچاتے ہو۔ مگر خدا کی قسم اگر اپنے ہاتھوں سے اپنی اولادوں اور اپنی بیویوں کو ذبح کرنا پڑے تو یہ کام پھر بھی سستا ہے۔

پس نوجوانوں کو یہ سوچ لینا چاہئے کہ ان کے آباء نے قربانیاں کیں اور خدا کے فضل سے وہ اس مقام پر پہنچے کچھ ان میں سے فوت ہو گئے۔ اور کچھ اپنا بوجھ اٹھائے چلے جا رہے ہیں۔ میں نوجوانوں سے کہتا ہوں۔ کہ اب وہ آگے بڑھیں اور اپنی قربانیوں سے یہ ثابت کر دیں کہ آج کی نسل پہلی نسل سے پیچھے نہیں بلکہ آگے ہے۔ جس قوم کا قدم آگے کی طرف بڑھتا ہے وہ قوم ہمیشہ آگے کی طرف بڑھتی ہے اور جس قوم کی اگلی نسل پیچھے کی طرف ہٹتی ہے وہ قوم بھی پیچھے ہٹنی شروع ہو جاتی ہے۔ کچھ عرصہ تک تمہارے بوجھ بڑھتے چلے جائیں گے۔ کچھ عرصہ تک تمہاری مصیبتیں بھیانک ہوتی چلی جائیں گی۔ کچھ عرصہ تک تمہارے لئے ناکامیاں ہر قسم کی شکلیں بنا بنا کر تمہارے سامنے آئیں گی۔ لیکن پھر وہ وقت آئے گا جب آسمان کے فرشتے اتریں گے اور وہ کہیں گے بس ہم نے ان کا دل جتنا دیکھنا تھا دیکھ لیا۔ جتنا امتحان لینا تھا لے لیا۔ خدا کی مرضی تو پہلے سے یہی تھی کہ ان کو فتح دے دی جاوے۔ جاؤ ان کو فتح دے دو۔ اور تم فاتحانہ طور پر (دین) کی خدمت

کرنے والے اوراس کے نشان کو پھر دنیا میں قائم کرنے والے قرار پاؤ گے۔"
(الفضل 28-اکتوبر 1955ء صفحہ 5)

آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیشگوئی کے مصداق:

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو داخل احمدیت ہونے کے پانچ سال کے بعد یہ تاریخی اور یادگار اعزاز بھی حاصل ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے 22- جنوری 1897ء کو 313 رفقائے خاص کی فہرست میں 161 نمبر پر آپ کا نام بھی اپنے قلم مبارک سے تحریر فرمایا یہ فہرست حضرت اقدس نے قادیان ہی میں مرتب فرمائی اوراسی مقدس بستی سے شائع ہوئی اس طرح آپ کا وجود صداقت مسیح موعود پر مجسم برہان بن گیا۔
(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ 43)

حدیث نبوی کے اصل الفاظ یہ ہیں:

یخرج المهدی من قرية يقال لها كدعه وصدقه الله تعالىٰ ويجمع اصحابه من اقصى البلاد على عدة اهل بدر ثلث مائة وثلاثه عشر رجلا ومعه صحيفة مختومة(اى مطبوعة) فيها عدد اصحابه مع اسماء وبلاد هم وخلالهم

(جواہر الاسرار قلمی تالیف حضرت الشیخ علی حمزہ بن علی مالک الطّوسی 840ھ، 37-1436ء)

یعنی مہدی اُس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدعہ ہے (قادیان کا معرّب ناقل) خدا اُس مہدی کی تصدیق کرے گا اور دور دور سے اُس کے دوست جمع کرے گا جن کی تعداد اہل بدر کی تعداد کے مطابق 313 ہوگی اوران کے نام بقید اسماء وبلاد وخصلت چھپی ہوئی کتاب میں درج ہوں گے۔ سبحان اللہ چودہ صدیوں میں بہت سے مدعی مہدیت ظاہر ہوئے مگر یہ چمکتا ہوا نشان صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام اورآپ کے رفقائے خاص کے لئے ظاہر ہوا۔

موعود مسیح کے موعود خاندان سے وابستگی:

قرآن مجید سے ثابت ہے کہ جناب الٰہی کی طرف سے اس کے مومن بندوں کو اس دنیا میں بھی جنت عطا کی جاتی ہے سو اس کے لئے خدا تعالیٰ نے ایک حیرت انگیز سامان پیدا فرمایا اور وہ یہ کہ حضور کو انجمن حمایت اسلام کے قیام سے دو سال بعد 20-فروری 1886ء کو بشارت دی گئی۔

"تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور **خواتین مبارکہ** سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی۔"

اور اس موعود ذرّیت کی نسبت خدائے ذوالعرش نے وعدہ فرمایا کہ اس کے ذریعہ **"ایک بڑی بنیاد حمایت (دین) کی ڈالے گا"**

(تریاق القلوب طبع اوّل صفحہ 741)

خواتین مبارکہ سے متعلق الہام کے بعد آپ کی صاحبزادی حضرت محمودہ بیگم صاحبہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بڑی بہو بنیں اس طرح آپ کو بھی خاندان مسیح موعود میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل ہوا خدا کی قدرت دیکھئے کہ حضرت محمودہ بیگم صاحبہ کے بطن مبارک سے حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب جیسا جلیل القدر تاجدار خلافت پیدا ہوا۔

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

فن تاریخ وسیرت نگاری کی اہمیت حدیث نبوی میں:

اپنی معروضات کے اختتام پر خاکسار آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ایک اہم حدیث سپرد قرطاس کرنا چاہتا ہے جس سے فن تاریخ وسیرت نگاری کی اہمیت روز روشن کی طرح نمایاں ہوجاتی ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"من ورّخ مومناً فکانما احیاہ ومن قرء تاریخہ فکانما زارہ"

(الاعلان بالتوبیخ صفحہ 28 تالیف حضرت الحافظ المورخ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی المتوفی مطبوعہ بیروت)

جس شخص نے ایک مومن کی تاریخ لکھی گویا اسے زندہ کر دیا اور جس نے یہ تاریخ پڑھی گویا اسے اس مومن کی زیارت نصیب ہوئی۔

اللہ تعالیٰ مولانا حنیف احمد محمود صاحب نائب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ کو جزائے عظیم بخشے جنہوں نے حضرت ڈاکٹر صاحب جیسے بطل احمدیت کی مقدس سوانح پر قلم اٹھایا اور معلومات کا ایک ایمان افروز بیش قیمت اور انمول خزانہ قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا۔ خدا کرے ہم اور ہماری آئندہ نسلیں اپنے بزرگوں کے نقش پا کر حرز جان بنالیں حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔

ہم تو جس طرح بنے کام کئے جاتے ہیں
آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو
خدمت دین کو ایک فضل الٰہی جانو
اس کے بدلے میں کبھی طالب انعام نہ ہو
میری تو حق میں تمہارے یہ دعا ہے پیارو
سر پہ اللہ کا سایہ رہے ناکام نہ ہو

(الحکم 22-اکتوبر 1920ء)

والسلام

رفقائے مسیح الزماں کا خاکِ پا

دوست محمد شاہد ربوہ

16-مئی 2006ء/16 ھجرت 1385 ھش

انڈیکس

باب نمبر:1

تعارف خاندان

باب نمبر:2

قبول احمدیت اور سیرت وشمائل

باب نمبر:3
قرآن سے محبت

باب نمبر:4
حضرت مسیح موعودؑ سے عشق اور قادیان آمد

باب نمبر:5

حضرت مسیح موعودؑ کی رفاقت

باب نمبر:6

جلسہ ہائے سالانہ میں شمولیت

باب نمبر:7

تقاریر وخطابات وتحریرات

باب نمبر:8

طبی خدمات

(ڈاکٹر صاحب بطور معالج)

باب نمبر:9

مختلف اعزاز، کمیٹیوں میں نمائندگی اور جماعتی خدمات

باب نمبر:10

مالی قربانی

باب نمبر: 11

دعوت الی اللہ

باب نمبر:12

مکتوبات حضرت مسیح موعود

باب نمبر:13

حضرت مسیح موعودؑ کے وصال پر خلافت کے قیام کے لئے مساعی

باب نمبر:14

حضرت مسیح موعودؑ سے جسمانی تعلق اور دُختر نیک اختر کا صاحبزادہ محمود سے نکاح

باب نمبر:15

وفات اور گلہائے عقیدت

باب نمبر:16

شادیاں

باب نمبر:17

اولاد (محترمہ عمدہ بیگم کے بطن سے)

باب نمبر:18

اولاد (حرم ثانی محترمہ مراد خاتون کے بطن سے)

باب نمبر:19

تقاریب نکاح

باب نمبر:20

سیرت حضرت ڈاکٹر صاحب انگریزی حصہ

عکس

باب نمبر:1

تعارف خاندان

☆ خلیفہ حمید الدین اور آپ کے خاندان کا تعارف

☆ انجمن حمایت اسلام کا تعارف

☆ انجمن حمایت اسلام کے مدارس

☆ مدرسہ نعمانیہ کا کردار

☆ ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب کا مرتبہ

☆ خلیفہ حمید الدین صاحب کی اولاد

☆ خلیفہ رشید الدین صاحب کی ولادت و تعلیم

مکرم خلیفہ حمید الدین صاحب (والد ماجد و بانی انجمن حمایت اسلام)

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب لاہور کے ایک عالم اور معزز اور جلیل القدر "خلیفہ" خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا شجرہ نسب خلیفہ راشد سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ یہ خاندان اپنے جد امجد خلیفہ بدیع الدین کی سرکردگی میں بصرہ عرب سے ہجرت کر کے ہندوستان میں وارد ہوا۔ ایک حصہ اس خاندان کا بمبئی میں بس گیا اور دوسرے حصہ نے لاہور کو اپنا مسکن بنایا اور موچی دروازہ اور ڈبی بازار کے اندرونی حصہ میں مقیم ہو کر حویلیاں اور مساجد بنائیں جو آج خلیفوں کی حویلیوں اور مساجد کے نام سے مشہور ہیں۔

اس خاندان میں پیری مریدی کا سلسلہ قائم تھا۔ گدی نشین بیٹا ہوتا اور وہ اپنے سے پہلے کا جانشین ہوتا۔ علم و فضل میں بھی اس خاندان کا شہرہ تھا اور حفظ قرآن اتنا عام تھا کہ ان کی عورتیں بھی حافظ قرآن تھیں اور ایک سلسلہ دینی علوم کی ترویج کا شروع کر رکھا تھا۔ باپ کے بعد بیٹا "قاضی القضاۃ" کا عہدہ پاتا رہا۔ باپ کا خلیفہ بیٹا اور پیر خاندان کے ہونے کی وجہ سے "خلیفہ" کا لقب خاندان میں رواج پا گیا۔

مشہور تصنیف "تاریخ لاہور" کے مصنف ڈاکٹر کہنیا لعل نے اپنی کتاب کے صفحہ 52 پر خلیفہ غلام اللہ صاحب کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

"مسلمان علماء و فضلاء لاہور میں سے سکھی عہد میں مولوی خلیفہ غلام رسول اور خلیفہ غلام اللہ تھے۔ بڑا مدرسہ ان کا جاری تھا ہزاروں طلباء درویش دور دور سے آکر تعلیم پاتے تھے۔ تمام زمانہ ان کا دل و جان سے ادب کرتا تھا۔ ہندو و اہل اسلام سب ان کے شاگرد تھے۔ اب خلیفہ غلام اللہ کا فرزند دلبند خلف الرشید، حمید الدین اجل فاضل عالم متبحر موجود ہے۔ خلیفہ غلام اللہ کو راجہ رنجیت سنگھ تعظیم دیتے اور برابر کرسی پر بٹھلاتے تھے۔ ان کے صاحبزادے مولوی حمید الدین کو اب بھی سرکار نے لاہور کی قضاء کے عہدہ پر فائز فرمایا ہے۔ اسی عالیشان خاندان کی بدولت ہزاروں طالب علم فضیلت کے مرتبہ پر پہنچ گئے۔"

یہ وہی قاضی خلیفہ حمید الدین ہیں جو حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین کے والد ماجد تھے۔ آپ انجمن حمایت اسلام کے بانی اور پہلے صدر تھے۔ انجمن کے تمام ادارے آپ کے عہد میں قائم ہوئے۔ انجمن

حمایت اسلام کی بنیاد آپ نے 1885ء میں اپنی رہائش کے قریب مسجد بکن خاں ڈھل محلہ اندرون موچی دروازہ میں رکھی اور پہلا اجلاس منعقد ہوا۔انجمن کے قواعد کے مطابق اس خاندان کا ایک فرد ہمیشہ ممبر بنایا جاتا ہے۔

خلیفہ حمید الدین اپنے زمانہ کے جہاں بہت بڑے عالم تھے وہاں متقی، پرہیزگار اور شاہی مسجد کے امام بھی تھے۔ اسلام اور قرآن سے بہت محبت تھی۔ بچوں کو حفظ قرآن کروانا اس خاندان کی ایک علامت رہی۔

انجمن حمایت اسلام کے سربراہ کی حیثیت سے خلیفہ حمید الدین صاحب کے پاس جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف کفر کا فتویٰ لایا گیا تو آپ نے نہ صرف فتویٰ پر مہر لگانے سے انکار کیا بلکہ اپنے دوسرے بیٹے حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں تعلیم کے دوران بیعت کرنے کی اجازت بھی دی۔ خلیفہ حمید الدین صاحب نے فارسی، عربی اور اسلامی علوم اپنے والد سے حاصل کئے۔ لاہور اورینٹل کالج میں پروفیسر اور مدرسہ حمیدیہ کے سربراہ رہے جو بعد میں اسلامیہ کالج بنا اور پنجاب یونیورسٹی کے فیلو (Fellow) نامزد کئے گئے۔ اسی طرح قاضی القضاۃ کے عہدہ پر بھی آپ کا تقرر ہوا۔

1897ء میں یہ فاضل اور اجل علم وعمل کا دریا قریباً 55 سال تک بہہ کر اپنے اللہ کے حضور حاضر ہوگیا اور آنے والی نسل کے لئے خدمت ملک وملت کا ایک بے مثال نمونہ قائم کر گیا۔ آپ کو اسلامیہ کالج لاہور ہی میں دفنایا گیا۔

("حمایت اسلام" لاہور 13 اکتوبر 1970ء صفحہ 17)

مولانا قاضی حمید الدین صاحب مرحوم ومغفور کے فرزند اکبر خلیفہ عماد الدین صاحب 1864ء میں پیدا ہوئے۔ عربی اور فارسی کی تحصیل اپنے والد ماجد سے کی۔ قرآن شریف حفظ کیا اور پھر انگریزی تعلیم کے لئے سینٹرل ماڈل اسکول اور گونمنٹ کالج لاہور میں داخل ہوگئے۔ اپنی کمال ذہانت کے پیش نظر جلدی جلدی تعلیمی مدارج طے کر لئے اور جملہ امتحانات امتیازی نمبروں میں پاس کئے اور محکمہ تعلیم کے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ جن میں ڈویژنل انسپکٹر آف اسکولز (پنجاب) اور انسپکٹر جنرل آف ایجوکیشنل (سرحد) خاص طور پر

قابل ذکر ہیں۔

کچھ عرصے کے بعد آپ کو پنجاب یونیورسٹی نے اپنا فیلو(Fellow) نامزد کیا اور تاحین حیات وہ اس منصب پر فائز رہے آخر 1927ء میں جب وہ بسلسلہ ملازمت انبالہ مقیم تھے۔ بعارضہ دمہ انتقال فرماگئے۔اس طرح اس خاندان کے علم وفضل کا دوسرا چراغ بھی سرد ہوگیا۔جس کی روشنی نے کتنے ہی سینے علم کے نور سے منور کئے۔

(حمایت اسلام لاہور)

چونکہ یہ علمی خاندان تھا۔مختلف علوم کی ترویج اور انہیں پھیلانے میں اس خاندان کا اہم کردار ہے۔ انجمن حمایت اسلام کے ممبر اور اس خاندان کے روح رواں خلیفہ شجاع الدین اسپیکر پنجاب اسمبلی اور چانسلر پنجاب یونیورسٹی رہ چکے ہیں۔

(مقالہ سیرت حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب از مولانا فضل الٰہی شاہد صفحہ 11)

انجمن حمایت اسلام کا مختصر تعارف:

جیسا کہ اوپر درج ہو چکا ہے کہ خلیفہ حمید الدین صاحب نے 1885ء میں انجمن حمایت اسلام کی بنیاد رکھی تھی جس کا مقصد اسلام کی ترویج واشاعت اور مسلمانوں کو اسلامی تعلیم سے ہمکنار کرنا تھا۔

یہاں انہی کے رسالہ سے مختصر سا تعارف اس غرض سے دیا جارہا ہے کہ یہ زمانہ قوم کی اصلاح اور اشاعت دین اسلام کا زمانہ تھا۔جس کے لئے ایک مہدی کے ظہور کی پیشگوئی موجود تھی۔مسلمانوں کی حالت مذہبی لحاظ سے ناگفتہ بہ تھی۔دینی اور اخلاقی اقدار کا کہیں وجود نظر نہیں آتا تھا۔مولانا حالی نے اپنی مسدس میں اس مذہبی پستی اور زوال کا اس طرح اظہار کیا ہے۔

ے رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

اور اسی حالت کا نقشہ علامہ اقبال نے ان الفاظ میں کھینچا۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

یہی وقت تھا جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

غرض قوم کی اصلاح کے لئے ایک طرف انجمن حمایت اسلام جیسی تنظیمیں اور تحریکات سر اُٹھا رہی تھیں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ اپنی پیشگوئیوں کے مطابق مہدی کے ظہور کے لئے زمین ہموار کر رہا تھا بلکہ مہدی و مسیح کی پیدائش ہو چکی تھی اور اُسے الہامات کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا تھا اور چند سالوں تک وہ مہدی و مسیح ہونے کا دعویٰ کرنے والا تھا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت سے وہ جلد جلد بڑھا اور دیکھتے ہی دیکھتے ساری دُنیا میں اس کی آواز پھیل گئی۔ انجمن حمایت اسلام سے ہی ایک پودا حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے باغ احمد میں لگایا جس نے اخلاص اور ایثار کے قابل قدر نمونے قائم کئے اور آج اس کی نسل ساری دُنیا میں پھیلی پڑی ہے۔

گو انجمن حمایت اسلام کے مقاصد بھی اپنی ذات میں نیک تھے اور اس نے بھی لاہور میں اپنا نام پیدا کیا مگر اس کے بالمقابل قادیان سے اُٹھنے والی آواز جب لاہور پہنچی اور اس کی تائید میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک ادنیٰ غلام خلیفہ رشید الدین کی آواز شامل ہوئی تو اس قدر برکت پڑی کہ لاہور میں احمدیوں کی تعداد انجمن حمایت اسلام کے ماننے والوں سے کہیں زیادہ ہے۔

انجمن حمایت اسلام کے مقاصد یہاں بیان کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تا موازنہ ہو سکے کیونکہ اس سے ملتے جلتے مقاصد تو جماعت احمدیہ کے بھی تھے اور خلیفہ رشید الدین صاحب انجمن حمایت اسلام کے مقاصد کو خیر باد کہہ کر الٰہی تائید یافتہ جماعت احمدیہ کے مقاصد کی تائید میں کھڑے ہوئے اور آج ان جیسے جانشینوں کی قربانیوں کی بدولت دنیا بھر میں 200 کے قریب ممالک میں ان مقاصد کے علَم کو بلند کرنے کے لئے کروڑوں کی تعداد میں فدائین اور جانثار موجود ہیں۔

آئیں دیکھتے ہیں کہ انجمن حمایت اسلام کے مقاصد ان کی اپنی زبانی کیا تھے۔

"امابعد برادران اسلام کو معلوم ہونا چاہئے کہ اُس پاک اور شائستہ قوم کی جو کسی زمانے میں دین ودُنیا کے کاموں میں سارے جہان کی قوموں کی نمائندہ تھی اب یہ نوبت ہے کہ دُنیا کی قوموں میں مفلس وناتوان ہے تو یہ۔ بے سروسامان ہے تو یہ۔ نہ تجارت وحرفت کی طرف اس کا خیال۔ نہ علم ودولت میں ترقی کرنے کا دھیان۔ نہ اپنی دینی ودینوی حالت کے درست کرنے کا فکر۔ نہ اپنے پاک اور مقدس مذہب کو مخالفین کے لایعنی اعتراضوں کے گردوغبار سے بچانے کی پروا۔ ان کے ہم قوم اپنے پاک اور سچے مذہب کو چھوڑ کر ان کے مذہبی مخالف بنتے جاتے ہیں پر انہیں اتنا افسوس بھی نہیں جتنا گھر کے کسی برتن ٹوٹ جانے کا۔ ہاں کھیل کود میں مصروف ہونے کو ہوشیار۔ نکمی سی باتوں پر بیوقوفوں کی طرح لڑنے جھگڑنے، دنگہ فساد کرنے کو تیار۔ فضول خرچیوں میں مشہور۔ علم کی بے زوال دولت حاصل کرنے سے نفور۔ اپنے مال ودولت کو عیش وعشرت میں اُڑا کر گھر کو پھونک دینے میں مسرور۔ اپنے دینی بھائیوں کو کافر بنانے، اُن سے بیگانوں کی طرح لڑنے جھگڑنے کے نشے سے مخمور۔ باوجود اس کے کہ خداوند تعالیٰ نے سب مسلمانوں کو بھائیوں کی طرح زندگی بسر کرنے اور ہر ایک کام کو اتفاق سے سرانجام دینے کا حکم دیا ہے وہ ایک دوسرے کو پھاڑ کھانے میں بھوکے بھیڑئے بے صبور۔ غرض کوئی عیب نہیں جو ان میں نہ ہو۔ کوئی بُرائی نہیں جسے وہ نہ کرتے ہوں۔ پس ان خرابیوں کے دفع کرنے۔ ان برائیوں کے ہٹانے کے لئے لاہور میں **انجمن حمایت اسلام** قائم ہے جس کے مقاصد یہ ہیں۔

اوّل: مخالفین مذہب مقدس اسلام کے جواب تحریری یا تقریری تہذیب کے ساتھ دینے اور اس غرض کے پورا کرنے کے واسطے واعظوں کے تقرر اور رسالے کے اجراء وغیرہ وسائل کو عمل میں لانا۔

دوم: مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کی مذہبی تعلیم کا انتظام کرنا تا کہ وہ غیر مذہب والوں کی مذہبی تعلیم کے بُرے اثر سے محفوظ رہیں اور اس غرض کے بموجب اُن مفلس ویتیم بچوں کی تربیت کا انتظام کرنا جو بسبب عدم توجہی مسلمانوں کے مخالفین اسلام کے پنجے میں پھنس کر اپنے دین وایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور

عذاب دائمی کے مستحق بن جاتے ہیں۔

سوم: اہل اسلام کو اصلاح طرز معاشرت وتہذیب اخلاق اور تحصیل علوم دینی ودینوی اور باہمی اتحاد واتفاق کا شوق دلانا۔

ان اغراض کے ملاحظے سے منکشف ہوتا ہے کہ انجمن کا منشاء ہے کہ ان لوگوں کو جو اپنے پاک دین کی ناواقفیت کے سبب یا کسی لالچ کے مارے دوسرے مذاہب کو قبول کر لیتے ہیں اور عذاب آخرت کے مستحق بن جاتے ہیں۔ اس مصیبت سے بچاوے جو قیامت کے دن ان پر نازل ہوگی۔ انجمن کا مدعا ہے کہ ان بال بچوں کو راہ راست پر لاوے جو مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوتے ہیں ان کے سائے میں پلتے ہیں مگر بڑے ہو کر صرف نام کے مسلمان ہوتے ہیں۔ نہ انہیں دین کی خبر ہے نہ عاقبت کا فکر۔ انجمن کی یہ غرض ہے کہ ان مفلس ونادار یتیم لاوارث بچوں کی پرورش کا انتظام کرے جو ماں باپ کی تربیت سے محروم ہو جاتے ہیں جن کے پالنے والے ان کے سر سے گزر جاتے ہیں جن کی خبر لینے والے انہیں بیکسی کی حالت میں چھوڑ جاتے ہیں اور جو آخر کار پادریوں کے دامن تربیت میں پل کر اپنے باپ دادا کے پاک مذہب کے مخالف بنے وعظ کہتے پھرتے ہیں۔ انجمن کا یہ مقصد ہے کہ مسلمانوں کو جو فضول خرچیوں کے مارے روز بروز اپنی جائیدادیں بیچتے جاتے ہیں اپنی عظمت ووقار کھوتے جاتے ہیں۔ اس مصیبت سے جوان پر بلائے ناگہانی کی طرح ہر روز نازل ہوتی ہے بچاوے۔ انجمن کی یہ خواہش ہے کہ مسلمانوں کو جو باوجود ہم مذہب ہونے کے جانی دشمن بن رہے ہیں۔ آپس میں ویسا ہی بھائی بھائی بناوے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے ان کو بھائی بھائی بن کر رہنے کا حکم دیا ہے۔ انجمن کی یہ آرزو ہے کہ مسلمان جو اپنے پاک دین کے احکام اور اس کی ہدایات پر نہیں چلتے۔ انہیں دین کا پابند بناوے چنانچہ انہیں مطالب کے واسطے انجمن نے اپنے رسالے، اپنے واعظوں، اپنے ممبروں کے ذریعے قوم کو اس کی حرکتوں سے مطلع کیا۔ قوم کے افراد سوتے تھے انہوں نے انہیں جھنجھوڑ کر اُٹھایا جس طرح کسی بے آب ریگستانی ملک میں ایک ناواقف پیاسا مسافر سراب کے دھوکے میں پانی کی جگہ ریت کی طرف بھاگتا جاتا ہے۔ قوم اپنی ترقی اور بھلائی اُن ذرائع میں دیکھ رہی تھی جو اس کے تنزل اور خرابی کے عمدہ وسائل تھے۔ انجمن نے اُن کو اس سے متنبہ کیا۔ شور وغل مچا کر انہیں اپنی بربادی، اپنی خرابی سے واقف

کیا۔ مگر افسوس کہ قوم ابھی اس خواب غفلت سے بیدا نہیں ہوئی۔ اپنی مستی سے ہوشیار نہیں ہوئی۔ جس پستی کے گڑھے میں وہ پھنسی پڑی تھی ابھی اس سے نہیں نکلی۔ جس مصیبت میں گرفتار تھی اُس سے نہیں بچی۔ جس بلا کے طوفان میں غرق ہونے کو تھی اُس سے بر کنار نہیں ہوئی۔ وہی اس کی غفلت، وہی اس کی جہالت، وہی اس کی بے پرواہی، وہی اس کی تباہی، وہی اس کا باہمی نفاق، وہی اس کا وحشیانہ اتفاق، ہاں اس میں بھی شک نہیں کہ جس طرح ایک بے خبر مست سونے والا شور وغوغا سے چونک پڑتا ہے۔ قوم کے افراد اپنی غفلت کی نیند سے چونک پڑے ہیں۔ نہیں اتنا ہی نہیں بلکہ کچھ جاگ اُٹھے۔ کچھ آنکھیں مل رہے ہیں۔ کچھ نیند کے نشے میں حیرانی کے ساتھ اپنی حالت کو دیکھ رہے ہیں کچھ جاگ کر اپنی پست حالت کو دیکھ کر اس امر کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں کہ سب کو جگائیں۔ جو جاگ کر حیران بیٹھے ہیں انہیں اپنے ساتھ ملائیں اور بتائیں کہ تمہارا وہ ہرا بھرا خوبصورت باغ جس کو تمہارے سچے پیشوا حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سو برس گزرے بڑی محبت اور شفقت سے لگایا تھا۔ بہت خوبصورتی اور عمدگی کے درجے تک پہنچایا تھا جس کی سرسبزی اور رونق کو دیکھ عالم دنگ ہو رہا تھا۔ آج وہ تمہاری غفلت، تمہاری بے پرواہی، تمہاری عدم توجہی سے اجڑ رہا ہے۔ اس کا بوٹا بوٹا جڑ سے اُکھاڑا جاتا ہے۔ اس کا پتا پتا مخالفوں کے اعتراضوں کے پتھروں کے صدمے سے گر کر سڑتا جاتا ہے۔ اس کی پاک وصاف روشوں پر ضلالت وگمراہی کی کیچڑ ہوتی جاتی ہے۔ مخالف آتے ہیں اس کے میٹھے میٹھے پھل توڑ کر کھاتے جاتے ہیں۔ تمہارے دشمنوں نے اس کے اندر لوٹ مچا رکھی ہے۔ پر تم ایسے بے خبر پڑے سوتے ہو کہ تمہیں اس کی خبر نہیں اُٹھو اُٹھو۔ جاگو اور ہمت کرو۔ اس اپنے باغ کو ان لٹیروں سے بچاؤ، دشمنوں سے صاف کرو۔"

(سالانہ رپورٹ انجمن حمایت اسلام 1886ء صفحہ 2 تا 7)

انجمن حمایت اسلام کے تحت مدارس:

1۔ کوچہ ڈھل محلّہ زیر نگرانی خلیفہ حمید الدین صاحب

2۔ عقب مسجد بکن خاں زیر نگرانی مولوی غلام محمد صاحب

3۔ کوچہ تیرگراں زیرنگرانی میاں فتح بخش صاحب
4۔ کوچہ تیرگراں زیرنگرانی خلیفہ عبدالرحیم صاحب
5۔ لکی دروازہ زیرنگرانی میاں فتح الدین صاحب
6۔ جوڑے موری زیرنگرانی میاں وارث الدین صاحب
7۔ طویلہ شاہ نواز زیرنگرانی سید فضل شاہ صاحب
8۔ بارودخانہ زیرنگرانی منشی اللہ داد صاحب
9۔ کوچہ سادھواں زیرنگرانی ڈاکٹر محمد الدین صاحب
10۔ حویلی میاں سلطان مرحوم زیرنگرانی حکیم محمد علی صاحب مالک فیاض شفاخانہ

(سالانہ رپورٹ انجمن حمایت اسلام 1886ء صفحہ 23-25)

مدرسہ نعمانیہ کا کردار:

مسجد بکن خاں کے احاطہ میں مختلف مدرسوں میں سے مدرسہ نعمانیہ نے بہت شہرت پائی۔ مہتمم مدرسہ مفتی سلیم اللہ تھے۔ حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب رفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اس مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے کا شرف حاصل رہا۔ چنانچہ آپ کے متعلق سیرۃ سرور میں لکھا ہے۔

"اُس وقت آپ کی عمر قریباً 11 سال تھی۔ ایک طالب علم سے پڑھائی کا ذکر ہوا۔ وہ آپ کو مدرسہ رحیمیہ مسجد نیلا گنبد میں لے گیا کہ وہاں بہت بڑے منطقی فلسفی مولوی ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ مسجد کے ملحق کمرہ میں ایک مولوی صاحب چارپائی پر بیٹھے حقہ بھی پی رہے ہیں اور شاگرد کو جو نیچے بیٹھا تھا منطق کی کتاب قطبی بھی پڑھا رہے ہیں۔ آپ نے استاد کی وضع دیکھ کر اور پڑھائی سن کر سمجھ لیا کہ آپ ان سے نہیں پڑھ سکتے اور کوئی مدرسہ دریافت کرنے پر وہ طالب علم آپ کو مدرسہ نعمانیہ میں لے گیا جو ان دنوں اندرون موچی دروازہ مسجد بکن خاں متصل مکان خلیفہ حمید الدین صاحب (والد ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب) میں تھا۔ یہ طالب علم غلام رسول نام وہاں کے استاد مولوی غلام محمد کا بھتیجا تھا۔ حضرت مولوی صاحب نے بتایا کہ فلاں فلاں

کتابیں پڑھ رہا ہوں۔ استاد نے کہا کہ یہ کتابیں یہاں نہیں پڑھائی جاتیں۔ البتہ ہماری اعلیٰ جماعت اس وقت فلاں فلاں کتاب پڑھ رہی ہے۔ اور اس کے بعد صدرہ اور فلاں فلاں کتابیں پڑھیں گے۔ آپ اس میں شریک ہوسکتے ہیں بشرطیکہ مہتمم مدرسہ مفتی سلیم اللہ اجازت دیں۔ چنانچہ آپ نے اور ایک اور طالب علم نے جو سبق میں آپ سے کچھ آگے تھا درخواست دی۔ اگلے روز انہوں نے داخلہ کے لئے صدرہ کا امتحان لیا جو آئندہ کبھی پڑھائی جانی تھی۔ دوسرے کو فیل کر دیا۔۔۔ مفتی صاحب نے آپ کی نسبت لکھ دیا کہ داخل کر لیا جائے۔"

(اصحاب احمد (سیرۃ سرور) جلد پنجم حصہ اول صفحہ 27-28)

ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین کا بلند مرتبہ:

اس خاندان کی علم دوستی کا ڈنکا بہت دیر تک بجتا رہا۔ اسی خاندان کے چشم و چراغ ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب پنجاب یونیورسٹی کے پہلے چیئر مین مقرر ہوئے۔

مئی 1925ء میں لاہور میں علماء کرام کے لیکچرز کروائے گئے۔ اسلامیہ کالج کے حبیبیہ ہال میں جناب مولوی عبدالرحیم نیرّ صاحب کا لیکچر ہوا۔ اس اجلاس کی صدارت ڈاکٹر شجاع الدین صاحب نے کی۔ آپ نے صدارتی کلمات میں جناب نیرّ صاحب کے لیکچر کی بہت تعریف کی اور ان کی خدمات کا بہت اعتراف کیا۔

(الفضل 04 جون 1925ء)

قاضی القضاء خلیفہ حمید الدین صاحب کی اولاد:

آپ کو اللہ تعالیٰ نے چار بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا تھا۔

1۔ خلیفہ عماد الدین صاحب جن کا ذکر اوپر آ چکا ہے یہ سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔

2۔ حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب

3۔ خلیفہ سعید الدین صاحب

4۔ خلیفہ مجید الدین صاحب

5۔ حافظہ شاہ بیگم صاحبہ

6۔ حافظہ پاشا بیگم صاحبہ

اس تمام اولاد میں سے صرف حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو احمدیت کے نور سے حصہ ملا اور وافر طور پر حصہ ملا۔ الحمدللہ

ولادت و تعلیم

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب

آپ کی پیدائش 1866ء میں اندرون موچی دروازہ ڈھل محلّہ لاہور میں ہوئی۔ جہاں اس خاندان کی حویلیاں اور مساجد ابھی تک موجود ہیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے بزرگوں اور آبائی مدرسہ میں حاصل کی۔ آپ لاہور کے ممتاز علم دوست اور قابل طالب علم تھے۔ خاندانی روایت کے مطابق آپ نے حفظ قرآن کیا۔ پھر آپ نے سکول کی تعلیم کے بعد کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ کالج میں طالب علم اور اساتذہ آپ کے اخلاق اور علم دوستی سے متاثر ہو کر آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔ آپ کے ایک بچپن کے دوست اور سلسلہ احمدیہ میں صحافت کے بانی حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب تحریر کرتے ہیں کہ:-

"میرا حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم سے قریباً 35 سال سے نیاز مندانہ تعلق رہا ہے۔ جب کہ وہ

میڈیکل کالج اور عرفانی ماڈل سکول میں تعلیم پاتا تھا۔اس زمانہ تعلیم میں ہم دونوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور زانوے ادب طے کیا۔حضرت ڈاکٹر صاحب خدا کے فضل سے صادقانہ اور مخلصانہ زندگی بسر کر کے اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔عرفانی کی کشتی عمر ابھی منجھدار میں ہے۔حضرت ڈاکٹر صاحب کی زندگی اولیاء اللہ کی زندگی کا ایک نمونہ تھی۔ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب میڈیکل کالج میں تعلیم پاتے تھے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے دعویٰ کا اعلان کیا۔ڈاکٹر صاحب نے معًا آمنا و صدقنا کہا اور آپ کے سلسلہ بیعت میں داخل ہو گئے ۔ڈاکٹر صاحب کا خاندان علمی وجاہت اور اثر کے لئے مشہور تھا۔اور اس خاندان کی خصوصیت میں یہ امر داخل تھا کہ سب کے سب حافظ قرآن ہوتے تھے۔لڑکے اور لڑکیاں ۔ڈاکٹر صاحب بھی حافظ (قرآن) تھے۔باوجود یہ کہ ان کے خاندان کو علمی اقتدار حاصل تھا اور سلسلہ کی بے حد مخالفت کا آغاز ہو چکا تھا اور حقیقت میں وہ بڑی قربانیاں کر کے داخل سلسلہ ہوئے ۔آپ کے والد گو مکفر نہ تھے مگر مخالف ضرور تھے۔ تکفیر کے لئے مولوی محمد حسین نے بہت زور لگایا مگر خلیفہ صاحب نے ہمیشہ ہی کہا کہ میں تکفیر نہیں کر سکتا۔"

پھر عرفانی صاحب گواہی دیتے ہیں کہ:-

"ڈاکٹر صاحب عروج شباب میں ہی نہایت متقی اور پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔کالج میں تمام لوگ ان کی عزت ان کی ذاتی خوبیوں کی بناء پر کرتے تھے۔اشاعت (دین) کا بے حد جوش ان ایام میں بھی ان کے قلب میں تھا اور مسلمان نوجوانوں کی اصلاح اور بھلائی کے لئے وہ اپنے وقت اور مال کو جو اس وقت میسر تھا۔ خرچ کرنے میں کبھی مضائقہ نہ کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے انہی دنوں میں ینگ مین محمڈن ایسوسی ایشن (Young Men Mohammadan Association) کی بنیاد رکھی۔جسٹس شاہ دین صاحب نئے نئے بیرسٹر ہو کر آئے تھے۔ان کی کوٹھی پر جو موچی دروازہ کے باہر تھی اس کے اجلاس ہوا کرتے تھے۔"

(الفضل 10-اگست 1926ء)

ایک اور موقعہ پر آپ کے خاندانی حالات کا تعارف یوں کروایا۔

"حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سابقون الاوّلون میں ایک ممتاز مخلص تھے۔الحکم

میں ان کا ذکر بار ہا ہوا اور بار ہا ہوگا۔ وہ لاہور کے ممتاز علم دوست اور علم پرور خاندان خلیفہ صاحبان کے ایک ممتاز فرد تھے۔ خاکسار عرفانی کے وہ دوہرے بھائی تھے۔ اس لئے کہ عرفانی ان کے والد محترم خلیفہ حمید الدین صاحب مرحوم کا شاگرد ہے اور بعد میں ہم دونوں طالب علمی ہی کے ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں داخل ہو کر ایک ہی باپ کے بیٹے ہو گئے۔"

(الحکم 28- ستمبر 1934ء)

محترم صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب نے اپنی والدہ ماجدہ کی سیرت پر "سیرۃ سیدہ حضرت امی جان" کے نام سے تحریر فرمائی ہے۔ آپ اپنی اس تصنیف میں "خاندانی حالات" کے تحت ان الفاظ میں تعارف فرماتے ہیں۔

"والد کی طرف سے آپ کا شجرہ نسب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا تھا اس لئے یہ خاندان قریشی کہلاتا تھا۔ آپ کے دادا خلیفہ حمید الدین اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم اور بڑے متقی و پرہیز گار اور شاہی مسجد کے امام تھے۔ حضرت خلیفہ اوّل (اللہ آپ سے راضی ہو) نے کچھ عرصہ تک آپ سے بھی کسب فیض علم کیا ہے علم کیا ہے۔ آپ نے انجمن حمایت اسلام اور اسلامیہ سکول کی بنیاد ڈالی بعد میں اسی انجمن (حمایت اسلام) کے زیر نگرانی کئی تعلیمی ادارے قائم ہو گئے۔ خلیفہ حمید الدین کو اسلام اور قرآن سے بے انتہا محبت تھی۔ لہذا آپ نے اپنے تمام لڑکوں کو قرآن شریف حفظ کرایا مگر سب سے چھوٹے لڑکے سعید الدین پوری طرح حفظ نہ کر سکے کیونکہ انہوں نے حافظہ اچھا نہ پایا تھا۔ اس کمی کو پوری کرنے کے لئے انہوں نے اپنی لڑکی شاہ بیگم کو قرآن شریف حفظ کرایا۔ شاہ بیگم یعنی میری امی جان کی پھوپھی بے حد ذہین تھیں اور اُن کے والد انہیں حافظہ بیگم کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

امی جان کی راویت کے مطابق خلیفہ حمید الدین کہا کرتے تھے کہ میرے پاس جنّ بھی قرآن شریف پڑھنے آتے ہیں۔

اُن کی زندگی میں ایک دفعہ سکھوں نے (یہ واقعہ سکھا شاہی کے وقت کا ہے) شور مچایا کہ مسجد میں اذان ہرگز نہیں ہوگی۔ آپ نے بہت اچھا اذان تو ہم اس لئے دیتے ہیں کہ مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے ہم اذان نہیں دلوائیں گے اگر تم تمام مسلمانوں کے پاس جا کر انہیں بتا دیا کرو کہ نماز کا وقت

ہو گیا ہے۔ سکھوں نے آپ کی بات مان لی مگر چند روز کے بعد آئے کہ ہم سے یہ نہیں ہوتا آپ اذان ہی دے لیا کریں۔

گویا خلیفہ حمید الدین عالم فاضل تھے اور اسلام کی شدید تڑپ رکھنے والے بزرگ تھے۔ آپ کی اولاد میں خلیفہ رشید الدین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت طالب علمی کی عمر ہی میں کی اور پروانے کی مانند احمدیت کی شمع پر اپنا تن من دھن قربان کر کے اس دُنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔۔۔۔۔۔

میری امی جان کے نانا کا نام حافظ چراغ دین تھا۔ آپ بہت بڑے تاجر اور مالدار آدمی تھے۔ دنیوی دولت کے ساتھ ساتھ اسلام کی دولت سے بھی مالا مال تھے آپ بھی بہت بڑے بزرگ اور نورِ قرآن سے فیضیاب تھے۔"

(سیرۃ سیدہ حضرت امی جان صفحہ 19-20)

باب نمبر:2

قبول احمدیت

اور

سیرت وشمائل

☆ قبول احمدیت

☆ سیرت وشمائل

☆ امانت داری ودیانت داری

☆ مہمان نوازی

☆ مسابقت فی الخیر کی رُوح

☆ درویشانہ زندگی

☆ دینی غیرت اور کرشمہء قدرت

☆ شخصیت بطور مثال کے

☆ خراج عقیدت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خبر جب آپ کو ملی اس وقت آپ میڈیکل کالج لاہور کے طالب علم تھے۔ ایام طالب علمی میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی بصیرت دی کہ آپ نے اپنے والد محترم سے ذکر کیا اور اجازت حاصل کر کے فوراً بیعت کر لی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کے والد نے استفسار فرمایا کہ اگر یہ وہی مسیح ہے جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

اس بیعت کے بعد آپ کے گھر اور باہر دونوں اطراف سے سخت مخالفت ہوئی گھر میں بھائیوں نے بائیکاٹ کیا اور موچی دروازہ کی حویلیوں اور تاج پورہ اور شیخو پورہ روڈ پر آبائی زمین سے حصہ دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے اس کے بعد ان سے کبھی حصہ کا مطالبہ نہیں کیا۔ خلیفہ حمید الدین صاحب کی 1897ء میں وفات کے بعد حضرت ڈاکٹر صاحب کی ایک پھوپھی نے مغل پورہ کی جائیداد میں سے کچھ حصہ حضرت ڈاکٹر صاحب کے نام لگوایا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے اپنے والد ماجد کی وفات پر (جو آپ کا خیال کرتے تھے اور آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں دعا کی غرض سے خط لکھا تو حضورؑ کا وہی الہام **الیس اللہ بکاف عبدہ** ہوا جو حضرت اقدس کو آپ کے والد ماجد کی وفات پر ہوا تھا۔

محترم خلیفہ صلاح الدین صاحب مرحوم کو جب ایک صاحب اقتدار نے آباء کی جائیداد میں سے حصہ لینے کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میرے والد نے حصہ کا مطالبہ نہیں کیا اس لئے ہم بھی ایسا نہیں کریں گے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اولین رفقاء میں سے تھے۔ بارہ حواریوں میں شامل ہونے کے علاوہ آپ کا نام 313 والی فہرست میں 161 نمبر پر درج ہے۔ بعض روایات میں سن بیعت 02-فروری 1898ء درج ہے۔

(ماہنامہ انصاراللہ اکتوبر 1995 صفحہ 19-20 مضمون مکرم خلیفہ صباح الدین صاحب)

حضرت مصلح موعود نوراللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں:-

"اس دفعہ ہمارے سلسلہ میں چند دوست ہم سے جُدا ہو گئے جن کے ساتھ بہت سی خصوصیات وابستہ

تھیں۔ان میں سے ایک ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب تھے۔انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کوایسے زمانے میں قبول کیا اور مولویوں کے گھرانہ میں قبول کیا۔آپ کا ایسے خاندان کے ساتھ تعلق تھا جن کا فرض سمجھا جاتا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دنیا کو روکیں۔اس وقت ساری دنیا آپ کی مخالفت پر تُلی ہوئی تھی۔ پس ان کا ایسے حالات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کرنا اُن کی بڑی سعادت پر دلالت کرتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب پر مخالفت کا زمانہ ہی نہیں آیا۔ جب انہوں نے ایک دوست سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ سنا تو آپ نے سنتے ہی فرمایا کہ اتنے بڑے دعویٰ کا شخص جھوٹا نہیں ہوسکتا۔اورآپ نے بہت جلد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر لی۔حضرت صاحب نے ان کا نام بارہ حواریوں میں لکھا ہے۔"

(تقریر جلسہ سالانہ 27-دسمبر 1926ء مطبوعہ الفضل 11-جنوری 1927ء)

سیرت وشمائل:

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب جوانی کی عمر سے ہی نہایت متقی اور پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔کالج میں تمام لوگ ان کی عزت ان کی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے کرتے تھے۔باوجودہ معقول آمدن پانے کے ہمیشہ متوکلانہ زندگی بسر کی۔

حضرت عرفانی صاحب محترم ڈاکٹر صاحب کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ:-

"وہ شخص جس نے اپنی عمر بھر عسرت نہ دیکھی ہو وہ محض قادیان کے لئے درویشانہ زندگی پر قناعت کر کے بیٹھ گیا۔ یہ اس کا آخری امتحان تھا اور اس امتحان میں وہ کامیاب ہوگیا۔ میں اس وقت قادیان سے قریباً 9 ہزار میل کے فاصلہ پر ہوں اور میں جانتا ہوں کہ میری تحریر ڈاکٹر صاحب کو کوئی ذاتی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ مگر یہ حق پوشی ہوگی اگر میں یہ نہ لکھوں کہ یہ شخص عظیم الشان خوبیوں کا مالک تھا۔وہ نہایت صاف قلب واقع ہوا اور جو کچھ ان کے دل میں ہوتا تھا فوراً کہہ دیتے تھے۔"

(الفضل 10-اگست 1926ء)

آپ تمام اسلامی اوصاف کے پھولوں کا گلدستہ تھے۔جس کی خوشبو سے معاشرہ مہکتا تھا۔آپ

صاف دل اور ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ ہر ایک کے دکھ اور درد میں شریک ہوتے اور حتیٰ المقدور غرباء ومساکین کی امداد کرتے۔ چھوٹوں کے ساتھ نہایت محبت اور مہربانی سے پیش آتے اور بڑوں کی عزت کرتے۔ بالخصوص عہدیداران اور اپنے سے بالا عہدیداروں کے ساتھ عزت اور عقیدت سے پیش آنا آپ کا ایک اہم وصف تھا۔ خاص طور پر خلفائے احمدیت کے ساتھ بہت محبت اور اخلاص تھا اور خلیفہ وقت کے خلاف گستاخانہ کلمات سن کر بے تاب ہو جاتے اور ایسے لوگوں سے نفرت کا اظہار فرماتے۔

علاوہ ازیں آپ کی طبیعت میں خاموشی اور ٹھہراؤ تھا۔ انکساری کا پہلو نمایاں تھا۔ انا نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ اعلیٰ دُنیوی اور دینی مرتبہ ہونے کے باوجود بازاروں میں غریبوں کا کام اپنے ہاتھ سے کر دیتے اور گھر میں کام کو عار نہ سمجھتے۔ کبھی گھر کا لیمپ صاف کرتے اور کبھی اپنی اہلیہ محترمہ کا ہاتھ بٹاتے نظر آتے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ مراد خاتون صاحبہ بیان کرتی ہیں۔ جب آپ گھر تشریف لے آتے تو اکثر فرمایا کرتے کہ

"اب میں گھر آ گیا ہوں آپ آرام کر لیں۔"

مکرم صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ

"میری امی جان (حضرت اُمِ ناصر) شادی کے بعد جب بھی نانا کے گھر (اپنے ابا کے گھر) جاتیں تو نانا کھڑے ہو کر ملتے اور جب واپس آنے لگتی تو کھڑے ہو کر باادب دعاؤں کے ساتھ روانہ کرتے۔"

اسی طرح حضرت سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ کے حوالہ سے آپ بیان کرتے ہیں کہ

"میں جب ابا جان کے گھر جاتی تو اگر میرے آنے کی اطلاع ہوتی تو ڈھاب تک لینے آتے اور واپسی پر ڈھاب تک چھوڑنے آتے۔ یہ سب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اور افراد خاندان سے محبت اور عقیدت اور عشق کی وجہ سے تھا۔"

گویا آپ کی تربیت آج کے مامور زمانہ نے اپنے ہاتھوں سے کی تھی۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاک تعلیم اور قدسی محبت سے تیار ہوئے تھے۔ اور آپ میں وہ تمام خوبیاں موجود تھیں جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے تربیت یافتہ، محبت یافتہ اور مخلص رفقاء کی شایان شان تھیں۔

ایمانداری و دیانتداری:

حضرت ڈاکٹر صاحب اپنے کام کے ساتھ ہر لحاظ سے مخلص تھے۔ جب تک سرکاری ملازم رہے اپنے کام اور سرکار کی رقوم سے ایمانداری سے پیش آتے رہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے کے بعد عملی، قولی، فعلی اور مالی خدمات بھی اخلاص سے کیں اور جب بھی کوئی خدمت سپرد ہوتی اپنے مفوضہ امور بغیر اجرت کے بلکہ اپنی جیب سے خرچ کر کے سرانجام دیتے اور اگر جماعت سے کسی کام کی سرانجام دہی کے لئے رقم بھی لیتے تو انتہائی دیانتداری کے ساتھ اُسے خرچ کرتے۔

خلافت اولیٰ میں جب جماعتی رقوم کو اپنی اغراض کے لئے خرچ کرنے کا الزام خلیفۃ المسیح پر لگایا گیا تو آپ نے ایک لیکچر کے ذریعہ ہر قسم کی آمدنی اور اخراجات بیان فرمائے اور جہاں آپ نے اپنی صفائی پیش فرمائی وہاں اپنے ساتھی مخلصین کی طرف سے بھی صفائی پیش کی۔

چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ سے راضی ہو) فرماتے ہیں:-

"وہ یاد رکھیں کہ یہاں کوئی آدمی سردست ان کتابوں کو نہیں پڑھتا۔ اور نہ ان کتابوں کے پڑھنے کے لئے ہم نے آج تک کسی مخلص سے کوئی چندہ لیا ہے۔ ایسے لوگ جیسے خواجہ کمال الدین ہیں اور ڈاکٹر یعقوب بیگ ہیں۔ یا سید محمد حسین یا سید حامد شاہ، مولوی غلام حسن، مولوی محمد علی، مولوی شیر علی، مفتی محمد صادق، خلیفہ رشید الدین، حکیم فضل الدین، شیخ یعقوب علی، سید محمد احسن ہیں اور صدر انجمن کے ممبر جن کاموں کے لئے روپیہ لیتے ہیں۔ میں لاالٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک کو یاد کر کے غلیظ قسم کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ اپنے اغراض کے لئے یا فریب اور دھوکہ سے روپیہ نہیں لیتے نہ کسی ایسی عربی تعلیم کے لئے جس میں کتب یا دیوان۔۔۔۔۔ متنبّی پڑھایا جاتا ہو۔ ابھی تک نہ کوئی روپیہ لیا ہے اور نہ کسی نے ہم کو دیا ہے۔"

(الحکم 14- جنوری 1909ء نمبر 2 جلد 13، بدر 14- جنوری 1909ء جلد 8 نمبر 11-12)

اسی طرح غیر مبائعین کی طرف سے سیدنا حضرت مصلح موعود نوراللہ مرقدہٗ پر حملوں، اعتراضات اور الزامات عائد کرنے کا سلسلہ تو جاری تھا۔ 1916ء میں "پیغام صلح" کے ذریعہ آپ پر کچھ الزامات عائد کئے۔ حضرت مصلح موعود نوراللہ مرقدہٗ نے "پیغام صلح کے چند الزامات کی تردید" کے نام سے 10- ستمبر 1916ء کو

اپنے قلم مبارک سے اس کا تحریری جواب دیا۔

ان الزامات میں سے ایک الزام حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب کے بارے میں تھا۔ حضرت مصلح موعود نوراللہ مرقدہٗ کو آپ کی دیانت داری، تقویٰ شعاری اور امانت داری پر اس قدر یقین تھا کہ آپ نے تحریر فرمایا کہ وہ کوئی شاید اور رشید الدین ہو۔ چنانچہ آپ اس الزام کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"دوسرا الزام یہ ہے کہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے امرتسر اور اجنالہ کے درمیان موٹر ایجنسی قائم کی ہے سو یہ الزام مجھ پر نہیں خلیفہ صاحب پر ہے میں اس کی نسبت صرف اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ یہ بات میں نے اب پیغام (صلح) میں دیکھی ہے ڈاکٹر صاحب اگر قادیان میں ہوتے تو اس کا جواب وہ خود دیتے۔ وہ اس وقت ڈلہوزی ایک ضروری کام پر گئے ہوئے ہیں وہاں سے واپسی پر خود جواب دیں گے میں اس وقت بحکم آیت اِذَا جَآءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا اور لَوْلَآ اِذْسَمِعْتُمُوْہُ .صرف اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ اصل جواب تو وہ خود دیں گے مگر میں اس الزام کو سراسر جھوٹ اور افتراء یقین کرتا ہوں اور زیادہ سے زیادہ اگر حسن ظنی سے کام لوں تو کہہ سکتا ہوں کہ شاید کوئی اور رشید الدین ہو جس نے وہ ایجنسی قائم کی ہو اور تم نے اس سے خلیفہ صاحب کو سمجھ لیا ہو لیکن زیادہ قرین قیاس تو یہی ہے کہ یہ بات تم نے اپنی طرف سے افتراء کر کے اڑائی ہے۔"

(انوار العلوم جلد 3 صفحہ 391)

شوریٰ 1925ء میں بعض فتنہ پردازوں نے کچھ ممبران شوریٰ کو ورغلا کر ان سے بعض اعتراضات کروائے۔ جس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہٗ نے ایک طویل لیکچر دیا۔ اور بعض اہم کاموں کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی جس میں حضرت ڈاکٹر صاحب کی شخصیت بھی شامل تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہٗ کے درج ذیل اقتباس سے حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم اور رفقائے کار کے اعلیٰ مقام کا علم ہوتا ہے۔

حضور فرماتے ہیں:

"بہت سے کام ایسے ہیں جو کسی ایک آدمی کے بطور خود کرنے کے نہیں۔ بلکہ وہ کام ایک کمیٹی میں پاس ہوتے ہیں۔ جس کے میاں بشیر احمد صاحب، قاضی امیر حسین صاحب، مفتی محمد صادق صاحب، مولوی شیر علی صاحب، خلیفہ رشید الدین صاحب، ذوالفقار علی صاحب، چوہدری فتح محمد صاحب، چوہدری نصر اللہ

خاں صاحب، میر محمد اسحٰق صاحب، مولوی سید سرور شاہ صاحب، میر محمد اسمٰعیل صاحب، سید عبد الستار شاہ صاحب، ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب ممبر ہیں۔ کیا یہ سب آدمی مل کر کوئی بد دیانتی کریں گے۔ میری عقل تو اس بات کو نہیں مان سکتی۔"

(رپورٹ شوریٰ 1925ء صفحہ 36 از اصحاب احمد جلد 11 صفحہ 396)

مہمان نوازی:

مہمان نوازی کا وصف بھی اپنی اعلیٰ شان کے ساتھ حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کے اندر موجود تھا۔ آپ جہاں جہاں بھی مقیم رہے مہمانوں کا تانتا آپ کے ہاں بندھا رہتا اور پھر قادیان میں بھی آنے والے مہمانوں کو اپنے گھر بُلا لیتے۔ جلسہ سالانہ اور اجتماعات کے موقعہ پر آپ کے گھر میں کثرت سے مہمان ٹھہرتے۔ آپ سب کے قیام وطعام اور آرام کا خیال رکھتے۔ بلکہ بسا اوقات کسی مہمان کا پتہ چلتا کہ وہ کسی اور جگہ مقیم ہے تو کچھ نہ کچھ گھر سے تیار کروا کر یا بازار سے خرید کر اُسے پیش کرتے اور مہمانوں کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔ مہمان نوازی کا حق اُس وقت تک احسن طریق سے ادا نہیں ہوسکتا جب تک گھر والی یا گھر میں مقیم دوسرے افراد تعاون نہ کریں۔ اس لئے یہاں ان کی بیگمات اور بچوں بالخصوص بچیوں کا ذکر بطور شکریہ کے ضروری ہے۔ جنہوں نے حضرت ڈاکٹر صاحب کے ساتھ اس اسلامی وصف کو نبھانے میں بھرپور ساتھ دیا۔

فجزاهم الله تعالیٰ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرة

حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ سے راضی ہو) نے 1910ء میں دو اصحاب پر مشتمل ایک وفد مونگھیر بھجوایا۔ جو قادیان سے قریباً ایک ہزار میل کے فاصلہ پر ہے۔ امیر وفد حضرت مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر اخبار بدر نے مختلف جماعتوں کو اس سفر کی اطلاع دے رکھی تھی۔ جن میں سے بعضوں نے تربیتی وتبلیغی پروگرام تشکیل دے لئے اور بعض اسٹیشن پر آ کر بالمشافہ مل کر مرکز کی ہدایات وصول کرتے رہے۔ راستہ میں پرتاب گڑھ اسٹیشن بھی آتا تھا جہاں ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب ملازم تھے۔ امیر وفد نے رپورٹ سفر الف میلہ (ایک ہزار میل سفر کی مناسب سے یہ نام رکھا) میں آپ سے ملاقات اور آپ کی مہمان نوازی کا ذکر یوں کیا

ہے۔

"چونکہ پرتاب گڑھ کا اسٹیشن ہمارے راہ میں پڑتا تھا جہاں محبی مکرمی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب آج کل ڈیوٹی پر ہیں اس واسطے ہم نے ان کو پہلے سے اپنے اس اسٹیشن سے گزرنے کی اطلاع کر دی تھی۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب موصوف بمعہ برادر عبد الجلیل (پسر میاں قدرت اللہ صاحب مہاجر جو آج کل وہاں کمپونڈری کا کام کرتے ہیں) اسٹیشن پرتاب گڑھ پر موجود تھے۔ صرف بیس منٹ کی ملاقات صاحب موصوف سے ہوئی لیکن ان کے مصفّٰی اور مطہر اور مخلص قلب کی تاثیر نے ہمارے دلوں کو ازبس شگفتہ کر دیا۔ اور ہمارے سفر کی کوفت کو دور کر دیا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء ۔ صاحب موصوف ہمارے واسطے کھانا بھی لائے تھے اور اس طرح ان کی زیارت سے رُوحانی اور جسمانی ہر دو نعماء حاصل ہوئیں۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب کو ہم نے بذریعہ تار اپنے وہاں سے گزرنے کے وقت سے اطلاع دی تھی اور تار میں صرف میرا ہی نام تھا اس واسطے انہیں معلوم نہ تھا کہ جناب مولوی سید سرور شاہ صاحب میرے ہمراہ ہیں لیکن انہیں خدا تعالیٰ نے ایک عجیب طریقے سے سید صاحب موصوف کے متعلق بھی اشارہ کر دیا تھا جس کا ذکر جب انہوں نے کیا تو ہم سب کے واسطے موجب ازدیاد ایمان ہوا۔"

(اخبار بدر 22-دسمبر 1910ء نمبر 8 جلد 10)

مسابقت فی الخیر کی روح:

حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کے اندر جہاں دوسری صفات اور خوبیاں بدرجہ احسن موجود تھیں وہاں مسابقت کی روح سے بھی وافر حصہ پایا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور بعد میں خلافت کے دربار سے جب بھی نیکی کی تحریک ہوئی۔ محترم ڈاکٹر صاحب اوّلین سمعنا و اطعنا کہنے والوں میں سے تھے۔ اخبارات میں آپ کا جب تذکرہ ہوتا رہا تو "السّابقون الاوّلون" کے ساتھ ہوا۔ جس کی تفصیل جماعتی خدمات اور مالی قربانی کے ابواب میں بیان ہوگی۔

درویشانہ زندگی:

وہ شخص جس نے اپنی عمر بھر کبھی عسرت نہ دیکھی وہ محض قادیان کے لئے درویشانہ زندگی پر قناعت کر کے بیٹھ گیا۔ یہ اس کا آخری امتحان تھا جس میں وہ کامیاب ہوا۔ آپ عظیم الشان خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ نہایت صاف قلب واقع ہوئے تھے۔ اور جو کچھ آپ کے دل میں ہوتا تھا فوراً کہہ دیتے تھے۔ خلافت کے ساتھ ایسی کامل اور غیر متزلزل وفا تھی جس کو دیکھ کر رشک آتا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ سے راضی ہو) کی وفات پر بعض دوست احباب کو ابتلاء پیش آیا۔ اور انہوں نے علَم مخالفت بلند کر کے علیحدگی اختیار کی اور ڈاکٹر صاحب موصوف ان کے رفقاء کار میں سے تھے وہ انجمن کے ممبر اور سیکرٹری اور پھر محاسب تھے مگر انہوں نے حق کی تائید میں ان تمام تعلقات کو یکدم چھوڑ دیا۔ اس دوران وہ کچھ عرصہ کے لئے لاہور پریکٹس کے لئے چلے گئے۔ ان کے متعلق بہت کچھ زبانوں پر آیا۔ مگر حضرت ڈاکٹر صاحب کے رشد اور وفا میں کوئی فرق نہ آیا اور اس دوران ان پُرانے اور بچھڑے ہوئے بھائیوں سے کوئی رابطہ نہ رکھا اور نہ آپ کی غیرت سلسلہ نے یہ گوارہ کیا۔ مالی مشکلات کا یہ سلسلہ ترقی پر تھا۔ اور انہوں نے اپنی زیر باریوں کو رفع کرنے کے لئے ہندوستان سے باہر جانے کا عزم کیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ سے اجازت حاصل کر لی۔ اور ڈاکٹر صاحب ہرگز ہرگز اس کے لئے تیار نہ ہوتے تھے۔ اس لئے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں اور مجبوریوں کو ایک طرف دیکھتے تھے اور دوسری طرف وہ دل سے اس کو گوارہ نہ کرتے تھے کہ عمر کے اس حصہ میں قادیان سے باہر جائیں۔ مگر مجبوریاں اس تلخ پیالہ کے پینے پر آمادہ کر چکی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اس معاملہ میں قطعاً مداخلت نہ فرمانا چاہتے تھے۔ مگر آپ اجازت دے چکے تھے۔ مگر آپ کو خلافت کی محبت نے مرکز احمدیت نہ چھوڑنے پر قائم رکھا۔ اور حسب معمول خدمات سلسلہ بجالاتے رہے اور اسی میں اپنی جان دے دی۔ ڈاکٹر صاحب کے آخری ایام نہایت عسرت میں بسر ہوئے اور یہ ان کے لئے عار نہیں بلکہ عزت کا مقام تھا۔ خدا کے نبیوں اور ولیوں پر عسرت کے ایام آتے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ ان کو دکھوں میں ڈالا جائے بلکہ اس لئے کہ ان کے اندر صفات عالیہ کا اظہار ہو۔ حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب ایک پاک اور نہایت صائب اور مستقل رائے رکھا کرتے تھے۔ ان کی رائے دنیاوی ایچ پیچ سے منزہ اور مومنانہ رائے ہوتی تھی۔ بعض اوقات ان

کا ایک ایک فقرہ مجالس کے رنگ کو تبدیل کر کے صدق ووفا اور ایثار کی ایک روح پیدا کر دیتا تھا۔

آپ کی اس طرح کی قربانی اور درویشانہ زندگی کا اظہار حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی کیا۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب اپنی تصنیف ذکر حبیب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"غالباً 1902ء یا 1903ء کا واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں ڈاکٹر عبدالحکیم کا ذکر آیا کہ وہ ہمیشہ کسی نہ کسی تصنیف کے کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اس وقت ابھی مرتد نہیں ہوئے تھے۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب (اللہ آپ سے راضی ہو) نے عرض کی ڈاکٹر عبدالحکیم تو اپنا وقت کسی تصنیف کے کام میں لگائے رکھتے تھے۔ لیکن مجھے ڈاکٹر رشید الدین صاحب سے یہ سن کر تعجب ہوا کہ انہوں نے کہا کہ مجھے کسولی کے پہاڑ پر لگایا گیا ہے۔ جہاں کام بہت کم ہونے کی وجہ سے میں حیران تھا کہ وقت کس طرح گزاروں۔ اور آخر بہت سوچ کر روزانہ اخبار سول ملٹری منگوانا شروع کیا تب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ مولوی صاحب ڈاکٹر عبدالحکیم ایک دنیا دار آدمی ہے اُسے کتابوں کے بیچنے اور روپیہ کمانے کی فکر رہتی ہے لیکن خلیفہ رشید الدین صاحب ایک درویش آدمی ہیں جو دنیا جمع کرنے کی فکر نہیں رکھتے۔"

(ذکر حبیب از مفتی محمد صادق صاحب صفحہ 114-115)

گویا زندگی کے آخری حصہ ہمہ تن اہم ذمہ دارانہ خدمات دینیہ میں مصروف رہ کر بسر کیا اور نہایت شکر کے ساتھ مالی مشکلات برداشت کیں۔

حضرت عرفانی صاحب فرماتے ہیں:

"میں جانتا ہوں اور ایک بصیرت کے ساتھ جانتا ہوں کہ وہ بڑی یسرت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اور یہاں رہ کر انہوں نے درویشانہ زندگی بسر کی ہے۔"

(الفضل 10-اگست 1926ء)

دینی غیرت اور کرشمہء قدرت:

حضرت ڈاکٹر صاحب نواب صاحب رامپور کے دربار میں داخل ہو کر بلند آواز سے السلام علیکم کہتے جو کہ آداب دربار کے خلاف تھا۔ اس طرح آپ نواب صاحب کے آگے تعظیم کے لئے جھکتے نہیں تھے۔ توجہ دلائے جانے پر حضرت ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ "میں سوائے خدا کے اور کسی کے سامنے نہیں جھکتا" نواب صاحب نے تبدیلی اور سخت اقدامات کی دھمکی دی تو آپ نے فرمایا کہ میرے خدا کے ہاتھ میں آپ کی گردن ہے جب چاہئے آپ کو اس منصب سے ہٹا سکتا ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت اقدس میں دعا کے لئے عریضہ لکھا۔ جس کے جواب میں حضرت اقدس نے تحریر فرمایا:-

"مجبی عزیزی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا کارڈ پہنچا۔ میں انشاء اللہ آپ کے لئے دعا کروں گا مگر آپ نہایت استقامت سے اپنے تئیں رکھیں۔ کم دلی ظاہر نہ ہو۔ خدا تعالیٰ کا فضل ہر جگہ پر درکار ہے۔ مسافرت اور غربت میں دعا اور تضرع سے بہت کام لینا چاہئے۔"

(24-جون 1898ء)

خدا کے پاس مہدی آخری الزمان علیہ السلام کی دعا نے وہ اثر دکھلایا کہ نواب رامپور کو انگریزی ریذیڈنٹ کی سفارش پر حکومت ہند نے دماغی مریض ثابت ہونے پر نااہل قرار دے کر معزول کر دیا۔ جو شخص حضرت ڈاکٹر صاحب کو تبدیلی اور فراغت کی دھمکیاں دے رہا تھا باوجود صاحب اقتدار ہونے کے معزول کر دیا گیا۔ اللہ اللہ کیا شان ہے مسیح محمدی کی۔"

اے میرے فلسفیو زور دعا دیکھو تو!

(ماہنامہ انصار اللہ اکتوبر 1995ء صفحہ 24-25)

ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب نے اپنے ارتداد کے بعد حضرت ڈاکٹر صاحب کو ایک خط لکھا۔ جس میں آپ کو بھی ورغلانے کی کوشش کی گئی۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے 12- ستمبر 1904ء کو ایک خط لکھا جس سے آپ کی سلسلہ کے لئے غیرت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عشق کا اظہار ہوتا ہے۔ (جو دعوت الی اللہ کے حصہ میں آرہا ہے)

(حوالہ البدر 20- ستمبر 1904ء)

آپ کی شخصیت بطور مثال کے:

مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے نے جب حضرت حجۃ اللہ نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کی سیرت پر کتاب "اصحاب احمد" کے نام سے لکھی تو حضرت نواب عبداللہ خان صاحب نے اس پر ریویو تحریر فرمایا۔ جس میں مکرم ملک صلاح الدین صاحب کے رفقائے احمدیت کی سیرت لکھنے کے سلسلہ کو یوں سراہا۔

"رفقاء مسیح موعود علیہ السلام اب ہماری آنکھوں سے ایک ایک کر کے اوجھل ہو رہے ہیں۔ اب خال ہی ہم میں چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ چند ایک شخصیتیں ہیں جن کو انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔ یہ وہ مبارک ہستیاں تھیں جنہوں نے موجودہ زمانہ کے روحانی سورج کو چڑھتے اور پھر غروب ہوتے دیکھا اور اس نور کی ضیا باریوں سے انہوں نے اپنے دل و دماغ کو منور کیا ہے اور اس پاک وجود کے نمونہ کو دیکھ کر اپنے پر وہی رنگ چڑھانے کی کوشش (کی) جو اللہ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبت میں فنا ہو کر اس مقدس وجود (علیہ السلام) نے اپنے پر چڑھایا۔ یہ نورانی شمعیں تھیں جن کو فداہ ابی و امی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاک نمونہ اور دعاؤں نے منور کیا تھا۔ یہ عاشق اپنے معشوق کے رنگ میں رنگین تھے۔ انہوں نے اس چیز سے وافر حصہ لیا تھا جو کہ آمد مہدی مسعود مسیح موعود علیہ السلام کی اصل مقصود اور مطلوب تھی۔

اب چونکہ یہ لوگ بہت حد تک ہماری نظروں سے اوجھل ہو چکے ہیں اس لئے ان کے حالات ہی ہم کو بتا سکتے ہیں (کہ) کس غرض کے لئے یہ دنیا میں رہے اور کس غرض کو لے کر دنیا سے گذرے۔ وہ دنیا میں

رہتے تھے لیکن دنیا سے علیحدہ تھے۔ وہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا بہترین نمونہ تھے۔ وہ اپنے سیدنا وآقا مولیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کس کس رنگ میں خوش کرنے اور اللہ تعالیٰ کی رضاء و محبت حاصل کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔

یہ اُسوہ ان کے حالات کو پڑھ کر یا سن کر ہی معلوم کیا جاسکتا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے عزیزم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے نے نہایت جانفشانی اور ان تھک کوششوں سے ہماری مدد کی کوشش کی ہے۔"

(اصحاب احمد جلد 12 صفحہ 10-11)

اس کے بعد اپنے والد محترم کا ذکر کر کے احباب کو ان بزرگ ہستیوں کا نمونہ اختیار کرنے کی تلقین یوں فرماتے ہیں۔

"یہ تھا سچے عاشقوں کا طریق یہی وہ جذبہ اور نمونہ تھا جس کی وجہ سے انہوں (نے) اللہ تعالیٰ اور اس کے نبیؐ سے مذکورہ مقام حاصل کر کے یہ بے مثل اور قابل رشک سرٹیفکیٹ حاصل کئے۔ پس اگر آپ لوگ اپنی اولادوں میں وہ روح پھونکنا چاہتے ہیں جو صدیق اکبر حضرت مولانا مولوی نورالدین خلیفہ اول (اللہ آپ سے راضی ہو)، مسلمانوں کے لیڈر مولوی عبدالکریم، حضرت حجۃ اللہ نواب محمد علی خاں اور فرشتہ خصلت حضرت مولوی شیر علی صاحب، حضرت ڈاکٹر رشید الدین صاحب، حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب اور حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب، حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری (اور) حضرت منشی اروڑے خاں صاحب میں کارفرما تھی۔ تو اپنے سامنے اس اُسوہ کو رکھیں تاکہ ان کی نورانی شعاعیں ان کے دلوں (اور) دماغ کو روشن کرسکیں۔ اور وہ ابتلاؤں کی آندھیوں اور جھکڑوں سے محفوظ و مامون ہوسکیں۔ اور استقامت (اور) پختگی دکھائیں جو کہ ان بزرگوں کا طرۂ امتیاز تھا۔"

(اصحاب احمد جلد 12 صفحہ 13)

اور واقعتہً آپ کے اپنے خالق حقیقی سے محبت بھرے تعلق، آپ کے اخلاص، ایثار احمدیت کی خاطر ہمہ تن تیار رہنے کی قربانی اور بالخصوص سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے احمدیت وافراد خاندان مسیح موعود علیہ السلام سے محبت اور عقیدت سے پیش آنے کے سبب نیز عوام الناس سے رواداری اور حسن برتاؤ کی وجہ

سے آپ احباب جماعت وغیروں میں جانی پہچانی شخصیت تھے۔ آپ سے مل کر لوگ خوشی محسوس کرتے اور بزرگ کی حیثیت سے دعا کی درخواست بھی کیا کرتے تھے۔ اسی طرح کی ایک درخواست دعا "برائے خدا مجھے بھی اپنی دعاؤں میں شامل کرلو۔" اخبار بدر میں مکرم حسن علی صاحب اسسٹنٹ سرجن امرتسر جیل کی طرف شائع ہوئی۔ جس میں افراد خاندان کے بعض نام لکھنے کے بعد "اسماء بزرگان دین" کے نام لکھ کر ان سے دُعا کی درخواست کی گئی ہے۔ حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو بھی اس درخواست دعا میں مخاطب کیا گیا ہے۔

(اخبار بدر 02-مارچ 1911ء نمبر 17 جلد 10)

ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین کے اخلاص اور نور فراست کا ذکر:

مورخہ 05-اکتوبر 1902 بعد ادائے نماز مغرب حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام حسب معمول شہ نشین پر اجلاس فرما ہوئے۔ بیٹھتے ہی مولانا نورالدین صاحب نے مبارکباد دی اور عرض کیا کہ حضور! ڈاکٹر صاحب کو بہت ہی مخلص پایا ہے کوئی بات انہوں نے نہیں کی یہی کہا ہے کہ جو حکم دیا ہے وہ کرو۔ بھائیوں میں سے بھی کوئی شریک نہیں ہوا۔ تب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

"خدا تعالیٰ نے ان کو بہت اخلاص دیا ہے اور یہ تقریب پیدا کر دی کہ مخالف بھائیوں سے قطع تعلق ہو جاوے۔"

پھر مولوی صاحب نے عرض کیا کہ باوجود یہ کہ کوئی تکلف کی بات نہ تھی مگر وہ بڑی ہی خاطر وتواضع سے پیش آئے اور اسی میں اِدھر اُدھر پھرتے رہے۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

"ان (ڈاکٹر صاحب) میں اہلیت اور زیرکی بہت ہے۔"

اس پر حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے عرض کی کہ حضور جب الحکم میں میرا خطبہ فلاورو بک پر شائع ہوا تو ڈاکٹر صاحب نے بڑے ہی اخلاص اور صدق سے خط لکھا کہ اس کو پڑھ کر میرا ایمان بڑا قوی اور تازہ ہو گیا ہے اس پر حضرت اقدس نے فرمایا:

میں نے دیکھا ہے کہ اُن (ڈاکٹر صاحب) میں نور فراست ہے وہ باپ سے بھی اس معاملہ میں گفتگو کیا کرتے تھے۔

(ملفوظات حضرت مسیح موعود جلد 2 صفحہ 313)

باب نمبر:3

قرآن سے محبت

☆ حافظ قرآن

☆ دینی علوم کا فروغ

☆ علم دوست شخصیت

گو حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے خاندان میں علم وفضل کا شہرہ تھا اور حفظ قرآن اتنا عام تھا کہ ان کی عورتیں بھی حافظ قرآن ہوتیں اس ناطے خاندان کی طرف سے قرآن سے محبت ورثہ میں ملی تھی اور آپ حافظ قرآن تھے۔ لیکن جوانی ہی کے عالم میں زمانہ کے امام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینے کے بعد قرآن کریم سے محبت بڑھی۔ معارف وحقائق سیکھے اور انہیں اپنے اُوپر اور اہل خانہ کے اُوپر لاگو گیا۔ قرآن شریک کو غور سے پڑھتے اور اس کی تہہ میں چھپے نایاب اور بے بہا گوہر تلاش کرنے میں لگے رہتے۔

اس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دربار میں حاضر رہتے، معارف سنتے، اگر کوئی عقدہ ہوتا تو اس کو حل کرواتے۔ آپ کی وفات کے بعد خلفائے احمدیت کے درس القرآن میں باقاعدگی سے شرکت کرتے رہے۔

چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ سے راضی ہو) نے حسب سابق 1913ء میں بھی ماہ رمضان میں ایک پارہ کا درس دینا شروع کیا۔ آپ نے اسے باقاعدگی سے سنا اور اس سے فائدہ اٹھایا۔ اخبار بدر نے "فہرست اسمائے اصحاب درس قرآن رمضان" کے عنوان کے تحت مختلف طبقات کے حوالہ سے ان احباب کے نام درج کئے ہیں جو باقاعدگی سے درس سنتے رہے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے حصہ لیا ہے۔ "چوتھے نمبر پر ملازمین دفاتر وغیرہ در قادیان" میں 40 افراد کے نام درج ہیں جن میں آپ کا نام بھی شامل ہے۔

(اخبار بدر 21-اگست 1921ء)

دینی علوم کا فروغ:

خلافت اولیٰ کے آغاز پر حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) کے مشورہ سے

ایک فیصلہ ہوا کہ دسمبر 1909ء میں ردّ مذاہب نصاریٰ وآریہ، دسمبر 1910ء میں دین اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے عقائد احمدیت، دسمبر 1911ء میں قرآن کریم اور دسمبر 1912ء میں تمام بخاری کا امتحان احباب جماعت کا لیا جائے۔

حضرت ڈاکٹر خلیفہ صاحب کی طرف سے ایک اعلان اس کی تیاری کرنے کے حوالہ سے شائع ہوا۔ اس کے آخر میں آپ نے تحریر کیا۔

"حضور کے ارشاد کی تعمیل میں اکثر مقامات میں درس قرآن مجید و بخاری شریف شروع ہوگیا ہے چوتھے سال میں قرآن مجید اور پانچویں سال میں صحیح بخاری ضرور ہے کہ خدا کے فضل سے ختم کرلیں اور اگر امتحان کی تیاری کا خیال ہوگا۔ تو محنت اور غور سے پڑھیں گے۔ اس کے علاوہ جن مقامات میں درس جاری نہیں ہوا۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہاں بھی جاری ہوجاویں گے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کے حکم سے یہ اعلان اخبار میں شائع کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ احباب بہت جلد اپنے رائے سے مشکور فرماویں گے۔"

خلیفہ رشید الدین
اسسٹنٹ سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان
(الحکم 30- ستمبر 1908ء)

علم دوست شخصیت:

آپ قرآن کریم کا مطالعہ تو گہرائی میں جاکر کرتے ہی تھے۔ اس کے علاوہ کتب کا مطالعہ بھی آپ کا شیوہ تھا۔

حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہٗ جن دنوں سورۃ الکھف کی تفسیر لکھ رہے تھے اور اصحاب کہف کے بارہ میں تحقیق میں مصروف تھے تو حضرت ڈاکٹر صاحب نے اس حوالہ سے ایک کتاب حضور کو پیش کی جس کا ذکر کرتے ہوئے حضور تحریر فرماتے ہیں۔

"ان تمہیدوں کے بعد میں اب اصحاب کہف کے بارہ میں اپنی تحقیق بیان کرتا ہوں۔ میں نے جب

یہ دیکھا کہ یوسف آرمیتیا کا واقعہ ایک قصہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا تو میں نے اصحاب کہف کے بارہ میں مزید تحقیق شروع کی۔اس تحقیق کے دوران میرے خسر ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم ایک کتاب میرے پاس لائے اور کہا کہ اس کتاب میں جو واقعات بیان ہوئے ہیں وہ اصحاب کہف کے واقعات سے ملتے ہیں۔اس کتاب کا نام روم کے کیٹا کومبز Catacombs Of Rome تھا۔میں نے وہ کتاب لے کر پڑھی اور میری بھی یہ رائے ہوئی کہ اس میں بیان کردہ روایات پر اصحاب کہف کی تحقیق کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔"

(تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 422)

اسی طرح ایک دفعہ حضرت سید نذیر حسین شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ

1907ء میں میں جب قادیان گیا تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب آ گئے۔حضرت خلیفہ صاحب کے ہاتھ میں انگریزی اخبار سول ملٹری گزٹ تھا۔انہوں نے مفتی صاحب سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اس اخبار میں مولوی محمد حسین بٹالوی نے اعلان کیا ہے کہ خونی مہدی کوئی نہیں آئے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد پر جب یہ مضمون آپ کو سنایا گیا تو حضور علیہ السلام نے مولوی محمد احسن صاحب (جو مولوی محمد حسین صاحب کے دوست ہیں) مولوی نور الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کو بلوا کر یہ حصہ سنوایا۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت اقدس علیہ السلام اور اصحاب کے درمیان کچھ باتیں ہوئیں جن میں مولوی محمد حسین کی اس دورنگی چال کا ذکر ہوا۔

(رجسٹر روایات نمبر 10۔راولیت سید نذیر حسین شاہ صاحب گھٹیالیاں)

باب نمبر 4:

حضرت مسیح موعودؑ سے عشق

اور

قادیان آمد

- ☆ حضرت مسیح موعودؑ سے عشق
- ☆ تبرکات حضرت مسیح موعود علیہ السلام
- ☆ حضرت خلیفۃ المسیح کی عیادت کے لئے قادیان حاضری
- ☆ قادیان میں مستقل سکونت
- ☆ حضرت خلیفہ صاحب کی دلجوئی اور تحفہ الہام کا موجب بننا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس درویش صفت انسان سے بے پناہ محبت تھی جس کا اظہار خطوط اور ملاقاتوں میں ہوتا رہا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب کو بھی اپنے پیر و مرشد سے کمال حد تک نہ صرف محبت تھی بلکہ عشق تھا۔

حضرت عرفانی صاحب ان دو محبتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حضرت ڈاکٹر صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت و عشق تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی آپ کو نہایت ہی محبت اور پیار سے دیکھتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارادوں، عزائم اور ضروریات پر ڈاکٹر صاحب کو بعض اوقات صدہا نہیں ہزاروں کوس کے فاصلے پر علم ہوجاتا تھا جس کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بعض چٹھیوں میں ذکر فرمایا ہے۔ یہ معمولی امر نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ڈاکٹر صاحب کی روح کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ کس شدت سے مناسبت تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ڈاکٹر صاحب پر اسی طرح اعتماد فرماتے تھے جس طرح اپنی ذات اور پاک وجود پر۔ بہت کم لوگ اس امر سے واقف ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ڈاکٹر صاحب سے بعض اوقات وہ راز کی باتیں کر لیتے تھے جو دوسروں کے وہم میں بھی نہیں آسکتی تھیں۔"

(الفضل 10-اگست 1926ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دفعہ اپنی ایک خواب کا ذکر آپ سے اپنے ایک خط میں کیا جو سچی ثابت ہوئی تھی اور اپنی صداقت میں خواب درج کرتے ہوئے حضرت ڈاکٹر صاحب کے نام اپنے خط میں لکھتے ہیں۔

"عرصہ چوداں برس کا ہوا ہے کہ ایک خواب آئی تھی کہ چار لڑکے ہوں گے اور چوتھے لڑکے کا عقیقہ پیر کے دن ہوگا۔"

(از مکتوب بنام ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب
مورخہ 26-جون 1899ء از تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ 104)

اس خواب کے پورا ہونے کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"اب جبکہ یہ لڑکا یعنی مبارک احمد پیدا ہوا تو وہ خواب بھول گئے اور عقیقہ اتوار کے دن مقرر ہوا لیکن خدا کی قدرت ہے کہ اس قدر بارش ہوئی کہ اتوار میں عقیقہ کا سامان نہ ہوسکا اور ہر طرف سے حارج پیش آئے۔ ناچار پیر کے دن عقیقہ قرار پایا۔ پھر ساتھ یاد آیا کہ قریباً چودہ برس گذر گئے کہ خواب میں دیکھا تھا کہ ایک چوتھا لڑکا پیدا ہوگا اور اس کا عقیقہ پیر کے دن ہوگا۔ تب وہ اضطراب ایک خوشی کے ساتھ مبدل ہوگیا کہ کیونکر خدا تعالیٰ نے اپنی بات کو پورا کیا اور ہم سب زور لگا رہے تھے کہ عقیقہ اتوار کے دن ہو مگر کچھ بھی پیش نہ گئی اور عقیقہ پیر کو ہوا۔ یہ پیشگوئی بڑی بھاری تھی کہ اس چودہ برس کے عرصہ میں یہ پیشگوئی کہ چار لڑکے پیدا ہوں گے اور پھر چہارم کا عقیقہ پیر کے دن ہوگا۔ انسان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اس مدت تک چار لڑکے پیدا ہوسکیں، زندہ بھی رہیں یہ خدا کے کام ہیں مگر افسوس کہ ہماری قوم دیکھتی ہے پھر آنکھ بند کر لیتی ہے۔"

(مکتوب مورخہ 27- جون 1899ء بنام سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسی،

مکتوبات احمدیہ جلد پنجم حصہ اوّل صفحہ 26-27 از تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ 103-104)

دوسری طرف حضرت ڈاکٹر صاحب کی عادت تھی کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں بغرض دعا ومشورہ عرض کرتے۔ چنانچہ محترم خلیفہ صلاح الدین صاحب مرحوم کی پیدائش سے قبل حضرت ڈاکٹر صاحب نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں 18- اکتوبر 1904ء کو عریضہ لکھا کہ

حضرت مولانا وسیدنا ومرشدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عرض پرداز ہوں کہ میری اہلیہ کو وضع حمل عنقریب ہونے والا ہے اور چونکہ میں یہ رخصت ختم ہونے پر انشاء اللہ چلا جاؤں گا تو یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میرے بعد وہ اپنی والدہ کے گھر قیام کرے۔ اگر حضور اجازت دیں تو آج بعد نماز جمعہ برادرم فیض علی والے مکان میں چلے جاویں۔ آگے جو حضور کی مرضی۔ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔"

والسلام

خاکسار

رشید الدین

کوئی جلسہ ہو یا حضور کا پیغام ملے فوراً کھنچے چلے آتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام ایک تحریر میں حضرت ڈاکٹر صاحب نے لکھا کہ:

"دریائے گومتی کے کنارے جنگل میں بچے اکیلے چھوڑ کر خدا تعالیٰ نے قادیان میں آنے کی توفیق عطا فرمائی۔"

آپ کو ملازمت قادیان سے باہر کرتے تھے مگر بیعت کرنے اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دل دے دینے کے بعد آپ کا ملازمت میں دل نہیں لگتا تھا۔ اور دربار حبیب میں حاضر ہونے کے لئے موقعہ ڈھونڈتے تھے۔ جس طرح مچھلی پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی ویسے آپ کے لئے مرکز کے بغیر زندہ رہنا محال ہو گیا تھا۔ جوں ہی کوئی موقعہ ملتا یا رخصت ہوتیں بلکہ رخصت لے کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں حاضر ہو جاتے اور پھر محبّ کی محبوب کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں ہوتیں۔

اخبار بدر، الحکم اور الفضل اپنے سرورق پر اخبار قادیان، دیارِ حبیب، ایوان خلافت، دربار خلافت، سلسلہ کی خبریں اور نئی آمد کے نام پر جماعتی خبریں لگاتے تو ان میں سے اکثر یہ دیکھنے کو ملا ہے کہ حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب رخصت لے کر قادیان تشریف لائے ہیں۔ مثلاً 03-اگست 1905ء کے شمارہ بدر میں یہ خبر لگی کہ

ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب تین ماہ کی رخصت حاصل کر کے قادیان تشریف لائے۔

اس طرح 27-دسمبر 1906ء کے شمارہ میں یوں لکھا ہے کہ

ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب آگرہ سے تشریف لائے ہیں۔

روایات رجسٹر رفقاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 13 صفحہ 58 میں حضرت حکیم دین محمد صاحب کی روایت میں ایسے 63 رفقاء کے نام درج ہیں جو بیرون جات سے اکثر حضرت اقدسؑ کی خدمت میں تشریف لاتے اور حضرت اقدسؑ اکثر ان کا ذکر عزت سے فرماتے تھے ان میں سے 32 نمبر پر آپ کا نام درج ہے۔

جن دنوں آپ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کے پروفیسر تھے۔ حضور علیہ السلام نے آپ کو قادیان میں طلب فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب کو پرنسپل نے رخصت نہ دی استعفیٰ لکھ رہے تھے کہ ایک دوست کے مجبور کرنے

پر دوبارہ پرنسپل کے پاس گئے۔اس نے رخصت دے دی اور قادیان حاضر ہو گئے۔

حضرت ڈاکٹر فیض علی صاحب صابر کا بیان ہے کہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اتنا تعلق تھا کہ ڈاکٹر فیض علی صاحب کی ہمشیرہ حضرت مراد خاتون صاحبہ سے شادی کا پیغام حضرت ڈاکٹر صاحب کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر لے کر حضرت میر ناصر نواب صاحب تشریف لائے کہ ڈاکٹر صاحب کی طبیعت چونکہ شرمیلی ہے اس لئے حضور نے ان کو رقعہ دے کر بھجوایا ہے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب کی بڑی بیوی عمدہ بیگم تھیں جن کے بطن سے حضرت اُم ناصر پیدا ہوئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محترم ڈاکٹر صاحب کا دلی تعلق اس بات سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنی بہو بنانے کے لئے ڈاکٹر صاحب کی صاحبزادی کو پسند کیا۔

تبرکات حضرت مسیح موعودؑ:

حضرت ڈاکٹر صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک خاص تعلق اور قربت تھی۔ اخلاص اور قربانی بھی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔اس ناطے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی مستعمل اشیاء بطور تبرک حضرت خلیفہ صاحب کو عنایت بھی فرماتے تھے۔حضرت ڈاکٹر صاحب چونکہ بہت فیاض تھے اس لئے ان تبرکات کو بھی آگے تقسیم کر دیتے تھے۔حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب بیان کرتے ہیں کہ

"میرے پاس اگر چہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تبرکات سے ایک رومال اور ایک جائے نماز جو چھوٹی دری کی صورت میں تھا اور میرے مکرم ومحترم ڈاکٹر رشید الدین صاحب جو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدۂ کے خسر تھے کا عطا فرمودہ تھا۔"

(رجسٹر روایات نمبر 10 قلمی)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی عیادت کے لئے حاضری:

29-نومبر 1910ء کو حضرت ڈاکٹر صاحب ایک لمبا سفر طے کر کے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی علالت پر ان کی عیادت کے لئے حاضر ہوئے ۔ جو حضور کے لئے بہت خوشی ،مسرت اور حوصلہ افزائی کا موجب بنا۔ آپ نے حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو جو اس موقعہ پر بنفس نفیس موجود تھے۔ اپنے قریب بلوا کر ایک نصیحت آموز اظہار تشکر لکھوا کر ہدایت فرمائی کہ اسے احباب جماعت تک جلد پہنچانے کا اہتمام کیا جائے ۔ جسے حضرت مفتی صاحب نے بدر کے ضمیمہ کے طور پر "حضرت خلیفۃ المسیح کا ایک خاص ارشاد" کے عنوان تحت شائع فرمایا۔ جس کا آغاز ابتلاؤں کے فلسفہ اور حکمت سے تھا۔ اور حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کی آمد اور اظہار عیادت پر ان الفاظ میں شکریہ ادا فرمایا۔

"میں ان تمام لوگوں کا جنھوں نے اس وقت میری ہمدردی کی ہے شکر گزار ہوں ۔ ہمارے دوست ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ، ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب ، ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب اور ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب ان سب نے اس وقت جو ہمدردی کی ہے میں امید کرتا ہوں کہ اس کے عوض میں جہاں میں بھی ضرور اور مجھے کامل امید ہے کہ عاقبت میں بھی خدا تعالیٰ ان کو نعم البدل عطا کرے گا۔ وہ تمام لوگ جو کہ ہمدردی میں شامل ہوئے ہیں وہ یقین رکھیں کہ خداداد موقعہ تھا اور ایسا موقعہ ہمیشہ نہیں ملا کرتا۔ لاہور کے لوگوں میں سے میاں چراغ الدین صاحب بمعہ اپنے کنبے کے خاص شکریہ کا مستحق ہیں ۔ اس بڑھاپے اور بیماری کی حالت میں آ کر وہ بہت ہمدردی کرتے رہے ۔ آخر میں عجائبات الٰہی کی بات ہے کہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب صرف ہمدردی کے لئے بہت دور سے آئے ہیں اور اس سے زیادہ یہ کہ سید محمد احسن صاحب (امروہی) بایں پیری و بیماری و بایں ضرورت خانہ داری عیادت کے لئے تشریف لائے ہیں ۔ یہ عیادت انشاء اللہ معمولی نہ ہوگی ۔ ہر ایک چیز خدا تعالیٰ کے حضور مراتب رکھتی ہے ایمان کے بھی مراتب ہیں اور کفر کے بھی مراتب ہیں ۔ شرک کے بھی مراتب ہیں اخلاص کے بھی مراتب ہیں اسی طرح عیادت کے بھی مراتب ہیں ۔ میں انشاء اللہ سب کے واسطے دعا کروں گا۔ اور خدا کے حضور ان سب باتوں کے واسطے شکریہ کرتا ہوں ۔ ڈاکٹر رشید الدین صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا میں اچھا ہوں بہت

شکر ہے اگر یہ ابتلا نہ ہوتا تو آپ کو عیادت کا ثواب کیوں کر ہوتا۔"

(ضمیمہ بدر قادیان یکم دسمبر 1910ء)

قادیان میں مستقل سکونت:

آپ نے ملازمت چھوڑ کر دہلی میں پریکٹس کرنا چاہی مگر حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ سے راضی ہو) نے آپ کو قادیان آنے کے لئے فرمایا تو آپ 1911ء میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر قادیان آ گئے اور ساری عمر سلسلہ کی خدمت میں بسر کر دی۔

آپ کی قادیان میں مستقل آمد کی خبر اخبار بدر نے یوں شائع کی۔

"ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب دہلی سے یہاں آ گئے ہیں اور اب یہیں قیام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں برکت دے اور ان کے نیک ارادوں میں انہیں استقلال دے۔"

(اخبار بدر 19-اکتوبر 1911ء)

قادیان میں مستقل آ کر آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے باغ میں واقع مکان میں رہائش رکھی۔ جہاں 1905ء کے زلزلہ کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کچھ مدت تک فروکش رہے اور زلزلہ والی پیشگوئی کی نظم یہیں تحریر فرمائی۔ اس باغ کے ایک حصہ میں بہشتی مقبرہ واقع ہے۔

(قادیان گائیڈ از محمد یامین صاحب صفحہ 85-86)

اس گھر میں اس قیام کے دوران ایک حادثہ بھی پیش آیا جس کا ذکر ہمارے لٹریچر میں یوں موجود ہے۔

"حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب جنرل سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ جو ایک مدت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے باغ میں اقامت پذیر ہیں وہاں آپ کے دولت خانہ پر چند بدمعاشوں نے نقب زنی کی واردات کی ہے۔"

(الحکم 28-اکتوبر، 07-نومبر 1920ء)

کچھ عرصہ آپ کو دار مسیح کے گول کمرہ میں بھی رہائش رکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

(لاہور تاریخ احمدیت صفحہ 319)

حضرت خلیفہ صاحب کی دلجوئی اور آپ کا تحفہ الہام کا موجب بننا:

ایک دفعہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو شدید کھانسی تھی۔کوئی علاج کارگر ثابت نہ ہو رہا تھا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب دوائی وغیرہ دیتے اور ڈاکٹروں کی ہدایت پر عمل کرواتے انہی دنوں حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب نے آپؑ کی خدمت میں فرانسیسی سیب کا تحفہ بھیجا جو ذرا کھٹے تھے مگر آپؑ نے باوجود کھانسی کے اُسے کھایا اور اپنے مرید کی دلجوئی فرمائی اور ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا کہ

"اب کھانسی ٹھیک ہوگئی۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہٗ اس واقعہ کا ذکر اپنے ایک معرکتہ الآراء خطاب تقدیر الٰہی میں یوں فرماتے ہیں۔

"ایک دفعہ آپ کو کھانسی کی شکایت تھی۔مبارک احمد کے علاج میں آپ ساری ساری رات جاگتے تھے۔میں ان دنوں بارہ بجے کے قریب سوتا تھا اور جلدی ہی اٹھ بیٹھتا تھا۔لیکن جب سوتا اس وقت حضرت صاحب کو جاگتے دیکھتا اور جب اٹھتا تو بھی جاگتے دیکھتا۔اس محنت کی وجہ سے آپ کو کھانسی ہوگئی۔ان دنوں میں ہی آپ کو دوائی وغیرہ پلایا کرتا تھا اور چونکہ دوائی کا پلانا میرے سپرد تھا اس لئے ڈاکٹروں کے مشورہ کے مطابق ایسی باتوں پر جو کھانسی کے لئے مضر ہوں ٹوک بھی دیا کرتا۔ایک دن ایک شخص آپ کے لئے تحفہ کے طور پر کیلے لایا۔حضرت صاحبؑ نے کیلا کھانا چاہا مگر میرے منع کرنے پر کہ آپ کو کھانسی ہے آپ کیوں کیلا کھاتے ہیں آپ نے کیلا مسکرا کر رکھ دیا۔غرض چونکہ میں ڈاکٹروں کی ہدایت پر عمل کراتا تھا اور تیماردار تھا آپ میری بات مان لیتے تھے۔انہی دنوں ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب حضرت صاحبؑ کے لئے فرانسیسی

سیب لائے جو اتنے کھٹے تھے کہ کھانسی نہ بھی ہوتو ان کے کھانے سے ہو جائے۔لیکن حضرت صاحبؓ نے تراش کر ایک سیب کھانا شروع کر دیا۔ میں نے منع کیا لیکن آپ نے نہ مانا اور کھاتے چلے گئے۔ میں بہت کڑھتا رہا کہ اس قدر کھانسی کی آپ کو تکلیف ہے مگر پھر بھی آپ ایسا ترش میوہ کھا رہے ہیں۔لیکن آپ نے پرواہ نہ کی اور سیب کی پھانکیں کر کے کھاتے گئے اور ساتھ ساتھ مسکراتے بھی گئے۔ جب سیب کھا چکے تو فرمایا۔تمہیں نہیں معلوم مجھے الہام ہوا ہے کہ کھانسی دور ہوگئی ہے اور اب کسی احتیاط کی ضرورت نہیں۔اس لئے میں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کے ادب کے طور پر یہ سیب باوجود ترش ہونے کے کھالیا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد آپ کی کھانسی اچھی ہوگئی اور کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی۔"

(انوار العلوم جلد 4 صفحہ 517)

باب نمبر 5:

حضرت مسیح موعودؑ کی رفاقت

☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیر میں رفاقت کا اعزاز

i۔ کیا انسان ابتداء میں وحشی تھا

ii۔ مسلمان ریاستوں کی تباہی کی وجہ

iii۔ مسیحیت کی ناقص تعلیم کے نتائج

iv۔ گورداسپور میں حضورؑ کے ساتھ سفر میں رفاقت

☆ خلفائے احمدیت کے سفروں میں معیت

i۔ حضرت خلیفہ اول کے ساتھ سفر لاہور 1912ء

ii۔ حضرت خلیفہ ثانی کے ساتھ سفر گورداسپور

iii۔ حضرت خلیفہ ثانی کے ساتھ سفر لاہور

☆ مرکز سلسلہ کے ساتھ مسلسل رابطہ رکھنے کی اپیل

حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب قادیان میں ہوتے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی کے پاس حاضر رہتے حتیٰ کہ صبح کی سیر میں بھی رفاقت اور معیت کا اعزاز ملتا رہا اور موقعہ ومحل کی مناسبت سے بعض سوالات بھی کرتے رہتے۔

چنانچہ 08-اکتوبر 1902ء کو صبح سیر کے دوران جناب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ذکر کیا کہ ایک شخص نے ان سے اس امر پر گفتگو کی کہ انسان پہلے وحشی تھا اور وہ پھر ترقی کرتے کرتے تہذیب کے درجہ پر پہنچا ہے۔

اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ:

"جب ہم انسان کو مہذب دیکھتے ہیں تو کیوں اس کی جڑ تہذیب نہ بتائیں۔قرآن شریف سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ. ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ. (التین:5-6)اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پیچھے وحشی بن گئے۔میں کہتا ہوں کیا خدا تعالیٰ کو پہلا نمونہ عمدہ دکھانا چاہئے تھا یا خراب اور اَوَّلُ الدَّنِّ دُرْدٌ کا مصداق۔خدا نے بُرا بنایا تھا اور پھر گِھس گِھس کر خود عمدہ بن گیا۔خدا تعالیٰ کی شان میں گستاخی اور توہین ہے۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 322)

2۔ اس طرح شیخ یوسف علی صاحب کی علالت کے دنوں میں بعد نماز عصر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سیر کو تشریف لے گئے تو بہت سے اصحاب ساتھ تھے۔جن میں جناب ڈاکٹر رشید الدین صاحب بھی تھے۔

(تذکرۃ المہدی جلد اول صفحہ 96)

پھر شیخ صاحب کی وفات پر بھی ڈاکٹر صاحب موصوف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔

(تذکرۃ المہدی جلد اول صفحہ 101)

3. 25-مارچ 1908ء کو بوقت سیر

مسلمان ریاستوں کی تباہی کی وجہ:

جناب خلیفہ رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن فرخ آباد نے گذشتہ نوابی حالات کا ذکر کرتے ہوئے ان کی تباہی اور بربادی اور ان کے محلات کے کھنڈرات بنائے جانے کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔

اس پر آپؑ نے فرمایا کہ:

"پہلے بادشاہوں کے زمانہ میں یہ قاعدہ ہوتا تھا کہ ان کے درباروں میں کوئی نہ کوئی اہل اللہ بھی موجود ہوا کرتے تھے جن کے صلاح مشوروں سے بادشاہ کام کیا کرتے تھے اور ان کی دعاؤں سے فائدہ اٹھایا کرتے تھے مگر اب وہ حال نہیں رہا بلکہ ان مسلمانوں کا بھی بنی اسرائیل والا حال ہو گیا۔ ان کو بھی خدا نے بوجہ ان کی بدکاریوں کے چھوڑ دیا تھا اور کوئی نصرت ان کی نہیں ہوتی تھی۔ وہی حال اب بھی ہو رہا ہے۔ اسلام کی نصرت اور مدد کا خدا تعالیٰ نے خود وعدہ کیا ہے مگر کوئی مسلمان بھی ہو۔ مسلمان تو خود ہی مورد قہر و عذاب الٰہی ہو رہے ہیں۔ ان کی نصرت کیسے ہو۔ یہ چند ہندوستانی مسلمانوں کی ریاستیں جو خدا کے قہر کا نشانہ بنیں۔ اگر یہ کچھ بھی نیک طینت ہوتے تو خدا ضرور ان کو محفوظ رکھتا اور ان کی نصرت کرتا۔ یہ عذاب اور تنزل جو ان کو نصیب ہوا یہ ان کی اپنی ہی بدعملیوں کا باعث تھا۔ دیکھو بنی اسرائیل کو خود موسیٰ کے ہوتے ہوئے شکست ہوئی تھی اس کی بھی یہی وجہ تھی کہ ان کی حالت خود جاذِب نصرت نہیں تھی بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو کہہ دیا تھا اس وقت مقابلہ مت کرو۔ موقعہ مناسب نہیں اور نہ ہی وہ وقت آیا ہے کہ تمہاری نصرت ہو۔

صلاح الدین ایک نیک بخت شخص تھا، نمازوں کا بھی پابند تھا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے بھی اس کی تائید کی اور سخت سے سخت مشکلات اور مخالفوں کے حملوں میں اس کو فتح نصیب کی۔ اصل بات یہ ہے کہ جب کوئی قوم بگڑ جاتی ہے اور خدا کو چھوڑ کر دنیا کی طرف جُھک جاتی ہے اور بدکاریوں اور فسق و فجور میں غرق ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایک دوسری قوم کو خود اپنے ارادہ سے اس پر مسلط کر دیتا ہے۔"

(الحکم 26-مارچ 1908ء از ملفوظات جلد 5 صفحہ 496-497)

4۔ 24-اپریل1908ء کو جناب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے ذکر کیا کہ بعض انگریز ان پادریوں سے سخت متنفر ہوتے ہیں حتیٰ کی بعض تو گرجوں کو بجائے اس کے کہ ان میں نماز پڑھیں کسی اور مفید کام پر لگالینا بہتر جانتے ہیں۔

اس پر حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ:

"اکثر ایسے کہ وہ تو خدا سے انکار کر بیٹھے ہیں کیونکہ عیسائی ہو کر سب سے پہلی نیکی شراب پینا ہے اور پھر آگے جوں جوں ترقی کرے گا اور اپنے کمال کو پہنچے گا تو کفارہ پر ایمان لاوے گا اور یقین کرے گا کہ شریعت لعنت ہے اور کہ حضرت مسیحؑ ساری اُمت کے گناہوں کے بدلے پھانسی پا کر ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو چکا۔ پھر گناہ کرے گا اور پیٹ بھر کر کرے گا اور اُسے کسی کا خوف نہ ہوگا اور خوف ہو تو کیسے؟ کیا مسیح ان کے لئے پھانسی نہیں دیا گیا؟ غرض یہ تو ان کی عملی حالت ہے پھر دُنیا کو خدائی کا جو نمونہ دیا گیا وہ ایسا کمزور اور ناتواں نکلا کہ تھپڑ کھائے۔ پھانسی دیا گیا اور دشمنوں کا کچھ نہ کر سکا۔ پس انہی باتوں سے وہ خدا کے بھی منکر ہو گئے ہیں اور وہ لوگ بیچارے ہیں بھی معذور۔ کیونکہ یہ سب امور فطرت انسانی کے بالکل خلاف پڑے ہیں۔ بھلا کفارہ ایسی بے ہودہ تعلیم سے بجز ناپاک زندگی کے اور ایسے کمزور و ناتواں خدا کے ماننے سے بجز ذلت وادبار کی مار کے اور حاصل ہی کیا؟ انہوں نے بھی فیصلہ کر لیا کہ ایسے خدا سے ہم یونہی اچھے ہیں۔ یہ ان کا قصور نہیں بلکہ تعلیم کا قصور ہے۔ آریوں کو دیکھا جاوے تو انہوں نے ذرہ ذرہ کو خدا بنا رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کے اعمال ہی ان کے سُکھ اور دُکھ کا باعث ہیں گویا ان کے اعمال ہی ان کا خدا ہیں۔ غور کا مقام ہے کہ ذرات عالم مع اپنے خواص کے خدا کی طرح ازلی ابدی ہیں تو پھر خدا کو ان پر فضلیت کیسی اور حکم کیسا؟ خواہ مخواہ مداخلت بے جا کر کے ان کی آزادی میں تصرف کرنے کا حق ہی کیا تھا خدا کا۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ وہ زمانہ آ گیا ہے کہ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے کہ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِي بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعاً (الکہف:100) موجودہ آزادی کی وجہ سے انسانی فطرت نے ہر طرح کے رنگ ظاہر کر دیئے ہیں اور تفرقہ اپنے کمال کو پہنچ گیا ہے۔ گویا ایسا زمانہ ہے کہ ہر شخص کا ایک الگ مذہب ہے۔ یہی امور دلالت کرتے ہیں کہ اب نفخ صور کا وقت بھی یہی ہے اور فَجَمَعْنٰهُمْ جمعًا کی پیشگوئی کے پورا ہونے کا بھی یہی زمانہ ہے۔"

(ملفوظات جلد5 صفحہ 538)

گورداسپور کے سفر میں رفاقت:

حضرت ڈاکٹر صاحب کو حضرت مسیح موعو علیہ السلام سے اس حد تک عشق تھا کہ آپؑ کے متعلق جہاں کا بھی علم ہوتا وہاں پہنچ جاتے۔

حضرت چوہدری محمد دین صاحب ٹیلر ماسٹر بیان کرتے ہیں کہ

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دفعہ گورداسپور میں تھے میں بھی وہاں تھا کہ اتنے میں خلیفہ رشید الدین صاحب بھی گاڑی سے تشریف لے آئے حضورؑ سے جب ملاقات ہوئی تو حضورؑ نے آپ سے پوچھا کہ کب آئے ہیں انہوں نے عرض کی کہ حضور ابھی آیا ہوں۔ فرمایا آپ اچھے ہیں؟"

(رجسٹر روایات نمبر 10 قلمی)

خلفائے احمدیت کے سفروں میں معیت:

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو جہاں قادیان میں رہ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے احمدیت کی خدمت کی توفیق ملتی رہی۔ وہاں آپ ان خوش قسمت احباب میں بھی شامل رہے جن کو بعض اسفار اور دورہ جات میں بھی خلفائے احمدیت کی رفاقت اور خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ جیسے حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ سے راضی ہو) نے 1912ء میں لاہور کا سفر اختیار فرمایا۔ جناب شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مکان کے کے سنگ بنیاد کی درخواست کر رکھی تھی مگر حضورؑ کا چونکہ وصال ہو گیا تھا اس لئے جناب شیخ صاحب موصوف نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ سے راضی ہو) سے درخواست کی جو آپ نے قبول فرمالی اور اس غرض کے لئے حضور نے 15-جون 1912ء کو لاہور کا سفر اختیار کیا۔ بہت سے دوست احباب ساتھ تھے۔ بعض خدام بٹالہ ریلوے اسٹیشن پر بروقت نہ پہنچ سکے تھے وہ دوسری گاڑی پر لاہور پہنچے۔ ان میں حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اور

حضرت مفتی محمد صادق صاحب بھی تھے۔

(حیات نور باب ہفتم صفحہ 557)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ساتھ سفر گورداسپور اور ایک خواب کی تعمیل:

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ اپنی ایک خواب اور سفر گورداسپور کا ایمان افروز ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اسی سال ایک معاملہ کے متعلق جو گورنمنٹ کے ساتھ تھا ایسا واقعہ ہوا کہ کمشنر صاحب کی چٹھی میرے نام آئی کہ فلاں امر کے متعلق میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ لیکن مجھے کل اتنا کام ہے کہ میں گورداسپور نہیں آسکتا اور قادیان سے قریب تر جو میرا مقام ہے وہ امرتسر ہے یہاں اگر آپ آسکیں تو لکھوں۔ اس چٹھی میں معذرت بھی کی گئی کہ اگر مجھے فرصت ہوتی تو میں گورداسپور ہی آتا لیکن مجبور ہوں۔ اس چٹھی کے آنے سے تین دن بعد مجھے رؤیا ہوئی کہ میں کمشنر صاحب کو ملنے کے لئے گورداسپور جارہا ہوں اور یکوں وغیرہ کا انتظام ڈاکٹر رشید الدین صاحب کر رہے ہیں۔ لیکن جس دن میں نے رؤیا دیکھی اس دن ڈاکٹر صاحب قادیان میں موجود نہیں تھے بلکہ علی گڑھ گئے ہوئے تھے۔ اور اسی رات کی صبح کو کمشنر صاحب کی چٹھی آگئی جو بلا کسی ہماری تحریک کے تھی کہ مجھے کچھ کام گورداسپور بھی نکل آیا ہے اگر آپ کو امرتسر آنے میں تکلیف ہو تو میں فلاں تاریخ کو گورداسپور آرہا ہوں آپ وہاں آجائیں۔ اس چٹھی سے ایک حصہ پورا ہوگیا مگر دوسرا حصہ باقی تھا اور وہ ڈاکٹر صاحب کی موجودگی تھی۔ ڈاکٹر صاحب ایک مہینہ کے ارادہ سے علی گڑھ اپنی چھوٹی لڑکی کی ٹانگ کا آپریشن کرانے کے لئے گئے تھے اور ابھی ان کے آنے کی کوئی امید نہ تھی مگر دوسرے دن ہمیں گورداسپور جانا تھا کہ اتنے میں ڈاکٹر صاحب آگئے اور بیان کیا کہ جس ڈاکٹر صاحب نے آپریشن کرنا تھا اُس نے ابھی ٹانگ کاٹنے سے انکار کردیا ہے اور کہتا ہے کہ ایسا کرنا سرجری کی شکست ہے میں پہلے یونہی علاج

کروں گا۔اس لئے میں نے سردست ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور واپس آ گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غرض اس طرح دوسرا حصہ بھی پورا ہو گیا (اور وہ ہمارے ساتھ سفر پر گئے)"

(حقیقۃ الرؤیا از انوار العلوم جلد 4 صفحہ 125-126)

گورداسپور کے ایک اور سفر میں معیت:

امپیرئیل انڈین ریلیف فنڈ کے متعلق ایک جلسہ گورداسپور میں منعقد ہوا۔جس کے اغراض ومقاصد کے ساتھ احمدیہ جماعت کو کامل اتفاق تھا۔حضرت صاحبزادہ صاحب گورداسپور تشریف لے گئے۔آپ کے ساتھ صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب وعزیز ناصر احمد صاحب،خلیفہ رشید الدین صاحب گئے۔

(الفضل 30-اگست 1914ء)

سفر لاہور میں معیت اور حضرت ڈاکٹر صاحب کی جرأت مندی

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اپنے ایک سفر کی کہانی بیان کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں۔

"میں ایک دفعہ لاہور سے آ رہا تھا۔دو تین دوست مجھے اسٹیشن پر چھوڑنے آئے۔یہ 1910ء کا واقعہ ہے۔جب ہم ریل کے ایک کمرہ میں داخل ہونے لگے تو اس کے آگے کچھ لوگ کھڑے تھے۔میاں محمد شریف صاحب جو آج کل امرتسر میں ای۔اے۔سی ہیں انہوں نے مجھے کہا آپ اس میں نہ بیٹھیں۔اس میں فلاں پیر صاحب اور ان کے مرید ہیں۔(یہ پیر صاحب پنجاب کے مشہور پیر ہیں اور اس وقت ہمارے صوبہ کے پیروں میں شاید ان کی گدی سب سے زیادہ چل رہی ہے) شاید کچھ نقصان پہنچائیں۔اس پر کوئی اور

کمرہ تلاش کیا گیا مگر نہ ملا۔میاں صاحب نے مشورہ دیا کہ سیکنڈ کلاس میں جگہ نہیں انٹر ہی میں بیٹھ جائیں لیکن ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب بھی ساتھ تھے انہوں نے کہانہیں اسی کمرہ میں بیٹھنا چاہئے۔ان لوگوں کا ڈر کیا ہے۔میں تو پہلے ہی دل سے یہ چاہتا تھا۔چنانچہ میں اسی کمرہ میں جا کر بیٹھ گیا۔"

(تقدیر الٰہی از انوار العلوم جلد 4 صفحہ 490-491)

اور یوں حضرت ڈاکٹر صاحب کی جرأت مندی سے یہ سفر تبلیغ احمدیت کا موجب بنا۔

اس کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ نے 03- مئی 1918ء کو تبدیلی آب وہوا کے لئے حضرت اماں جان کے ہمراہ بمبئی کا سفر اختیار کیا تو ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب قافلہ میں شامل تھے۔اور 22- جون 1918ء کو ڈلہوزی کے سفر میں آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ سفر میں رفاقت اور خدمت کی توفیق ملی۔

31- جولائی 1920ء میں دھرم سالہ ڈلہوزی کے لئے حضور آپ کے بیٹے خلیفہ تقی الدین کو ساتھ لے گئے۔اس دورہ کے دوران ڈلہوزی کے مقام پر لندن کے علاقہ پٹنی میں بیت احمدیہ کی تعمیر کے لئے ایک قطعہ زمین معقول قیمت پر خرید کی روح افزاء خوش خبری حضور کو ملی۔حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے اس خوشی میں ایک جلسہ کرنے کی تجویز پیش کی جو حضور نے قبول فرمالی۔15 کے قریب احباب نے شمولیت کی قریباً ہر ایک نے اپنے اپنے اشعار پڑھے۔میاں (خلیفہ) تقی الدین نے بھی اپنی رباعی پیش کی۔

(سیرت حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی صفحہ 189-191)

احباب جماعت کو مرکز سے رابطہ رکھنے کی اپیل

آپ کا دل ہر وقت اس فکر میں رہتا تھا کہ دورونزدیک کے تمام احمدی احباب وخواتین اور بچوں کا مرکز کے ساتھ پختہ تعلق قائم ہو۔اس سلسلہ میں بھی آپ کی مساعی قابل قدر ہے ایک موقعہ پر انجمنیں قائم کرنے ،مرکز سے رابطہ رکھنے اور باقاعدگی سے رپورٹس وچندہ جات بھجوانے کی اپیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"یہ (انجمنوں کی تعداد) بہت کم ہے۔اس لئے میں سیکرٹری صاحبان کی خدمت میں عرض کروں گا۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا ۔سارا سال محنت کر کے اپنے حالات سال کے بعد بھی قادیان میں نہ لکھنے کیسا معیوب امر ہے؟ فرض کیا کہ حال اچھا نہیں۔مگر کیا حرج ہے دعا ہی ہو جاوے گی۔تا کہ آئندہ ترقی ہو۔اس لئے آپ بہت احتیاط فرماویں۔اور آئندہ ساری شاخوں کے حالات کم سے کم سال کے بعد ایک دفعہ تو آ جانے چاہئیں۔جس گاؤں میں ایک احمدی ہو وہ بھی اپنے حالات اپنے بیوی بچوں کے حالات لکھ سکتا ہے کہ ان کو احمدیت سے کتنی واقفیت ہے؟اور کتنا چندہ دیتے ہیں بچوں نے کتنے پیسے سال میں احمدی سلسلہ کی ضروریات کے لئے الگ کئے۔اور بیوی نے کیا کچھ دیا؟ ہر سال اگر یہ حالات آ جاویں تو امید کی جاتی ہے کہ صرف اس خیال ہی سے کہ آئندہ ترقی ہو۔سلسلہ کو بہت مدد ملتی رہے گی یہ فائدہ ہے رپورٹ لکھنے کا۔امید ہے کہ آئندہ آپ یاد رکھیں گے۔"

(سالانہ رپورٹ صدر انجمن احمدیہ 1919-20)

باب نمبر 6:

جلسہ ہائے سالانہ میں شمولیت

☆ جلسہ سالانہ میں شمولیت

☆ افسر جلسہ سالانہ کی حیثیت سے شمولیت اور خدمات

☆ چندہ جلسہ سالانہ کے لئے تحریک

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کم وبیش ہر سال جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے تشریف لاتے رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت اختیار کرنے میں طمانیت محسوس کرتے اور شفا خانہ وغیرہ اور دیگر جگہوں پر ڈیوٹی دینے میں سعادت بھی سمجھتے۔ آپ کی جلسہ سالانہ میں شمولیت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں ریکارڈ بھی کیا ہے۔

1892ء کے جلسہ سالانہ کی روئیداد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "آئینہ کمالات اسلام" میں درج فرمائی ہے۔ جس میں تحریر فرمایا ہے کہ پہلے جلسہ میں 75 کے مقابل پر امسال 327 اصحاب نے شرکت کی ہے۔ ان 327 اصحاب کی فہرست معہ پتہ جات درج فرمائی۔ جس میں 247 نمبر پر آپ کا نام یوں درج ہے۔

247۔ خلیفہ رشید الدین صاحب لاہور (میڈیکل سٹوڈنٹ)

(آئینہ کمالات اسلام از روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 625)

1906ء کے جلسہ سالانہ میں آپ آگرہ سے تشریف لائے۔

(بدر 27- دسمبر 1906ء)

اور اس جلسہ کی روئیداد اخبار بدر نے یوں ریکارڈ کی ہے۔

"جیسا کہ پچھلے اخبار میں لکھا جا چکا ہے اس سال میں احباب کی آمد پچھلے سالوں کی نسبت جلد شروع ہوگئی تھی۔ 22 تاریخ کو ہی احباب کی تعداد بہت بڑھی ہوئی تھی۔ اور کل آنے والوں کی تعداد اگرچہ اندازہ نہیں ہوسکتا تاہم جمعہ تک چودہ سو (1400) کے قریب آدمی ضرور تھے۔ جن میں سے بعض دوستوں کے نام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ جن کو اکثر لوگ پہچانتے ہیں ان دوستوں کی آمد جمعہ کی صبح تک جاری رہی۔۔۔۔۔۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب آگرہ سے تشریف لائے اور اس کے بعد 2 دسمبر کی صبح کو حضرت اقدس مہمانوں کی خاطر صبح دس بجے کے قریب باہر سیر کے واسطے چلے گئے۔ احباب کثرت سے تھے۔

ہر ایک عاشقانہ طور پر حضور کے دیدار کے واسطے آگے کی طرف دوڑتا تھا۔"

(بدر جنوری 1907ء)

1908ء کے جلسہ میں آپ نے انگریزی میں خطاب بھی فرمایا جو تقاریر کے حصہ میں آ رہا ہے۔ نیز 1925ء کے جلسہ میں مستورات کے حصہ میں بچوں کی پرورش پر آپ کی تقریر تھی۔

(الفضل یکم دسمبر 1925ء)

جلسہ سالانہ میں شمولیت اختیار کرنے اور خدمات بجا لانے کا یہ سلسلہ تادم وفات جاری رہا۔ 1917ء کے جلسہ سالانہ میں بطور جنرل سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ شامل ہوئے۔ کامیاب جلسہ سالانہ کے انعقاد پر آپ نے ان الفاظ میں احباب کا شکریہ ادا کیا۔

"میں اب سب احمدیان قادیان کا اور ممبران سب کمیٹی برائے انتظام جلسہ سالانہ کا خصوصاً صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب وصاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب ومیاں عبد اللہ خاں صاحب اور ماسٹر محمد دین صاحب بی۔اے کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے دن رات محنت اور مشقت اٹھا کر اور گرم بستروں کو خیر باد کہہ کر اپنے عزیز مہمانوں کی خاطر مدارت کی۔ جزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء"

(اصحاب احمد جلد 12 صفحہ 89)

افسر جلسہ سالانہ اور دیگر حیثیتوں میں جلسہ سالانہ میں نمائندگی

آپ کو جلسہ سالانہ میں فرد جماعت کی حیثیت سے ہی شمولیت کی توفیق نہیں ملی بلکہ بحیثیت افسر لنگر خانہ، افسر شفاخانہ، جنرل سیکرٹری اور افسر جلسہ سالانہ کی حیثیت سے بھی قابل قدر خدمات کی توفیق ملتی رہی جس کا ذکر اس کتاب کے مختلف حصوں میں آ رہا ہے تاہم ایڈیٹر صاحب ریویو نے بطور افسر جلسہ سالانہ آپ کی خدمات کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے۔

جلسہ سالانہ قادیان دسمبر 1920ء جس کا انتظامات میں ڈاکٹر صاحب موصوف کا کافی ہاتھ تھا۔
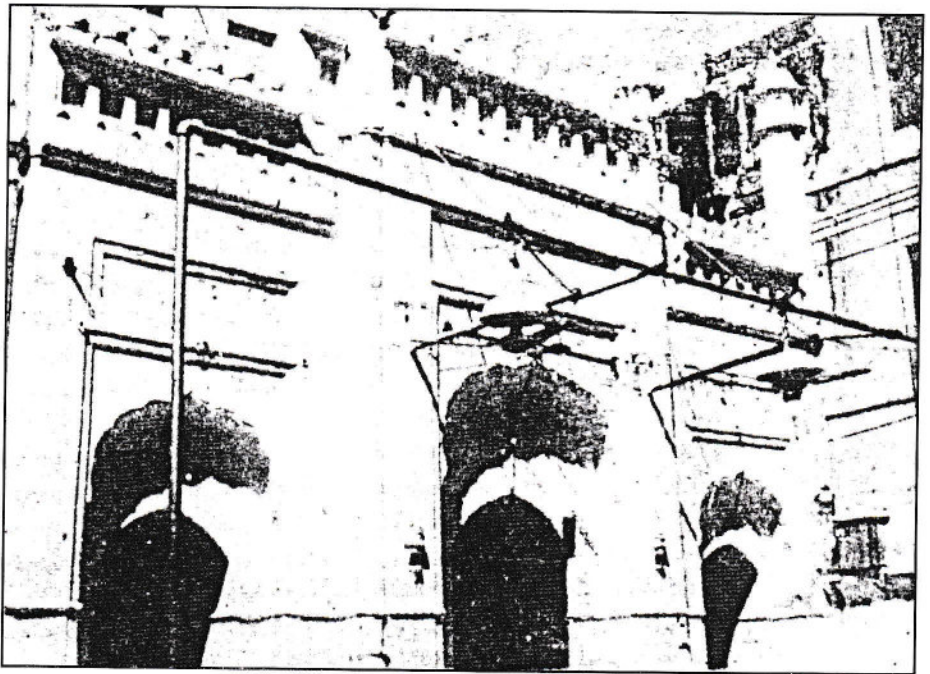
مسجد بکن خاں ڈھل محلّہ اندرون موچی دروازہ لاہور۔
جہاں حضرت ڈاکٹر صاحب کے والد ماجد نے انجمن حمایت اسلام کی بنیاد رکھی

"ان سب کے علاوہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے جس محنت اور جانکاہی سے ایام جلسہ میں کام کیا وہ خاص طور پر قابل شکریہ ہے۔افسر لنگر خانہ کی حیثیت سے جناب خلیفہ صاحب موصوف نے جس جان سوزی سے کام کیا ہے اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ان کی صحت کے خیال سے بعض وقت مجھے اور ان کے دوسرے احباب کو ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا پڑا کہ وہ تھوڑا آرام بھی کرلیا کریں ایسا نہ ہو کہ ان کی صحت پر بُرا اثر پڑے۔ان سب احباب کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کو جزائے خیر دے۔"

(ریویو آف ریلیجنز اردو دسمبر 1911ء ور پورٹ صدر انجمن احمدیہ دسمبر 1911ء)

جلسہ سالانہ کے لئے چندہ کی تحریک:

جلسہ سالانہ میں شرکت کے ساتھ ساتھ اس کے لئے چندہ کی تحریک بھی گاہے بگاہے آپ کرتے رہے۔چنانچہ ایک دفعہ آپ کی جانب سے "سالانہ جلسہ کے متعلق ضروری اطلاع" کے عنوان سے ریویو آف ریلیجنز میں یہ اعلان شائع ہوا۔

برادران۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خداوند کریم کے فضل وکرم سے وہ دُور دراز ملکوں کے بھائیوں کی ملاقات اور بڑے بڑے برکات اور فیوض کے حصول کے ایام یعنی جلسہ سالانہ قریب آ گیا ہے اس سالانہ اجتماع کے فوائد مفصل طور پر بیان کرنا میرے خیال میں چنداں ضروری نہیں صرف اتنا تحریر کرنا کافی ہے کہ یہ اجتماع اُس مقدس انسان کا تجویز کیا ہوا ہے جو اس عالم کی تمام تاریکیاں دُور کرنے اور دین حق کی ڈوبتی ناؤ کے بچانے کے واسطے ناخدا بن کر آیا تھا اس لئے یہ اجتماع اس زمانہ کی تمام زہروں کے واسطے تریاق اور دین حق کے تمام دنیا میں پھیلانے کا ایک ذریعہ ہے جس کے قیام اور بارونق بنانے میں ہم کو اپنے اوقات اور مال اور تمام فوائد کو حتی الوسع قربان کر دینا چاہئے۔جہاں تک ہو سکے سعی کرنی چاہئے کہ یہ خدا کے فرستادہ کا تجویز کیا ہوا کام خیر وخوبی سے پورا ہو لیکن میرے خیال میں یہ کام جس قدر ضروری اور اہم ہے اس سال اسی قدر مشکل اور صرف کثیر کو بھی چاہتا ہے کیونکہ قحط کی وجہ سے ہر شے پچھلے تمام سالوں سے اس سال زیادہ گراں ہے سو اس کے لئے وہ ہر شخص جس نے

احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا وعدہ کیا ہے کوشش اور ہمت کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور بہت جلد اس عظیم الشان کام کے شروع کرنے کے واسطے خود اور اپنے گرد و پیش کے احباب سے روپیہ جمع کر کے روانہ کرے تا کہ اشیاء خریدی جائیں اور تیاری شروع ہو جائے کیونکہ ضروری اشیاء کی فراہمی میں جس قدر دیر ہوگی زیادہ خرچ ہوگا نیز وقت پر بعض چیزوں کا ملنا دشوار ہوگا۔

والسلام

خلیفہ رشید الدین

دفتر بیت المال

باب نمبر 7:

تقاریر و خطابات و تحریرات

- ☆ خلافت اولیٰ کے پہلے جلسہ سالانہ پر انگریزی میں خطاب
- ☆ سیرۃ النبی پر تقاریر
- ☆ جلسہ ایمپائر ڈے پر سیرۃ النبی کی تقریر
- ☆ ایک ہر دلعزیز ڈاکٹر استاد
- ☆ حُسن کے ڈاکو
- ☆ یسوع کی صلیبی موت پر علمی نظر
- ☆ حضرت ڈاکٹر صاحب بطور شاعر

آپ ایک کامیاب ایڈمنسٹریٹر کے ساتھ ساتھ منجھے ہوئے مقرر بھی تھے۔مختلف مواقع پر آپ کی تقاریر آپ کی شخصیت کی عکاسی کرتی ہیں ۔مگر افسوس ہمارے لٹریچر میں ان کی زیادہ تقاریر ریکارڈ میں نہیں رہ سکیں۔ جو ملی وہ یہاں دی جارہی ہیں۔

خلافت اولیٰ کے پہلے جلسہ پر انگریزی میں خطاب:

خلافت اولیٰ کے پہلے جلسہ سالانہ پر مورخہ 27-دسمبر 1908ء کو رات کی کانفرنس پر آپ نے انگریزی میں مدلل، پُر مغز اور جذباتی خطاب فرمایا۔سارے خطاب کو پڑھ کر آپ کی جماعت سے محبت اور اس پیغام کو دُنیا بھر میں پھیلانے کی جولو آپ کے اندر موجود تھی اس کا پتہ چلتا ہے۔

مکرم ایڈیٹر صاحب اخبار الحکم نے اپنی رپورٹنگ بابت جلسہ سالانہ میں تحریر کیا۔

"رات کو کانفرنس کے وقت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے انگریزی میں ایک لیکچر دیا جس میں آپ کا منشاء اُن تجاویز کا بتانا تھا۔جن کو ممالک غیر میں اشاعت کے لئے اختیار کیا جاوے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کے اس لیکچر سے مستفیض نہ ہوسکا۔بحوالہ عزیز ہمعصر بدر آپ نے فرمایا کہ ممالک غیر میں ہمیں اسلام پھیلانے کے لئے عربی کے سوا دوسری زبانیں بھی سیکھنی چاہئیں بہت ہی عمدہ بات ہے ممالک غیر میں اشاعت اسلام کے سوال پر ہمیں بہت توجہ کرنی چاہئے۔ میں ڈاکٹر صاحب کی رائے سے بالکل متفق ہوں۔"

(الحکم 07-جنوری 1909ء)

انگریزی بولنے والے ممالک میں تبلیغ احمدیت

ترجمہ لیکچر انگریزی (جو رپورٹ جلسہ سالانہ میں شائع ہوئی)

تبلیغ واشاعت اسلام کے مضامین میرے معزز دوستوں نے اس جلسہ سالانہ میں بہت بیان فرمائے ہیں اب پھر میرا انہیں کو دوہرانا فضول معلوم ہوتا ہے۔ خصوصاً ایسے وقت شب میں جب آپ تھکے ہوئے ہیں اور آرام ونیند کے زیادہ مستحق معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن یہ مسئلہ جو آپ کے سامنے پیش ہے اور جس کی نسبت آپ میں سے بہت اصحاب غور کر رہے ہیں بہت ہی اہم ہے چنانچہ بار بار کے ذکر سے یا نیند کی خواہش سے اُس کی اہمیت بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے اور فی الحقیقت ہم نے بہت نیند کر لی ہے ہمیں قریباً ایک ہزار سال مذہبی نیند میں گذر گیا۔ اُس زمانہ سے جب مسلمان دولت منداور فارغ البال ہو کر اسلام کی اصل منشاء جس کو حضرت افضل النبین والمرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مقدس ؓ نے عملاً ظاہر فرمایا تھا۔ بھول گئے۔

صاحبان! ہم بہت سو چکے۔ اب جاگنے کا وقت ہے اب ہمیں غور وفکر کرنا چاہئے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم کی زندگیاں کیسی بسر ہوئیں کیونکہ ہمیں بھی واخرین منھم ہونے کا دعویٰ ہے اور دیکھنا چاہئے کہ اُنہوں نے کیسے اسلامی صداقتوں کو دنیا میں پھیلایا۔ مجھے ہرگز یہ گمان بھی نہیں ہے کہ آپ میں سے کوئی بھی ان کے تبلیغ اسلام کے طریقوں کو پرانے اور زمانہ حال کے لئے نامناسب خیال کرتا ہو اور اس مہذب زمانہ میں اُن طریقوں پر چلنے کو بُرا سمجھتا ہو۔ زمانہ بیشک اور کا اور ہو گیا ہے لیکن انسانی سرشت قریباً وہی ہے جو قدیم سے چلی آتی ہے جو کام پہلے کر گئے وہ اب بھی ہو سکتا ہے بلکہ اب تو بہت آسان ہو گیا ہے ان کو بہت مشکلات تھیں کہ عام مذہبی اور خیالات ظاہر کرنے کی آزادی بھی اُنہیں پہلے قائم کرنی تھی جس کے واسطے طاقت کے مقابل پر اُنہیں جسمانی زور وطاقت برتنی پڑی لیکن اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تبلیغ اسلام کی راہ میں ایسے کوئی مشکلات نہیں اب دنیا کی طاقتیں اور حکومتیں آزادانہ خیال رکھتی ہیں اور حکمت پر مبنی ہیں اور انہوں نے بہت دانشمندی سے مذہبی معاملات میں خیالات اور کلام کی آزادی دے رکھی ہے کوئی شخص اس زمانہ میں کسی کو جبراً اپنا مذہب قبول نہیں کرا سکتا اس لئے ہم اس آزادی

مذہبی کے واسطے ایسی گورنمٹوں کے شکر گزار ہیں خصوصاً ہم تہ دل سے اپنی مہربان برٹش گورنمنٹ کا شکریہ ادا کرتے ہیں جو دنیا کی ساری گورنمٹوں سے زیادہ لبرل ہے اور جس کے سایہ عاطفت میں ہر ایک شخص کو خاطر خواہ مذہبی آزادی حاصل ہے لڑائی کے حصہ کو علیحدہ کر کے (اور یہ علیحدہ کرنا اس لئے ضروری ہے کہ اصلی مشن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرامؓ سے کوئی تعلق نہ تھا جیسے میں نے اوپر بیان کیا ہے صرف بہت ظلم اور اشتعال کی مدافعت میں مجبوراً استعمال کیا گیا تھا) میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ سب طریقے تبلیغ اسلام کے جوانہوں نے برتے تھے وہ سب اب بھی بغیر کسی اعتراض کے استعمال ہو سکتے ہیں بلکہ اور مذاہب والے جو اپنے مذہب کو بہت زور سے پھیلا رہے ہیں وہ بھی اُنہیں طریقوں کو برتتے ہیں لیکن نہ اس کا۔۔۔۔اقرار کرتے ہیں اور نہ مشکور ہوتے ہیں۔

اب میں آپ کو وہ اصول سناتا ہوں جن پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرامؓ نے عمل کیا تھا اور پھر آپ کو بتاؤں گا کہ انگریزی بولنے والے ملکوں میں یہ اصول کیسے عملدر آمد میں آسکتے ہیں۔ قرآن شریف ان کی طرف مفصلہ ذیل آیات میں اشارہ کرتا ہے۔

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون ۔کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر ۔ انفروا خفا فاوثقالا وجاھدوابامو الکم وانفسکم۔ وماکان المؤمنین لینفروا کافة فلولا نفرمن کل فرقة منھم طائفة لیتفقھوا فی الدین ولینذر واقومھم اذارجعوا الیھم ۔ یتلوا علیھم اٰیاتک ویعلمھم الکتاب والحکمة ویزکیھم ۔وکذلک جعلنا کم امة وسطا لتکونوا شھدآء علی الناس و یکون الرسول علیکم شھیداً ۔ ان تبرواو تتقوا وتصلحوا بین الناس۔ لااکراہ فی الدین قدتبین الرشد من الغی فمن یکفربالطاغوت و یؤمن باللہ فقداستمسک بالعروة الوثقیٰ ۔ ان الدین عند اللہ الاسلام فان حاجوک فقل اسلمت وجھی للہ ومن اتبعن وقولوا للناس حسنا ۔ لتبلون فی اموالکم وانفکسم ۔ ولئن قتلتم فی سبیل اللہ اومتم لمغفرة من اللہ ورحمة خیر ممایجمعون ۔والذین جاھدوا فینا

لنهد ينهم سبلنا . قل يا اهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئاً ولا يتخذ بعضنا بعضا اربابامن دون الله فان تولوا فقولوا اشهد وابانا مسلمون ۔ ادع الىٰ سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتى هى احسن ولا تجادلوا اهل الكتاب الا بالتى هى احسن ۔ واعدوا لهم مااستطعتم من قوة ۔ ليهلك من هلك عن بينة ويحيى من حى عن بينة قد خلت من قبلكم سنن فسيروا في الارض ۔ وما ارسلنا الا كافةللناس ۔ هذا بيانٌ للناس وهدى وموعظة للمتقين ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الا علون ان كنتم مؤمنين ۔

ان آیات کا ماحصل یہ ہے کہ یہ ضروری ہے کہ مسلمانوں میں سے ایک ایسی جماعت تیار ہو جو نیک کام کرنے کی طرف لوگوں کو بلائے اور بُرے کاموں سے روکتے رہیں اور ایسے مسلمانوں کی نسبت خدا تعالیٰ یہ پیشگوئی کرتا ہے کہ وہ ضرور کامیاب ہو جاویں گے اور تمام لوگوں سے ایسے تم مسلمان ہی بہتر ہو جو اس طرح مخلوق خدا کو ہدایت کرتے ہو اور ان کی سچی خیر خواہی کرتے ہو اس واسطے ایسے عمدہ کام کے واسطے ہلکے ہو کے بھی سفر کرو اور خوب ساز و سامان اور اسباب تبلیغ واشاعت کتب واخبار و دیگر مدد گاروں کو لے کر بھی ملک خدا میں نکلو اور اپنے مال اور جانوں کو اسی تجارت میں لگا دو لیکن سارے مسلمان اس کار خیر کے واسطے سفر نہیں کر سکتے ۔اس لئے ہر ایک جماعت میں سے ایک گروہ اس کام کے لئے تیار ہو جائے اور دین کے دقائق وحقائق کے خوب ماہر ہو جائیں اور اس لائق ہو جاویں کہ عذاب وغضب الٰہی سے لوگوں کو ڈرانے کے قابل ہو جاویں اور اس کا یہ طریقہ ہے کہ وہ رُسل یا ان کے خلفاء راشدین کی صحبت میں رہ کر آیات قرآن شریف کو سنیں پھر ان کا مطلب سیکھیں اور اس کی پکی باتوں پر عمل کرنے والے کو دیکھ خود پھر اسی کے کار بند ہو جاویں اس طرح سے وہ اُستاد کامل ان کا تزکیہ کر دے اور روح القدس سے ان کو بھر دے اور اُن میں کوئی نفسانیت نہ رہ جائے بلکہ اللہ اللہ فی اصحابی کے وہ نمونہ بن جاویں ۔ ایسے لوگ میانہ رو کہلاویں گے ان میں نہ افراط ہو نہ تفریط اور اور لوگوں کے لئے وہ کسوٹی یا محک بن جاویں گے کیونکہ ان کے لئے رسول نمونہ تھا اور وہ نمونہ رسول بن جاویں گے ایسے مبلغین نیکوکاری اور تقویٰ میں ترقی کرتے جاویں گے یہاں تک کہ مخلوقِ خدا کی اصلاح کرنے کے لائق ہو جاویں گے ۔

پھر خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ

دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں ہے نیکی اور ہدایت کا رستہ کجروی سے بالکل عیاں ہوگیا ہے تو اب اگر ایک شخص بُری بات سکھانے والے شیطان سے الگ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرتا ہے تو ایسے شخص نے بہت مضبوطی سے اپنی نجات کے طریق کو اختیار کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سچا دین اسلام ہی ہے (اس واسطے ایسے مبلغین اسلام کے پھیلانے ہی میں کوشش کریں) اور اگر کوئی ایسے مبلغین سے اس بارے میں جھگڑے تو اُنہیں ایسے لوگوں کو یہ جواب دینا چاہئے کہ ہم نے تو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے بالکل فنا کر دیا ہے اور سچے مسلم یعنی فرمانبردار ہو گئے ہیں اور ایسے ہی ہمارے ساتھی (اور جو نتیجہ ہمیں اس کا ملا ہے وہ عرفان الٰہی ہے جس کا سرور ساری دنیا کے مزوں سے بہت ہے اس واسطے جو چاہئے خوشی سے وہ ایسے مذہب میں داخل ہو جاوے) لیکن یہ باتیں لوگوں سے بہت نرمی اور حسن اخلاق سے کہنی چاہئیں کیونکہ بعض لوگ ایسے بھی ہوں گے جو تمہیں اس تبلیغ کے کام میں مالی یا جانی تکلیف دیں گے لیکن تم اس کو ابتلائے الٰہی سمجھنا جس سے تمہاری ترقیات ہوں گی بلکہ اگر تم اس للہی کام میں مارے بھی گئے یا تکالیف وصعوبت سفر سے مر بھی گئے تو اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی نظر شفقت ورحمت تمام دنیا کے مال وعیش وعشرت سے بہتر ہے۔

بااین ہمہ اللہ تعالیٰ پیشگوئی فرماتا ہے کہ

جو لوگ ہماری راہ (دعوت الی اللہ) میں سعی بلیغ کریں گے اُن کی ہم خود ہدایت کریں گے اور فرشتوں کی مدد سے ان کے کام میں آسانی پیدا ہوگی اور مشکلات معجزانہ طور سے رفع ہوتی رہیں گی۔

اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ وغیرہ کے ملک میں اگر تبلیغ کرنی ہو تو ان کو کہنا چاہئے کہ جو کچھ تمہاری اور ہماری کتابوں میں بات ملتی جلتی ہے آؤ تو پہلے اُس میں ہم متفق ہو جاویں یعنی سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی عبادت نہ کیا کریں نہ اپنی ہوا و ہوس کی نہ دنیا کی اور نہ بڑے بڑے اور ہم میں سے دولت مند آدمیوں کی یا ان کے بتوں یا قبروں کی۔ پس اگر وہ یہ بات نہ مانیں تو اُنہیں کہہ دو کہ تم دیکھتے رہنا کہ ہم کس طرح صرف اللہ تعالیٰ کے کامل مطیع و وفادار ہیں۔ اس تبلیغ کے کام کو بہت پکی باتوں سے اور بہت نرم اور خوبصورت الفاظ میں ادا کرنا چاہئے اور اگر مباحثہ ہی کرنا پڑے تو بھی احسن طریق سے نبھانا چاہئے خصوصاً اہل کتاب سے تو بہت ہی نرمی اور خوش اخلاقی برتنی چاہئے اور لڑائی دنگہ کا کوئی موقع پیدا نہیں کرنا چاہئے لیکن ایسے مباحثات کے لئے

جو کچھ تمہاری طاقت میں ہے مہیا کرو خواہ وہ مطابع اور طبع کتب ورسائل ہو خواہ لائبریریوں کا بہم پہنچانا ہو خواہ اپنا سارا مال خرچ کرنا ہو خواہ اپنی جان ہی فدا کرنی پڑے یہ اس لئے ضروری ہے کہ ایسے مضبوط دلائل مسلمانوں کے پاس ہوں کہ مخالف ان کے سننے سے گویا مرہی جاویں اور پھر اُن کو سر اٹھانے کا موقع نہ رہے اور تم جو جیتو تو ایسے مضبوط دلائل کے ذریعہ سے کہ تم ہمیشہ کے لئے زندہ ہو جاؤ تم سے پہلے بہت سے مذاہب گذر چکے ہیں اور ان کے پیرواب تک مختلف ممالک میں موجود ہیں۔سو جاؤ زمین خدا میں سفر کرو اور ان کی اصلاح کرو کیونکہ تمہارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم صرف عرب کے واسطے ہی نہیں بھجوایا گیا بلکہ کل دنیا کے لوگوں کے واسطے۔ یہ قرآن شریف کل عالم کے واسطے ان کی نجات کے طریقوں کو بیان کرتا ہے اور ان کی ہدایت کرتا ہے اور ان میں سے جو نیکوکار ہوتے ہیں ان کے لئے خاص طور سے دستور العمل بن جاتا ہے پس اے مسلمانو! تم خلق خدا کی اصلاح وہدایت کے کام میں نہ تھکنا اور نہ کوئی غم کرنا بلکہ کام میں لگے رہنا اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تم ہی بالا رہو گے اور جیت جاؤ گے بشرطیکہ تمہارا تعلق خداوند تعالیٰ کے ساتھ اور تمہارا اعتقاد اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب کے ساتھ مضبوط رہے۔

یہ ہے مطلب اُن آیات کا جو میں نے اوپر پڑھیں اور جس کسی نے حضرت افضل الرسل وسید المبلغین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کرامؓ کی سیرت مقدس اور تاریخ مظہر دیکھی ہوگی اُس پر ظاہر ہو جائے گا کہ کس طرح ان پاک نفوس نے ان قرآن شریف کی ہدایات کی پیروی کی اور کس طرح احسن طریق سے خلق خدا کے دلوں سے گند ہٹا کر ان کی اصلاح کی۔ اگر کوئی صاحب اسلامی تاریخ سے نابلد ہو تو اُسے چاہئے کہ مسٹر آرنلڈ کی مواعیظ الاسلام کتاب "پریچنگ آف اسلام" کا مطالعہ کرے اور اُس کو معلوم ہو جاوے گا کہ کس احسن طریق صلح وصفائی سے اسلام ایشیا، افریقہ اور یورپ میں بغیر کسی قسم کے جبر کے پھیل گیا۔ مثلاً ایک نمونہ تبلیغ واشاعت اسلام کا اس کتاب سے نقل کرتا ہوں کہ ایک قوم قابیل جو الجیریا افریقہ میں رہتی تھی ان کی اصلاح منظور تھی اور شیخ کامل نے چند اپنے شاگرد اس کام کے لئے متعین فرمائے اور رخصت کے وقت ان کو یوں ہدایت کی کہ یہ ایک ضروری فرض ہمارے ذمہ ہے کہ ہم نور اسلام کو اُن ممالک میں پھیلائیں کیونکہ ان میں مذہب کی خوبیاں کچھ باقی نہیں رہیں۔ نہ ان قابیل قوم میں کچھ مدارس ہیں اور نہ ان میں کوئی عالم شیخ ہے جو ان کے بچوں کو اخلاق اور اسلام کی خوبیاں سکھائے اور اس لئے وہ حیوانوں کی طرح

زندگی بسر کرتے ہیں نہ خدا کی پہچان باقی ہے نہ کسی مذہب کے حدود۔ ان قباحتوں کے مٹانے کے واسطے میں نے تم جیسے مستعد جوشیلے اور عالم اصحاب کو چنا ہے اور میں تمہیں اس کام کے لئے تحریص دلاتا ہوں اب ان پہاڑیوں کو اسلام سے جہالت کے گڑھے میں نہ گرنے دو۔ جاؤ اور ان کی مذہبی آگ جو بجھنے کے قریب ہے اس میں پھونکو اور ٹھنڈے کوئلوں کو پھر مشتعل کرو۔ جو کچھ اُن میں غلطیاں اور بدیاں پاؤ وہ ان سے دور کرو یہ غلطیاں اُن کی پہلے مذہب عیسائیت کا نتیجہ ہیں اور اُن کو سمجھا دو کہ ہمارے آقائے نامدار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب مقدس میں ناپاکی برخلاف عیسائیوں کے دستور العمل کے خداوند تعالیٰ کی نظر میں مقبول نہیں ہوسکتی۔

نوٹ: اُس زمانہ کے عیسائی مفصلہ ذیل ہدایات شائع کیا کرتے تھے کہ کسی عیسائی کو خود یا اس کی عورت کو یا اور اشخاص کو بالکل اجازت نہ دی جاوے کہ وہ گھر میں یا حماموں میں یا کہیں اور جا کر اپنے بدن کو پاک کریں یا نہائیں۔

(کتاب جے مارگن جلد دوم صفحہ 256)

یہ بات تم پر پوشیدہ نہ رہے کہ اس اصلاح کے کام میں تمہیں بہت مشکلات پیش آئیں گی۔ لیکن تمہارا اعلیٰ جوش مذہبی اور حلاوت ایمان تمہیں بفضلہ ان تمام مشکلات کے رفع کرنے میں مدد دے گا میرے بچو جاؤ اور اُن بیچاروں کو جو جہالت اور بداعتقادی کے گڑھے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ پھر خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لاؤ جاؤ۔ میرے پیارو نجات کا پیغام لے کر جاؤ اور خداوند تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو اور فلاح ونصرت عطا فرماوے۔

پھر آگے چل کر مصنف کتاب لکھتا ہے کہ

یہ مبلغین پانچ پانچ چھ چھ مختلف سمتوں میں نکل گئے اُن کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے ہاتھ میں عصا تھا اور پہاڑ کے سخت ویرانوں اور غاروں میں انہوں نے اپنے حجرے قائم کئے ان کی ریاضت اور عبادت کا شہرہ قوم قابیل میں پھیل گیا وہ ان کی طرف ایسے کھچے کہ ان سے دوستانہ تعلقات پیدا کرنے کے خواہش مند ہوئے اور آہستہ آہستہ ان مبلغین کے طبی علم اور دیگر علوم وفنون کے اثر سے لوگ موثر ہونے لگے اور ہر ایک حجرہ اسلامی تعلیم کا ایک مرکز بن گیا۔ طلباء علم کی تحصیل کے لئے جمع ہوگئے اور یہی طلباء تحصیل کے بعد اپنی قوم کے

لئے مشنری بن گئے ۔ یہاں تک کہ اسلام قابیلوں کے تمام ملک اور دیہات بلکہ الجیریا کے صحرا میں پھیل گیا۔

(پریچنگ آف اسلام آرنلڈ صفحہ 109-110)

صاحبان! زبان انگریزی آج کل دنیا میں مروج ہوتی جاتی ہے ہندوستان میں بھی بنگال، مدارس، برہما اور بمبئی میں اگر آپ چلے جائیں جہاں شائد آپ کی اردو یا پنجابی لوگ نہ سمجھ سکیں اور اشاعت اسلام کے لئے کچھ مفید نہ ہو وہاں آپ تعلیم یافتہ لوگوں کو انگریزی میں وعظ و نصیحت کر سکتے ہیں یہی حال جزائر برطانیہ، امریکہ اور دیگر مہذب ملکوں کا ہے اس واسطے ضروری ہے کہ ہم اس بات پر غور کریں کہ اُن ملکوں میں اسلام کس طرح پہنچایا جائے ۔ ہمارے حضرت مسیح موعود مہدی معہود مرشدنا مرزا غلام احمد صاحب علیہ وعلیٰ مطاعہ الصلوٰۃ والسلام جو آج افسوس ہم میں اپنے جسم مطہر میں موجود نہیں اگرچہ ان کا روح مقدس یہیں جلوہ افروز ہے انہوں نے اس بات کو خوب محسوس کیا تھا اور انگریزی کو اشاعت اسلام کے لئے ضروری خیال فرمایا تھا اسی واسطے آپ نے انگریزی مدرسہ قادیان میں قائم کیا اور پھر ایسی زبردست اس مطلب کے واسطے دعائیں فرمائیں جن کے اثر سے آپ جیسے انگریزی خوانوں کا اجتماع یہاں نظر آتا ہے اور لائق لائق انگریزی کے عالم حضرت اقدس علیہ السلام کے حلقہ بگوش ہو رہے ہیں ان سب میں سے لائق حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی نے اس قابلیت اور جانفشانی سے ریویو آف ریلیجنز جیسے عجیب وغریب رسالہ کی ایڈیٹری کی کہ اس کا شہرہ کل انگریزی بولنے والی دنیا میں ہو گیا ہے اور ابھی تو اس میگزین سے ہمیں بہت بہت اُمیدیں ہیں۔

لیکن سوال تو یہ ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے کافی ہو چکا ہے یا کچھ باقی ہے میں امید کرتا ہوں اس کے جواب میں آپ سب متفق ہوں گے کہ بہت کچھ تکمیل کے لئے کرنا باقی ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اس کام کے لئے دو چیزیں مہیا کی گئیں تھیں اوّل قرآن شریف اور دوم قاری قرآن اور عالم جو ایسے مزکی النفس و متقی القلب تھے کہ مخلوق خدا کے واسطے نمونہ تھے اور ان میں اسلام پھیلایا کرتے تھے اور اپنے اُسوہ حسنہ سے دوسروں کو بھی مطہر و مزکی کیا کرتے تھے ۔ یہ طریقہ آیت شریفہ یتلوعلیھم اٰیاتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم پر مبنی ہے اور سنت اللہ یونہی چلی آتی ہے

کہ خلق خدا کی ہدایت کے واسطے ہمیشہ انسان ہی پیغمبر ہو کر مبعوث ہوئے اور اُن پر اللہ تعالیٰ کا کلام وحی کی صورت میں نازل ہوا اللہ تعالیٰ کو طاقت تھی کہ ہر انسان کو ایک علیحدہ کتاب ہدایت اور اپنی قرب کی راہ دکھانے کو عطا فرماتا جیسے کہ آیت **ولوشئنا لاتینا کل نفس هداها** میں وہ خود ہی ذکر فرماتا ہے لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا بلکہ ضعیف انسانوں میں سے صرف ایک ہی کو ایک زمانہ کے لئے چنا کہ وہ سب کا ہادی ہو اور اگر چہ اس طریق سے اُس ایک شخص کو بہت تکالیف اور نفسی اور مالی ابتلا مخالفین سے اُٹھانے پڑے لیکن فائدہ جو بہت بڑھ کر یہ حاصل ہوا کہ یہ پیغمبر باقی انسانوں کے لئے ایک زندہ نمونہ ہو گیا اور نیز یہ کہ اس بات کی تمیز ہو گئی کہ کون مخلوق خدا میں سے خداوند تعالیٰ کے فرستادہ کی کامل اطاعت کرتا ہے کیونکہ بغیر ایسی اطاعت اور جاندہی کے خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں محویت اسلامی نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی درجہ قرب کامل سکتا ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ اشاعت وتبلیغ کے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے یعنی انسان وکتاب تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ہمیں اب کیا کرنا چاہئے ہمارے میگزین کے ساتھ ایک ترجمہ قرآن شریف کا بھی بہت ضروری ہے اور میں آپ کو خوشخبری سناتا ہوں کہ صدر انجمن احمدیہ کا ارادہ ہے کہ عنقریب انشاء اللہ ایک مستند ترجمہ انگریزی قرآن شریف کا شائع کرے مگر ان کتابوں کو دُور دراز ممالک میں کون پہنچائے گا۔ صرف ڈاکخانہ تو اس کام کے لئے کافی نہیں ہے اگر چہ ڈاک کے ذریعہ مدد تو بہت ملتی ہے لیکن یہ کام تبلیغ کا مکمل نہیں ہوتا بلکہ انسان کامل کی ضرورت تو ہر ملک میں ہے۔ جو ان کو ان لوگوں کے ذہن نشین کرادے۔ ایسے اشخاص تیار کرنے چاہئیں جنہیں اول تو علم عربی اور علم قرآن خوب حاصل ہو گیا ہو دوئم انگریزی میں خوب ماہر ہوں اور بالآخر ان میں اس قسم کا تقویٰ اور تزکیہ پیدا ہو گیا ہو کہ اُنہیں عالم باعمل کہہ سکیں۔

صاحبان! کیا آپ اس قربانی کے لئے تیار ہیں؟ آیئے اب معاملہ سہل ہے یہاں قادیان میں یہ تینوں باتیں آپ حاصل کر سکتے ہیں یہاں پر خداوند تعالیٰ کے فضل سے مزکی النفوس شیخ کامل موجود ہیں اور ایسے ایسے عالم ہیں جو تمہیں عربی وانگریزی دونوں پڑھا سکتے ہیں اور تم اُن کی صحبت میں تزکیہ نفس بھی حاصل کر سکتے ہو یہیں پر حضرت مولوی حکیم مولوی نورالدین صاحب اور حضرت مولوی محمد علی صاحب تشریف رکھتے ہیں جن سے بہتر استاد و ہادی تمہیں کہیں نہیں ملے گا ان کی صحبت میں تم کامل متقی اور اس سلسلہ کے لائق مشنری بن سکتے ہو ایک مدرسہ عربی عنقریب یہاں کھولا جاوے گا اور پھر منتہیوں کے واسطے ایک عربی انگریزی کالج کا

کھولنا کچھ مشکل نہ ہوگا۔اب صرف آپ کی قربانی کی ضرورت ہے، جانی ہو یا مالی۔

صاحبان! زندگی کے دن تھوڑے ہی باقی ہیں اب اس تھوڑے قیمتی وقت کو ہمیں ضائع کرنا نہیں چاہئے یا کیا اس دنیا میں ہمیشہ رہنے کا خیال ہے یا یورپ اور امریکی کے کروڑ پتیوں کے برابر روپیہ اکٹھا کرنا چاہتے ہو یا وہاں کے مادہ پرست شہزادگان، تجار، ڈاکٹر اور وکیلوں کی طرح ہونا چاہتے ہو۔ یا وہاں کے اونچے اونچے محل اور قصور عالی شان کی طرح عمارات بنانی چاہتے ہو یا ڈریڈناٹ کے طرح جنگی جہاز بنالو گے یا اپنی اولاد کے لئے اتنا مال وسامان واسباب چھوڑنا چاہتے ہو جو خداوند تعالیٰ کے رزق مقرر سے بڑھ کر ہو۔

صاحبان! اب وقت جاگنے اور ہوشیار ہونے کا ہے اگر آپ خود دُور دراز ملکوں کا سفر اشاعت اسلام کے واسطے بموجب اُن آیات کے جو میں نے آپ کو سنائی ہیں نہیں کر سکتے تو دوسرے بھائیوں کی جو اس کام کے واسطے تیار ہیں مالی یا اور قسم کی مدد کرو۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ باقی اقوام کی نسبت تم احمدی بذل اموال وصدقہ وخیرات میں بڑھے ہوئے ہو اور آپ کے للّٰہی چندے بہت قابل قدر ہیں لیکن کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے ایثار کی برابری کر سکتے ہو یا اپنی زندگی کا ان کی سادہ زندگی سے مقابلہ کر سکتے ہو یا تمہاری قربانی ان کی قربانی سے کچھ لگا کھا سکتی ہے الاماشاء اللہ وھو علیٰ کل شئی قدیر

صاحبان! ہمت کرو خود جاؤ یا اوروں کو ممالک دنیا میں بھجواؤ۔ اس کام کے لئے قاعدے بناؤ انتظام کرو اور چندے اکٹھے کرو۔ دنیا کے کناروں تک اپنی بجلی کی چمک پہنچاؤ اور اس صداقت کو جو تمہیں عطا ہوئی ہے کل دنیا میں پہنچا دو اور اپنے اخلاق واعمال ونمونہ سے ساری دنیا کو مقناطیسی جذب سے کشش کر لو اور اسلام کے مقدس اور صلح پسند طریقے زمین میں پھیلا دو۔ مخلوق کو نجات کا راستہ دکھاؤ جس سے میرا مطلب یہ ہے کہ اُس کامل حسن واحسان والے محبوبِ حقیقی اللہ کے ساتھ کامل محویت وفنا پیدا کرو۔

(رپورٹ جلسہ سالانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان 09-1908ء صفحہ 108 تا 119)

سیرۃ النبیؐ پر تقاریر:

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی فرماتے ہیں:

"ڈاکٹر صاحب عنفوان شباب میں ہی نہایت متقی اور پابند صوم وصلوٰہ تھے۔کالج میں تمام لوگ ان کی عزت ان کی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے کرتے تھے اشاعت اسلام کا بے حد جوش ان ایام میں بھی ان کے قلب میں تھا اور مسلمان نوجوانوں کی اصلاح اور بھلائی کے لئے وہ اپنے وقت اور مال کو جو اس وقت میسر تھا خرچ کرنے میں کبھی مضائقہ نہ کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے انہی دنوں میں "ینگ مین محمڈن ایسوسی ایشن" کی بنیاد رکھی۔

ڈاکٹر صاحب قرآن کریم کی خوبیوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل پر عموماً تقریریں کیا کرتے تھے۔جس طرح حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کا ایک 1889ء کا وعظ جو انہوں نے لدھیانہ میں ہمارے محلّہ جدید کی مسجد میں (اوحی ربک الی النحل پر کیا تھا) مجھے ابھی تک نہیں بھولتا۔اس طرح ان اُیام کی ایک تقریر ڈاکٹر صاحب کی یلج الجمل فی سم الخیاط پر نہیں بھولتی۔فرض طالب علمی کے زمانہ میں جب کہ طالب علم کی زندگی کا منتہا اور مدعا محض کتابوں کا کیڑہ ہو جانا ہوتا تھا۔خصوصاً میڈیکل کالج کے طالب علم جس کو بہت بڑی کتابیں یاد کرنی پڑتی تھیں۔اور شبانہ روز عملی کام سے فرصت نہیں ہوتی وہ نہ صرف نمازوں کے پابند عملی مسلمان تھے بلکہ اپنا وقت نکال کر اشاعت اسلام کے کرنے میں بھی ہمیشہ آمادہ اور تیار رہتے تھے۔"

(الفضل 10-اگست 1926ء)

جلسہ ایمپائر ڈے قادیان میں سیرۃ النبیؐ پر پُر مغز تقریر:

جناب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب پروفیسر آگرہ میڈیکل اسکول نے ایک پر جوش تقریر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے اول دنیا میں مذہبی آزادی کے قائم کرنے اور علوم دین کے

پھیلانے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام تنہا کیا تھا اس کو اب حکمت خداوندی نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے مذہبی آزادی کا حصہ تو گورنمنٹ برطانیہ کے ذریعہ سے پورا کیا گیا ہے اور دینی علوم کی سچائی کے پھیلانے کا کام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مظہر مسیح موعود کو عطا کیا گیا ہے اور بچوں کو اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ گورنمنٹ نے جو آزادی دے رکھی ہے اس سے وہ کسی قدر متمتع ہو رہے ہیں اس واسطے گورنمنٹ کے احسانات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے خلیفہ صاحب کی تقریر کا ہر ایک جز و قرآن شریف کی آیات مقدسہ سے مزین ہو کر ان کی محبت قرآن اور عشق رسول کی طرف رہنمائی کر رہا تھا اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اور ان کی بیماری کو دور کرے صحت وعافیت کے ساتھ نیک کاموں کے لئے لمبی زندگی انہیں عطا فرمائے۔"

"ایمپائر ڈے کیا ہے سلطنت کا دن جو اس امر کے واسطے مقرر کیا گیا ہے کہ بالخصوص اسکول کے بچوں کے ذہن نشین کرایا جائے کہ ہندوستان میں سلطنت برطانیہ کی کس قدر برکات ہیں اس دن کے تقرر کا اصل محرک طلباء کا رویہ ہے جو آج کل عموماً اکثر مدارس میں اور بالخصوص آریوں کے مدرسوں اور کالجوں میں دیکھنے میں آتا ہے۔"

"ابتداء چونکہ 24- مئی 1907ء کو بسبب جمعہ مدرسہ میں ہفتہ وار تعطیل تھی اس واسطے ایمپائر ڈے کا جلسہ اس جگہ مدرسہ کے ہیڈ ماسٹر صاحب نے 23- مئی کی صبح منعقد کروایا اس واسطے پروگرام شائع کیا جلسہ میں مدرسہ کے طلباء اور استادین کے سوائے دیگر محکموں کے ملازموں کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔"

(بدر 30- مئی 1907ء)

ایک ہر دلعزیز ڈاکٹر استاد:

جناب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب ایل ایم ایس پروفیسر اناٹومی وفزیالوجی میڈیکل سکول آگرہ نے بہ سبب علالت طبع چھ ماہ کی لمبی رخصت حاصل کی ہے اگر چہ یہ صرف ایک رخصت ہی ہے تاہم بہ سبب اس کی میعاد کے لمبا ہونے کے اور شائد اس خیال پر کہ ایسی لمبی رخصتوں کے بعد عموماً ایسے سرکاری ملازم اپنی پہلی

جگہوں پر واپس نہیں بھیجے جایا کرتے۔ آگرہ سکول کے طلباء نے جناب خلیفہ صاحب کی محبت کے جوش میں ان کی جدائی کے صدمہ کو محسوس کر کے ایک جلسہ کیا جس میں سنہری چھپا ہوا ایڈریس خوبصورت فریم میں رکھ کر خلیفہ صاحب کی خدمت میں 28-اپریل 1907ء کو پیش کیا اوراس کے ساتھ ایک سفید پتھر کا بنا ہوا روضہ تاج محل کا نمونہ حاضر کیا جو کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کی چار سالہ اقامت شہر آگرہ کے واسطے ایک یادگار اُن کے پاس رہے گی۔

(بدر 23- مئی 1907ء)

ایڈریس طلبہ:

ڈیئر سر!

ہم طلباء آگرہ میڈیکل سکول جناب سے اجازت چاہتے ہیں کہ ہم اس نقصان پر قلبی افسوس کا اظہار کریں جو جناب کی طویل مفارقت کے باعث ہمیں اٹھانا پڑے گا۔

قطع نظر اس نقصان عظیم کے جو ہم برداشت کرنے کو ہیں اگر ہم جناب کے کمالات کا شمار کریں تو ہم اس کو ناممکن پاتے ہیں۔

جناب والا! سب سے اول ہم جناب کے قابل قدر طریقہ تعلیم اور طلباء کے ساتھ شفقت و ہمدردی کے سلوک کے متعلق حقیقی اعتراف کا اظہار کرتے ہیں۔ ہم نے ہمیشہ آپ کو ایک بردبار اور محنت کش استاد پایا ہے جب کوئی طالب علم کسی مسئلہ کے سمجھنے میں قاصر رہا تو جناب نے کسی قسم کے آثار ناراضی یا گھبراہٹ کے اظہار کے بدوں اس امر کو اس کے دل پر نقش کرنے کے لئے پوری سعی کی ہے خواہ باوجود اس سعی کے ہی وہ قاصر ہی رہا ہو۔

آپ ہمیشہ ہمارے ساتھ آزادانہ اور بے تکلفانہ ملتے رہے ہیں ہم نے ہمیشہ آپ کے دست شفقت کو یکساں پایا ہے خواہ ہم کمرہ تعلیم میں تھے یا اس سے باہر۔ آپ نے ہمیشہ اُن امور میں پوری دلچسپی لی ہے جو ہماری بھلائی سے متعلق تھے۔ آپ نے ہماری کھیلوں میں حصہ لے کر ہم میں مردانہ کھیلوں کا خاص جوش

پیدا کیا ہے۔ مزید براں ہم یقیناً اس اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ آپ نے ہماری گیمز ایسوسی ایشن کی صدارت کے ایام میں ہم میں نہ صرف صحت بخش کھیلوں اور ورزشوں کا شوق پیدا کیا بلکہ ہم کو اعلیٰ درجہ کی اخلاقی تعلیم سے بہرہ ور فرمایا۔ اور اس مقام پر ہمیں یہ کہنے کی اجازت ہوگی کہ یہی حصہ آپ کی قابل قدر تعلیم کا ہے جس کو ہم سب سے زیادہ ضروری سمجھتے ہیں۔

ذہنی طاقتیں اخلاق کے بدوں محض ایک ملمع اور نمائش ہے اور اس لئے ہم آپ کے دلی شکر گزار ہیں کہ آپ نے اپنی توجہ کو ہماری تعلیم کے اس حصہ کی طرف منعطف فرمایا جس کی طرف افسوس سے کہا جاتا ہے کہ عام طور پر غفلت کی جاتی ہے۔

بالآخر ہم پھر اس امر کے اظہار کی اجازت چاہتے ہیں کہ ہم نقصان کے لئے سخت متأسف اور غمناک ہیں جو آپ کی مفارقت کی وجہ سے ہم کو اٹھانا پڑے گا۔ یہ ایک ایسا نقصان ہے جس کی آسانی سے تلافی نہیں ہو سکے گی۔

ہم اب نہایت شوق سے التجا کرتے ہیں کہ آپ اس تاج کو (ممتاز محل کے مقبرہ کا نمونہ جو ہاتھی دانت کا بنا ہوا تھا) مہربانی کر کے قبول فرمائیں گے جو اس عزت اور محبت کا نشان ہوگا جو آپ کی ہمارے قلوب میں ہے اور ہم اس امید سے اپنے آپ کو خوش کرتے ہیں کہ یہ ہدیہ مختصر آپ کو ہماری انسٹی ٹیوشن کے تعلقات کی یاد دلاتا رہے گا۔

آخر میں ہم دعا کرتے ہیں کہ آپ آئندہ بھی خوش رہیں اور خدا تعالیٰ آپ پر اپنے فضل اور برکات نازل فرماوے۔ آمین

ہم ہیں آپ کے فرمانبردار طلبہ آگرہ میڈیکل سکول

(الحکم 10- جون 1907ء)

جناب ڈاکٹر صاحب کا ایڈریس:

اس ایڈریس کے جواب میں جناب ڈاکٹر صاحب نے اپنے شاگردوں کی محبت کا شکریہ ادا کیا۔ اور

فرمایا کہ میں نے جو کچھ کیا ہے وہ اپنا فرض ادا کیا اور اپنی خوش اخلاقی کا اصل محرک ان لفظوں میں بیان کر کے کہ شاگرد اور استاد کے ساتھ ایسا تعلق رکھتا ہے جیسا کہ بیٹا باپ سے۔ پرفیسروں اور اسٹوڈنٹوں کے واسطے مفید اصول کی بنیاد رکھی۔ اس جدائی کے بیان میں انسانی جسم کے تحلیل ہونے اور انسان کی ہفت سالہ تبدیلی کا ذکر کر کے ڈاکٹر صاحب نے اپنی آخری تقریر کو بھی اپنے شاگردوں کے واسطے خالی از سبق آموزی نہ چھوڑا اور بالآخر گورنمنٹ انگلشیہ کے ذریعہ سے اس ملک میں علمی اشاعت کا ذکر کر کے گورنمنٹ کی وفاداری کے نہایت ضروری مسئلہ کی طرف اپنے طلباء کو توجہ دلاتے ہوئے دعا کے ساتھ اپنی تقریر کو ختم کیا۔

(بدر 23- مئی 1907ء)

جناب ایڈیٹر صاحب بدر نے جناب ڈاکٹر صاحب کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔

ہمیں اس امر کی خاص خوشی ہے کہ ہماری جماعت کے معزز سرکاری عہدہ دار اپنی محنت اور حسن کارگذاری اور گورنمنٹ کی سچی وفاداری کے سبب ہر جگہ ہر دلعزیز ہیں اور ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خلیفہ صاحب موصوف کو اپنے فضل وکرم سے صحت عطا فرماوے اور دینی دینوی حسنات سے متمتع فرمائے۔ آمین

(بدر 23- مئی 1907ء)

حُسن کے ڈاکو:

حضرت ڈاکٹر حافظ خلیفہ رشید الدین صاحب رام پور میں ملازم تھے۔ اس دوران آپ کے نواب رام پور کے سامنے ایک خطاب کے واقعہ کو ماہنامہ انصار اللہ نے یوں محفوظ کیا ہے۔

"حسن کے ڈاکو" ناول میں تو عبدالحلیم شرر صاحب نے حضرت اقدسؑ کے ایک جلیل القدر رفیق حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی وہ تمام تقریر ان کے اپنے نام کے ساتھ قلمبند کر دی جس میں انہوں نے برسر دربار نواب رام پور کی سرزنش کی تھی۔ حضرت ڈاکٹر صاحب وہاں بطور ریذیڈنٹ کے ذاتی معالج ہو کر گئے تھے۔ نواب صاحب بھی طبی مشوروں کے لئے ان کو بلاتے تھے ایسی صورت میں نواب صاحب کو وہ سب کچھ سننا پڑا جو اس مرد حق پرست نے سنایا اور شرر نے نواب صاحب کے مطالعہ اور حضرت

ڈاکٹر صاحب کی تقریر کے کڑوے گھونٹ اردو ادب میں عبرت کے لئے محفوظ کر دیئے۔"

(ماہنامہ انصاراللہ ستمبر 1982ء)

حضرت عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"اپنی ملازمت کے ایام میں بھی ان کو سلسلہ کی خاطر بعض بڑی بڑی قربانیاں کرنی پڑیں۔ ڈاکٹر صاحب کو جو واقعہ ریاست رام پور میں پیش آیا۔ اسی کا کسی قدر ذکر لکھنؤ کے ایک کہنہ مشق فسانہ نگار نے اپنے فسانہ میں کیا ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اگر ڈاکٹر صاحب سلسلہ کا ذکر نہ کرتے اور سلسلہ کی تبلیغ واشاعت اور امر حق کے اظہار کو مقدم نہ کرتے تو وہ ریاست رام پور میں بہت بڑی عزت ووجاہت کے مقام پر تھے اور ریاست کی فیاضیوں سے اپنے علم کے ذریعہ ہزار ہا روپیہ کمالاتے۔ لوگ گورنمنٹ کی طرف سے ریاستوں میں جانا باعث عزت وفخر جانتے ہیں اور کچھ شک نہیں مالی مفاد کا وہ ایک قیمتی ذریعہ ہے مگر ڈاکٹر صاحب نے عین جوانی میں جب کہ عزت ودولت کے لئے ایک زبردست جذبہ موجود ہوتا ہے کسی امر کی پروانہ کی اور پروا کی تو اسی عہد کی جو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا تھا۔ ایسی نظیریں مشکل سے ملیں گی۔ ڈاکٹر صاحب نے عزت کی پروا کی نہ دولت کی نہ اپنی جان کی ان تمام چیزوں کے مقابلہ میں دین کو مقدم کر کے دکھایا۔"

(ماہنامہ انصاراللہ ربوہ ستمبر 1982ء)

حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر مرحوم ایڈووکیٹ امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع فیصل آباد فرماتے ہیں۔

"حضرت ڈاکٹر صاحب میرے والد صاحب مرحوم کے بے تکلف دوست تھے۔ بہت صاف گو طبیعت رکھتے تھے۔ ایک وقت میں غالباً وہ ناظر اعلیٰ بھی رہے۔ رام پور میں وہ ملازمت پر ڈاکٹر رہے ہیں۔ میرے والد صاحب اور ان میں بڑی بے تکلفی اور محبت کا تعلق تھا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب خدا تعالیٰ پر توکل کے اعلیٰ معیار پر تھے۔ بلکہ جرأت ایمان کے اظہار اور باطل کے خلاف کلمہ حق بلند کرنے میں بہت نڈر واقع ہوئے تھے۔"

(ماہنامہ انصاراللہ ربوہ ستمبر 1982ء)

بطور مضمون نگار:

آپ مقرر کے ساتھ ساتھ ایک اچھے ادیب اور مضمون نگار بھی تھے۔ آپ کے مضامین بھی اخبارات میں شائع ہوتے رہے۔ جیسے یسوع کی صلیبی موت پر علمی نظر کے عنوان سے ایک مضمون ریویو میں شائع ہوا جو آپ کی علمیت اور قابلیت پر دلالت کرتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔

عیسائیوں کے اخبار اپی فینی مورخہ 02-اپریل 1904ء میں ایک ڈاکٹر صاحب ایم بی صاحب لکھتے ہیں کہ یسوع کی موت انشقاق القلب (دل کا خود بخود بغیر بیرونی صدمہ کے پھٹ جانا) سے واقع ہوئی ہے اور اپنے بیان کی تائید میں ڈاکٹر سمپ سن اور بعض دیگر صاحبان کی سند پیش کی ہے مگر اس بیان کی تصدیق یسوع کی کہانی کے واقعات سے نہیں ہوتی۔ ہر ایک متعصب ڈاکٹر جو ایک لمحہ کے لئے اس مضمون پر غور کرے گا فوراً اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ تین یا چار گھنٹے صلیب پر لٹکا رہنے سے انشقاق القلب سے موت واقع نہیں ہوسکتی۔

انجیل میں یسوع کا قصہ پڑھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ واقعہ صلیب کے دنوں میں وہ ایک پورا تندرست صحیح القویٰ موٹا تازہ تیس برس کا جوان تھا جو باغوں اور عمدہ آب وہوا کی جگہوں میں سیر کیا کرتا اور کھانے پینے اور پند ونصیحت میں رہا کرتا تھا۔ دلیرانہ تقریریں کرنے میں اپنی زندگی مزے سے گذارتا تھا۔ اس واقعہ سے پہلے وہ کسی مصیبت میں نہیں پڑا تھا۔ فی الحقیقت اناجیل سے اس کا کسی بیماری مثلاً وجع المفاصل اور دل کی بیماریاں وغیرہ میں مبتلا ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ صلیب کے وقت بھی بہت بہادری سے مقدمہ کی پیروی کرتا رہا اور جب موت کا حکم سنایا گیا تو اس کو کچھ غش نہیں آیا۔ بلکہ یوحنا لکھتا ہے کہ وہ اپنی صلیب آپ اٹھائے ہوئے گلگتا (مقتل) میں پہنچا جس سے ظاہر ہے کہ وہ اس وقت بھی بوجھ اٹھا کر دور تک چلنے کی طاقت رکھتا تھا۔ برعکس اس کے انشقاق القلب ہمیشہ بوڑھے آدمیوں کو جن کے دل پہلے ہی سے بیمار اور کمزور ہوتے ہیں واقع ہوتی ہے (ملاحظہ کرو برسٹو کی طب صفحہ 539 ٹیلر صفحہ نمبر 537 رابرٹس صفحہ 617 اور پیپر جلد دوم صفحہ نمبر 363)

علامات: اب ان علامات کا جو انشقاق القلب میں واقع ہوتی ہیں یسوع کی صلیبی علامات سے

مقابلہ کرتے ہیں۔ انشقاق القلب میں دل کے مقام پر بہت سخت درد ہوتا ہے تنفس میں سخت دقت پیدا ہوتی ہے کامل بیہوشی ہوتی ہے۔ پسینہ کثرت سے آتا ہے۔ گلا گھٹتا ہے اور سخت دردسر کے بعد کچھ گھنٹوں میں مرجاتا ہے (برسٹو صفحہ 539) بعض دفعہ دفعتہً مرجاتا ہے برعکس اس کے یسوع جب صلیب پر باندھا گیا تو اپنی والدہ اور حواریوں اور دو چوروں سے بخوبی باتیں کرتا رہا۔ بالآخر اس نے کہا کہ مجھ پیاس لگی ہے چنانچہ اس کو سرکہ پلایا گیا۔ پھر اس نے کہا کہ اب وقت آگیا ہے اور سر جھکا کر جان دے دی (یوحنا)

"یسوع چلا کر بولا اور پھر جان دے دی" (متی)

"اور یسوع جب بلند آواز سے چلا چکا تو اس نے کہا کہ باپ اپنی روح تیرے ہاتھ دیتا ہوں۔ اور یہ کہہ کر جان دے دی۔" (لوقا)

اس سے ظاہر ہے کہ یسوع کو نہ تنفس میں دقت معلوم ہوئی اور نہ سینہ میں درد ہوا اور نہ بے چینی ہوئی اور نہ کامل بیہوشی ہوئی جیسا کہ کتب میں انشقاق القلب کے علامات میں لکھا ہے۔

علامات بعد الموت: مسٹر ایم۔ بی نے اپنے خیال کی تائید میں خون اور پانی پر جو یسوع کی پسلی سے نکلا تھا بہت زور دیا ہے اور خیال کرتا ہے کہ انشقاق القلب کا بڑا بھاری ثبوت ہے اس کا مطلب وہ یہ بیان کرتا ہے کہ جب دل پھٹ گیا تو خون دل کے غلاف میں اکٹھا ہو کر جم گیا اور بعد میں خون کا لوتھڑا اور پانی دو حصوں میں تقسیم ہو کر باہر نکل آیا۔ یہ امر بالکل ناممکن ہے کہ یسوع کے بظاہر جان دینے اور سپاہیوں کے بھالا چبھونے کے درمیانی وقفہ میں جو بہت کم ایک گھنٹہ سے بھی زیادہ نہ تھا ایسی جلدی منجمد ہو گیا ہو۔ ٹیلر اپنی میڈیکل جورسپروڈنس جلد اول صفحہ 517 میں لکھتا ہے کہ خون مردہ جسم میں نسبت بیرونی ہوا کے دیر میں جمتا ہے۔ چنانچہ 4 سے 8 گھنٹہ تک سیال حالت میں رہتا ہے۔ بکسرڈان صاحب لکھتے ہیں کہ بارہ گھنٹہ تک نہیں جمتا اور 4 گھنٹہ سے کم میں کسی صورت میں نہیں جم سکتا۔ کارپنٹر صاحب اپنی فزیالوجی صفحہ 187 اور 189 میں لکھتے ہیں کہ بعض حالتوں میں مردہ جسم میں خون بالکل نہیں جمتا اگر جمتا ہے تو پورا نہیں جمتا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ مسیح کے جسم میں جان نکلنے کے بعد ایسی جلدی خون نہیں جما تھا۔ برسٹو صفحہ 539 میں لکھتا ہے کہ دل کا غلاف بعد از موت خون سے پُر پایا جاتا ہے یعنی کچھ تو پانی اور کچھ خون جما ہوا ایک تھیلی کی شکل میں دل کے

گرد ہوتا ہے اگر فرض بھی کرلیں کہ دل پھٹ گیا تھا اور خون کے بھی دو حصے ہوگئے تھے یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ جمے ہوئے خون کی وہ تھیلی جو دل پر لپٹی ہوئی ہے وہ سپاہی کے برچھے کے چھوٹے سوراخ سے فوراً باہر نکل آئے۔ڈاکٹر ایم۔بی صاحب مہربانی فرما کر اس معمہ کو حل کریں۔یوحنا کہتا ہے۔"ایک سپاہی نے برچھے سے اس کی ایک جانب چھیدی اور فوراً وہاں سے خون اور پانی نکل آیا۔"اس میں لفظ "جانب" اور "فوراً" قابل غور ہے۔ڈاکٹر ایم۔بی بلا وجہ جانب سے مراد بائیں جانب لیتا ہے اور خصوصاً دل کا مقام۔گویا کہ سپاہی علم ڈاکٹری میں خوب ماہر تھے اور جانتے تھے کہ موت کا باعث کہاں واقع ہے اور اس لئے انہوں نے ٹھیک دل پر برچھا مارا۔ہم کیوں نہ جانب سے دائیں جانب مراد لیں یا پیٹ اور بغل مراد لیں۔لفظ فوراً سے ظاہر ہے کہ برچھا چبھتے ہی معاً خون اور پانی باہر نکل آیا اور جمے ہوئے خون کی تھیلی کا اتنی جلدی ایسے چھوٹے سوراخ سے باہر نکل آنا غیر ممکن ہے۔مزید برآں اگر خون جم بھی گیا تھا تو پہلے پانی نکلنا چاہئے تھا نہ کہ خون کیونکہ ایسی حالتوں میں ہمیشہ پانی پہلے نکلتا ہے اور خون کا لوتھڑا پیچھے۔لیکن انجیل میں خون پہلے اور پانی پیچھے۔مذکورہ بالا بیان سے صاف ظاہر ہے کہ سائنس کی تحقیقات کے بموجب یسوع کا دل نہیں پھٹا تھا۔اب دیکھنا چاہئے کہ یسوع کو حقیقت میں صلیب کے وقت کیا صدمہ پہنچا۔باوجود یہ کہ صلیب کے واقع سے پیشتر یسوع تندرست طاقت ور اور جوان تھا۔مگر انجیل سے یہ بات ظاہر ہے کہ اس موقعہ پر اس کے مخالفوں نے ان کو کس قدر جسمانی تکلیفیں دیں اس کو بیت لگوائے۔کھانے کو کچھ نہ دیا اور اس کی صلیب اس سے اٹھوائی اس کے ہاتھوں کو لکڑی پر میخ سے ٹھونک دیا۔جس سے اس کو درد بھی ہوا ہوگا اور تکلیف بھی پہنچی ہوگی اور کچھ خون بھی نکلا ہوگا۔یہاں تک کہ وہ چلا اٹھا کہ "ایلی ایلی لما سبقتانی "یعنی اے میرے خدا مجھ کو کیوں چھوڑ دیا۔پھر اس کو پیاس لگی اور سرکہ یا شراب پلائی گئی پھر سر جھکایا اور غشی آگئی۔اس کے دوست کھڑے تھے اور سپاہی۔تاریکی اور زلزلہ سے ڈر گئے تھے اور اس کو نیک خیال کرتے تھے۔چنانچہ ان کے داروغہ نے خدا کی حمد کے بعد یہ کہا کہ یہ ایک راستباز مرد تھا(لوقا)ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ حاکم یسوع کی جان بچانا چاہتا ہے۔ایسے وقت میں یسوع کے دوستوں کو موقع ملا اور اس کی جان بچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور فوراً کارروائی شروع کردی یعنی جھٹ پٹ میخیں نکال کر اس کو سولی سے اتار لیا اور اس کو ایک کھلے مقبرہ میں لے گئے اس کے زخموں پر مرہم پٹی لگائی گئی اور مقوی دل ادویہ اور خوشبوئیں اس کے پاس بچھا دیں تا کہ اس کی غشی دور ہو اور جب اس کو

ذرا اٹھنے کی طاقت ہوگئی تو پیشتر اس کے کہ یہودی جو اپنا سبت منا رہے تھے خبردار ہو کر مقبرہ کی حفاظت کرتے کسی دور کے گاؤں میں اس کو لے گئے وہاں جب اس کو آرام ہوا تو وہ ان حواریوں سے ملا جو اس راز میں شریک نہ تھے تاکہ ان کو یقین دلائے کہ صلیب کی لعنتی موت سے وہ معجزانہ طور پر بچ گیا اور ان کو اپنے زخمی ہاتھ دکھائے، مچھلی وغیرہ کھائی اور زندہ آدمیوں کی طرح کاروبار میں مشغول ہوا۔

مذکورہ بالا بیان کا علمی ثبوت حسب ذیل ہے۔

اوّل: تاریخ سے ثابت ہے کہ یسوع کے وقت میں صلیب سے موت بہت دیر میں واقع ہوتی تھی کئی دنوں تک مصلوب بھوک پیاس اور درد اور ضعف وغیرہ میں مبتلا ہو کر مرجاتا تھا مزید ہرآں ایسے واقعات بھی پیش آتے تھے کہ دو تین روز مصلوب رہنے کے بعد بھی بچ جاتا تھا ایسی حالتوں میں کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ یسوع تین چار گھنٹے سولی پر چڑھے رہنے سے یک بیک مرگیا ہو حالانکہ نہ کوئی عضو رئیسہ بیمار یا مضروب تھا اور نہ اس کی ٹانگیں توڑی گئی تھیں۔ بات یہ ہے کہ جان دینے سے مطلب غشی کا ہونا ہے اور اپنے دشمنوں سے بچنے کے واسطے ہوش میں آکر بھی وہ چپ چاپ پڑا رہا ہو یا ممکن ہے کہ آخری وقت میں جب اس کو سرکہ پلایا گیا تو اس میں کوئی مسکر شئی مثلاً افیون وغیرہ جس سے وہ بیہوش ہوجائے دیا گیا ہو کیونکہ یوحنا لکھتا ہے کہ سرکہ پینے کے بعد فوراً اس نے جان دے دی۔ یقین ہے کہ اس کے دولت مند مرید یوسف نے جو آرمینیا کا رہنے والا تھا کوئی ایسی تجویز اپنے مرشد کے بچانے کے لئے کی ہوگی۔

دوم: لیکن ایک سپاہی نے اس کی جانب میں برچھا چبھویا اور فوراً خون اور پانی نکل آیا۔ (یوحنا:34) اس کلام میں فوراً کے لفظ سے صاف ظاہر ہے کہ زندہ خون جو قلب کی حرکت سے جلد میں دوران کر رہا تھا اس کے جسم سے فوارے کی طرح فوراً چھوٹ پڑا۔ جیسا کہ زندہ جسم میں ہمیشہ ہوتا ہے۔ جب خون نکل چکا اور برچھا کچھ اور اندر گھسا تو پانی نکلا یا اغلباً مثانہ یا گردہ سے یا کسی رسولی وغیرہ سے نکلا ہوگا یہ بھی ممکن ہے کہ معدہ سے آیا ہو کیونکہ یسوع نے اسی وقت سرکہ پیا تھا اور معدہ کے زخموں سے ہمیشہ موت واقع نہیں ہوتی۔

سوم: یوحنا کی بیسویں فصل سے صاف ظاہر ہے کہ دو دن کے بعد اس کا جسم مقبرہ میں نہیں پایا گیا کفن اور رومال موجود تھا لیکن جسم نہیں تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی شخص یسوع کو بھیس بدلوا کر لے

گیا۔" میں ابھی باپ کے پاس نہیں چڑھا۔" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا جسم زمین پر زندہ موجود تھا اور یہ ہم پہلے دکھا چکے ہیں کہ جسم مقبرہ میں نہیں تھا۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر کسی جگہ تھا۔ "اُس نے ان کو اپنے ہاتھ اور اپنا پہلو دکھایا۔" جس سے ظاہر ہے کہ وہ جسم عنصری کی صورت میں جس پر زخموں کے اور نشان بھی موجود تھے دکھائی دیا نہ کہ روحانی صورت میں۔ "اس نے اُن پر پھونکا۔" جس سے ظاہر ہے کہ وہ سانس لیتا تھا اور اس کے پھیپھڑے اور دل با قاعدہ کام کرتے تھے "اس نے ان کو کہا" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بول سکتا تھا اور اس کا دماغ صحیح کام کر رہا تھا۔ پھر اس نے ٹومس سے کہا کہ اپنی انگلی لا ؤ اور میرے ہاتھوں کے نشان دیکھ اور ہاتھ ادھر کر اور میرے پہلو کو دیکھ بھال اور بے ایمان مت بن بلکہ یقین کر کہ میں وہی ہوں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ جسم اور روح صلیب کے واقعہ کے بعد موجود تھے نہ کہ صرف روح۔

چہارم: یوحنا کی اکیسویں فصل میں لکھا ہے کہ ان باتوں کے بعد یسوع پھر اپنے حواریوں کے روبرو ظاہر ہوا۔

"اور یسوع نے ان کو کہا کہ بچو! کچھ گوشت ہے؟ یسوع پھر آیا اور کھانا کھایا اور ان کو دیا اور اسی طرح مچھلی بھی تقسیم کی۔"

مجھے یقین ہے کہ یہ خواب نہیں تھا اور یسوع کھانا اور مچھلی کا کباب نوش کر رہے ہیں جس سے اس کے معدہ کی قوت اور بھوک کی شدت عیاں ہوتی ہے اور بیچارے سادہ لوح عیسائی اب تک اس خیال میں ہیں کہ وہ مردوں سے جی اٹھا تھا۔ افسوس ہے کہ بیسویں صدی جیسے علم وحکمت کے زمانہ میں بھی لوگ ایسا عقیدہ رکھتے ہیں۔

اسی ایپی فینی کے دوسرے مقام میں آڈیٹر صاحب کو مسیح کی صلیب کی موت میں شک پیدا ہوا ہے اور اسی وجہ سے انہوں نے ایک نئی تھیوری مسیح کی موت کی نسبت قائم کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ان مصالحہ جات اور ادویات کی وجہ سے جو قبر میں رکھی گئیں تھیں سانس رک کر موت واقع ہوئی۔ یوحنا کی بیسویں فصل سے ظاہر ہے کہ قبر اس قدر کشادہ تھی کہ آدمی اندر داخل ہو کر دیکھ بھال کر سکتا ہے جیسا کہ پطرس نے کہا۔ میں پوچھتا ہوں کیا یہ ناممکن ہے کہ سو پونڈ مر ایک ایسے بڑے کمرے میں پھیلا دیئے جائیں اور کسی ایک آدمی کا بھی دم نہ گھٹے جو

وہاں لیٹے ہوئے ہوں اور نہ میری رائے میں ان پیٹیوں سے جو اس کے سر اور ہاتھ پاؤں پر بندھی تھیں اسے کچھ تکلیف ہوئی۔ بلکہ میرے خیال میں مرہم پٹی سے یسوع کے زخموں کو آرام ملا۔ اور اس کی غشی بھی مصالحہ جات سے دور ہوگئی۔

(ریویو آف ریلیجنز جون 1904ء جلد 3 نمبر 6 صفحہ 216 تا صفحہ 220)

حضرت ڈاکٹر صاحب بطور شاعر:

حضرت ڈاکٹر صاحب کو انگریزی میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ آپ انگریزی میں شعروشاعری بھی کرتے تھے۔

برادرم مکرم خلیفہ صباح الدین صاحب (مرحوم) مربی سلسلہ نے مکرم آر ڈی احمد صاحب اسلام آباد کو حضرت ڈاکٹر صاحب کی سیرت پر کچھ نوٹس بھجواتے وقت ایک خط لکھا تھا جس میں لکھتے ہیں کہ

"داداجان کی انگریزی کی کئی نظمیں تھیں جن سے ایک میں نے لکھی ہے۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ سے راضی ہو) کے فرزند ارجمند صاحبزادہ میاں عبد الحیٔ صاحب کا رشتہ حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب کی دختر اختر فاطمہ کبریٰ سے طے پایا تھا۔ 02-اگست 1913ء کو تقریب رخصتانہ پر حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے انگریزی میں ایک نظم لکھی تھی جس کا ترجمہ قاضی محمد اکمل صاحب نے کیا تھا۔

(مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نور الدین صفحہ 413، حیات نور باب ہشتم صفحہ 624-625)

اسی طرح بیت الفضل لندن کے افتتاح کے موقع پر درج ذیل نظم لکھی۔

Praise to Allah and Congratulations

To Mahmood and Ahmad's Nation;

With patience and toil,

Have at last in London's soil,

Secured a plot a Mosque to raise,

Their Allah and their prophet to praise,

When the Proclaimers call shall ring,

And Ahmad's son from westren sky up brig

(مضمون حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب از خلیفہ صباح الدین صاحب)

باب نمبر:8

طبی خدمات

(ڈاکٹر صاحب بطور معالج)

☆ بطور معالج ہمدردانہ رویہ

☆ سرکاری ملازمت اور طبی خدمات

☆ جماعتی اداروں میں خدمات

☆ شفاخانہ میں خدمات

☆ مجلس اطباء وڈاکٹران

☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو طبی مشورے

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا علاج معالجہ

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے بطور معالج

☆ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کے معالج

☆ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کے معالج

☆ حضرت منشی اروڑے خاں کا علاج

☆ میاں عبدالحئی کا علاج اور الزام کی وضاحت

☆ سیدہ امتہ الحئی صاحبہ کا علاج معالجہ

☆ بابو شاہ دین صاحب کی خبر گیری

☆ شیخ یوسف علی کے علاج میں مشورہ

☆ ایک معجزہ

آپ کی طبی خدمات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ایک سرکاری ملازمت میں خدمات کیونکہ ڈاکٹر کے پیشہ میں خدمت انسانیت اولین حیثیت رکھتی ہے جو حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور دوم جماعت احمدیہ کے مختلف اداروں میں بغیر کسی معاوضہ کے خدمات سرانجام دینا اور اس دوران خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام ،خلفائے احمدیت اور اہم شخصیات کا علاج کرنے کا بھی موقعہ میسر آنا۔

قبل اس کے کہ جماعتی طبی خدمات کا ذکر کیا جائے یہ بتلانا ضروری ہے کہ ہر دو جگھوں پر طبی خدمات میں مریضوں کے ساتھ بے حد شفقت کا سلوک کرنا آپ کا ایک خاصہ تھا۔غریب مریضوں سے فیس بھی نہ لیتے تھے بلکہ اپنی جیب سے مدد بھی فرما دیتے۔

ایک مرتبہ جب آپ حضرت اماں جان کے مکان میں رہائش پذیر تھے۔ایک شخص اپنی بیوی کی تشویشناک حالت کی وجہ سے دوا لینے رات کے بارہ بجے کے قریب آیا۔آپ نے جب اس کی بیوی کی حالت سنی تو اس شخص کو کہا کہ دوا وہ خود جا کر دیں گے۔ کیونکہ مریضہ کی حالت اچھی نہیں۔اس شخص کے روکنے کے باوجود آپ اصرار کر کے ساتھ گئے دوا دی اور فرمایا کہ ایک گھنٹہ بعد پھر دورہ ہونے کا امکان ہے۔ میں اس وقت تک یہیں ٹھہرتا ہوں ۔مریضہ کے خاوند نے اصرار کے ساتھ جانے کی درخواست کی کیونکہ گھر میں فقط ایک کمرہ تھا۔آپ نے ایک گھنٹہ بعد دستک دی تو وہ شخص آپ کو دروازے پر موجود پا کر حیران رہ گیا۔اس وقت اس کی بیوی کی حالت بہت بگڑ چکی تھی۔آپ نے دوا دی اور اللہ تعالیٰ نے اپنا کرم فرمایا۔اس شخص نے پوچھا کہ آپ اتنی دور سے دوبارہ تشریف لائے ہیں۔ڈاکٹر صاحب نے فرمایا نہیں میں تو باہر جانوروں والی چارہ کی جگہ پر بیٹھا انتظار کر رہا تھا۔وہ شخص حیران ہوا کہ ڈاکٹر صاحب شدید سردی کے موسم میں کھلے آسمان کے نیچے تھے اور محض ہمدردی خلق اور پیشہ کے فرض کو پہچانتے ہوئے دیر تک بیٹھے رہے۔

(ماہنامہ انصار اللہ ربوہ اکتوبر 1995 صفحہ 21 ومقالہ
سیرت حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب از فضل الٰہی شاہد)

سرکاری ملازمت اور طبی خدمات:

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے حکومت کی ملازمت اختیار کی اور ملازمت کے دوران ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھا۔ چنانچہ حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب تحریر کرتے ہیں

" تعلیم سے فارغ ہو جانے کے بعد سرکاری ملازمت میں داخل ہوئے۔ اس وقت انہوں نے کبھی روپیہ جمع کرنے کا خیال نہ کیا۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں روپیہ ماہوار بھی انہوں نے کمایا مگر اسے جمع نہ کیا۔ اس سلسلہ کی خدمت کے لئے ہمیشہ اپنے دل اور ہاتھ کو انہوں نے کشادہ رکھا اور بلا مبالغہ ہزاروں روپیہ انہوں نے خرچ کیا۔ "

(الفضل 10-اگست 1926ء)

ملازمت کے دوران آپ کی تعیناتی مختلف علاقوں میں ہوئی۔ آپ کو کنگ ایڈورڈ کالج لاہور میں اور آگرہ میڈیکل کالج میں بطور پروفیسر لگایا گیا۔ اس کے علاوہ اسسٹنٹ سرجن اور سرجن انبالہ، رڑکی، رام پور، چکراتہ، لکھنؤ اور دہلی رہے۔ جہاں بھی آپ کو کام کرنے کا موقع ملا آپ نے اپنے عقیدت مندوں اور مداحوں کا ایک حلقہ پیدا کیا۔ آپ مریضوں کے ساتھ شفقت سے پیش آتے۔ غریب مریضوں سے فیس وغیرہ بھی نہیں لیتے تھے بلکہ اپنی جیب سے ان کی مدد کرتے تھے۔

محترمہ عزیزہ رضیہ صاحب جو محترم مرزا گل محمد صاحب مرحوم کی زوجہ تھیں اور محترم ڈاکٹر صاحب کی صاحبزادی روایت کرتی ہیں کہ

ڈاکٹر صاحب ان کو آگرہ اپنی تعیناتی کی جگہ پر گاڑی کے ذریعہ لے کر گئے۔ گاڑی کافی رات گئے پہنچی۔ اسٹیشن سے ہسپتال کافی دور اور گنجان آبادی سے باہر تھا۔ آپ نے بیوی بچوں کو ٹم ٹم میں سوار کیا اور ہسپتال کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ڈاکوؤں کے ایک گروہ نے روک لیا۔ گاڑی بان ان کے آگے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب فوراً نیچے اترے اور گرجدار آواز میں کہا تم کون ہو؟ ڈاکوؤں کے سردار نے آپ کو پہچان لیا اور معافی مانگنے لگا کہ ایسے مفید اور بااخلاق ڈاکٹر کو ہم کیسے لوٹ سکتے ہیں۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے اس کو توبہ کرنے کی تلقین کی اور ایسا قبیح کام چھوڑنے کو کہا۔ وہ معافیاں مانگتا، پاؤں چھوتا اپنے

گروہ کے ساتھ ہسپتال تک چھوڑنے گیا۔

جماعتی اداروں میں خدمات:

آپ کی قادیان دارالامان اور خلافت سے وابستگی قابل قدر تھی۔ آپ اکثر رخصت لے کر قادیان تشریف لے آتے اور یہاں اپنی خدمات پیش کرتے۔ ایک دفعہ لمبی رخصت پر قادیان تشریف لائے تو مختلف اداروں میں کام کرنے کی توفیق ملی۔ جس میں نور ہسپتال اور شفاخانہ میں خدمات شامل ہیں۔

نور ہسپتال میں خدمات کے حوالہ سے "الفضل" میں آپ کی خدمات کا ذکر یوں موجود ہے۔

"ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی خدمات نور ہسپتال کے لئے حاصل کی گئی ہیں اور انہوں نے کام کرنا شروع کر دیا ہے۔"

(الفضل 18-مارچ 1924ء نمبر 73 جلد 11)

شفاخانہ میں خدمات:

قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت سے ہی ایک شفاخانہ قائم ہو گیا تھا۔ جس میں حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کو خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ جیسے 08-1907ء کا پورا سال آپ بطور افسر شفاخانہ متعین رہے۔ سالانہ رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں اس سال آپ کی خدمات کا یوں ذکر تاریخ کا حصہ بنا ہے۔

"بورڈ زا اور مدرسہ کے دوسرے طلباء کے علاج کے لئے ایک شفاخانہ بھی قائم ہے جس کے انچارج ڈاکٹر عبداللہ صاحب ہیں علاوہ اس کے وقتاً فوقتاً سلسلہ کے دوسرے معزز ڈاکٹر صاحبان بھی جب کبھی رخصت پر آتے ہیں تو طلباء کے علاج معالجہ میں مدد دیتے ہیں چنانچہ ان دنوں ہمارے معزز مکرم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن جو ایک سال کی رخصت پر قادیان تشریف لائے ہوئے ہیں۔ افسر شفاخانہ ہیں آپ

ہر روز بورڈنگ کا معائنہ فرماتے ہیں۔جس وقت آپ کو خواہ رات ہو خواہ دن کسی لڑکے کی علالت کی۔اطلاع ملے فوراً تشریف لاتے ہیں اور بڑی محنت اور ہمدردی سے ہر ایک کا علاج کرتے ہیں۔مدرسہ ان کی ہمدردی کا خاص طور سے مشکور ہے۔"

آگے چل کر اسی رپورٹ میں ذکر ہے

"بہت حصہ سال کا جناب خلیفہ رشید الدین صاحب کی افسری میں سرانجام پاتا رہا۔یہ خدمت دین جو وہ بجالاتے رہے خاص شکریہ کے قابل ہے۔جزاہم اللہ خیراً"

(سالانہ رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت 08-1907ء صفحہ 26،صفحہ 35)

09-1908ء میں بھی کچھ عرصہ تک یہ خدمات کا سلسلہ جاری رہا۔اس سال کی رپورٹ میں آپ کی خدمات کا ذکر ان الفاظ میں تاریخ احمدیت میں محفوظ ہیں۔

"شفاخانہ مارچ 1909ء تک جناب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے اہتمام میں رہا۔نگران کی لمبی رخصت سے واپس تشریف لے جانے پر اس کا انتظام براہ راست دفتر سیکرٹری کے ماتحت رہا۔"

(سالانہ رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت 09-1908ء صفحہ 43)

شفاخانہ میں خدمت انسانیت کا یہ سلسلہ بعد میں بھی جاری رہا۔قادیان سے آپ کو اس قدر قریبی لگاؤ ہو چکا تھا کہ آپ مچھلی کی طرح جو پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی قادیان کے بغیر رہ نہیں سکتے تھے۔1909ء کو آپ رپورٹ کے مطابق واپس تشریف لے گئے مگر 1910ء میں پھر آپ واپس آکر خدمات میں مصروف نظر آتے ہیں اور سالانہ رپورٹ 11-1910ء میں شفاخانہ کی مد میں آمد وخرچ کے میزانیہ پر حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین کے دستخط بطور افسر شفاخانہ درج ہیں اور خوش کن رپورٹ کے تحت مریضوں کی تعداد یوں درج ہے۔

"اس سال پرانے مریضان میں 2017 کی زیادتی ہوئی اور نئے مریضان میں 1338 کی زیادتی ہوئی۔"

(سالانہ رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت 11-1910ء صفحہ 51)

چونکہ آپ کی سیرت وشمائل اور خدمات کو اکٹھا کرنے کے لئے قلم اُٹھایا ہے اس لئے ضروری معلوم

ہوتا ہے کہ ہر عنوان کے تحت آپ کی تمام خدمات کو خواہ وہ معمولی ہی کیوں نہ ہوں۔ تاریخ کا حصہ بنانے اور آپ کی روح کو ثواب پہنچانے کی خاطر درج کیا جائے۔ اس لئے شفاخانہ کے حوالہ سے آپ کی خدمات مختلف اخبارات میں ایک ایک دو سطروں میں ملتی ہیں۔ 1914ء میں شفاخانہ ڈسپنسری کے حوالہ سے یوں خبر درج ہے۔

"ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے ایک آپریشن فتق کا کامیابی کے ساتھ کیا۔"

(الفضل 21- جنوری 1914ء)

اور 18-1917ء کی سالانہ رپورٹ میں افسر شفاخانہ (انگریزی) کے تحت آپ کا نام درج ہے۔

قادیان میں آپ کی موجودگی کے دوران اگر جلسہ سالانہ آجاتا یا آپ بطور خاص جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے تشریف لاتے تو آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کی خدمت کا موقعہ ملتا۔ اور آپ مہمانوں کے علاج معالجہ پر متعین ہوتے۔ مکرم ایڈیٹر صاحب بدر نے 1908ء کے جلسہ سالانہ پر ڈیوٹی دینے والے افراد کا جو شکریہ ادا کیا ہے اس میں مکرم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کا نام بھی درج ہے۔

(07- جنوری 1909ء بدر جلد 8 نمبر 10)

جماعتی اداروں میں طبی خدمات کے دوران حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف مریضوں کے لئے پھل وغیرہ کا ذاتی طور پر خیال رکھتے اور مریضوں کی ذاتی ضروریات کو خود پورا کیا کرتے تھے۔ جس طرح آپ اپنے بچوں کے لئے شفقت رکھتے تھے ایسے ہی مریضوں کے لئے بھی شفقت تھی۔

(مقالہ سیرت حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب از فضل الٰہی شاہد)

مکرم محمد یامین صاحب نے قادیان کے تعارف کے طور پر قادیان گائیڈ کے نام پر ایک کتاب شائع کی جس میں شفاخانہ اور دیگر طبی سہولیات کا تعارف کروایا۔ اور قادیان کے گیارہ مشہور ڈاکٹرز و اطباء کی فہرست مہیا فرمائی۔ جس میں سرفہرست آپ کا نام یوں درج ہے۔

1۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سب اسسٹنٹ سرجن۔ پنشنر

(قادیان گائیڈ صفحہ 92)

مجلس اطباء وڈاکٹران جماعت احمدیہ:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری ایام میں 22-مارچ 1908ء کو قادیان میں ڈاکٹروں اور طبیبوں پر مشتمل ایک مجلس اطباء وڈاکٹران تشکیل پائی۔ اس مجلس کی تشکیل اور اس کے اجلاس کے انعقاد میں حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی خواہش اور کوشش کارفرما ہے۔

اس پہلے اجلاس میں درج ذیل ڈاکٹرز اور اطباء نے شمولیت کی

"ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب، ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب، ڈاکٹر بشارت احمد صاحب، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، ڈاکٹر قاضی کرم الٰہی صاحب، ڈاکٹر فیض قادر صاحب وٹرنری اسسٹنٹ، حکیم محمد حسین صاحب قریشی، حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ، حکیم محمد حسین صاحب بلب گڑھ۔

اس جلسہ کے پریذیڈنٹ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مقرر ہوئے ۔ اور سیکرٹری ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مقرر ہوئے۔

اس اجلاس میں جو مختلف فیصلے ہوئے وہ طبی خدمات میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے تھے۔ آج سے قریباً سو سال قبل یہ طے پایا تھا۔

"دیگر مذاہب کے لوگ مثلاً عیسائی دور دراز ملکوں میں تالیف قلوب کے لئے ڈسپنسریاں اور بڑے بڑے شفاخانے بناتے ہیں تو کیا ہمارا فرض نہیں کہ اس سلسلہ حقہ کی اشاعت کے لئے اگر سر دست شہر شہر نہیں تو کم از کم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رہائشی مقام یعنی قادیان میں ایک بڑا ہسپتال بناویں۔"

(الحکم 06-اپریل 1908ء)

اس اجلاس میں یہ فیصلہ ہوا کہ سر دست موجود ڈسپنسری جو شفاخانہ کے نام سے جاری ہے اسے تدریجاً ترقی دی جائے اور مریضوں کے لئے علیحدہ کمرے اور آپریشن روم وغیرہ تعمیر کروائے جائیں۔ اس کار خیر کے لئے اور ڈسپنسری کے دوسرے دیگر اوزاروں کے لئے ڈاکٹرز واطباء سے ماہانہ عطیہ لیا جائے چنانچہ یہ طے پایا کہ اسسٹنٹ سرجن دس روپے ماہانہ، ہاسپٹل اسسٹنٹ صاحبان اور حکیم صاحبان دو روپے ماہانہ بطور عطیہ کے عنایت فرمایا کریں۔

اس پہلے اجلاس میں 81 روپے درج ذیل تفصیل سے اکٹھے ہوئے۔ حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب نے 20 روپے عطا فرمائے گو آپ بعض مجبوریوں کی وجہ سے اس پہلے اجلاس میں شامل نہ ہو سکے تھے۔

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے دس روپے کا وعدہ فرمایا۔

(الحکم 06-اپریل 1908 نمبر 25 جلد 12)

آج سوسال گزرنے کے بعد حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی کاوش کو رنگ لگے اور قادیان میں ایک نہایت خوبصورت وسیع ہسپتال "نور ہسپتال" کے نام سے تعمیر ہو کر اس کا افتتاح بھی عمل میں آچکا ہے۔ الحمد للہ علی ذالک

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو طبی مشورے:

ان تمام طبی خدمات سے بڑھ کر آپ کے لئے سب سے بڑا اعزاز تو خود امام وقت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا علاج اور ان کو طبی مشورے دینا تھا۔ چنانچہ 07-اکتوبر 1902ء کو ایک مجلس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو طبی مشورے دینے کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ہے۔

"حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت بعارضہ زکام ناساز تھی۔ بعد ادائے نماز مغرب جب آپ اجلاس فرما ہوئے تو ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب طبی مشورہ عرض کرتے رہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 318 جدید ایڈیشن)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کے علاج کو بھی خاص قدر کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے اور وقتاً فوقتاً آپ سے ادویات بھی منگواتے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا علاج معالجہ:

آپ کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ سے راضی ہو) کی آخری علالت میں آپ کا علاج معالجہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس بیماری کے دوران جن تین ڈاکٹروں کے حصہ میں یہ سعادت آئی ان کے نام بالترتیب یہ ہیں۔

1۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب

2۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب

3۔ حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب

(الفضل 18-فروری 1914ء جلد 1 نمبر 36)

آئینہ صداقت صفحہ 176 پر ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب کا نام بھی معالجین میں درج ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 530)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ سے راضی ہو) کے علاج کے لئے لاہور سے جب ایک ڈاکٹر ملول کو بلوایا گیا تو انہوں نے بھی بعد معائنہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، ڈاکٹر محمد حسین صاحب اور ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سے مشورہ کر کے وہی نسخہ تجویز فرمایا جو پہلے استعمال ہو رہا تھا۔

(الفضل 18-فروری 1914ء صفحہ 1)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ سے راضی ہو) کی علالت کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب موصوف کو بہت پریشانی لاحق تھی اور آپ زیادہ وقت دربار خلافت میں ہی رہتے۔ چنانچہ مکرم ایڈیٹر صاحب الحکم نے "ایوان خلافت" کے تحت 28-فروری 1914ء کو یہ خبر دی کہ

"ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب رات بھر حضرت کے پاس رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزاء دے۔"

(اخبار الحکم 07-مارچ 1914ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ سے راضی ہو) کے بطور معالج کی سعادت آپ کی آخری

علالت کے علاوہ بھی رہی ۔ چنانچہ اخبار "بدر" نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ سے راضی ہو) کی صحت کے بارے یوں خبر دی۔

"حضرت خلیفۃ المسیح کی صحت کے متعلق حضور کے معالج جناب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی تحریر ہم اس دفعہ شائع کرتے ہیں۔

السلام علیکم: ناسور بدستور ہے۔ کچھ کچھ مواد خارج ہوتا ہے۔ عام بدنی صحت الحمدللہ اچھی ہے۔"

(اخبار بدر 19- ستمبر 1912ء جلد 12 نمبر 12,11)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ کے معالج:

حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ سے راضی ہو) کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ کے بطور معالج کی سعادت بھی آپ کے حصہ میں آئی۔ آپ گاہے بگاہے آپ کا علاج کرتے رہے اور طبی مشوروں سے نوازا۔

اخبار میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ کی صحت کے بارہ طبی رپورٹس حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کے حوالے سے شائع ہوتی رہیں۔ جیسے دیکھیں (الفضل 27- اپریل 1918ء جلد 5 نمبر 85)

انہی دنوں حضور جب شدید علیل ہوگئے اور آپ نے ایک وصیت نامہ بھی تحریر کیا (جس کا ذکر اسی کتاب کے باب نہم میں آرہا ہے) تو اس علالت میں حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو بطور معالج خدمت کرنے کا موقعہ ملا۔ اس خدمت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ نے ایک موقعہ پر فرمایا

"حتی کہ مکرمی ومعظمی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ پر خاص طور پر ہمدردی کرنے کا موقعہ دیا۔"

(الفضل 8- اکتوبر 1918ء وانوار العلوم جلد 4 صفحہ 143)

اپریل 1908ء میں حضور کے دورہ لاہور اور بمبئی میں بھی بطور معالج آپ کو ساتھ جانے کا شرف حاصل ہوا۔

(ایاز محمود سیرت حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب از کریم احمد نعیم زیر طبع)

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کا علاج:

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو افراد خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علاج معالجہ کی سعادت بھی نصیب ہوتی رہی ۔ 1907ء میں جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا بیٹا مبارک احمد (جو حضورؑ کو بہت پیارا تھا) شدید بیمار ہو گیا تو ڈاکٹر صاحب موصوف کو علاج معالجہ کی سعادت ملی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ اس خدمت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"ہمارا چھوٹا بھائی مبارک احمد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی فوت ہو گیا تھا۔ ماں باپ کو عموماً چھوٹے بچے بہت پیارے ہوتے ہیں اس لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اُس سے بہت اُنس تھا۔ اور پھر اس لئے بھی آپ اس سے زیادہ پیار کرتے تھے کہ وہ عموماً بیمار رہتا تھا۔ میری عمر جب وہ فوت ہوا اٹھارہ سال کے قریب تھی۔ اس کی آخری بیماری کے ایام میں اس کا علاج کرنے میں بہت سے معالج مصروف تھے۔ مثلاً حضرت خلیفۃ المسیح اول، ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب، ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُس روز صبح کی نماز پڑھ کر گھر آئے تو ساتھ ہی حضرت خلیفۃ المسیح اول اور ڈاکٹر صاحبان (حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب۔ خطبات محمود جلد اول صفحہ 210) بھی آ گئے۔ اُس وقت اسے ضعف کی شکایت تھی۔ لیکن چہرہ سے اچھی حالت معلوم ہوتی تھی۔ ڈاکٹروں نے اُسے دیکھ کر کہا کہ اب افاقہ معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ مطمئن ہو گئے۔ لیکن حضرت خلیفۃ المسیح اول (اللہ آپ سے راضی ہو) چونکہ زیادہ تجربہ کار تھے اس لئے آپ نے فوراً معلوم کر لیا کہ بچہ کی حالت نازک ہے۔ انہوں نے گھبرا کر فوراً

نبض دیکھنی شروع کردی لیکن نبض کی حرکت معلوم نہ ہوئی۔"

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 297)

پھر فرماتے ہیں:

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبارک احمد بہت پیارا تھا۔ 1907ء میں وہ بیمار ہو گیا اور اس کو شدید قسم کے ٹائیفائیڈ کا حملہ ہوا۔ اس وقت دو ڈاکٹر قادیان میں موجود تھے۔ ایک ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم و مغفور تھے۔ ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ ہمیں باہر نوکری کرنے کے بجائے قادیان میں رہ کر خدمت کرنی چاہئے اور اس رنگ میں شاید وہ پہلے احمدی تھے جو ملازمت چھوڑ کر یہاں آ گئے تھے۔"

(اصحاب احمد جلد اول صفحہ 60)

جب حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اس بیماری کی وجہ سے وفات پا گئے تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے 16- ستمبر 1907ء کو ایک لیکچر بعنوان "ابتلاؤں کی حکمت" دیا۔

اس خطاب کے آخر میں حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے عرض کیا

"مبارک احمد کو لوگ اکثر "ولی ولی" کر کے پکارا کرتے تھے۔

فرمایا:

ہاں ولی وہی ہوتا ہے جو بہشتی ہو۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 290)

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کا علاج:

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو بہت سی بزرگ اور مبارک ہستیوں کے علاج کی بھی توفیق ملی۔ تاریخ احمدیت نے حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کی علالت پر آپ کے بطور معالج خدمات کو یوں محفوظ کیا ہے۔

"حضرت مولانا عبدالکریم صاحب اگست 1905ء کو یکا یک بیمار ہوئے جسم پر ایک پھنسی نمودار ہوئی

جو بڑھتی بڑھتی جان لیوا ثابت ہوئی۔ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی مدد سے اس کے کئی آپریشن کئے۔آخری آپریشن میں ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب پروفیسر سرجری آگرہ میڈیکل سکول نے ان کو کلوروفارم دیا۔"

(بدر 12-جنوری 1906ء)

اور بدر 07- ستمبر 1905ء میں مکرم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے عمل جراحی کا ذکر ملتا ہے جو ایک گھنٹہ جاری رہا اور زخم کو اچھی طرح صاف کیا۔

اخبار کی اس اشاعت میں آپ کی اس خدمت کا ذکر یوں ملتا ہے۔

"خدا تعالیٰ کی کیا عجیب حکمت ہے کہ جب مولوی صاحب کے واسطے یہ تکلیف مقدر تھی تو اس نے دو ڈاکٹر بھی یہاں موجود کر دیئے یعنی اخویم مرزا یعقوب بیگ صاحب اور مخدومی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب جو ہر دو صاحبان تین تین ماہ کی رخصت لے کر یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں اور ہر وقت بڑی ہمدردی کے ساتھ مولوی صاحب کی خبر گیری میں مصروف رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو دین و دنیا میں جزائے خیر دے۔"

(بدر 07- ستمبر 1905ء جلد 1 نمبر 33)

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نے بھی اپنی علالت کے دوران متعدد بار اس امر کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ ایک دفعہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے تم کو اور خلیفہ صاحب (خلیفہ رشید الدین صاحب) کو میرے علاج کے لئے بھیجا ہے۔"

(بدر 26-جنوری 1906ء جلد 2 نمبر 4)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام جہاں حضرت مولانا موصوف کی علالت میں دعاؤں میں مصروف تھے وہاں پورے علاج کی نگرانی بھی فرما رہے تھے اور ساتھ کے ساتھ ہدایات بھی دیتے تھے۔چنانچہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب لکھتے ہیں کہ ایک موقعہ پر مجھے اور ڈاکٹر رشید الدین صاحب کو مخاطب کر کے

فرمایا

" کہ اس ملک کے اکثر ڈاکٹر یورپ کی آواز کے منتظر رہتے ہیں اور اس کے متبع ہوتے ہیں۔ مگر ہم ہر وقت خدائی آواز کے منتظر رہتے ہیں اور اسی کے اتباع کو اپنے لئے فرض سمجھتے ہیں۔"

(الحکم 17-فروری 1906ء نمبر 6 جلد 10)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک خواب کے ذریعہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی صحت اور بعد میں وفات کی اطلاع مل گئی تھی۔ چنانچہ اس کاربنکل کے پھوڑے سے نجات ملی اور بہت گہرے زخم پر انگور ایک دن میں آ گیا۔ ڈاکٹر رشید الدین صاحب کے خیال میں یہ آٹھ دس روز کا کام ایک دن میں دعاؤں کے ذریعہ ہوا۔

(تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ 478-479)

حضرت منشی اروڑے خاں صاحب کا علاج:

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ بہت سے بزرگ مخلص احباب کے علاج کی خدمت حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب موصوف نے پائی۔ بعض وقت ایسے آئے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی علاج کی خاطر قادیان لایا جیسے حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کی علالت اور علاج میں ذکر گزر چکا ہے۔ لیکن بعض اوقات ان بزرگوں کو قادیان حضرت ڈاکٹر موصوف سے علاج کی غرض سے اللہ تعالیٰ لایا۔ جیسے حضرت منشی اروڑے خاں صاحب، جب یہ قادیان میں بیمار ہو گئے تو آپ کو واپس کپورتھلہ لے جانا چاہا تو آپ نے فرمایا:

"مرنے کے لئے تو یہاں آیا ہوں۔ اب جب وقت آیا تو تم یہاں سے لے جانا چاہتے ہو۔"

(الفضل یکم نومبر 1919ء)

اس بیماری میں آپ کا جن ڈاکٹرز نے علاج فرمایا ان میں ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کے ساتھ

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب بھی تھے۔ چونکہ بیماری کی تشخیص نہیں ہو رہی تھی اس لئے آپ کا خیال تھا کہ

"دماغ کی کوئی شریان پھٹ گئی اور تمام دماغ میں خون پھیل گیا ہے اور اس کے پھٹنے کا باعث بار بار وسمہ لگانا اور اس میں بار بار نہانا تھا۔"

(الفضل یکم نومبر 1919ء نمبر 35 جلد 7)

میاں عبدالحیٔ مرحوم کا علاج اور ایک مغالطے کا ازالہ:

حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ سے راضی ہو) کے صاحبزادے مکرم میاں عبدالحیٔ صاحب 1915ء میں اچانک چند دن بیمار رہ کر وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ کے ارشاد پر حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے آپ کا علاج کیا۔ مگر خدا کو کچھ اور منظور تھا جانبر نہ ہو سکے اور 11 نومبر 1915ء کو اللہ کو پیارے ہو گئے۔

آپ کی وفات پر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے یہ اعتراض اُٹھایا۔ علاج میں سُستی برتی گئی ہے اور دیگر ڈاکٹر صاحبان سے مشورہ بھی نہیں کیا گیا اور پیغام صلح میں ایک مضمون شائع کیا۔ اس کے جواب میں کئی مضامین اخبار میں شائع ہوئے۔ حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے بھی ایک مضمون بعنوان **سابق اسسٹنٹ سرجن مرزا یعقوب بیگ صاحب ایل ایم ایس اور علاج صاحبزادہ عبدالحیٔ صاحب مرحوم** تحریر کیا جو یہاں دیا جا رہا ہے۔ جس سے حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ سے راضی ہو) سے آپ کی وابستگی کے ساتھ ساتھ انکساری، عاجزی ظاہر ہوتی ہے۔

آپ لکھتے ہیں کہ

عزیزی صاحبزادہ عبدالحیٔ صاحب مرحوم ومغفور کے وصال کے بعد بعض غیر ذمہ دار اشخاص نے لاہوری پیغام میں ان کے علاج کی نسبت کچھ اعتراض کئے تھے مگر بدیں خیال کہ اکثر ان میں وہی اشخاص ہیں

جن کو یونانی طب کے تعلقات کے باعث انگریزی طریقہ علاج سے نفرت ہے اور عوام کالانعام کے خیالات جاہلانہ سے ہاں میں ہاں ملایا کرتے ہیں۔ خصوصاً ان ایام میں جبکہ سودیشی اور پولیٹیکل حریت کے بہت جوش اٹھ رہے ہیں۔ میں نے وھم عن اللغو معرضون پر عمل کر کے اخبارات میں کوئی جواب نہ دیا۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مجھے معلوم تھا کہ ان اعتراضات کا بڑا باعث اندرونی اختلافات کے کینے اور عداوتیں ہیں۔ اس واسطے بھی میں نے اس معاملہ کے متعلق اخباری دُنیا میں آنا پسند نہیں کیا۔ لیکن ضمیمہ اخبار پیغام صلح مورخہ 14-دسمبر میں پنجاب یونیورسٹی کے لائسنس طب انگریزی حاصل کردہ جناب مرزا یعقوب بیگ صاحب نے بھی جب انہیں اعتراضات کی تائید کی تو میں نے مناسب سمجھا کہ پبلک کو کچھ حالات علالت عزیزی عبدالحئی صاحب مرحوم سے اطلاع دوں سو واضح ہو کہ قادیان میں ماہ اکتوبر و نومبر میں ایک خاص قسم کے مچھر کی بہت پیدائش ہوگئی تھی۔ یہ مچھر جب انسان کو کاٹتا ہے تو اس میں سخت قسم کے بخار ملیریل پیدا ہوتا ہے جن کو میلیگنٹ Malignant Tertion یا ریمٹنٹ فیور Remittant Fever بولتے ہیں۔ اس کے اثر سے خون میں میلیگنٹ ٹرشن پیرا سائیٹس Malignant Tertion Parasites پیدا ہو جاتے ہیں اور بخار کی وجہ یہی زہر ہوتی ہے۔ یہ مچھر اب تک ہمارے قادیان میں موجود ہے۔ جس صاحب کو تحقیقات کرنی ہو، ان کی خدمت میں زندہ یا مردہ مچھر روانہ کیا جا سکتا ہے۔ انھیں مچھروں کے کاٹنے سے عزیز مرحوم کو بخار آیا تھا اور ایک ہفتہ کے برابر اسی قسم کا بخار چڑھا رہا۔ علاج بھی ہوتا رہا جب مجھے تشخیص کامل ہوگئی کہ یہ میلیگنٹ ملیریل فیور ہے تو میں نے کونین شروع کی۔ الحمد للہ اس سے فوراً فائدہ ہوا اور بخار اتر گیا۔ مگر ضعف بہت تھا اور مچھر بھی گھر میں موجود تھے۔ علاوہ ازیں صحت کے ہوتے ہی سخت بد پرہیزی شروع ہوگئی اور باوجود منع کرنے کے اس سے نہیں رُکے اور اس بات سے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اچھی طرح واقف ہیں کہ پرہیز کے معاملہ میں اس گھر پر زور نہیں دیا جا سکتا۔ دن میں آٹھ آٹھ تربوز والدہ صاحبہ نے عزیز عبدالحی صاحب مرحوم کے لئے منگوائے اور روکے جانے پر بھی نہ وہ رُکے اور نہ دینے والے۔ اسی طرح اور کئی قسم کی بد پرہیزیاں ہوئیں جس سے مرض کا دوبارہ دورہ ہوا اور چونکہ وہ پہلے ہی بہت کمزور ہو گئے تھے اس دفعہ جانبر نہ ہو سکے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جناب مرزا صاحب نے اس تپ کو محرقہ قرار دیا ہے اور کوئی ثبوت پیش نہیں کیا سوائے افواہوں پر

اعتماد کرنے کے۔ خاکسار یقینی طور پر کہتا ہے کہ یہ بخار تپ محرقہ نہ تھا بلکہ ملیریل فیور تھا۔ اور میرے پاس ثبوت موجود ہیں یہ بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے کہ کسی ایک دن میں 60 یا 80 گرین کونین دی گئی۔ مناسب حال خوراکوں میں میں نے اپنے ہاتھ سے صاحبزادہ صاحب کو کونین دی تھی اور ہر وقت اس کے نتائج کا نگران تھا۔ کوئی اس کا بد اثر میں نے عزیز مرحوم میں نہیں دیکھا۔ کوئی علامت سنکونیزم Sinchonism کے بعد استعمال کونین کے ان میں نہیں پائی گئی۔ بلکہ پہلی دماغی علامات جو تپ کے زور کے وقت تھیں کم ہوگئیں یہ فائدہ ہی ہوا۔ اور بخار اتر گیا۔ افسوس کہ مرزا صاحب ایل ایم ایس نے بذریعہ خط مجھ سے دریافت کرنے کے بغیر اخبار میں میرے اوپر یہ الزام لگایا کہ محرقہ بخار میں کونین دی گئی۔ اور زیادہ مقدار میں دی گئی۔ ہر سنی ہوئی بات کو مان کر یقین کر لینا مذہبی یا سائینٹیفک اشخاص۔۔۔۔کا شیوہ نہیں ہے۔

بے توجہی اور بے احتیاطی کا الزام بھی محض خلاف واقعہ ہے۔ یہاں قادیان میں جتنے ڈاکٹر اور طبیب رہتے ہیں سب سے مشورہ ہوتا رہا۔ اور حکیم محمد حسین مرہم عیسی جب یہاں آئے تو برابر مجھ سے مشورہ کرتے رہے چنانچہ اُن کے مشورہ سے سوڈا سلفاس جو یہاں موجود نہ تھا بٹالہ سے منگوایا گیا۔ میرے سامنے تو وہ ادویہ انگریزی ہی استعمال کرتے رہے۔ لیکن مجھے معلوم نہیں کہ جب میں بعض حوائج ضروریہ کے واسطے اپنے گھر جایا کرتا تھا تو میری غیر حاضری میں کوئی دوائی انہوں نے یا مرزا خدا بخش نے بغیر میری اطلاع دی ہو اس کا میں ذمہ دار نہیں وہ ان سے دریافت کیا جاوے۔ یہ محض جھوٹ ہے کہ میں نے حکیم مرہم عیسی سے کلام نہیں کیا۔ جناب مرزا صاحب ایل ایم ایس کو ایسی جھوٹی افواہوں کے شائع کرنے سے شرم کرنی چاہئے۔ ہاں مرزا خدا بخش صاحب جو اپنی کتابوں کے کام کے لئے یہاں آئے تھے۔ انہوں نے میرے ساتھ السلام علیکم نہیں کیا۔ اور میں نے بھی توجہ نہیں کی۔ لیکن پھر بھی میں نے ان کے سامنے مولوی غلام محمد صاحب کو مخاطب کر کے تشخیص بخار کی۔ اور حالات علاج کے جو میں کر رہا تھا بیان کر دیئے تھے اور مرزا خدا بخش صاحب نے نہ مجھے اور نہ مولوی غلام محمد صاحب کو اس کی نسبت کوئی مشورہ دیا کہ یہ غلطیاں ہیں جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ میرے ساتھ متفق ہیں۔ الخاموشی نیم رضا۔ یا ان میں جرأت نہیں تھی۔ اس کے وہی ذمہ دار ہیں اس سے ثابت ہوا کہ ان سے بھی ایک طرح کا مشورہ ہوگیا۔ مشورہ نہ کرنے پر جو اعتراض کئے ہیں محض خلاف واقعہ ہیں مگر وہ معذور ہیں کیونکہ سیدی ومرشدی حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب مرحوم خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ

سے راضی ہو) کے وصال کے بعد سے وہ اس لفظ مشورہ پر ہی اڑے بیٹھے ہیں۔ غذا کے متعلق جو لکھا وہ بھی محض دروغ بے فروغ ہے لطیف اغزیہ مثلاً سینوجن، دودھ اور یخنی وغیرہ کا برابر استعمال ہوتا رہا۔

افسوس کہ ہمارے سابق بھائیوں نے اپنے کینوں کو اتنا بڑھایا ہے کہ اب اپنے سائنس کے اصولوں کو بھی چھوڑتے جاتے ہیں حالانکہ وہ شہروں میں رہتے ہیں اور نئی نئی تحقیقاتوں اور علوم کے جاننے کے مدعی ہیں، لائق علماء سے مشورہ کرتے رہتے ہیں پھر بھی اب تک مجھے کوئی علم نہیں کہ مرزا یعقوب بیگ صاحب ایل ایم ایس کلانوری نے لاہور کی رہائش سے کیا فائدہ اٹھایا۔ جو خلیفہ رشید الدین ایل ایم ایس لاہوری نے قادیان کی رہائش کی وجہ سے حاصل نہیں کیا اور انہوں نے کون سی نئی بیماری یا اس کی دوائی ایجاد کی ہے یا کوئی موت کا علاج تجویز کیا ہے۔ اگر اب بھی انہیں میری تشخیص اور طریقہ علاج پر اعتراض ہے تو وہ اپنی تشخیص اور اپنا علاج کسی طبی اخبار میں پیش کریں پھر ان کا جواب دیا جائے گا۔

بالآخر مجھے اس بات کا سخت رنج ہے کہ ان لوگوں نے ہمارے اس دلی صدمہ کو جو عزیز مرحوم کی وفات سے ہمیں ہوا تھا بہت بڑھا دیا ہے۔ اور صدمہ پہ صدمہ دیتے ہیں اور میڈیکل پروفیشن سے جو ہمیں مالی مفاد ہوتا ہے اسکی نسبت اخبار میں اعتراض شائع کر کے مالی نقصان بھی پہنچانا چاہا ہے اور ہماری عزت کی پرواہ نہیں کی۔ عزیز مرحوم کے ساتھ جو محبت حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی کو تھی وہ سب احمدیوں کو معلوم ہے اور اس بیماری میں جس جانفشانی اور دلسوزی سرگرمی اور توجہ سے آپ نے عزیزی مرحوم کا علاج کرایا ہے اس سے زیادہ خیال میں نہیں آتا۔ اور باوجود کئی ڈاکٹر اور اطباء قادیان میں موجود ہونے کے باہر سے بھی ڈاکٹر بلانے کا انتظام کیا تھا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو کتنی محبت عزیز مرحوم سے تھی اور کتنا صدمہ ان کے وصال سے ان کو ہوا۔ مگر افسوس کہ وہ بھی برادران یوسف کے اعتراضوں سے نہیں بچے۔ خیر ہم صبر کرتے ہیں۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد.**

خاکسار رشید الدین ایل ایم ایس سول اسسٹنٹ سرجن پنشنر آنریری

میڈیکل آفیسر صدر انجمن احمدیہ قادیان

(اخبار الفضل 21-دسمبر 1915ء جلد 3 نمبر 72)

حضرت سیدہ امتہ الحیٔ بیگم صاحبہ کا علاج:

حضرت خلیفۃ المسیح اول (اللہ آپ سے راضی ہو) کی بیٹی اور زوجہ مکرمہ حضرت خلیفہ المسیح الثانی نور اللہ مرقدۂ حضرت سیدہ امتہ الحیٔ صاحبہ 1924ء میں بیمار ہوگئیں۔ حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو معالجین میں شامل ہونے کا موقعہ ملا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدۂ نے اپنے خطبہ جمعہ میں ان کی بیماری اور علاج کا ذکر کر کے حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔

"امتہ الحیٔ مرحومہ کی بیماری کی اطلاع مجھے بمبئی میں ملی تھی۔ اور میرے دل نے محسوس کیا کہ یہ خطرناک ہے وہاں سے جب میں ریل میں سوار ہوا تو منہ کھڑکی سے باہر نکال لیا تا کرب کی حالت کوئی او رنہ دیکھ سکے اور اللہ تعالیٰ سے دعا شروع کی اور اس نتیجہ پر پہنچ گیا کہ مجھے وہاں پہنچنے کا موقع مل جائے گا۔ آگرہ پہنچتے پہنچتے حالات کے تسلی بخش ہونے کی اطلاع بھی مل گئی۔ ابھی دو ر روز ہی ہوئے میں والدہ صاحبہ (حضرت اماں جان) سے یہی باتیں کر رہا تھا۔ انہوں نے بھی بتایا کہ اس وقت امتہ الحیٔ مرحومہ کی حالت بہت خطرناک تھی لیکن پھر سنبھل گئی۔ غرضیکہ میں پہنچ گیا اور اس کے دس بارہ روز بعد ان کی وفات ہوئی۔ کیونکہ یہی مقدر تھا جیسا کہ ولایت جانے سے پہلے ہی بتایا گیا تھا۔ مگر دعاؤں کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے ان سے اور انہیں مجھ سے ملنے کا موقع مل گیا۔ ان کا علاج تین ڈاکٹر کر رہے تھے۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب جو بہت مشہور ڈاکٹر ہیں۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب جیسے عمر رسیدہ اور تجربہ کار ڈاکٹر جو میڈیکل میں پروفیسر بھی رہ چکے ہیں اور ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب یہ تینوں معالج تھے۔"

(خطبات محمود جلد 14 صفحہ 125-126)

بابوشاہ دین صاحب مرحوم کی خبر گیری

اور عیادت وعلاج:

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام 1908ء میں حضرت اماں جان کے علاج کے لئے قادیان سے لاہور آئے تو بابوشاہ دین صاحب قادیان میں بیمار تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب (جن کو الدار میں رہنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام قادیان چھوڑ آئے تھے۔ سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد سوم صفحہ 426 از عرفانی) یکے بعد دیگرے دوخطوط بابوشاہ دین کی عیادت، خبر گیری کے لئے لکھے۔ جن میں لکھا کہ جس خدمت کا ثواب حاصل کرنے کے لئے میں حریص تھا وہ آپ کو ملا ہے۔

تو گویا یہ سعادت حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے حصہ میں آئی کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قائم مقام کی حیثیت سے اس خدمت کو انجام دیں۔

گو یہ دوخطوط حصہ مکتوبات میں درج ہیں مگر یہاں بھی دیئے جارہے ہیں جن سے ایک طرف سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنے رفقاء سے محبت ظاہر ہوتی ہے تو دوسری طرف حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کا بلند مقام جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک تھا۔

حضور علیہ السلام لکھتے ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بابوشاہ دین صاحب کی تعہد اور خبر گیری سے آپ کو بہت ثواب ہوگا۔ میں بہت شرمندہ ہوں کہ ان کے ایسے نازک وقت میں قادیان سے سخت مجبوری کے ساتھ مجھے آنا پڑا اور جس خدمت کا ثواب حاصل کرنے کے لئے میں حریص تھا۔ وہ آپ کو ملا۔ امید کہ آپ ہر روز خبر لیں گے۔ اور دعا بھی کرتے رہیں گے اور میں بھی دعا کرتا ہوں۔

ایک دوسرے خط میں جو اس سے پہلے آیا تھا۔ حضرت صاحب نے لکھا کہ

"اور میری دلی خواہش ہے کہ آپ تکلیف اٹھا کر ایک دفعہ اخویم بابوشاہ دین صاحب کو دیکھ لیا

کریں۔اور مناسب تجویز کریں۔میں بھی ان کے لئے پانچ وقت دعا میں مشغول ہوں وہ بڑے مخلص ہیں ان کی طرف ضرور پوری توجہ کریں۔"

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب جلد 3 صفحہ 425-428)

شیخ یوسف علی صاحب نعمانی کے علاج معالجہ میں مشورہ:

حضرت شیخ یوسف علی صاحب کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک قسم کا لگاؤ تھا۔آپ بیمار ہوگئے تو قادیان چلے آئے۔آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوکر عرض کیا۔

"حضور کے قدموں میں اس واسطے حاضر ہوا ہوں کہ یہاں دعا اور دوا دونوں ہیں اور یہ ارادہ کر کے آیا ہوں کہ اگر شفا ہو تو حضور کے روبرو اور جو موت مقدر ہے تو حضور کے قدموں میں ہو۔

جمال یار گر پیش نظر ہو کسی کا کس طرح واں پر گزر ہو

مزہ آجائے مرنے میں بھی ہم کو قدم ہوں یار کے اور اپنا سر ہو

پس مرحوم کو حسب الارشاد قریب کے مکان میں ٹھہرایا گیا اس زمانہ میں حضرت اقدس علیہ السلام سیر کے لئے ہر روز ایک دومیل طلوع آفتاب تشریف لے جایا کرتے تھے اور بعد واپسی اگر چہ تکان بھی ہوتا۔تب بھی یوسف مرحوم کے پاس جاتے اور حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفة المسیح کا علاج ہونے لگا اور روز بروز فائدہ کی صورت نظر آنے لگی اور جناب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب حسب الارشاد علیہ السلام معالجہ میں مشورہ دیتے رہے۔"

(تذکرہ المہدی حصہ اول صفحہ 92)

غرض حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم ومغفور کی خدمات انسانیت اور خدمت خلق کا سلسلہ جاری رہا اور آپ کی تمام زندگی پر احسن طریق سے پھیلا ہوا ہے۔لوگوں نے جابجا ان کی خدمات کو سراہا۔ان کا ذکر اپنے مضامین وخطوط وکتب میں کرتے رہے۔جیسے مکرم صوفی فضل الٰہی صاحب احمدی بمبئے والے جو اپنی دمہ کی بیماری کے ہاتھوں تنگ آکر قادیان کی سرزمین پاک میں دفن ہونے کے لئے
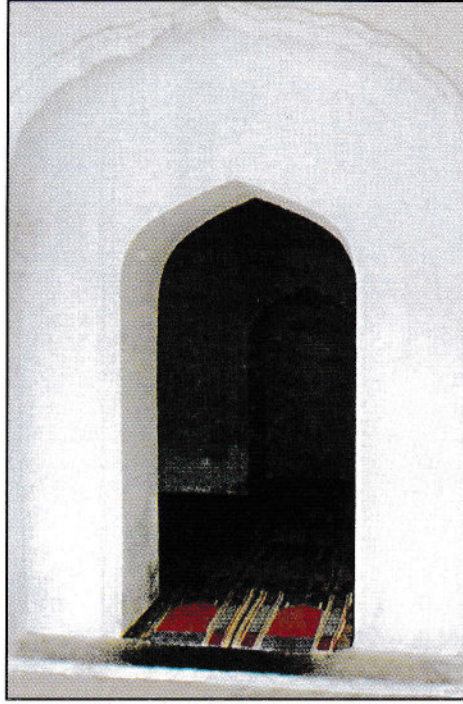
بیت اقصیٰ قادیان کا وہ حصہ جہاں خطبہ الہامیہ پڑھا گیا۔ اس تقریب میں حضرت ڈاکٹر صاحب بھی موجود تھے۔
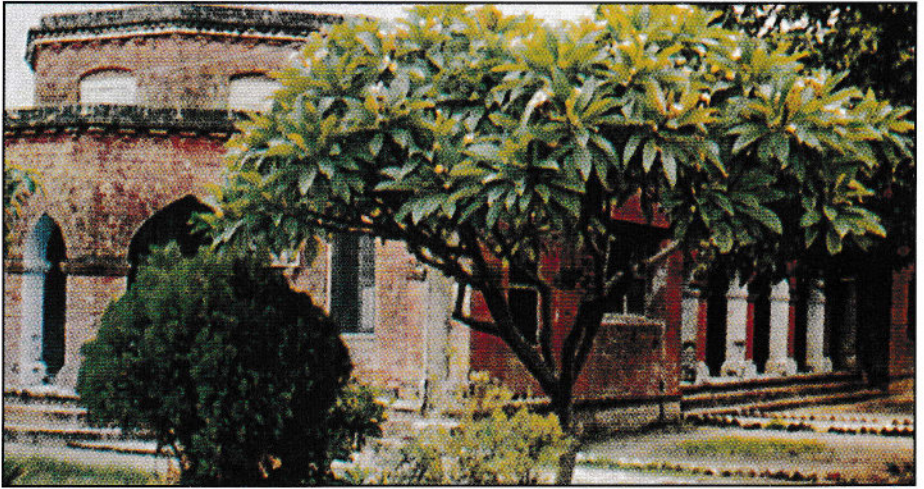
نور ہسپتال قادیان جہاں حضرت ڈاکٹر صاحب طبی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

قادیان تشریف لے آئے تھے نے اپنے مضمون بعنوان "برکات قادیان" میں حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے تعاون اور خدمت انسانیت پر شکریہ ادا فرمایا اور دعا دی۔

اسی طرح حضرت حافظ عبدالجلیل خان صاحب شاہجہانپوری رفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب موصوف کی ہمدردی، تعاون اور خدمت کا ذکر ان الفاظ میں کیا۔

"جب حضرت (مسیح موعود) کا وصال ہوا تو میری عمر اس وقت پندرہ سال کی تھی اور آٹھویں کلاس کا طالب علم تھا۔ نویں جماعت میں پڑھتا تھا کہ والد صاحب فوت ہو گئے اور میں تعلیم چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔ محترم ڈاکٹر عبداللہ صاحب نومسلم سے میں نے بہت حد تک کمپونڈری کا کام سیکھ لیا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مجھے اپنے ساتھ لاہور لائے اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے پاس چھوڑ گئے ۔ چند دن میں نے ڈاکٹر صاحب موصوف کے مکان پر گزارے اور پھر ریلوے میں ملازمت اختیار کر لی۔ فارغ اوقات میں ڈاکٹر صاحب کی ڈسپنسری پر کام کرتا رہا۔ یہ عرصہ کوئی آٹھ دس ماہ کا ہی ہوگا۔ اس کے بعد میں نے 1918ء میں یہیں موچی دروازہ کے اندر ہی اپنی الگ ڈسپنسری کھول لی تھی۔ مگر پہلے چند سال لال کھوہ کے پاس دکان تھی۔"

(لاہور تاریخ احمدیت صفحہ 270-271)

ایک معجزہ:

آپ کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے شفاء رکھی تھی۔ کئی مرتبہ بے سروسامانی اور آلات کے بغیر بھی آپ کو معمولی اوزاروں کے ساتھ نازک آپریشن کامیابی کے ساتھ کرنے کی توفیق ملی۔

ایک دفعہ حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے آپریشن کیا۔ جو کہ آنکھ کا آپریشن تھا۔ اور بغیر کسی انسٹرومینٹ کے لکڑی کے تنکوں کو تراش کر ان سے آپریشن کیا۔ آپریشن خدا کے فضل سے کامیاب رہا۔ اور مریض کا کہنا ہے کہ آج تک میں ٹھیک ہوں۔ اور آنکھ ٹھیک کام کر رہی ہے تو اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے

معجزانہ طور پر اپنے فضل کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کے اس آپریشن کو کامیاب بنایا۔اور اس طرح آپ نے ہزارہا مریضوں کا علاج کیا۔

اور ایک دفعہ نور ہسپتال میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے میاں منصور احمد کے ہاتھ کا آپریشن کیا۔اس روایت کو میاں صاحب نے خود بیان فرمایا ہے اور یہ بھی بتایا کہ اس وقت میں چھوٹا بچہ ہوتا تھا۔

(مقالہ سیرت حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب صفحہ 22-23 از فضل الٰہی شاہد)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک نشان:

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نشانات اکٹھے کئے۔ ان میں سے ایک نشان تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔اس میں محترم ڈاکٹر صاحب کا ذکر بھی موجود ہے۔

"ایک مرتبہ ایک عورت اپنا ایک مریض لڑکا لے کر آئی۔حضرت نے اسے دیکھا اور فارسی زبان میں ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو جو اس وقت یہاں موجود تھے۔فرمایا کہ اس کے دونوں پھیپھڑے خراب ہو چکے ہیں۔ڈاکٹر صاحب نے سینہ میں آلہ وغیرہ لگا کر دیکھا اور عرض کیا کہ حضور! اس کے پھیپھڑے تو بالکل درست اور صحیح وسلامت ہیں۔حضرت نے فرمایا کہ یہ رات کے دس بجے تک زندہ نہیں رہ سکتا۔چنانچہ ساڑھے نو بجے کے قریب اس کا انتقال ہو گیا۔"

(اصحاب احمد جلد 4 صفحہ 223)

طبی خدمات پر حضرت ڈاکٹر صاحب کی سیرت کا کردار ایک کھلا باب ہے اور انسانیت کے ناطے آپ کی خدمات ناقابل بیان ہیں۔تاریخ احمدیت کا مطالعہ کریں یا سیرت وسوانح پر کوئی کتاب لے لیں۔ کم وبیش ہر دوسری تیسری کتاب میں کسی نہ کسی فرد جماعت کے علاج کا ذکر مل جاتا ہے۔جیسے روایات رجسٹرڈ قلمی میں حضرت محمد رحیم الدین احمدی صاحب حبیب والا بجنور یوپی کی بیٹی حضرت بدر الدین صاحب ولد گل محمد صاحب کی اہلیہ محترمہ کے علاج کا ذکر ملتا ہے۔ **فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء فی الآخرۃ**

(روایات رجسٹر جلد 5-6)

باب نمبر: 9

مختلف اعزاز، کمیٹیوں میں نمائندگی اور جماعتی خدمات

☆ 313 رفقاء میں شمار

☆ بارہ حواریوں میں شمار

☆ خطبہ الہامیہ کے اعجازی نشان کے وقت موجودگی

☆ انجمن ترقی اسلام میں نمائندگی

☆ مجلس معتمدین کی ممبر شپ اور سیکرٹری

☆ مجلس ناظم کے بطور سیکرٹری

☆ انجمن انصار اللہ کی ممبر شپ

☆ دی ریویو آف ریلیجنز کے بورڈ آف ڈائریکٹر کی ممبر شپ

☆ الحکم کے بورڈ آف ڈائریکٹر کی ممبر شپ

☆ انتخاب خلافت کمیٹی کے ممبر ہونے کا اعزاز

☆ امیر قادیان

☆ مجلس شوریٰ کی نمائندگی

☆ خصوصی مجلس شوریٰ میں نمائندگی کا اعزاز

☆ جنرل سیکرٹری انجمن احمدیہ

☆ دیگر عہدے، محاسب وغیرہ

☆ دورہ جات

☆ اخبارات میں آپ کی خدمت کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کی خدمات دینیہ کا وافر موقعہ دیا اور اس سلسلہ میں آپ کو اہم عہدوں پر کام کرنے اور مختلف اہم کمیٹیوں میں نمائندگی کا اعزاز حاصل رہا۔ اس باب میں آپ کی نمایاں جماعتی خدمات اور اعزازت کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

ایک اعزاز: آنحضور ﷺ کے پیشگوئی کے مصداق 313 رفقاء کی فہرست میں اندراج

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"چونکہ حدیث صحیح میں آچکا ہے کہ مہدی موعود کے پاس ایک چھپی ہوئی کتاب ہوگی جس میں اس کے تین سو تیرہ (313) اصحاب کا نام درج ہوگا۔ اس لئے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ وہ پیشگوئی آج پوری ہوگئی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ پہلے اس سے اس اُمت مرحومہ میں کوئی شخص پیدا نہیں ہوا کہ جو مہدویت کا مدعی ہوتا اور اُس کے وقت میں چھاپہ خانہ بھی ہوتا۔ اور اس کے پاس ایک کتاب بھی ہوتی جس میں تین سو تیرہ نام لکھے ہوئے ہوتے اور ظاہر ہے کہ اگر یہ کام انسان کے اختیار میں ہوتا تو اس سے پہلے کئی جھوٹے اپنے تئیں اس کا مصداق بنا سکتے۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ خدا کی پیشگوئیوں میں ایسی فوق العادت شرطیں ہوتی ہیں کہ کوئی جھوٹا اُن سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ اور اس کو وہ سامان اور اسباب عطا نہیں کئے جاتے جو سچے کو عطا کئے جاتے ہیں۔"

شیخ علی حمزہ بن علی ملک الطّوسی اپنی کتاب جواہر الاسرار میں جو 840ء میں تالیف ہوئی تھی مہدی موعود کے بارے میں مندرجہ ذیل عبارت لکھتے ہیں۔

"دراربعین آمدہ است کہ خروج مہدی ازقریہ کدعہ باشد۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخرج المهدی من قرية يقال لها كدعه و يصدقه الله تعالىٰ ويجمع اصحابه من اقصىٰ البلاد على عدة اهل بدر بثلاث مائة وثلاثة عشر رجلا ومعه صحيفة مختومة(ای مطبوعة) فيها عدد اصحابه باسمائهم وبلادهم وخلالهم یعنی مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدعہ ہے(یہ نام دراصل قادیان کے نام کومعرب کیا ہوا ہے) اور پھر فرمایا کہ خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا۔ دُور دُور سے اس کے دوست جمع کرے گا جن کا شمار اہل بدر کے شمار سے برابر ہوگا یعنی تین سو تیرہ ہوں گے اوراُن کے نام بقید مسکن وخصلت چھپی ہوئی کتاب میں درج ہوں گے۔"

(انجام آتھم از روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 324-325)

ان 313 مخلص اصحاب کا ذکر کرتے ہوئے اسی کتاب میں آپؑ فرماتے ہیں۔

"یہ تمام اصحاب خصلت صدق وصفا رکھتے ہیں اور حسب مراتب جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے بعض بعض سے محبت اور انقطاع الی اللہ اور سرگرمی دین میں سبقت لے گئے ہیں اللہ تعالیٰ سب کو اپنی رضا کی راہوں میں ثابت قدم کرے۔"

(انجام آتھم از روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 325)

انجام آتھم میں ہی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ان 313 مخلصین کی فہرست بھی مہیا فرمائی ہے۔ جس میں آپ کا نام گرامی 161 نمبر پر یوں درج ہے۔

161۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب لاہور حال چکراتہ

(انجام آتھم از روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 327)

نوٹ: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب آئینہ کمالات اسلام میں بھی ان 313 کا ذکر فرمایا ہے۔

اس سے یہ تو ثابت ہوگیا ہے کہ حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف ان مبارک وجودوں میں سے تھے جنہیں ابتدائی زمانہ میں قبول احمدیت کی توفیق ملی اور آقا ومولیٰ سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

خطبہ الہامیہ کی مبارک تقریب کا گروپ فوٹو (11-اپریل 1900ء) مرید اپنے آقا کے ہمراہ دائیں سے بائیں بیٹھے ہوئے حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب

دائیں سے بائیں بیٹھے ہوئے۔ حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب۔ حضرت سیٹھ اسماعیل آدم صاحب۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب۔ مرزا خدا بخش صاحب۔ شیخ مولا بخش صاحب۔ شیخ عبد الرزاق صاحب ولد شیخ عبد الرحمن صاحب

کرسیوں پر۔ جناب شیخ رحمت اللہ صاحب۔ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ حضرت مولوی غلام حسن صاحب پشاوری۔ حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب (خلیفۃ المسیح الاول)۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب (مولانا موصوف کی گود میں)

کھڑے ہوئے۔ عبد الحمید ابن شیخ رحمت اللہ صاحب۔ حکیم فضل الٰہی صاحب لاہوری۔ منشی تاج الدین صاحب۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب۔ حضرت میر حامد شاہ صاحب۔ ماسٹر غلام محمد صاحب سیالکوٹی۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی)

کے "السلام علیکم" کا مبارک تحفہ اس زمانہ کے مامور کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت پائی۔ اور اخلاص، قربانی اور ایثار کی عمدہ مثال قائم کرنے کی توفیق پائی۔

مکرم استاذی المحترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب مورخ احمدیت نے عرق ریزی اور محنت سے تاریخ احمدیت کے نام سے جو قیمتی دستاویزات اور سرمایہ جماعت احمدیہ کے لئے اکٹھا کیا ہے۔ اس میں ان ابتدائی 313 اصحاب کی فہرست بھی مہیا فرمائی ہے اس میں آپ کا نام مع تاریخ بیعت یوں درج ہے۔

187۔ 02- جنوری 1892ء خلیفہ رشید الدین ولد خلیفہ حمید الدین
لاہور موچی دروازہ طالب علم میڈیکل کالج

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 357)

ترتیب میں اختلاف کی وجہ لکھتے ہوئے مکرم مولانا موصوف تحریر فرماتے ہیں۔

"اس فہرست میں مبائعین کی ترتیب مدنظر نہیں رکھی گئی جس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت دستخطی پرچیاں کسی ترتیب سے نہیں رکھی جاتیں تھیں۔"

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 344)

یہ مبارک رجسٹرڈ آج بھی خلافت لائبریری ربوہ میں موجود ہے۔ جو حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو خراج عقیدت پیش کر رہا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے بارہ خصوصی حواریوں کا اعزاز:

آپ کو 313 رفقاء میں شمولیت کا اعزاز تو حاصل ہی ہے آپ کے اخلاص، ایمان، فدائیت، اطاعت، استقامت اور قربانی میں اعلیٰ معیار کو دیکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو اپنے 12 حواریوں میں شامل کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

"ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بالکل ابتدائی زمانہ میں قبول کیا

اور اس وقت سے برابر سلسلہ کے ساتھ ان کا تعلق رہا ہے۔ یہ ڈاکٹر عبدالحکیم کے ذریعہ داخل سلسلہ ہوئے تھے۔ وہ تو مرتد ہو گیا۔ مگر یہ اپنے اخلاص میں دن بدن بڑھتے گئے۔ جب یہ احمدی ہوئے تو کالج میں ہی انہوں نے انجمن بنائی اور تبلیغ شروع کر دی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں ان 12 آدمیوں میں قرار دیا ہے جنہیں کہا ہے کہ یہ میرے حواری ہیں۔"

(خطبہ جمعہ 11-جولائی 1924ء از خطبات محمود جلد 8 صفحہ 466)

یہ اعزاز اپنی ذات میں ایک بہت بڑا اعزاز ہے جو حضرت ڈاکٹر صاحب کے حصہ میں آیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدۂ نے ان خیالات کا اظہار سفر یورپ میں جانے سے قبل اپنے ایک خطبہ میں کیا جس میں مجلس شوریٰ کے ممبران کا تعارف کروایا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ حواری۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدۂ کی ایک یادگاری روایت "کے عنوان سے ایک دلچسپ اور ایمان افروز مضمون روزنامہ الفضل" میں تحریر فرمایا۔

جس میں آپ نے لکھا۔

"1944 میں جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدۂ کے دعویٰ مصلح موعود کے متعلق لدھیانہ میں جلسہ ہوا تھا اور اس کے لئے ہم قادیان بھی گئے تھے۔ اس سفر میں یہ خاکسار بھی حضرت صاحب کے ہمراہ تھا۔ حضور نے اس سفر میں مجھ سے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہمارے بھی بارہ حواری ہیں۔ چنانچہ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بارہ رفقاء کے نام لے کر فرمایا کہ یہ ہمارے حواری ہیں۔

ان اصحاب کے نام یہ ہیں۔

(۱) حضرت مولوی نورالدین صاحب (خلیفہ اوّل)، (۲) مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی، (۳) میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی، (۴) مولوی غلام حسن خان صاحب پشاوری، (۵) ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کلانوری ثم لاہوری، (۶) ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب آف گوڑیانی، (۷) شیخ رحمت اللہ صاحب گجراتی ثم لاہوری، (۸) سیٹھ عبد الرحمٰن صاحب مدراسی، (۹) ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب، (۱۰) مولوی محمد علی

صاحب ایم اے (۱۱) سید امیر علی شاہ صاحب سیالکوٹی، (۱۲) مفتی محمد صادق صاحب

حواری ایک عربی لفظ ہے جس کے لغوی معنی پاک وصاف انسان کے ہیں۔ جو نہ صرف خود پاک صاف ہو۔ بلکہ دوسروں کے پاک کرنے میں بھی لگا رہے۔ اور اصطلاحاً یہ لفظ ایسے اصحاب پر بولا جاتا ہے۔ جو کسی نبی اور مامور من اللہ کے خاص الخاص انصار میں سے ہوں۔ سو نہایت خوش قسمت ہیں یہ اصحاب جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حواری ہونے کا مقام حاصل کیا۔

(الفضل 12-فروری 1956ء)

خطبہ الہامیہ کے اعجازی نشان کے وقت موجودگی:

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے 11-اپریل 1900ء کو بیت اقصیٰ قادیان میں عربی زبان میں فی البدیہ عربی خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس اعجازی تقریر کے متعلق آپ خود فرماتے ہیں۔

"سبحان اللہ! اس وقت ایک غیبی چشمہ کھل رہا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں بول رہا ہوں یا میری زبان سے کوئی فرشتہ کلام کر رہا تھا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس کلام میں میرا دخل نہ تھا۔ خود بخود بنے بنائے فقرے میرے منہ سے نکلتے جاتے تھے اور ہر ایک فقرہ میرے لئے ایک نشان تھا۔۔۔۔۔۔ یہ ایک علمی معجزہ ہے جو خدا نے دکھلایا اور کوئی اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ 362)

اس مبارک تقریب میں 200 کے لگ بھگ دوست احباب کو جو دور دراز سے تشریف لائے ہوئے تھے شامل ہونے کی سعادت ملی۔ ان میں ایک حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب بھی تھے۔ تاریخ احمدیت نے جو اس موقعہ کی تصویر محفوظ کی ہے اس میں آپ بھی اپنے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہمراہ بیٹھے ہیں۔

اس مبارک اور اعجازی تقریب سے ایک روز قبل سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولوی نورالدین صاحب کو لکھا کہ جتنے دوست یہاں موجود ہیں اُن کے نام لکھ کر بھیج دو تا میں اُن کے لئے دُعا

کروں۔ حضرت مولوی صاحب نے ان سب کو ہائی سکول (حال مدرسہ احمدیہ) میں جمع کیا اور ایک کاغذ پر سب کے نام لکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھیج دیئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سارا دن اپنے کمرہ میں دروازہ بند کر دُعا کرتے رہے۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 92 تا 94)

انجمن ترقی اسلام کا قیام اور حضرت ڈاکٹر صاحب کی نمائندگی:

12-اپریل 1911ء کی شوریٰ میں زیر غور آنے والی تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ نے ایک انجمن کی بنیاد رکھی۔ جس کا نام اپنے ایک رؤیا کی بناء پر "انجمن ترقی اسلام" رکھا۔ اس کے آٹھ ممبران کا اعلان ہوا جن میں ساتویں نمبر پر حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کا نام درج ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 143)

اس انجمن کے قیام کے بعد حضور نے شکریہ اور اعلان ضروری کے تحت اشاعت اسلام کے لئے احباب جماعت سے 12 ہزار روپے سالانہ قربانی کا مطالبہ فرمایا۔ اس کا اکٹھا کرنا ان ممبران کی ذمہ داری قرار دیا۔

(انوار العلوم جلد 2 صفحہ 67-75)

یہ انجمن اپنے نام کی طرح خدا کے فضل سے اسلام کی ترقی اشاعت کا نہایت موثر ذریعہ ثابت ہوئی اور پھر تحریک جدید کے قیام کا بھی پیش خیمہ بنی۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 143)

مجلس معتمدین کے ممبر:

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 1905ء میں جب صدر انجمن احمدیہ کی بنیاد رکھی تو کچھ عرصہ کے بعد 16-فروری 1906ء کو اس کے 14 ممبرز پر مشتمل مجلس معتمدین تجویز فرمائی۔ حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کا نام بارھویں نمبر پر یوں درج ہے۔

12۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن

(اخبار بدر نمبر 8 جلد 2، 23 فروری 1906ء)

مجلس معتمدین کے ممبر ہونے کے اعزاز کا سلسلہ خلافت ثانیہ تک جاری رہا۔ طوالت کے ڈر سے تمام سالوں کا لکھنا مشکل امر ہے 18-1917ء میں مجلس معتمدین میں آپ کا نام ساتویں نمبر پر درج ہے۔ (رپورٹ صدر انجمن احمدیہ 18-1917 صفحہ 2) اسی طرح 1919ء سال بارے تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 217 میں لکھا ہے کہ حضور نے ان ناظروں کے علاوہ (اوپر نام درج ہیں) حضرت میر محمد اسماعیل صاحب اور حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو مجلس معتمدین کا ممبر نامزد فرمایا ہے۔ اور یوں اس اعزاز میں یہ اضافہ ہوا کہ بعض ناظران تو لازماً مجلس معتمدین کے ممبرز ہونے تھے علاوہ ناظران جن احباب کو یہ اعزاز ملا اُن میں ایک آپ تھے۔

بلکہ 18-1917 میں مجلس معتمدین کے سیکرٹری کے طور پر بھی کام کرنے کی سعادت ملی۔

(سالانہ رپورٹ صدر انجمن احمدیہ سرورق)

مجلس ناظم کا قیام اور بطور سیکرٹری مقرر:

کام کی زیادتی کی وجہ سے مجلس معتمدین کے ماتحت ایک اور مجلس ناظم قائم کی گئی۔ آپ مجلس معتمدین کے سیکرٹری ہونے کی وجہ سے اس کے بھی سیکرٹری قرار پائے۔

(اخبار الفضل 12-جنوری 1920ء)

انجمن انصار اللہ کا قیام اور اس کی ممبر شپ:

1911ء کے اوائل میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ سے راضی ہو) کی اجازت سے تبلیغ وتربیت اور باہمی رابطہ اتحاد ومحبت کی غرض سے ایک انجمن "انصار اللہ" قائم فرمائی اور ممبران کا یہ فرض قرار دیا کہ وہ خدمت دین کے لئے اپنے وقت کا کچھ حصہ لازماً دیں اور لوگوں کے لئے پاک نمونہ بنیں۔ نیز حضور نے اس میں شمولیت کے لئے سات دن استخارہ لازمی قرار دیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 86)

اس غرض کے لئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے "من انصاری الی اللہ" کا اشتہار دیا۔

(انوار العلوم جلد اول صفحہ 333 تا 337)

اور جس طرح حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے "اشتہار من انصاری الی اللہ" پر لبیک کہا تھا اسی طرح حضرت ڈاکٹر صاحب نے اس میں بھی شمولیت اختیار کی۔ الفضل میں آپ کی شمولیت کا اعلان ان الفاظ میں ہوا۔

"اللہ تعالیٰ کے فضل سے ممبران انصار اللہ اپنا خوب کام کر رہے ہیں پچھلے دنوں میں بعض ممبروں کی کوشش سے چھ آدمی احمدیہ جماعت میں داخل ہوئے منشی برکت علی صاحب شملہ اور ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب قادیان۔ میاں وزیر محمد صاحب اور میاں خدا بخش صاحب لاہور سے جماعت انصار اللہ میں نئے داخل ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی اسلام اور سلسلہ احمدیہ کی خدمت کا بڑھ چڑھ کر موقعہ دے۔ احباب اپنی فہرستوں میں ان کا نام لکھ لیں۔ فیروز پور کے حلقہ کے سیکرٹری صاحب منشی فرزند علی صاحب کی رپورٹ آئی ہے۔ آپ تبلیغ میں مشغول ہیں۔"

(اصحاب احمد جلد سوم صفحہ 203)

دی ریویو آف ریلیجنز کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کی ممبر شپ:

1901ء میں جماعت احمدیہ کا پہلا اشاعتی ادارہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نگرانی میں قائم ہوا۔ انتظامی معاملات کی سرانجام دہی کے لئے ایک بورڈ آف ڈائریکٹرز تشکیل دیا گیا جس کے 20 ممبرز تھے۔ حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کا نام مبارک دسویں نمبر پر درج ہے۔ اس کا پہلا اجلاس یکم اپریل 1901ء کو قادیان میں ہوا۔ جس میں مغرب میں تبلیغ اسلام کے لئے رسالہ کا نام ریویو آف ریلیجنز یعنی کل مذاہب دنیا پر تحقیقی نظر کرنے کا رسالہ تجویز ہوا۔ آغاز میں اس کی اشاعت انگریزی میں اور بعد میں اُردو میں کر دی جائے گی۔ رسالہ کے لئے سرمایہ کا بہم پہنچانا حصص کی خریداری کی بنیاد پر ہوگا۔ اور "انجمن اشاعت اسلام" ادارہ کا ابتدائی سرمایہ 10 ہزار روپیہ قرار پایا جس کی فراہمی کے لئے ایک ہزار حصص مقرر کئے گئے۔ حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے ابتداء میں 40 حصے خرید کئے۔ جماعت احمدیہ کے ریکارڈ میں آپ کا نام اس قربانی میں یوں درج ہے۔

خلیفہ رشید الدین صاحب میڈیکل آفیسر ریاست رام پور 40 حصص

(چونکہ ہر حصہ 10 روپے کا تھا اس لئے آپ کی قربانی 400 روپے بنتی ہے۔)

(الحکم نمبر 14 جلد 5، 17- اپریل 1901ء و تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 166 اور 180)

الحکم کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے ممبر:

الحکم گو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دور سے ہی شائع ہو رہا تھا۔ لیکن 1914ء میں اس اخبار کا انتظام ایک بورڈ کے سپرد کیا گیا۔ جو حضرت نواب محمد علی خان صاحب، حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اور ایڈیٹر الحکم پر مشتمل تھا۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 165، الحکم 28 مء-ی 1914ء)

انتخاب خلافت کمیٹی کے ممبر ہونے کا اعزاز:

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہٗ پرآخر 1918ء میں جب انفلوائزا کا شدید حملہ ہوا تو حضور نے 19-اکتوبر 1918ء کو ایک وصیت لکھی جس میں اپنے بعد انتخاب خلیفہ کے لئے گیارہ افراد پر مشتمل ایک کمیٹی نامزد فرمائی۔ جس میں حضور نے اپنے علاوہ دس افراد کی جو فہرست اس وصیت نامہ میں دی ہے اس میں دوسرے نمبر پر حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کا نام درج ہے۔ وصیت نامہ یوں تھا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

"میں مرزا محمود احمد ولد حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر ایسی حالت میں کہ دنیا اپنی سب خوبصورتیوں سمیت میرے سامنے ہٹ گئی ہے بقائمی ہوش وحواس روبروان پانچ گواہوں کے جن کے نام اس تحریر کے آخر میں ہیں اور جن میں سے ایک خود اس تحریر کا کاتب ہے جماعت احمدیہ کی بہتری اور اس کی بہبودی کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ وصیت کرتا ہوں کہ اگر میں اس کاغذ کی تحریر کو اپنی حین حیات میں منسوخ نہ کروں تو میری وفات کی صورت میں وہ لوگ جن کے نام میں اس جگہ تحریر کرتا ہوں ایک جگہ پر جمع ہوں جن کے صدر اس وقت نواب محمد علی خاں صاحب ہوں گے اور اگر کسی وجہ سے وہ شامل نہ ہوسکیں (گو اگر جدا امکان میں ہو تو میرا حکم ہے کہ وہ اس میں شامل ہوں) تو پھر یہ جمع ہونے والے لوگ آپس کے مشورے سے کسی شخص کو صدر مقرر کریں پہلے صدر جلسہ سب کے روبرو بآواز کلمہ شہادت پڑھ کر خدا کی قسم کھا کر اس بات کا اقرار کرے کہ وہ نیک نیتی کے ساتھ اس معاملہ میں رائے دے گا۔ اور کسی قسم کی نفسانیت کو اس میں دخل نہ دے گا۔ پھر وہ ہر ایک نامزد شدہ سے اس قسم کی قسم لے اور سب لوگ صدر جلسہ سمیت اس بات پر حلف اٹھائیں کہ وہ اس معاملہ کو کسی پر ظاہر نہ کریں گے۔ حتیٰ کہ وہ شرائط پوری ہو جائیں جو میں نے اس تحریر میں لکھی ہیں اس قسم کے بعد یہ سب لوگ فرداً فرداً اس بات کا مشورہ دیں کہ جماعت میں سے کس شخص کے ہاتھ پر

بیعت کی جاوے۔تا کہ وہ جماعت کے لئے خلیفہ اور(-) ہو۔صدر جلسہ اس بات کی کوشش کرے کہ سب ممبروں کی رائے ایک ہو۔اگر یہ صورت نہ ہو سکے تو سب لوگ جن کے نام اس کاغذ پر لکھے جاویں گے رات کو نہایت عاجزی کے ساتھ دعا کریں کہ خدایا تو ہم پر حق کھول دے۔دوسرے دن پھر جمع ہوں اور پھر حلف اٹھائیں اور پھر اسی طرح رائے دیں۔اگر آج کے دن بھی وہ لوگ اتفاق نہ کر سکیں تو 3/5 رائیں جس شخص کے حق میں متفق ہوں۔اس کی خلافت کا اعلان کیا جائے لوگوں کے اسماء جن کو میں خلیفہ کے متعلق مشورہ کرنے کے لئے مقرر کرتا ہوں یہ ہیں۔

(1) نواب محمد علی خان صاحب (2) ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب (3) مولوی شیر علی صاحب (4) مولوی سید سرور شاہ صاحب (5) قاضی سید امیر حسین صاحب (6) چوہدری فتح محمد سیال صاحب (7) حافظ روشن علی صاحب (8) سید حامد شاہ صاحب (9) میاں چراغ دین صاحب (10) ذوالفقار علی خاں صاحب

اگر بیرونی لوگ شامل نہ ہو سکیں تو پھر یہیں کے لوگ فیصلہ کریں۔خلیفہ وہی شخص ہو سکتا ہے جو قادیان میں رہے جو خود نمازیں پڑھائے۔یہ ضروری ہدایت یاد رکھی جائے کہ یہ لوگ اس بات کا اختیار رکھیں گے کہ اپنے میں سے کسی شخص کو انتخاب کریں یا کسی ایسے شخص کو جس کا نام فہرست میں شامل نہیں ایک نام اس میں اور زیادہ کر دیا جاوے۔میاں بشیر احمد صاحب بھی اس میں شامل ہیں۔

والسلام

اگر صدر جلسہ خود خلیفہ تجویز ہو تو جو الفاظ خلیفہ کی بیعت کے لئے رکھے گئے ہیں ان کا وہ خود حلفیہ طور پر مجلس میں اقرار کرے۔خدا کے فضلوں کا انکار کوئی نہیں کر سکتا۔خلیفہ خدا بناتا ہے پس اس شخص کو جس کے لئے لوگ متفق ہوں خلافت سے انکار نہیں کرنا چاہئے۔ہاں مشورہ دینے والوں کو بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ایسے شخص کو منتخب کریں کہ وہ قادیان کا ہی ہو کر رہ سکے۔اور جماعت کرا سکتا ہو۔والسلام و اخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین (دستخط) خاکسار مرزا محمود احمد، دستخط خاکسار شیر علی عفی اللہ بقلم خود کاتب تحریر ہذا 19-اکتوبر 1918ء، دستخط فتح محمد سیال بقلم خود، دستخط خاکسار مرزا بشیر احمد بقلم خود 19-اکتوبر 1918ء، دستخط محمد سرور شاہ بقلم خود 19-اکتوبر 1918ء، دستخط خلیفہ رشید الدین ایل ایم ایس بقلم خود 19 اکتوبر 1918ء

(نوٹ) یہ کاغذ مولوی شیر علی صاحب کی تحویل میں رکھا جاوے اور اس کی نقل فوراً شائع کر دی جاوے۔
(دستخط) مرزا محمود احمد"

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 210-211 جدید ایڈیشن)

خلیفۃ المسیح کی عدم موجودگی میں قادیان کا امیر مقرر ہونا:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دور میں گو آپ کو قادیان میں امیر تو نہ مقرر کیا گیا تاہم 1908ء میں لاہور سفر کے دوران حضور علیہ السلام آپ کو الدار کی حفاظت کے لئے قادیان چھوڑ گئے تھے اور لاہور سے بابو شاہ دین صاحب کی خبر گیری کرنے کے لئے جو دو خطوط حضور علیہ السلام نے حضرت ڈاکٹر صاحب کو لکھے ان میں سے ایک میں تحریر فرمایا۔

" کہ جس خدمت کا ثواب حاصل کرنے کے لئے میں حریص تھا وہ آپ کو ملا۔"

اور یوں آپؓ کے قائم مقام کی حیثیت سے حضرت ڈاکٹر صاحب بابو شاہ دین صاحب کی عیادت اور خبر گیری کرتے رہے۔

تاہم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے دور خلافت میں اپنے دورہ جات کے دوارن آپ کو امیر مقرر فرمایا۔ 1919ء کو جب طبی مشورہ کے واسطے چند یوم کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ لاہور تشریف لے گئے تو قادیان سے روانہ ہونے سے قبل بعد نماز عصر آپ نے ایک مختصر سے خطاب میں قاضی سید امیر حسین صاحب کو امیر قادیان مقرر فرمایا۔ اس خطاب میں آپ نے حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی امارت کا بھی ذکر فرمایا۔ جو یوں ہے۔

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفروں میں اپنے بعد ایک امیر مقرر فرمایا کرتے تھے۔ بعض اوقات بظاہر معمولی نظر آنے والے صحابہؓ کو حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ جیسے آدمیوں پر امیر مقرر کر دیا جاتا تھا۔ میں نے پہلے سفروں میں بھی اسی طرح امیر مقرر کئے ہیں۔ اور ہر سفر میں ایک دوسرا امیر مقرر کیا ہے۔ پہلا امیر اس لئے علیحدہ نہیں کیا گیا کہ وہ لائق نہ تھا یا کمزور تھا بلکہ اس لئے کہ جماعت میں اس طرح اطاعت کا رنگ پیدا

ہو۔ایک سفر میں میں نے حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو امیر مقرر کیا اور ایک سفر میں مولوی شیر علی صاحب کو اس طرح ایک سفر میں مولوی سید سرور شاہ صاحب کو اسی طرح اب بھی جبکہ میں طبی مشورہ کے لئے لاہور جارہا ہوں۔اپنے پیچھے قاضی سید امیر حسین صاحب کو امیر قادیان مقرر کرتا ہوں۔"

(اخبار الحکم 14-فروری 1919ء)

مجلس شوریٰ اور اس میں نمائندگی:

مجلس شوریٰ جماعت احمدیہ کا ایک اہم مشاورتی ادارہ ہے جس کے نمائندے باہم مشورہ کر کے جماعت کی ترقی اور نشو ونما اور بہبود کے لئے تجاویز حضرت خلیفة المسیح کو پیش کرتے ہیں۔حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو 12-اپریل 1911ء کو ہونے والی پہلی شوریٰ میں نہ صرف اس کے پہلے اجلاس میں شمولیت کا اعزاز حاصل ہے بلکہ آپ اس میں بطور منتظم شامل ہوئے۔اور انجمن کے قواعد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام کی جگہ حضرت خلیفة المسیح الثانی کا نام درج کرنے کے لئے ایک ریزولیشن انجمن میں پیش ہونے کے لئے تیار ہوا۔جس کے بارہ میں طے پایا کہ یہ ریزولیشن حضرت نواب محمد علی خان صاحب، حضرت سید محمد احسن صاحب، حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اور حضرت مولوی شیر علی صاحب کے ذریعہ سے پیش ہو۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 141-142)

مجلس شوریٰ میں نمائندگی کا یہ اعزاز وقت کے ساتھ ساتھ جاری رہا۔اور 1924ء کی مجلس شوریٰ جو مارچ میں تین دن منعقد ہوئی اس میں تیسرے روز حضرت خلیفة المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ کی موجودگی میں تلاوت قرآن پاک کرنے کا اعزاز بھی حصے میں آیا۔اس شوریٰ میں مکرم ڈاکٹر صاحب نے ٹرینڈ لائبریری کی تجویز بھی پیش کی تا کتب ترتیب اور حفاظت سے رکھی جاسکیں۔

اس شوریٰ میں جماعتوں کے جو نمائندگان شامل ہوئے آپ کا نام تیسویں نمبر پر یوں درج ہے۔

30۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن قادیان

(سالانہ رپورٹ شوریٰ 1924ء صفحہ 41-42،102)

اس شوریٰ کے نمائندگان کو یہ بھی اعزاز حاصل رہا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ نے 22-مارچ 1924ء کو بعد مشورہ یہ فیصلہ فرمایا کہ جو نمائندگان اس مجلس شوریٰ میں شریک ہوئے ہیں وہی آئندہ کے لئے دوسری مجلس شوریٰ تک نمائندے قرار دیئے جائیں گے۔

(الفضل 08-اپریل 1924ء)

سو 1925ء کی مجلس شوریٰ کی فہرست نمائندگان میں مقامی نمائندے کے تحت تیسرے نمبر پر آپ کا نام درج ہے۔

(سالانہ شوریٰ رپورٹ صفحہ 81)

اس مجلس شوریٰ میں بعض ایسے مخلصین جماعت بارے بعض لوگوں کا یہ اعتراض بھی زیر بحث آیا جو کہ باہر سے آکر جماعت کی خدمت کرتے اور وظیفہ یا الاؤنس حاصل کرتے ہیں۔ جن میں حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کا نام بھی شامل تھا۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ نے ایک جلالی تقریر فرمائی جس میں حضور نے فرمایا کہ

"ایسے تمام مخلصین بہت بھاری بھاری تنخواہیں چھوڑ کر معمولی وظیفہ یا الاؤنس پر خدمت بجالا رہے ہیں ان حالات میں ان لوگوں کا حق ہے کہ آپ لوگ ان کا ادب اور احترام کریں۔ تمہارے مدنظر یہ بات ہونی چاہئے کہ ان لوگوں نے سلسلہ کے لئے قربانیاں کی ہیں اور وہ کام کر رہے ہیں۔"

(سالانہ رپورٹ شوریٰ 1925ء صفحہ 34-35)

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب بارے سائل کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

"ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب میرے رشتہ دار ہیں یہ حضرت خلیفہ اول کے زمانہ میں یہاں آئے اور جب آئے تو میں ان کے آنے کا سخت مخالف تھا۔ اس وقت میں یہی کہتا تھا کہ چار سو کی بجائے ستر روپے

ماہوار میں کس طرح گذارا کر سکیں گے۔"

(سالانہ رپورٹ شوریٰ 1925ء صفحہ 35)

اور سیکرٹری صدر انجمن وانچارج شفاخانہ کے عہدوں پر تعیناتی کی جو وضاحت حضور نے فرمائی وہ لاریب حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی سیرت کا ایک حصہ ہے اور آپ کے خاندان کے لئے ورثہ سے کم نہیں۔

حضور فرماتے ہیں:

"یہ وہ حالات ہیں جو ڈاکٹر صاحب کے رکھنے کے متعلق ہیں۔ میں سائل کی اس بات سے متفق ہوں کہ کم آدمی بھی شفاخانہ میں کام کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر زیادہ کام کرنے والے ہوں تو اردگرد کے علاقہ پر ہم بآسانی قبضہ کر سکتے ہیں۔ اور شفاخانہ اور مدرسہ جس قدر مضافات کے متعلق سیاسی کام کر رہا ہے وہ بہت بڑا ہے۔ ڈاکٹر صاحب سابقوں میں سے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سابقون رشتہ دار تھے اور آپ ان کی خاص طور پر قدر کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ سے کسی کی لڑائی ہوئی تو آپؐ نے فرمایا۔ کیا تم لوگ مجھے اور ابوبکرؓ کو نہیں چھوڑتے۔ اس نے مجھے اس وقت مانا۔ جب تم کافر کہتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب پرانے آدمیوں میں سے ہیں ان کے والد مشہور آدمی تھے۔ جو اسلامیہ کالج لاہور کے بانیوں میں سے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے طالب علمی کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی۔ اور پھر سلسلہ کی مالی خدمت اس قدر کی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو لکھا اب آپ کو اور دینے کی ضرورت نہیں۔"

(سالانہ رپورٹ مجلس مشاورت 1925ء صفحہ 44-45)

خصوصی مجلس شوریٰ میں نمائندگی کا اعزاز:

1924ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ نے قادیان میں نیابتی انتظام کا قیام فرمایا اور حضرت مولانا شیر علی صاحب (مرحوم) کو اپنی عدم موجودگی میں (حضور یورپ کے دورہ پر روانہ ہو رہے تھے) امیر مقرر فرمایا اور ایک مجلس شوریٰ مقرر فرمائی جس کے چودہ ممبر قرار پائے۔ جس میں تیسرے

نمبر پر حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کا نام درج ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 430)

نیز حضور نے ان تمام اصحاب کے تقرر پر 11- جولائی 1924ء کو ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں ہر ایک کا نام لے کر ان کی مخلصانہ خدمات کا نہایت تعریفی کلمات میں ذکر کر کے بتایا کہ موجودہ حالات میں یہ لوگ میرے نزدیک بہترین مشیر ہیں۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 430)

حضور نے حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے بارے میں درج ذیل تہنیتی الفاظ استعمال فرمائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

"ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بالکل ابتدائی زمانہ میں قبول کیا اور اس وقت سے برابر سلسلہ کے ساتھ ان کا تعلق رہا ہے۔ یہ ڈاکٹر عبدالحکیم کے ذریعہ داخل سلسلہ ہوئے تھے۔ وہ تو مرتد ہو گیا۔ مگر یہ اپنے اخلاص میں دن بدن بڑھتے گئے۔ جب یہ احمدی ہوئے تو کالج میں ہی انہوں نے انجمن بنائی اور تبلیغ شروع کر دی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں ان 12 آدمیوں میں قرار دیا ہے جنہیں کہا ہے کہ یہ میرے حواری ہیں۔"

(خطبہ جمعہ 11 جولائی 1924ء از خطبات محمود جلد 8 صفحہ 466)

جنرل سیکرٹری انجمن احمدیہ پر تقرری:

آپ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی انتظامی صلاحیتوں سے نواز رکھا تھا۔ اس ناطے آپ مسلسل ترقی کی سیڑھی طے کرتے گئے۔ اسسٹنٹ سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ کے طور پر تو سالہا سال خدمت بجالانے کی توفیق ملتی رہی۔ یہ اعزاز سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دَور میں ہی آپؓ کی عمر کے آخری حصہ میں آپ کو مل چکا تھا۔ اور اخبارات میں مختلف اعلانات آپ کی طرف سے بطور اسسٹنٹ سیکرٹری شائع ہوتے رہے۔

چند ایک اعلان بطور ریکارڈ یہاں دیئے جاتے ہیں۔

جلسہ سالانہ قادیان:

"جو عموماً دسمبر کے آخری ثلث میں ہوا کرتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس سال بھی انہی تاریخوں میں ہوگا جو صاحب اس موقع پر کوئی نظم پڑھنا چاہتے ہوں یا کوئی لیکچر دینا چاہتے ہوں اس کی نسبت مفصلہ ذیل اطلاع خاکسار کو دیں۔

(1) کس زبان میں ایسی نظم یا نثر ہوگی۔(2) مضمون کیا ہوگا (3) کتنا وقت تخمیناً اس کے سننے پر خرچ ہوگا۔(4) خود مصنف پڑھیں گے یا کسی دوسرے صاحب سے پڑھانے کا انتظام کیا جائے (5) کون سا دن آخری ہفتہ دسمبر میں ایسے ناظم یا لیکچرار صاحب کے لئے زیادہ سہولت یا آرام کا باعث ہوگا۔ یہ اطلاع بہت جلد دفتر پرائیویٹ سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان میں پہنچنی چاہئے کیونکہ پروگرام کے بننے کے لئے اس اطلاع کا آنا ضروری ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ بالکل بے انتظامی کا طریق ہے کہ پہلے تو اطلاع نہ دی جائے اور وقت پر کسی خاص نظم یا لیکچر کے سنانے کے واسطے زور دیا جاوے یا حضرت امام صاحب سے خاص اجازت لی جائے۔ میں نے حضرت امام صاحب خلیفۃ المسیح کی خدمت میں اس رائے کو عرض کر دیا ہے اور اغلباً وہ مقررہ پروگرام کے خلاف کسی صاحب کو جن کا نام اس میں درج نہ ہوگا اپنی نظم یا نثر کو سنانے کی اجازت نہ دیں گے۔ برادران مہربانی فرما کر آخر ماہ اکتوبر تک مجھے اطلاع دیں۔"

والسلام

خلیفہ رشید الدین اسسٹنٹ سیکرٹری 24- ستمبر 1908ء

(بدر یکم اکتوبر 1908)

ii. **شیخ غلام احمد صاحب نومسلم:**

"(آپ) صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے واعظ مقرر کئے گئے ہیں اور وہ سردست ہوشیار پور، کانگڑہ، جالندھر اور راہون حضرت خلیفۃ المسیح الموعود علیہ السلام کے ارشاد کے موافق دورہ کرنے کو عنقریب

قادیان دارالامان سے روانہ ہوں گے۔ ان کو بموجب قواعد واعظین منظور کردہ صدر انجمن احمدیہ قادیان جن کی نقل ان کے پاس موجود ہے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے تمام مدات کے لئے چندہ فراہم کرنے، جہاں باقاعدہ طور پر صدر انجمن احمدیہ نہ ہو وہاں احمدی احباب کی فہرست مکمل کر کے باقاعدہ طور پر انجمن احمدیہ قائم کرنے کی اجازت ہے۔ جہاں وہ پہنچیں وہاں کے احباب شیخ صاحب موصوف کے اغراض مذکورہ بالا کے پورا کرنے میں ہر طرح سے مدد دیں اور ثواب دارین حاصل کریں۔"

والسلام

خلیفہ رشید الدین اسسٹنٹ سیکرٹری، صدر انجمن احمدیہ قادیان 10-اگست 1908ء

(بدر 13-اگست 1908ء)

iii. مولوی محمد علی صاحب سیالکوٹی:

"جو بزبان پنجابی شاعر بھی ہیں صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے واعظ مقرر کئے گئے ہیں اور وہ سردست جموں، پونچھ، وزیر آباد اور گوجرانوالہ کے شہروں اور دیہات میں بغرض تبلیغ جائیں گے ان کو بموجب قواعد منظور شدہ جن کی نقل ان کے پاس موجود ہے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تمام موجودہ مدات کے لئے چندہ فراہم کرنے اور جہاں انجمن باقاعدہ نہ ہو۔ وہاں انجمن قائم کرنے کی اجازت ہے جہاں مولوی صاحب موصوف جاویں۔ وہاں کے تمام احمدی احباب مولوی صاحب موصوف کی ہر طرح سے امداد کریں اور ثواب دارین حاصل کریں۔"

والسلام

خلیفہ رشید الدین، اسسٹنٹ سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

(اخبار بدر 03- ستمبر 1908ء)

اسسٹنٹ سیکرٹری سے ترقی کرتے کرتے بالآخر جنرل سیکرٹری کے عہدہ پر آپ فائز ہوگئے۔ 1919-20 کی سالانہ رپورٹس آپ کے نام سے بحیثیت جنرل سیکرٹری جاری ہوئیں جو خوشکن، جامع اور

ایمان افروز واقعات پر مشتمل ہیں اور 1920ء کے عہدیداران کی جو فہرست اخبار الفضل 29-جنوری1920ء کوشائع ہوئی وہ مکرم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی طرف سے تھی جس میں جنرل سیکرٹری کے مقابل پر آپ کا نام لکھا ہے ۔ 18-1917ء ،19-1918ء،20-1919ء کی سالانہ رپورٹس صدر انجمن بھی آپ ہی کی بحیثیت جنرل سیکرٹری مرتبہ ہیں ۔

19-1918ء کی رپورٹ میں بحیثیت ٹرسٹی و جنرل سیکرٹری وسیکرٹری مجلس معتمدین و ناظم مجلس آپ نے ان الفاظ میں ممبران کا شکریہ ادا کیا۔

"میں ان بزرگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے بہت محنت سے یہ کام سرانجام فرمایا۔اور بہت ساوقت ابتغاءً لمرضات اللہ خرچ کیا۔

جزاهم الله احسن الجزاء

(سالانہ رپورٹ19-1918ء)

دیگر عہدے:

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو اور بہت سے اہم عہدوں پر خدمات بجالانے کی توفیق ملتی رہی۔

محاسب: ان میں سے ایک اہم پوسٹ محاسب کی پوسٹ تھی جس پر سالہا سال آپ کو خدمات کی توفیق ملی۔خلافت اولیٰ میں آپ کا تقرر بطور محاسب ہو چکا تھا۔ریویو آف ریلیجنز میں آپ کی طرف سے بطور محاسب کے مالی گوشوارے شائع ہوتے رہے۔تاریخ احمدیت جلد3 صفحہ 607 میں بھی ذکر ہے کہ خلافت اولیٰ میں آپ کا تقرر بطور محاسب وافسر شفاخانہ کے ہوا۔محاسب کے طور پر خدمات کا یہ سلسلہ بغیر وقفہ کے جاری رہا۔ 1917 سے 1920ء تک کی رپورٹس صدر انجمن احمدیہ میں آپ کا نام محاسب کے آگے درج ہے۔ 1911ء میں نومبر کا گوشوارہ آپ کے نام سے یوں جاری ہوا۔ناظر خلیفہ رشید الدین گویا کچھ وقت

کے لئے ناظر کے طور پر بھی کام کرنے کی توفیق پائی۔

(ریویو آف ریلیجنز نومبر 1911ء)

اس کے علاوہ افسر شفاخانہ، ایڈوائزر شفاخانہ، افسر جائیداد صدر انجمن احمدیہ، افسر صیغہ وظائف وصدقات کے عہدوں پر بھی گاہے بگاہے فائز رہے۔

1917-18 کی سالانہ رپورٹ میں آپ کے نام کے ساتھ درج ذیل عہدہ جات لکھے ہوئے ہیں۔

خلیفہ رشید الدین ایل ایم ایس ٹرسٹی و جنرل سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ وسیکرٹری معتمدین ومجلس ناظم، میڈیکل ایڈوائزر قادیان، افسر شفاخانہ ومحاسب، افسر جائیداد صدر انجمن احمدیہ وصیغہ وظائف وصدقات صدر انجمن احمدیہ قادیان۔

نیز اگلے سال کی رپورٹ میں مختلف صیغہ جات کے افسران کی رخصت میں آپ کے قائمقام ہونے کا بھی ذکر موجود ہے جیسے قائمقام افسر لنگر خانہ، قائمقام افسر ہائی سکول وگرلز سکول، قائمقام افسر ڈاک حضرت صاحب اور افسر صیغہ بہشتی مقبرہ کے فرائض بھی سرانجام دینے کا موقعہ ملا۔

(سالانہ رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان 1919-20ء)

تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 146 پر آپ کی خدمات میں یہ بھی لکھا ہے کہ

خلافت ثانیہ کے پہلے سال میں بیت المال اور لنگر خانہ کا انتظام حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے سپرد ہوا۔ کچھ عرصہ عمارات صدر انجمن احمدیہ کی کمیٹی تعمیر کے سیکرٹری بھی رہے۔ آپ کی طرف سے اخبار بدر میں یہ اعلان بھی اس سلسلہ میں نشر ہوا۔

ضرورت: "عمارات صدر انجمن احمدیہ کے لئے ایک لائق تجربہ کار معمار مستری کی ضرورت ہے جو نقشہ کو بخوبی سمجھ سکتا ہو اور کام تعمیر کروانے کے علاوہ اپنے ہاتھ سے بھی کام کر سکتا ہو۔ تنخواہ کا

فیصلہ بذریعہ خط وکتابت ہوسکتا ہے۔"

المشتھر

خلیفہ رشید الدین صاحب سیکرٹری سب کمیٹی تعمیر

(بدر08-اکتوبر1908ء)

دورہ جات:

جہاں جماعت کے فلاح و بہبود اور ترقی کے منصوبوں اور حصول چندہ جات کی خاطر آپ کے دستخطوں سے اخبارات میں اعلان شائع ہوتے رہے اور آپ کے دستخطوں سے مختلف جماعتوں میں نمائندے بھی بھجوائے جاتے رہے۔ وہاں آپ نے خود بھی بعض جماعتوں کے دورے فرمائے۔ یہ اُن دوروں کے علاوہ ہیں جو آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے احمدیت کے ساتھ کئے۔

ان دورہ جات میں لدھیانہ، کوٹلہ، پٹیالہ، بٹالہ اور لاہور کے دورہ جات شامل ہیں۔ جیسے الفضل نے ایک دفعہ یوں خبر دی۔

"خلیفہ ڈاکٹر صاحب لدھیانہ سے کوٹلہ، پٹیالہ تک ہو آئے اور کامیاب آئے تمام جماعت لدھیانہ نے بیعت کر لی۔"

(الفضل یکم اپریل1914ء)

نیز آپ نے نومبر 1925ء میں بٹالہ اور جون 1925ء میں لاہور کا دورہ فرمایا۔

(الفضل28-نومبر،25-جون1925ء)

اخبارات میں آپ کی خدمات کا ذکر:

اخبار بدر نے اخبار قادیان کے تحت احباب کو مطلع کرنے کے لئے یوں خبر نشر کی۔

"حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب مری سے ڈونگا گلی وایبٹ آباد کی سیر کو تشریف لے گئے ہیں۔ خدا حافظ وناصر ہو۔ مولانا موصوف کی غیر حاضری میں صدر انجمن کے اہم کام حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب کی تدبیر ومحنت سے بطریق احسن سرانجام پا رہے ہیں۔"

(اخبار بدر 15- اگست 1912ء)

سالانہ جلسہ کے لئے جناب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب بڑی جانفشانی اور محنت سے کاروبار سرانجام دے رہے ہیں۔

(الفضل 26- نومبر 1914ء)

چوہدری فتح محمد صاحب مبلغ اسلام کا ہاتھ بٹانے کے لئے قاضی عبد اللہ صاحب بی اے بی ٹی انشاءاللہ العزیز 05- ستمبر کو روانہ ولایت ہوں گے۔02- ستمبر کو طلباء واساتذہ مدرسہ احمدیہ نے قاضی صاحب موصوف کو ایڈریس دیا۔ اور حاضرین جلسہ کو طلباء مدرسہ کی طرف سے شیرینی تقسیم کی گئی۔ خلیفہ رشید الدین صاحب اس جلسہ کے صدر قرار پائے تھے۔ محمد خان صاحب طالبعلم نے تلاوت کی۔ احمد علی صاحب نے اس موقعہ کے مناسب حال براہین پنجم کے اشعار نہایت موثر لہجہ میں پڑھے۔ عزیز محمود احمد صاحب خلف، شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم نے پرزور الفاظ میں ایڈریس پڑھا اور بعد میں ماسٹر عبد الرحیم صاحب نے ایڈریس کی تائید میں مختصر سی تقریر کی جو بہت موثر اور پرجوش تھی اس کے بعد قاضی عبداللہ صاحب نے حاضرین جلسہ کا شکریہ ادا کیا اور سب سے دعا کی درخواست کی۔

(الفضل 05- ستمبر 1915ء)

باب نمبر: 10

مالی قربانی

- ☆ مالی قربانی
- ☆ من انصاری الی اللہ
- ☆ دارالمسیح میں کنواں کے لئے چندہ
- ☆ مدرسہ تعلیم الاسلام کے لئے چندہ
- ☆ کونسل ٹرسٹیاں مدرسہ
- ☆ منارۃ المسیح کے لئے چندہ
- ☆ مقدمہ گورداسپور میں قربانی
- ☆ حضرت مسیح موعودؑ کی یاد میں مدرسہ کے قیام کے لئے خدمات
- ☆ پبلک لائبریری کا قیام اور خدمات
- ☆ نیشنل کالج کے لئے تحریک
- ☆ خرید اخبار میں تعاون
- ☆ غرباء و مساکین کی امداد
- ☆ حصول چندہ و مالی امداد کی خاطر تحریکات
- ☆ فوری توجہ کے قابل
- ☆ چندہ عام اور انجمنوں کے قیام کی تحریک
- ☆ انجمن کی جائیدادوں کی حفاظت کی تحریک
- ☆ جمعہ کے روز بیوت کی حفاظت کی تحریک
- ☆ عید فنڈ

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب ایمان لانے کے بعد جہاں جانی، جسمانی، عزت اور وقت کی قربانی میں پیش پیش تھے وہاں مالی قربانیوں میں بھی جماعت میں ایک نام کمایا ہے۔ جماعت کا کوئی شعبہ ہو، دربار امامت یا خلافت سے آواز بلند ہوئی ہو یا کسی مالی قربانی کی آرزو ظاہر ہوئی ہو آپ سمعنا واطعنا کہنے والوں میں نہ ہوں بلکہ نمایاں قربانی کرنے والے اصحاب میں شمار ہوتے تھے اور سرفہرست آپ کا نام ہوتا۔ بعض اوقات ایسا توارد ہوتا کہ ادھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پیسوں کی ضرورت ہوتی۔ اُدھر ڈاکٹر صاحب موصوف خود بخود رقم بھجوا دیتے جبکہ حضورؑ نے ان کو لکھا بھی نہ ہوتا۔ اس بات کا خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُن خطوط میں اظہار فرمایا ہے جو آپؑ نے اپنے مخلص وفادار مُرید کو لکھے تھے۔ جو خطوط ومکتوبات کے باب میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

آپ کی قربانی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ

"اسی طرح ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جب گورداسپور میں مقدمہ دائر ہوا تو اُس وقت آپ نے مختلف دوستوں کی طرف خطوط لکھے کہ خدمت کا وقت ہے جو دوست روپیہ بھیج کر مالی خدمت میں حصہ لینا چاہیں اُن کے لئے خدا نے یہ موقع پیدا کر دیا ہے اور وہ دوست جن کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطوط لکھے اُن میں سے ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم بھی تھے۔ بعض دوست جو اس وقت ان کے پاس موجود تھے انہوں نے بتایا کہ جس روز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ خط انہیں ملا وہ تنخواہ ملنے کا دن تھا چنانچہ وہ تنخواہ لے کر آئے تو ساری کی ساری تنخواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھیج دی۔ وہ کہتے ہیں ہم نے ان سے پوچھا کہ آپ نے ساری تنخواہ بھیج دی ہے آپ خود کس طرح گزارہ کریں گے تو وہ کہنے لگے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چٹھی آئے اور ہم اپنی ضروریات مقدم کر لیں یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ اب خواہ ہم مریں یا جئیں میں نے تو جو کچھ کرنا تھا کر دیا۔ پھر اس کے بعد چھ مہینے تک بالالتزام انہیں جو کچھ ملتا وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھیج دیتے یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ والصلوٰۃ والسلام نے انہیں ایک اور چٹھی

لکھی کہ آپ نے اس چندہ کی وجہ سے اتنی خدمت کی ہے کہ مجھے اب آپ کو روکنا پڑا ہے آپ آئندہ بے شک چندہ نہ بھیجا کریں۔ آپ نے خدمت کی انتہاء کر دی ہے۔"

(انوار العلوم جلد 14 صفحہ 548)

اس اقتباس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ الفاظ حضرت ڈاکٹر صاحب کی مالی خدمات کو نمایاں کرتے ہیں کہ " آپ نے اتنی خدمت کی ہے کہ مجھے اب آپ کو روکنا پڑا ہے۔ آپ آئندہ بے شک چندہ نہ بھیجا کریں۔ آپ نے خدمت کی انتہا کر دی۔"

فجزاهم الله تعالىٰ احسن الجزاء فى الدنيا والآخرة

کسی انسان کی سیرت لکھتے وقت اس کی مالی قربانی کے ذکر میں مندرجہ ذیل چار امور مدنظر رہتے ہیں۔

1۔ مالی قربانی

2۔ مالی قربانی کے لئے دوسروں کو تحریک کر کے اس میں شامل کرنا

3۔ انجمن یا مالی تحریک کی کمیٹی کا ممبر ہونا اور انکم کے پیدا کرنے کے ذرائع سوچنا

4۔ جس شخص کی آواز پر قربانی کی جارہی ہو وہ مختلف قربانی کی تحریکات کے وقت مالی قربانی کرنے والے مریدوں سے قربانی کی توقع رکھے اور خود بخود ایسے مخلص افراد کے نام اپنی فہرست میں شامل کرے۔

ان ہر چہار امور پر حضرت ڈاکٹر صاحب آسمان احمدیت پر ایک درخشاں چمکتے ہوئے ستارہ کی طرح رہے اور آپ کی سیرت ان تمام امور میں نمایاں تھی۔

آپ اپنی پوری کی پوری تنخواہ اپنے امام کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ آپ تنخواہ وصول کر کے گھر نہ لاتے جب تک چندہ نہ نکال لیتے۔

من انصاری الی اللہ:

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اکتوبر 1899ء کو ایک اشتہار "الانصار۔من انصاری الی اللہ" کے عنوان سے دیا۔جس میں اپنے مصارف کی شاخیں بیان فرمائیں یعنی لنگر خانہ،تصنیف،تثلیث کی خرابیوں کی اصلاح وغیرہ

اس اشتہار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان مصارف کی وضاحت کے ساتھ فرمایا کہ

"یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے کہ ہر ایک اہل اللہ کے گروہ کو اپنی ابتدائی حالت میں چندوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کئی مرتبہ صحابہؓ پر چندے لگائے جن میں حضرت ابوبکرؓ سب سے بڑھ کر رہے۔سو مردانہ ہمت سے امداد کے لئے بلاتوقف قدم اُٹھانا چاہئے۔ ہر ایک اپنی مقدرت کے موافق اس لنگر خانہ کے لئے مدد کرے۔میں چاہتا ہوں کہ اگر ممکن ہوتو ایک ایسا انتظام ہو کہ ہم لنگر خانہ کے سر درد سے فارغ ہوکر اپنے کام میں بافراغت لگے رہیں اور ہمارے اوقات میں کچھ حرج نہ ہو جو ہمیں مدد دیتے ہیں آخر وہ خدا کی مدد دیکھیں گے۔"

ان مخلصین انصار کے حق میں دُعا کرتے ہوئے فرمایا

"اگر میں ان کے نام لکھوں تو یہ اشتہار اشتہار نہیں رہے گا۔ان سب کے حق میں دُعا کرتا ہوں کہ خدا ان کو دونوں جہاں کی خوشی عطا کرے۔جو کچھ وہ خدا کے لئے کرتے ہیں یا آئندہ کریں گے۔وہ سب خدا تعالیٰ کی آنکھ کے نیچے ہے۔"

اس اشتہار میں حضورؑ نے چند ایک مخلص انصار کا نام لیا ہے۔اُن میں مکرم ڈاکٹر صاحب بھی شامل ہیں گو آپ کو مالی قربانی میں پیش پیش رہنے کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انصار ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔

حضورؑ فرماتے ہیں۔

" مگر جائے شکر ہے کہ چار اور مخلص ڈاکٹر یعنی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب لاہور اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کلانوری اور ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب اور ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب ہماری جماعت میں موجود ہیں۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 151 تا 166)

دارالمسیح میں کنواں کے لئے چندہ:

اس قربانی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بیان فرماتے ہیں کہ

"ڈاکٹر میر محمد اسمعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں پہلے کوئی کنواں نہ تھا۔ نہ مہمان خانہ میں کوئی کنواں تھا اس وقت پانی دو کنوؤں سے آیا کرتا تھا۔ ایک تو عمالیق کے دیوان خانہ میں تھا اور دوسرا تائی صاحبہ مرحومہ کے گھر کے مردانہ حصہ میں تھا۔ ایک دفعہ ہر دو جگہ سے حضرت صاحب کے سقہ کو گالیاں دے کر ہٹا دیا گیا اور پانی کی بہت تکلیف ہوگئی۔ گھر میں بھی اور مہمان خانہ میں بھی۔ اس پر حضرت صاحب نے ایک خط لکھا اور عاجز کو فرمایا کہ اس خط کی نقلیں کر دو۔ چنانچہ میں نے کر دیں۔ وہ خط حضور نے مختلف احباب کو روانہ فرمائے جن میں ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم کا نام مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ اس خط میں مخالفین کے پانی بند کرنے کا ذکر لکھ کر یہ تجویز پیش کی تھی کہ ہمارا اپنا کنواں ہونا چاہئے تا کہ ہماری جماعت پانی کی تکلیف سے مخلصی پائے اور کنویں کے لئے چندہ کی تحریک کی تھی۔ اس کے بعد سب سے پہلے حضور کے گھر کے اندر کنواں بنایا گیا۔ یہ اندازاً 1895ء یا 96ء کا یا اس کے قریب کا واقعہ ہے۔"

(سیرۃ المہدی جلد 3 صفحہ 226 روایت نمبر 811)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تیاری مہمان خانہ وچاہ کے لئے مخلص احباب جماعت کی طرف سے چندہ دینے والوں کے نام اپنی تاریخی کتاب سراج منیر میں زیر عنوان فہرست آمدنی چندہ برائے تیاری مہمان خانہ وچاہ وغیرہ محفوظ کئے ہیں۔

اس میں آپ کا نام گرامی بھی یوں موجود ہے

خلیفہ رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن چکراتہ (سراج منیر از روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 85-86)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"۔۔۔۔۔میں نے پہلے مثال دی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو چند روپوں کی ضرورت تھی کنواں لگانا تھا۔ ہمارے نانا جاں ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب بڑے پیسے کمانے والے تھے ان کے متعلق آپ نے خود لکھ دیا کہ آپ کے اخلاص کو دیکھتے ہوئے میں نے دو آنے چندہ لکھ دیا ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کا اس زمانے میں دو آنے چندہ دینا بڑا معرکہ تھا۔"

(رپورٹ مجلس مشاورت 1975ء صفحہ 193)

مدرسہ تعلیم الاسلام کے لئے چندہ اور ٹرسٹی:

احمدی بچوں میں دینی تعلیم کا جذبہ اور شوق پیدا کرنے کے لئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مدرسہ تعلیم القرآن کی بنیاد رکھی۔ جس کے لئے گاہے بگائے چندہ کی تحریکات ہوتی رہی۔ حضرت ڈاکٹر صاحب اس کار خیر میں بھی قربانی کرنے والے افراد میں نمایاں طور پر نظر آتے رہے۔ جیسے 1906ء کے جلسہ سالانہ پر جب خواجہ کمال الدین صاحب نے مدرسہ تعلیم الاسلام کے بجٹ کی طرف توجہ دلائی کہ وہ بہت کم ہے اور جو نتائج نکل رہے ہیں یا نکلنے والے ہیں وہ بہت بڑے ہیں تو حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب جو اس سال آگرہ سے جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے تشریف لائے تھے نے مبلغ ایک ہزار روپیہ چندہ اس مد میں لکھایا۔

(اخبار بدر 10- جنوری 1907ء زیر عنوان مختصر رپورٹ جلسہ سالانہ)

اسی طرح الحکم 17- اپریل 1905ء میں ایک فہرست "رسید زر آمدنی مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان" کے عنوان سے شائع ہوئی ہے اس میں 09- مارچ 1905ء کی تاریخ کے تحت سر فہرست آپ کی قربانی کا ذکر ہے۔

کونسل ٹرسٹیاں مدرسہ تعلیم الاسلام:

1900ء میں جب مدرسہ تعلیم الاسلام اپنے اخراجات کی وجہ سے زیر بار آگیا تو حضرت نواب محمد علی خاں صاحب مالیر کوٹلہ کی تجویز پر جو شخص 5 روپے ماہانہ مدرسہ تعلیم الاسلام کے لئے پیش کرے اُسے ٹرسٹی کے طور پر رجسٹرڈ کیا جائے تو اس تجویز پر درج ذیل ریزولیشن پاس ہوا۔

"ایک اور مفید تجویز جو عمل میں آئی ہے۔ وہ کمیٹی کے ریزولیشن نمبر 295 مورخہ 05- ستمبر 1900ء میں درج ہے۔ اس کے محرک بھی نواب صاحب موصوف ہی ہیں۔ اس کے رو سے ایک کونسل ٹرسٹیاں مقرر کی گئی جس میں وہ لوگ شامل ہوں گے جو مدرسے کو قولی مالی علمی مدد دے سکیں۔ مالی مدد کم از کم

ساٹھ روپے سالانہ ہوگی۔ قولی وہ جو پھر کر مدرسہ کے لئے چندہ وصول کریں یا بذریعہ تحریر وغیرہ مدرسے کی مدد کے لئے لوگوں کو توجہ دلاویں اور مفید تجاویز پیش کریں۔ علمی وہ جو مدرسہ کے لئے تصنیفات کر کے کورس بنادیں۔"

مفصلہ ذیل اصحاب نے اس ریزولیشن کے نیچے کونسل ٹرسٹیاں کے ممبر ہونے کا استحقاق پیدا کرلیا ہے۔

اور 17 ناموں میں سے چھٹے نمبر پر آپ کا نام یوں درج ہے۔

6۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب لکھنؤ

(ضمیمہ اخبار الحکم قادیان 10- جنوری 1901ء زیرعنوان
رپورٹ مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان دارالامان)

اس سلسلہ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے ایک تحریک بھی کی۔ جس میں ٹرسٹی بننے کی طرف احباب کو دعوت دی۔ اس میں بھی تحریر ہے۔

"ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب پانچ روپے ماہوار دیتے ہیں۔"

(اصحاب احمد جلد 2 صفحہ 288 سیرت حضرت نواب محمد علی خان صاحب)

مدرسہ احمدیہ کے طلبہ کے لئے 2 روپے ماہوار وظیفہ دینے والوں کا محترم ڈاکٹر صاحب نے 1919-20ء میں یوں شکریہ ادا کیا۔

"میں اس جگہ ان اصحاب کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جو اگرچہ اپنے لڑکے مدرسہ میں نہیں بھیج سکے۔ لیکن انہوں نے اس خاکسار کی تحریک پر ایسے لڑکوں کے کل یا بعض اخراجات اپنے ذمہ لے لئے ہیں۔ جن کو انجمن خرچ نہیں دے سکتی۔ اللہ تعالیٰ ان کے مالوں میں برکت دے اوران کے روپوں سے تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کو توفیق دے کہ وہ ان کی خواہشوں کے مطابق دین کے سچے خادم بنیں اوران کے لئے خدمت دین میں صدقہ جاریہ ہوں۔"

خلیفہ رشید الدین جنرل سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

(اصحاب احمد جلد 3 صفحہ 156 از سالانہ رپورٹ 1919-20 صفحہ 63-65)

ایک سعادت
مینارۃ المسیح کے لئے چندہ اور مینارہ کی تختی پر
نام کندہ ہونا

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی دربارہ مینارہ دمشق کو عملی جامہ پہنانے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قادیان بیت اقصیٰ میں ایک مینارہ کی تعمیر کا فیصلہ فرمایا اور اس کے لئے مالی تحریک بھی فرمائی۔ حضرت ڈاکٹر رشید الدین صاحب نے اس تحریک پر بھی لبیک کہا اور حضورؑ نے مینارہ کی تختی پر 101 نام کندہ فرمائے جس میں حضرت ڈاکٹر صاحب کا نام 32 نمبر پر کندہ ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس غرض کے لئے مختلف اشتہارات جاری فرمائے۔ ایک اشتہار میں آپؑ فرماتے ہیں۔

"میں آج خاص طور سے اپنے اُن مخلصوں کو اس کام کے لئے توجہ دلاتا ہوں جن کی نسبت مجھے یقین ہے کہ اگر وہ سچے دل سے کوشش کریں اور جیسا کہ اپنے نفس کے اغراض کے لئے اور اپنے بیٹوں کی شادیوں کے لئے پورے زور سے انتظام سرمایہ کر لیتے ہیں۔ ایسا ہی انتظام کریں تو ممکن ہے کہ کام ہو جائے اگر انسان کو ایمانی دولت سے حصہ ہو تو گو کیسے ہی مالی مشکلات کے شکنجہ میں آ جائے تاہم وہ کار خیر کی توفیق پا لیتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پس اس غرض سے چند مخلصین کے نام ذیل میں لکھتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ ہر ایک ان میں سے کم سے کم ایک سو روپیہ اس عظیم الشان کام کے لئے پیش کرے۔۔۔۔۔۔۔ پس جو لوگ اس عظیم الشان سعادت سے حصہ لیں گے یہ تو مشکل ہے کہ ان سب کے نام منارہ پر لکھے جائیں لیکن یہ قرار دیا گیا ہے کہ بہر حال چند مہاجرین کے مقابل پر ایسے تمام لوگوں کے نام لکھے جائیں گے جنہوں نے کم سے کم سو روپیہ منارہ کے چندہ میں داخل کیا ہو۔ اور یہ نام ان کے زمانہ دراز تک بطور کتبہ کے منارہ پر کندہ رہیں گے جو آئندہ آنے والی نسلوں کو دعا کا موقع دیتے رہیں گے۔"

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

فہرست چندہ دہندگان میں ڈاکٹر صاحب کا نام 22 نمبر پر یوں درج ہے۔

22۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن لکھنؤ

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 314-321)

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی طرف سے اس اہم کام کی تکمیل کے لئے بغرض تحریک حصول وعدہ جات اعلانات بھی شائع ہوتے رہے۔ جیسے الفضل 26- فروری 1916ء میں "منارۃ المسیح کی نسبت ایک ضروری اعلان" کے تحت ایک تحریک درج ہے۔

مقدمہ گورداسپور میں قربانی:

حضرت مصلح موعود اس سلسلہ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"حضرت مسیح موعود علیہ والصلوٰۃ والسلام پر جب گورداسپور میں مقدمہ دائر تھا اس وقت روپیہ کی تنگی تھی۔ اخراجات بڑھ گئے تھے اس وقت اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے ماتحت بعض لوگوں کو تحریک کی گئی اور جنہیں تحریک کی گئی ان میں سے ایک ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب بھی تھے اس موقعہ پر ان کے گھر میں جو کچھ تھا انہوں نے جمع کر کے سب بھجوا دیا۔ اور لکھ دیا کہ آئندہ بھی جو آمدنی ہوگی وہ بھیجتا رہوں گا۔ چنانچہ تنخواہ اور پریکٹس سے جو کچھ انہیں ملتا اسے بھیج دیتے۔ ایک دوست نے جو ان دنوں ان کے مہمان تھے سنایا کہ میں نے کہا سب کچھ وہاں بھیج دیتے ہیں اپنے لئے کچھ نہیں رکھتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں اب وقت ایسا ہی ہے اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو ایک چٹھی لکھی جو میں نے خود پڑھی ہے اس میں آپ نے لکھا۔ آپ نے قربانی کی حد کر دی اب آپ کو چندہ دینے کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ آپ نے فرمایا ہے جو تین ماہ چندہ نہ دے وہ جماعت میں نہیں رہ سکتا۔ یہ چٹھی اب بھی شاید خلیفہ صاحب کے گھر میں ہو۔ وہ اس کے بعد بھی چندہ دیتے تھے اور انہیں دینا چاہئے تھا کیونکہ پہلے وہ فرض ادا کرتے تھے اور بعد میں شکریہ کے طور پر دیتے تھے۔"

(خطبات محمود جلد اول صفحہ 154)
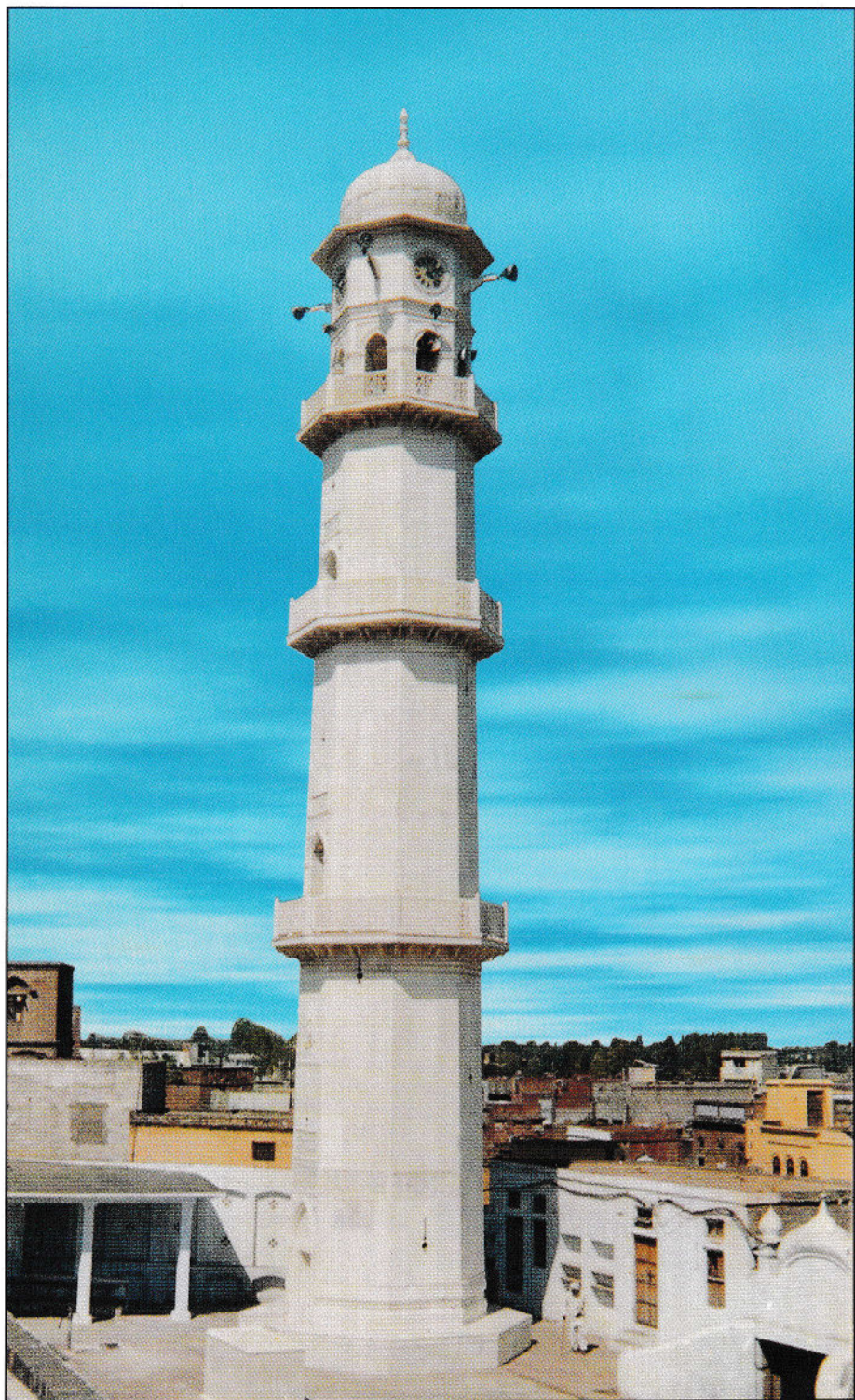
منارۃ المسیح جس کی تعمیر کے لئے حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف نے چندہ کی تحریک پر لبیک کہا
اور چندہ دہندگان کی فہرست میں آپ کا نام بھی کندہ ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ ایک اور موقعہ پر فرماتے ہیں۔

"ان کی مالی قربانیاں اس حد تک بڑھی ہوئی تھیں کہ حضرت صاحب علیہ السلام نے ان کو تحریری سند دی کہ آپ کو قربانی کی ضرورت نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ زمانہ مجھے یاد ہے جب کہ آپ پر مقدمہ گورداسپور میں ہو رہا تھا۔ اور اس میں روپیہ کی سخت ضرورت تھی۔ حضرت صاحب نے دوستوں کو تحریک کی کہ چونکہ اخراجات بڑھ رہے ہیں۔ لنگر خانہ دو جگہ پر ہو گیا ہے۔ ایک قادیان میں اور ایک گورداسپور میں۔ اس کے علاوہ اور مقدمہ پر خرچ ہو رہا ہے۔ لہٰذا دوست امداد کی طرف توجہ کریں۔ جب حضرت صاحب کی تحریک ڈاکٹر صاحب کو پہنچی تو اتفاق ایسا ہوا کہ اسی دن ان کو تنخواہ تقریباً -/450 روپے ملی تھی۔ وہ ساری کی ساری تنخواہ اسی وقت حضورؑ کی خدمت میں بھیج دی۔ ایک دوست نے سوال کیا کہ آپ کچھ گھر کی ضروریات کے لئے رکھ لیتے تو انہوں نے کہا کہ خدا کا مسیح کہتا ہے کہ دین کے لئے ضرورت ہے تو پھر اور کس لئے رکھ سکتے ہیں۔ غرض ڈاکٹر صاحب تو دین کے لئے قربانیوں میں اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ حضرت صاحب کو انہیں روکنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور انہیں کہنا پڑا کہ اب ان کی قربانی کی ضرورت نہیں۔"

(ماہنامہ انصار اللہ)

حضرت مسیح موعودؑ کی یاد میں دینی مدرسہ کا قیام اور آپ کی خدمات:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے معاً بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ سے راضی ہو) نے یہ تجویز دی کہ چونکہ آپؑ کا کام تبلیغ دین اور اشاعت اسلام تھا اس لئے آپ کی یادگار میں اعلیٰ پیمانہ پر ایک دینی مدرسہ قائم کیا جائے جس میں واعظین اور مبلغین تیار کئے جائیں۔ 1905ء میں ایک "شاخ دینیات" مدرسہ تعلیم الاسلام کے ساتھ قائم تھی۔ مگر غالباً فنڈ کی کمی کی وجہ سے اس کی حالت نہایت درجہ ناقص تھی۔ 18-جون 1908ء کو اخبار بدر میں حضرت خلیفۃ المسیح اول کے حکم سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب، حضرت نواب محمد علی خان صاحب، حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب نے یہ تحریک پوری جماعت کے سامنے رکھی اور بتایا کہ اعلیٰ پیمانہ پر مدرسہ چلانے کے

لئے عمدہ مکان اور بہترین لائبریری کا ہونا ضروری ہے یہ مدرسہ دنیا میں اشاعت اسلام کا ایک بھاری ذریعہ ہو گا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم الشان یادگار بھی۔ لہٰذا دوستوں کو اس کے لئے پوری پوری مالی قربانی کرنی چاہئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 215)

اس مدرسہ کے لئے حضرت ڈاکٹر صاحب کی خدمات تاریخ احمدیت کا سنہری باب ہے۔ آپ صرف تحریک کرنے والوں میں شامل نہ تھے بلکہ مدرسہ کے قیام سے قبل 31- جنوری 1909ء کو ایک سب کمیٹی مدرسہ کے نصاب اور انتظام کے سلسلہ میں بنائی گئی۔ اس کے کل چھ ممبر تھے جن میں آپ بھی شامل تھے۔ اس سب کمیٹی نے مختلف وقتوں میں اجلاس منعقد کر کے ایک مکمل اور جامع سکیم تیار کی۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 284)

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اعلان عام بعنوان "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یادگار" میں اس تجویز کو بھی متعارف کروایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یاد میں کالجوں میں پڑھنے والے طلبہ کو وظائف دینے مقصود ہیں۔ اس مد میں بھی صاحب استطاعت دوست چندہ جمع کروائیں۔

(بدر 18- جون 1908ء)

حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف نے اس مدرسہ کے قیام اور بہبود میں جسمانی، قولی اور مالی خدمات پیش کیں۔ جیسے 1922ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ نے اس مدرسہ میں اپنے بچے بھجوانے کی تحریک فرمائی اور بالخصوص دینی ثروت احباب کو کم از کم ایک ایک بچہ اس مدرسہ میں داخل کروانے کی تحریک فرمائی تو حضرت ڈاکٹر صاحب اس میدان میں بھی پیش پیش نظر آئے۔ اور اپنے بیٹے خلیفہ صلاح الدین کو مدرسہ میں داخل کروایا۔ حضرت عبدالرحمٰن صاحب ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ نے ان شکر تم لازیدنکم کے تحت شکر گزاری اور دُعا کی درخواست کے لئے ان احباب کے اسماء تاریخ میں محفوظ کئے جنہوں نے السابقون الاولون کے تحت سمعنا واطعنا کہا۔ 42 افراد کی فہرست میں حضرت ڈاکٹر صاحب کا نام

دوسرے نمبر پر درج ہے۔

(اخبار الفضل 27-اپریل 1922ء)

آپ کی دلچسپی مدرسہ احمدیہ میں اس قدر بڑھ گئی کہ آپ کے اخلاص، تقویٰ اور علم دوستی کو دیکھ کر اُس کمیٹی میں بھی آپ کو شامل کر لیا گیا جو امتحان لینے والی کمیٹی تھی چنانچہ سالانہ رپورٹ 20-1919ء میں لکھا ہے۔

"حسب سابق یونیورسٹی کی طرز پر امتحان لیا گیا۔ چنانچہ امتحان لینے کے لئے خلیفہ رشید الدین صاحب، مولانا عبد الماجد صاحب بھاگلپوری اور مولوی فضل الدین صاحب وکیل پر مشتمل سب کمیٹی مقرر کی گئی تھی جنہوں نے بھاگلپور، کٹک اور پشاور تک سب پرچے تیار کروائے۔"

(اصحاب احمد جلد پنجم حصہ 2، صفحہ 80)

اس مدرسہ کے لئے حصول چندہ کی تحریک کا سلسلہ بھی آپ کی طرف سے جاری رہا۔ چنانچہ چوہدری محمد حسین صاحب جب 6 ماہ کی رخصت پر قادیان آئے تو ان کو حصول چندہ جات کے لئے مختلف جماعتوں میں بھجوایا گیا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب کی طرف سے درج ذیل اعلان اس سلسلہ میں اخبار میں شائع ہوا۔

"چوہدری صاحب نے بمعہ ڈاکٹر احمد حسین صاحب ضلع لائل پور و سرگودھا کا دورہ شروع کیا ہے اسی طرح وہ انشاء اللہ تعالیٰ دیگر اضلاع کا دورہ بھی فرمائیں گے اس دورہ میں سب سے مقدم مدرسہ دینیہ کے لئے چندہ فراہم کرنا ہوگا جو حضرت اقدسؑ کی یادگار میں قائم ہوگا اور اس کے ساتھ دیگر مدات کے لئے بھی چندہ فراہم کریں گے۔ احمدی احباب کو یکمشت چندوں سے اور ماہوار چندوں سے سلسلہ کی امداد کرنی چاہئے۔ اس کے متعلق صدر انجمن احمدیہ کے تمام سیکرٹری صاحبان انجمنہائے احمدیہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ چوہدری صاحب کی مدد کریں اور اگر ضرورت نہ ہو تو سیکرٹری صاحب ضلع کا کوئی واقف آدمی ساتھ کر دیں جس سے انہیں سہولت ہو۔

خلیفہ رشید الدین

(بدر 30-جولائی 1908ء)

یہاں اس امر کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ جس مدرسہ کو حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف نے دوسرے مخلصین کے ساتھ مل کر سینچا تھا وہ تبدیل ہوکر مدرسہ سے جامعہ میں تبدیل ہوکر اب ایک خوبصورت باغ کی صورت اختیار کر گیا ہے جس میں تیار ہونے والے رنگ برنگے مختلف ذائقوں کے پھلوں کے پودے مربیان کی صورت میں ساری دُنیا میں پھیلے پڑے ہیں۔ جن کی مٹھاس اور ذائقے سے ساری دُنیا فائدہ اُٹھا رہی ہے۔ ہاں ہاں وہی مدرسہ جو خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے مسلسل جدوجہد کرتا ہوا اب جامعہ کے نام سے مختلف شاخوں کی صورت میں قریباً تمام براعظموں میں پھیل چکا ہے۔ جب جاری کرنے کے لئے اعلان اخبار "بدر" میں شائع ہوا تو ایک شدید معاند احمدیت نے حسب ذیل خیالات کا اعلان شائع کیا تھا۔

"خلیفہ نورالدین نے حکم دیا ہے کہ مرزا کی یادگار میں دینی مدرسہ قائم کیا جائے۔ ہم بھی اس مدرسہ کی تائید کرتے ہیں۔ امید ہے کہ مرزا صاحب کے راسخ مرید جی دل کھول کر اس میں چندہ دیں گے۔ کہ آخر کار یہ مدرسہ ہمارا ہوگا۔ اور مرزائی خیال عنقریب نسیاً منسیاً ہوکر اُڑ جائے گا۔"

(مضامین مظہر از محمد احمد مظہر شائع کردہ مجلس انصار اللہ پاکستان)

جامعہ احمدیہ کی ساری دُنیا میں شاخوں کے قیام کے بعد مربیان کی تیاری سے لازماً اور لازماً ثواب کا حصہ حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کے حصہ میں جاتا ہوگا اور آپ کی روح مربیان کی ادبی، اخلاقی، علمی، روحانی، دینی اور مذہبی کاوشوں کو دیکھ کر خوشی محسوس کرتی ہوگی۔

فجزاهم الله تعالیٰ فی الدنیا والآخرة

قادیان میں پہلی پبلک لائبریری کا قیام اور آپ کی خدمات

یوں تو حضرت ڈاکٹر صاحب کم وبیش ہر میدان میں مالی قربانی کرنے میں پیش پیش رہے لیکن تعلیم

کی خاطر آپ کی قربانی بہت نمایاں نظر آتی ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اشاعت دین کے لئے آئندہ ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ سے راضی ہو) کے مشورہ سے انجمن "تشحیذ الاذہان" کے زیر انتظام وسط 1908ء میں ایک "پبلک لائبریری" (دارالکتب) قائم فرمائی۔ حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف بھی اس میں چندہ دینے والوں میں شامل تھے۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 208)

اشاعت دین اور خدمت دین کا اس قدر شوق تھا کہ ایک خطیر رقم اس دارالکتب کے لئے عنایت فرمانے کے بعد بھی چین نہ آیا بلکہ جب کتب کی تحریک ہوئی تو اس میں بھی لبیک کہنے والوں میں شامل ہوئے۔ چنانچہ آپ کی اس قربانی کے ذکر میں مکرم اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آبادی کی طرف سے تشحیذ میں یوں اعلان شائع ہوا۔

"**الحمد للہ رب العلمین** :ابھی تھوڑی دیر ہوئی کہ ماہ صفر کی وصول شدہ کتابوں اور اخبارات کے متعلق ریویو اور شکریہ لکھ کر حضرت ایڈیٹر صاحب کی خدمت مبارک میں بھجوا چکا ہوں کہ اتنے میں حضرت مخدومی مکرمی سیدی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے موعود کتابیں دارالکتب میں بھجوا دیں چونکہ ماہ صفر کے ختم ہونے میں کئی گھنٹے باقی ہیں اس لئے وہ فہرست جس کے ماہ آئندہ میں شائع ہونے کی امید کی گئی ہے اسی مہینہ میں شائع ہوتی ہے ان مندرجہ ذیل کتابوں میں بعض بعض کتابیں تو نہایت ہی قیمتی اور نایاب زمانہ ہیں۔ اے میرے قادر وقیوم خُدا تو اپنے بہت سے بندوں کے دلوں میں ایسی ہی روح پھونک دے اور ایسا ہی درد پیدا کر دے جیسا کہ ہمارے مخدوم حضرت خلیفہ صاحب نے نمونہ دکھایا ہے۔ آمین یارب العلمین۔

(تشحیذ الاذہان اپریل 1909ء)

اس سے قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دور میں بھی لائبریری کی خاطر آپ کی قربانی کا ذکر لٹریچر میں ملتا ہے۔

(الحکم 24- مئی 1901ء)

نیشنل کالج قادیان کے لئے تحریک:

حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کا ایک وصف احمدی نوجوانوں کی حسن تربیت اور اصلاح کا جذبہ تھا۔ جس کا ذکر اس کتاب کے مختلف حصوں میں مختلف جہت سے آیا ہے۔ کبھی مدرسہ کے لئے کوشش۔ کبھی تربیتی کلاسز کے لئے دوڑ بھاگ۔ کبھی انجمنوں اور جماعتوں کا چھوٹے لیول میں قیام اور عہدیدران کی نامزدگی تا بچوں کی تربیت ہوسکے۔

آپ کو 1920ء میں ایک دفعہ لاہور جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں احمدی نوجوان طلبہ کے دن رات کس طرح بسر ہوتے تھے۔ کو بغور دیکھا پڑھا اور دل میں یہ تڑپ پیدا ہوئی کہ قادیان میں اپنا کالج ہونا چاہئے۔ چنانچہ آپ نے اس سلسلہ میں ان الفاظ میں تحریک فرمائی۔

"میں 18- نومبر 1920ء گزشتہ میں لاہور پہنچا۔ تو ہمارے احمدی کالج کے طالب علموں کی عجب حالت تھی، بیچارے پریشان وسرگرداں پھر رہے تھے۔ 17- نومبر کو اسلامیہ کالج کے استادوں کی بے عزتی ہو چکی تھی۔ اور جتنا احمدیوں سے ہوسکا تھا۔ انہوں نے استادوں کا تعاون کیا تھا۔ مگر کہاں تک شہر کے غنڈوں اور کالج کے باقی 400 لڑکوں کا مقابلہ تیس پینتیس طالب علم کر سکتے تھے؟ وہ ڈرتے تھے میں نے ان کو تسلی دی۔ اور ان کو کالج میں بھجوا دیا۔ مجھے گیارہ بارہ دن رہنے کا اور اتفاق ہوا۔ اور روزانہ ان کی حالت دیکھ کر مجھے بہت فکر رہتا تھا بلکہ ان کی تعلیم کے نقصان کا سخت رنج تھا۔ میرے خیال میں وہیں آیا۔ کہ کیا قادیان سے انٹرنس پاس کر کے یہ ہمارے پیارے بچے پریشان وخوار ہونے کے واسطے لاہور آتے ہیں اور ہم بے فکر کس طرح رہ سکتے ہیں؟ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ ہمارا اپنا کالج ہو؟ جناب کے سامنے میں اپنا درددل پیش کرتا ہوں۔

برادران! آپ خود ہی غور فرمالیویں۔ کہ ہمارے بچوں کے لئے کیا کیا مصیبتیں ہیں؟ پہلے تو صرف احمدیوں کا ہی بائیکاٹ تھا۔ مگر اب تو تعاون اور خلافت کے مسئلے کا بائیکاٹ زیادہ ہوگیا ہے۔ اور زمانہ فساد کی طرف آرہا ہے اور ہمارے لئے تو اب دوہرا بائیکاٹ ہے۔ ایسی حالت میں ممکن نہیں کہ ہمارے بچے تعلیم پاسکیں۔ اگر نیشنل کالج کھل گئے تو وہاں تو کوئی احمدی داخل ہی نہیں ہوسکے گا۔ اور باقی کالجوں کا کوئی اعتبار ہی

نہیں رہا۔ اگر جُہال اور عوام کالانعام کی تلقین سے یا ان علمائے زمانہ کے وعظ سے جو قرب قیامت پر ظاہر ہونے والے تھے اور ہو گئے ہیں اور جن کے صفات حدیث شریف میں مفصل بیان ہوئے ہیں ۔ کسی دن گورنمنٹ کالج یا مشن کالج کے لڑکوں نے بھی سٹرائیک کر دی تو پھر تو احمدیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہے گا۔ اس واسطے اگر آپ کے خیال میں یہاں کالج قائم کرنے کے دلائل مضبوط معلوم ہوتے ہیں۔ اور ضرورت محسوس ہوتی ہے تو اس کے لئے سامان اور مبلغات مہیا فرماویں۔ اتنی بڑی جماعت کے لئے کچھ مشکل نہیں ۔ بعض بعض اصحاب ہم میں سے ایسے بھی ہیں کہ اگر چاہیں تو اکیلے ہی ایسے کالج کھول سکتے ہیں مگر توجہ درکار ہے جن دوستوں کے دلوں میں 1921ء میں کوئی نئی جائیداد خریدنے یا کسی نئی تجارت پر اپنا روپیہ لگانے یا کوئی نیا مکان بنانے یا خریدنے کا خیال ہے ۔ ان کے لئے میں بہت ہی اچھا Investment بتاتا ہوں وہ کیا ہے؟ کہ

هـل ادلـكـم عـلـىٰ تجارة تنجيكم من عذاب اليم تومنون بالله ورسولهٖ وتـجـاهـدو ن فى سبيل الله باموالكم وانفسكم ط ذالـكـم خيرٌ لكم ان كنتم تعلمون ط

ایک سال اس تجارۃ پر بھی اس زائد روپیہ کو جو بنکوں میں زمین کے نیچے یا زیور کی صورت میں بیکار پڑا رہتا ہے لگا کر دیکھ لیں کہ کیا فائدہ ہوتا ہے؟ اگر آپ ہمت فرمالیویں تو ایک فائدہ تو ابھی سے ظاہر ہو جاوے گا۔ وہ کیا؟ ہمارا کالج یہاں قادیان میں کھل جاوے گا۔ اور آپ کے پیارے بچے لاہور اور علی گڑھ میں آوارہ نہ پھریں گے۔ بلکہ یہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے درس اور صحبت کے فیوض سے مستفیض ہوتے رہیں گے۔ اور حضرت حافظ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مصری جیسے علماء اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے خدام کے مواعظ سنتے رہیں گے۔ اور اصحاب احمد کی صحبت سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔ کیا آپ کا خیال ہے کہ یہ پرانی صورتیں ہمیشہ آپ کے ساتھ زندہ رہیں گی؟

كل من عليها فان ويبقى وجه ربک ذوالجلال والاكرام.

یہ چند دن ہیں غنیمت جان لو اور جو کچھ کرنا ہے اب کر لو، شاید کہ نتواں یافتن دیگر چنیں ایام را

(سالانہ رپورٹ صدر انجمن احمدیہ 20-1919 صفحہ 16-17)

خرید اخبار میں تعاون:

اخبار خرید کر آپ کو پڑھنے کی عادت تھی بلکہ پرچہ سے دوگنی قیمت دیا کرتے تھے۔اور کہا کرتے تھے کہ اس سے اشاعت اخبار میں مدد ہو جاتی ہے۔

مکرم جناب یعقوب علی عرفانی صاحب فرماتے ہیں۔

"صادق اور رشید ڈاکٹر نے ہر مرحلہ اپنے ایمان کا عملی ثبوت دیا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب کوئی تحریک فرمائی خواہ پرائیویٹ طور پر یا عام جماعت کو خطاب کر کے ڈاکٹر صاحب نے اس میں ہمیشہ مسابقت الی الخیرات کی۔سلسلہ کے لئے ہر تحریک میں عملاً فوراً حصہ لیتے تھے۔مجھے اخبار نویس ہونے کے باعث ڈاکٹر صاحب سے اخبار کی خریداری وغیرہ کے لئے واسطہ پڑتا تھا۔وہ اخبار کی دوگنی قیمت دیا کرتے تھے اور کبھی ساری عمر میں ایک مرتبہ بھی وی پی واپس نہ کی۔اور دفتر الحکم سے نکلنے والی ہر کتاب کی پانچ یا دس جلدیں جس قدر میں کہہ دو خرید لیا کرتے تھے۔اور ایک عام اجازت مجھے دے رکھی تھی کہ لکھ کر دریافت کرنے کی ضرورت نہیں وی پی کر دیا کرو۔اس سے ان کی وسعت قلب اور جوش اشاعت کا ایک معمولی سا اندازہ ہوسکتا ہے۔ملازمت کو چھوڑ کر انھوں نے دہلی میں پریکٹس کرنی چاہی۔مگر حضرت خلیفہ اول (اللہ آپ سے راضی ہو) نے ان کو قادیان آجانے کے لئے فرمایا۔اس لئے وہ چھوڑ چھاڑ کر یہاں آگئے۔اور ساری عمر سلسلہ کی خدمت میں بسر کر دی۔میں جانتا ہوں اور ایک بصیرت کے ساتھ جانتا ہوں کہ آپ بہت عسرت سے زندگی بسر کرتے تھے۔"

(الفضل 10-اگست 1926ء)

جناب ایڈیٹر صاحب بدر نے ایک دفعہ حالت اخبار، ضرورت امداد کے نام اشتہار دیا جس میں اخبار کی حالت کا ذکر کر کے صاحب ثروت سے تعاون کی درخواست کی گئی۔ایڈیٹر صاحب نے اپنی جناب سے 33 افراد کے نام دیئے اور توقع ظاہر کی کہ یہ ضرور مالی امداد کریں گے۔ان میں ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کا نام بھی درج ہے۔

(بدر 06- ستمبر 1906ء)

ریویو آف ریلیجنز کی اشاعت اوران کے حصص خریدنے کا ذکر دوسری جگہ آچکا ہے آپ نے ایک ہزار حصص میں سے 40 حصص خریدے جو 1901ء میں 400 روپے کے بنتے تھے۔

(الحکم 17-اپریل 1907ء)

غرباء ومساکین کی امداد:

انجمن کے چندوں کے علاوہ طوعی خدمات بھی آپ کا ایک طرہ امتیاز تھا۔آپ کے چنگیر سے کئی غریب اور مسکین گھرانے پلتے تھے۔الحکم نے اس سلسلہ میں بھی آپ کی قربانی کو سراہا ہے اور آپ کا نام اس فہرست میں درج کیا ہے جو عام اغراض اور مساکین کے لئے چندہ دیا کرتے تھے۔

(الحکم اپریل 1901ء)

حصول چندہ و مالی امداد کی خاطر تحریکات:

چندہ عام کی خاطر تحریک

چندہ عام کی تحریک کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"چندہ عام وہ چندہ ہے جس کا ادا کرنا ہر ایک احمدی پر بحکم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرض ہے بلکہ فرمایا ہے کہ وہ احمدی ہی نہیں رہتا۔ جو تین ماہ تک اس چندے کا کچھ خیال بھی نہ کرے اور کیونکر رہ سکتا ہے جبکہ اس چندے کی بنا پر ہی حضرت صاحب کا لنگر چل رہا ہے اور لنگر کی اہمیت آپ پر مخفی نہیں ہے۔اگر ایک مہمان بھی کسی دن بھوکا رہا تو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح کو کتنا صدمہ پہنچے گا۔

"سو اٹھو! ہمت کرو!!! اور لنگر کا قرض اتار دو اور آئندہ چندے دوگنے کر دو۔"!!!

(رپورٹ صدر انجمن احمدیہ 20-1919 صفحہ 10)

فوری توجہ کے قابل:

"فوری توجہ کے قابل" عنوان کے تحت درج ذیل اعلان چندہ عام اور انجمن ترقی اسلام کی مدات کے لئے ریویو میں شائع ہوا۔ یہ اعلان 3 احباب کی طرف سے تھا جس میں مکرم ڈاکٹر صاحب موصوف بھی تھے۔

"سب حمد وثناء اُس پاک ذات کے لئے ہے جس کے وعدے ہمیشہ سچے ہیں۔ اور جس کے کلمات کو کوئی بدل نہیں سکتا اور صلوٰۃ اور سلام اس کے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔ جو سب انبیاء کا سردار ہے جو خدائی وعدے کے مطابق پھر آخرین کے درمیان اپنی جمالی بروز میں ظاہر ہوا۔ کیا ہی مبارک تھے وہ پاک نفوس جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کہلائے۔ پھر کیا ہی خوش قسمت ہیں وہ جنہوں نے احمد کے انصار ہونے کا فخر حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کا ناصر ہو حضرت مسیح موعود علیہ السلام وصیت فرماتے ہیں۔ "مجھے اس بات کا خوف نہیں کہ روپیہ کہاں سے آئے گا لیکن خوف ہے۔ تو یہ ہے کہ روپے کے سبب سے لوگ بہک نہ جائیں۔" سو پھر خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ کہ حضرت فضل عمر کی راہنمائی کے طفیل ہم ان لوگوں میں شامل نہ ہوئے جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وصیت کے خلاف خوف زدہ ہوئے کہ ہم مسیح کا نام لیں گے تو روپیہ کہاں سے ملے گا بلکہ ہم نے اپنی روزانہ بڑھتے ہوئے دینی اخراجات کے پورا کرنے کے واسطے کسی غیر کی طرف نگاہ نہ اُٹھائی اور صرف احمدی کی پاک کمائی اور بے ریا مخلصانہ عطیات سے سب کام چلائے۔

فالحمد لله ثم الحمدلله

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے ہم کو ایسے مخلص دل عطا کئے۔ یہ اس کی رحمت ہے اور اس کا فضل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ چندوں کے دینے میں ہماری جماعت عموماً اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت بڑھ کر حصہ لینے والی ہے تاہم بعض اشخاص یا بعض جماعتیں ایسی ہیں جن کو زیادہ تر مستعد ہونے کی ضرورت ہے۔ اور اگر سب جماعتیں باقاعدہ پوری باقاعدگی کے ساتھ اپنے چندے ماہ بماہ روانہ کرتی رہیں۔ تو تمام کام اپنے وقت پر برابر چلتے رہیں۔ لیکن بعض جگہوں یا شخصوں کے تساہل کے سبب بعض مدات مقروض ہو جاتی ہیں۔ اور یہی حال اس وقت مدات صدر انجمن اور انجمن ترقی اسلام کا ہو رہا ہے۔ اور یہ قرضہ اُتر نہیں سکتا۔

جب تک کہ کوئی وفد باہر نکل کر خاص کوشش کے ساتھ ایک کثیر رقم جمع کر کے نہ لائے مگر اول تو وفد میں جانے والے وہی بزرگ ہو سکتے ہیں جو بہت ضروری دینی خدمات میں مصروف ہیں دوم وفد کا جانا خود ایک خرچ چاہتا ہے لہذا ہمارے مکرم دوست اس چٹھی کو ہی وفد خیال کریں۔ اور اپنی اپنی جگہ خاص چندے علاوہ ماہواری چندوں کے جمع کر کے جس قدر جلد ممکن ہو اور جتنا ہو سکے روپیہ ارسال فرماویں۔ تا کہ فنڈ قرضہ سے سبکدوش ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو اس کا اجر عظیم دے گا۔ انشاء اللہ۔ اس درخواست کا مخاطب ہر ایک احمدی بھائی ہے جو پڑھے دوسروں کو بھی سنائے اور جو سنے دوسروں کو بھی سنائے۔ اور ایک مجموعی کوشش کے ساتھ سب مل کر ایک کثیر رقم بھجوائیں۔ نہ صرف ہندوستان کے بلکہ افریقہ اور دیگر مقامات کے احمدی برادران بھی اپنے آپ کو اس کا مخاطب جانیں۔

والسلام

(نواب) محمد علی خان، (مولوی) شیر علی، (خلیفہ) رشید الدین

نوٹ: جو رقم ارسال کی جائے اس کے ساتھ یہ اطلاع ہو کہ صدر انجمن کے واسطے کس قدر اور انجمن ترقی اسلام کے واسطے کس قدر"

(ریویو آف ریلیجنز جلد 15 نمبر 1 صفحہ 38 بابت جنوری 1916ء)

چندہ عام اور انجمنیں یعنی جماعتیں بنانے کی پُر زور تحریک:

1919-20ء کی رپورٹ میں 1920-21ء کا مالی منصوبہ اور جماعتوں کے قیام کی تحریک حضرت ڈاکٹر صاحب نے ان الفاظ میں کی

"سال 1920-21ء یعنی سال رواں کا بجٹ تیار ہو چکا ہے اور اکثر شاخوں کے سیکرٹری صاحبان کو میں نے اس کی اطلاع کر دی ہے جنہوں نے امید ہے کہ آپ صاحبان کو مطلع کر دیا ہوگا۔ مگر شائد کوئی صاحب واقف نہ ہوں۔ اس لئے عام اطلاع کے لئے میں مختصر عرض کر دیتا ہوں کہ صدر انجمن نے امید بر افضال باری تعالیٰ اس سال کی آمد کا تخمینہ 2 لاکھ 22 ہزار کے قریب رکھا ہے اس میں سے ایک لاکھ کے

قریب تو انجمن کی جائیداد وگرانٹ سرکاری وفیس مدارس ووصایا وغیرہ سے انشاء اللہ آ جائے گا باقی سوالاکھ آپ صاحبان مہیا فرماویں۔ اور یہ کچھ مشکل نہیں کیونکہ ایک چندہ عام ہی اس کے لئے کافی ہوسکتا ہے۔۔۔

برادرن! میں عرض کرر ہا تھا کہ مفروضہ چندہ یعنی چندہ عام صدر انجمن احمدیہ کی سب ضرورتوں کے لئے بہ توفیقہ وحولہ وقوتہ کافی ہوسکتا ہے مگر میرا یہ خیال ہے کہ چندہ باقاعدہ وصول نہیں ہوتا۔ اس وقت میں شاخ ہائے انجمن کے سیکرٹریوں اور محاسبوں کی خدمت میں عرض کروں گا کہ آپ اپنے کاموں میں چست ہوجاویں اور چندہ عام کی طرف زیادہ توجہ فرماویں۔ احمدیوں کے رجسٹر مکمل فرماویں۔ گاؤں میں کہیں کہیں اتوار یا دوسرے رخصتوں کے دنوں میں چلے جاویں اور وہاں کے احمدیوں کی تلاش کر کے ان سے ملیں ان کا نام لکھیں ان کے خاندان کے ممبروں کے نام لکھیں اور وہاں جا کر انجمنیں قائم کردیں میں نے تو اضلاع متحدہ آگرہ واودھ میں اس طرح کئی انجمنیں قائم کردی تھیں کیونکہ ایک گھر بھی بعض دفعہ ایک انجمن کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ کلکم راع ہر ایک شخص اپنے گھر کا بادشاہ یا میر مجلس ہے۔ سیکرٹری بھی کوئی لڑکا یا لڑکی یا بھائی بن سکتا ہے اور باقی سب لوگ ممبر ہوتے ہیں اور پھر ہر ایک کے پاس کچھ نہ کچھ نقد بھی ہوتا ہے۔ روپیہ اور پیسہ بہت عام ہوگیا ہے پہلے زمانہ میں تو کوڑیاں بھی نہیں ملتی تھیں۔ اب تو بعض بچے روزانہ 15-20 پیسے یونہی خرچ کر لیتے ہیں۔ اگر کسی انجمن کے تھوڑے سے بھی اس قسم کے ممبر ہوں ان سے کچھ نہ کچھ چندہ ممکن ہے۔ صرف ضرورت ہے تو اس امر کی کہ ان کو ان کی ذمہ داریوں کا جتلانا اور ان کو بتلانا کہ تم احمدی ہو اور احمدی ہونے کی اہمیت ان کے سامنے پیش کرنا اور پھر قومی ضرورتوں کو جتلانا۔ کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ یہ باتیں صرف بڑے آدمی ہی سمجھ سکتے ہیں اور بچے نہیں جانتے یہ غلط ہے؟ پانچ چار سال کا بچہ سب کچھ سمجھ لیتا ہے اور میں نے خود ایسے خوردسال احمدی صاحبان سے چندہ لیا ہے اور انہوں نے خوب سمجھ کر خوشی سے دیا ہے۔ صرف ان کو بتانا ضروری ہے کہ تم احمدی ہو اور اس انجمن کے ممبر ہو اور تمہارے فرائض یہ ہیں۔ اگر احمدیوں کو، بچوں کو، عورتوں کو، نئے احمدیوں، پرانے احمدیوں کو یہ نہ بتایا جاوے تو قصور کس کا ہے؟ سستی کس کی ہے؟ ماں باپ کی، میر مجلسوں کی۔ سیکرٹریوں کی اور محاسبوں کی۔ کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ۔ یہ مت خیال فرماویں کہ یہ احمدی نیا ہوا ہے اس کو چندہ کے لئے فوراً کہنا شرم کی بات ہے کیا کسی کو اس کے فائدہ کی بات بتانا شرم یا عیب کی بات ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیا آپ یا وہ خوش ہوگا جب آپ کے نہ بتانے کی وجہ سے تین ماہ

کے بعد وہ احمدی نہ رہے گا۔ حالانکہ وہ ہر وقت کھانا پینا اور دنیا کے سب کام کرتا ہے کیونکہ ان امور کے محرک اس کو ہر وقت نظر آرہے ہیں اگر صبح آٹا نہ ہو تو شام کو کھانا نہ پکے گا یہ بھی محرک ہے۔ اگر بچہ کچھ مانگ رہا ہے اس کو کچھ نہ کچھ دے گا۔ یہ بھی تحریک سے ہوا، انسان کی خلقت ایسی ہے کہ بغیر تحریک اور سمجھنے کے کوئی کام بھی نہیں کرتا۔ چہ جائیکہ چندے دیتا پھرے۔ کیوں وہ اپنا مال کسی اور کو دے دے؟ کیا فائدہ ہوگا؟ کیا ضرورت ہے؟ کون مانگتا ہے؟ اور پھر ایک دفعہ کہنا کافی نہیں بلکہ ہر وقت کہنے کی ضرورت ہے۔ انسان جلد بھول جاتا ہے جب سو جاتا ہے تو مثل مردہ کے ہوتا ہے۔ اس کو کوئی خبر نہیں ہوتی کہ کہاں ہے؟ اس کے بچے کتنے ہیں؟ اس کی بیوی کوئی ہے یا نہیں۔ کوئی کام بھی کیا کرتا ہے یا نہیں؟ کوئی اس کا معبود بھی ہے یا نہیں؟ دنیا بھی ہے یا نہیں؟ غرض بالکل بے حس وحرکت ہوتا ہے۔ بعض آدمی تو ایسے غافل سوتے ہیں کہ چور آئے ہیں اور ان کے کپڑے پہنے ہوئے اتار کر لے گئے۔ اور ان کو کچھ پتہ نہیں۔ صرف کروٹ بدلی لی اور اللہ اللہ خیر صلا۔ اس واسطے ایسی مخلوق کے لئے جس پر ہر روز کم سے کم ایک دفعہ تو ایسی حالت بے ہوشی کی طاری ہوتی رہتی ہے۔ ضروری ہے کہ اس کی یاددہانی کرائی جائے اس کے سامنے محرکات ہر وقت موجود رہیں۔ یہی مطلب ہے کہ ان آیات کا **فذکر فان الذکر تنفع المؤمنین ولا تکونوا کاالذین نسوا اللہ فانسھم انفسھم**۔ آپ تو اس ذات بابرکاتؐ کی امت میں ہیں جو فرماتا ہے کہ رات کو میری آنکھیں سوتی ہیں مگر دل نہیں سوتا آپ کا کم سے کم دن کو ہی دل غافل نہ ہو مگر اعلیٰ مرتبہ ہے۔ **والذین یبیتون لربھم سجداً وّقیاماً**۔ قادیان میں اس تحریک کا نتیجہ بالکل آشکارا ہے ہر شخص چندے دینے کی یا لینے کی فکر میں ہے۔ بچے ہیں تو وہ بھی اس دھن میں۔ عورتوں سے عورتیں چندے لیتی پھرتی ہیں۔ حضرت میر صاحب بھی بہت سخت محرک ہیں۔ **فجزاھم اللہ احسن الجزاء** ۔ یہی وجہ ہے کہ ساری دنیا کے شہروں اور گاؤں سے قادیان چندہ دینے میں اول نمبر پر ہے۔ آپ اپنے شہروں اور گاؤں میں یہی نمونہ قائم کر لیں۔ تو پھر دیکھ لیں گے کہ چندہ عام اس قدر ہوگا کہ یہ ہائی سکول کی اوپر کی منزل کا بنانا یہ بیت نور جس میں آپ اس وقت بیٹھے ہیں اس کی تکمیل۔ بیت مبارک کی توسیع۔ مدرسہ احمدیہ کی اور مدرسہ احمدیہ کے بورڈنگ کی نئی عمارت۔ نور ہسپتال کا آپریشن روم۔ مہمان خانہ کی عمارت اور دیگر ضروریات ایک سال میں چندہ عام ہی سے بن سکتی ہیں۔ خاص

اپیلوں اور تحریکوں کی ضرورت ہی نہیں ہوگی۔

ماشاء الله و لاقوّة الا بالله العلی العظیم."

(سالانہ رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان 20-1919 صفحہ 11 تا 14)

انجمن کی جائیدادوں کی حفاظت کی تحریک:

حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کے دل میں جماعت کی رقوم کا درد رہتا تھا۔ ان کی حفاظت، دیکھ بھال اور اس کے درست استعمال کی نگرانی آپ فرمایا کرتے تھے۔

ایک موقعہ پر انجمن کی جائیدادوں کی حفاظت اور ان کو رجسٹرڈ کروانے کی تحریک آپ نے ان الفاظ میں فرمائی۔

"یہ اور امر ہے جس کا ذکر ضروری ہے۔ ہر شاخ ہر شہر اور ہر گاؤں میں جہاں کچھ احمدی ہیں وہاں کچھ جائیداد بھی ہے اس کی حفاظت کریں وہ آپ کے پاس امانت ہے۔ بموجب قواعد انجمن جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ہی بنے تھے۔ اور جن کو حضرت اقدس نے ملاحظہ فرمالیا تھا اور جن کو اراکین نے رجسٹرڈ بھی کروایا تھا۔ یہ سب جائیداد خواہ وہ ایک رجسٹر ہی ہو یا بہت سی زمین۔ مکان وسامان ہو سب مجلس معتمدین قادیان کی ملکیت ہے اور آپ صرف ایجنٹ ہیں جو اس جائیداد کا انتظام کر رہے ہیں۔ یہ قانون ہمارے لئے بہت مفید ہے۔ غیر مبائع لوگ اکثر مواقع پر اس جائیداد کی تاک میں لگے بیٹھے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ اگر ساری پر نہیں تو کچھ حصہ پر ہی قبضہ کرلیں مگر آپ سے کہتا ہوں کہ شرعاً وقانوناً ان کا ایک تنکے برابر بھی اس میں حصہ نہیں۔ یہ جائیداد صرف انہی کی ہے جن کا تعلق قادیان سے ہے اور جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلفائے راشدین جن کا ہیڈ کوارٹر قادیان ہے۔ کو اپنا امام ومقتداء مانتے ہیں۔ جو شخص قادیان سے روحانی تعلق چھوڑ دیتا ہے اس کو دنیاوی جائیداد میں بھی کوئی حصہ نہیں۔ فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة صرف سچے مبائعین کے لئے ہی ہے۔ سال زیر رپورٹ میں ڈیرہ غازی خان، جموں اور پونچھ میں ایسے جھگڑے غیر مبائعین نے برپا کئے مگر خداوند تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ کامیاب نہیں

ہو سکے۔ اس واسطے آپ اپنے حقوق سے خوب واقف وہوشیار رہیں۔ اور انجمن کی جائیداد کی حفاظت فرماویں۔فالله خیراً حافظاً وھوارحم الراحمین۔"

(سالانہ رپورٹ صدرانجمن احمدیہ 20-1919ء صفحہ 19-20)

جمعہ کے روز حفاظت کی غرض سے پہرہ دینے کی تجویز:

جماعت نے جب آہستہ آہستہ ترقی کی اور مخالفین اپنے سر اُٹھانے لگے تو حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی دوررس نگاہ نے مستقبل میں احتیاطی تدابیر کے پیش نظر بیوت اور احباب جماعت کی حفاظت کے لئے جمعہ و دیگر اجتماعات کے موقعہ پر پہرہ کی تجویز حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ سے راضی ہو) کو پیش کی۔ جناب ایڈیٹر صاحب الفضل اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"جمعہ کے دن مرد و زن بیت اقصیٰ میں چلے جاتے ہیں جس سے بعض شریروں کو شرارت کرنے کا موقعہ مل گیا اور ایک دو صاحبوں کو مالی نقصان ہو گیا۔اس لئے ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی تجویز کو حضرت مولوی صاحب نے منظور فرما لیا۔ وہ یہ کہ تا حصول اطمینان طائفۃ من المؤمنین 12 بجے سے بعد نماز جمعہ ہو جانے تک پہرہ دے اور پھر یہ فدائی بیت مبارک میں جمعہ پڑھ لیں۔ چنانچہ اس جمعہ اس تجویز کے مطابق لاہور کے مخلص و پر جوش نوجوان بابو وزیر محمد صاحب اور چند افغانستانی احباب اور منشی اکبر شاہ خان صاحب نے اپنے بیس بیس لڑکوں کے ساتھ پہرہ دیا اور جب لوگ بیت اقصیٰ سے واپس پھرے تو حسب ارشاد امیر خان صاحب نے جمعہ پڑھایا اور اپنا ایک پرانا خواب سنایا جس میں انہوں نے پہرہ اور وعظ کے متعلق ہی نقشہ دیکھا تھا۔"

(الفضل 09-جولائی 1913ء)

عید فنڈ:

"عید الضحیٰ کے معمولی چندوں کی نسبت اس سال بسبب قرب جلسہ سالانہ تحریک کافی نہیں ہوئی۔ لیکن صدر انجمن احمدیہ سب انجمنوں اور احباب کا شکریہ ادا کرتی ہے جنہوں نے اپنے معمولی جوش اور فیاضی سے کام لے کر "عید فنڈ" اور کھالوں کی قیمت اکٹھی کی ہے۔ جزاھم اللہ خیراً ۔ یہ سب روپیہ محاسب صدر انجمن احمدیہ کے نام بھجوا کر ممنون فرماویں۔ اور جہاں جہاں ابھی تک اس چندہ کی فراہمی کا کوئی انتظام نہ کیا گیا ہو۔ وہاں کی انجمنیں یا احباب مہربانی فرما کر اس چندہ کو احمدی احباب سے وصول فرماویں اور عند اللہ ماجور ہوں۔"

خلیفہ رشید الدین

محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان 04- جنوری 1909ء

(الحکم 07- جنوری 1909ء)

باب نمبر: 11

دعوت الی اللہ

☆ دعوت الی اللہ کا شوق

☆ خاموش عملی تبلیغ

☆ لالہ سوداگرمل کا قبول احمدیت

☆ پادری زویمر اور گارڈن کو تبلیغ

☆ کالج میں دعوت الی اللہ کے لئے انجمن

☆ ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کو نصیحت نامہ

☆ سر ایڈورڈ میکلیگن کو ایڈریس میں نمائندگی

☆ ہز رائل ہائینس پرنس آف ویلز کو ایڈریس میں نمائندگی

☆ صاحب فنانشل کمشنر بہادر پنجاب کا دورہ قادیان

☆ نواب عماد الملک فتح نواز جنگ کی قادیان آمد

☆ نواب لیفٹیننٹ گورنر سری گوبند پور سے ملاقات

☆ مولوی ثناء اللہ کو مباہلہ کا چیلنج اور المنتظرین میں آپ کا نام

☆ فرنگی سیاح ڈی ڈی ڈکسن کی قادیان آمد

☆ نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر کو حضورؑ کا مراسلہ

حضرت ڈاکٹر صاحب بہت بڑے داعی الی اللہ تھے۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دعوت الی اللہ آپ کی فطرت کا حصہ ہے۔بچپن سے ہی دعوت الی اللہ، اشاعت دین اور احباب جماعت کی تعلیم وتربیت بالخصوص نوجوانوں کی اصلاح وبھلائی کا جذبہ وشوق آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔آپ اپنی ملازمت کے دوران جہاں بھی گئے جس جگہ بھی رہے وہاں ایک داعی الی اللہ بن کر کام کیا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت اور کلام میں اللہ تعالیٰ نے ایسی تاثیر رکھی تھی کہ جو اپنے اندر جادو کا اثر رکھتی تھی۔جس نے آپ کے رفقاء کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔اس تاثیر نے ان کی روح کو صیقل کیا اور ان کے دلوں کو وہ جلا بخشی کہ ان میں سے ہر فرد ایک مشن بن گیا اور جس جگہ بھی اس مشن کے پاؤں پڑے اس روح کی جڑیں وہاں کی زمین میں سرایت کر گئیں اور اس زمین کی قوت جذب کی نسبت سے اپنے وقت پر وہ جڑیں پھوٹیں۔سرسبز درخت بنیں اور نہایت اعلیٰ قسم کے پاک پھول اور پھل لائیں۔

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب زمانہ طالب علمی سے آپ کے اس جذبہ اور شوق (جس کی خاطر وقت اور مال جو بھی میسر ہوتا خرچ کرنے میں مضائقہ نہ ہوتا) کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"طالب علمی کے ایام میں میں نے اس امر کا بغور مطالعہ کیا کہ ڈاکٹر صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے متعدد نسخے منگوا کر رکھتے تھے، اور نہایت ہی فراخ دلی سے ان لوگوں کو دیتے تھے جو ذرہ بھی شوق ظاہر کریں۔معمولی قیمت کی کتابیں نہیں براہین احمدیہ جیسی قیمتی کتب۔میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ ایک عیسائی جو مرتد تھا اور اور پھر اسلام کی محبت ظاہر کرنے لگا تھا۔براہین احمدیہ کے مطالعہ کی خواہش کی وہ کبھی کبھی ڈاکٹر صاحب کے پاس میرے ساتھ جایا کرتا تھا اور ڈاکٹر صاحب اسے تبلیغ کرتے رہتے تھے۔میں بھی اس غرض سے اسے لے جایا کرتا تھا۔جب انہوں نے اس کی خواہش کا احساس کیا تو براہین احمدیہ جو نہایت قیمتی اور مجلد تھی اسے دے دی۔چند روز کے بعد اس نے کہا کہ میں اس کتاب کو جدا نہیں کرنا چاہتا۔ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ تم اسے بہت خوشی سے رکھو اور یہ ایسی ہی چیز ہے کہ جدا نہ کی جائے۔مجھے یہ بہت پیاری ہے مگر اس وقت اس پر عمل کرنا چاہتا ہوں۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْن۔"پس تم شوق سے اسے اپنے

پاس رکھو۔ میں نے دیکھا کہ اس وقت ان کے چہرے پر خاص مسرت تھی اور مجھے مخاطب کر کے کہا۔ شیخ صاحب اگر اس شخص کے لئے اس پیاری کتاب کے ذریعہ ہدایت مقرر ہو تو مجھے اور کیا چاہئے۔

غرض وہ اسلام کی تعلیم کا ان ابتدائی ایام تعلیم میں ایک صحیح اور سچا نمونہ تھے۔ ان کے دل میں اسلام کی عملی اشاعت کا جوش تھا۔ اور قربانی اور انفاق فی سبیل اللہ کی روح ان کے اندر بولتی تھی۔ میں نے اشارہ کیا ہے کہ خاندانی وجاہت اور اعزاز ان کی راہ میں سلسلہ کے قبول کرنے کے لئے روک ہوسکتا تھا مگر انہوں نے ذرا پروانہ کی۔ اس کی وجہ سے ان کو بعض تکالیف بھی پیش آئیں مگر ان کا قدم پیچھے نہیں آگے بڑھا۔"

(الفضل 10-اگست 1926ء)

خاموش عملی تبلیغ:

حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف باخلاق عالم باعمل ملنسار تھے۔ قادیان میں آنے والے مہمان حضرات کی آپ سے ملاقات ہوتی۔ آپ پیار، محبت اور شفقت سے ان کو ملتے۔ تواضع کرتے اور بہت ہی پیار بھرے انداز میں احمدیت کا پیغام دیتے۔ دریچہ احمدیت ایسے بیسیوں واقعات سے مزین ہے جو اس کتاب میں مختلف جگہوں پر بکھرے پڑے ہیں۔

مثلاً حضرت نور محمد صاحب ولد منشی فتح محمد صاحب ملتان بیان کرتے ہیں کہ

"06- جنوری 1906ء کو گول کمرہ میں بیعت سے مشرف ہوا۔ میری بیوی اور ہمشیرہ کے لئے حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے ایک چھوٹا سا کمرہ علیحدہ جس کا ایک دروازہ اندر کی طرف اور دوسرا دروازہ باہر گلی کی طرف جہاں اب حضرت صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحب کا مکان ہے کھلتا ہے۔ ہماری رہائش کا انتظام کیا اور ڈاکٹر حکیم احمد حسن صاحب لائلپوری کو نگرانی اور ضروریات مہیا کرنے کے لئے کہہ دیا۔"

(رجسٹر روایات قلمی جلد 5 صفحہ 77)

اسی طرح ایک دفعہ بابو علی احمد صاحب کلرک دفتر چیف سپلائے اینڈ ٹرانسپورٹ لاہور چھاؤنی اپنے ایک مہمان بھائی کے ہمراہ قادیان آئے جہاں ان کی ملاقات ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سے ہوگئی۔

تعارف پوچھنے کے بعد مکرم ڈاکٹر صاحب بہت ہی ہمدردانہ طریق پر ان اصحاب سے ملے۔ اس کا ذکر انہوں نے اپنے ایک مضمون "جا کے دارالامان میں کیا دیکھا" میں یوں کیا جو سنہری الفاظ سے تاریخ احمدیت میں لکھا گیا۔

"اس پر (یعنی تعارف پر) ڈاکٹر صاحب (خلیفہ رشید الدین۔ناقل) ایسی خوش اخلاقی سے پیش آئے کہ ہم کو آپ کی خوش اخلاقی کا معترف ہونا پڑا۔عموماً آج کل کے عہدیداروں میں یہ بات بہت کم پائی جاتی ہے کہ ایسے کسی کسمپرسی کی حالت کے انسان کا خیال رکھنے والے ہوں مگر ماشاء اللہ ہمارے امام ہمام کی تعلیم اور صحبت کا اثر ہی ایسا ہے کہ اُس نے چھوٹوں بڑوں میں یکساں اخلاق کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے۔ برادران وناظرین! یہ بھی دارالامان میں کیا دیکھنے کا ایک جواب ہے۔"

(الحکم جلد 38 نمبر 11، 24-اکتوبر 1907ء)

شیخ عبدالقادر سابق لالہ سوداگرمل کا قبول احمدیت:

حضرت ڈاکٹر صاحب کی شخصیت بہت سے احباب کے قبول احمدیت کا موجب بھی بنی۔مکرم شیخ عبدالقادر صاحب ہندو تھے اور مکرم میاں محمد مراد صاحب کے زیر تبلیغ۔آپ ان کو ایک دفعہ قادیان لائے۔مکرم شیخ صاحب اس شرط پر قادیان آئے کہ میں کسی ہندو کے ہاں ٹھہروں گا اور کھانا بھی ہندو کے گھر سے کھاؤں گا۔مکرم میاں صاحب نے حضرت میر محمد اسحٰق صاحب ناظر ضیافت کے ذریعہ اس کا انتظام کروا رکھا تھا۔مکرم شیخ عبدالقادر صاحب کے آٹھ دن قیام کے دوران مکرم میاں مراد صاحب نے جن مختلف بزرگ شخصیات سے آپ کی ملاقات کروائی اُن میں ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سرفہرست تھے۔جنہوں نے احمدیت کے قبولیت کے واقعات سنائے اور اپنے پر ہونے والی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انوار وبرکات کی بارش کا ذکر فرمایا۔ ان بزرگوں کے دلکش انداز گفتگو اور اخلاق کو دیکھ کر لالہ سوداگرمل، شیخ عبدالقادر میں تبدیل ہو گئے۔

(تابعین اصحاب احمد جلد اول زیر حالات شیخ عبدالقادر صاحب صفحہ 31)

پادری زویمر اور پادری گارڈن کو تبلیغ:

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں۔

" قادیان میں ایک دفعہ پادری زویمر آیا جو دنیا کا مشہور ترین پادری اور امریکہ کا رہنے والا تھا۔ وہ وہاں کے ایک بہت بڑے تبلیغی رسالہ کا ایڈیٹر بھی تھا اور یُوں بھی ساری دُنیا کی عیسائی تبلیغی سوسائیٹیوں میں ایک نمایاں مقام رکھتا تھا۔ اُس نے قادیان کا بھی ذکر سنا ہوا تھا۔ جب وہ ہندوستان میں آیا تو اور مقامات کو دیکھنے کے بعد وہ قادیان آیا۔ اس کے ساتھ ایک اور پادری گارڈن نامی بھی تھا۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم اس وقت زندہ تھے انہوں نے اُسے قادیان کے تمام مقامات دکھائے۔ مگر پادری آخر پادری ہوتا ہے نیش زنی سے باز نہیں رہ سکتا۔ اُن دنوں قادیان میں ابھی ٹاؤن کمیٹی نہیں بنی تھی۔ اور گلیوں میں بہت گند پڑا رہتا تھا۔ پادری زویمر باتوں باتوں میں ہنس کر کہنے لگا۔ ہم نے قادیان بھی دیکھ لیا اور نئے مسیح کے گاؤں کی صفائی بھی دیکھ لی۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اُسے ہنس کر کہنے لگے۔ پادری صاحب ابھی پہلے مسیح کی ہی ہندوستان پر حکومت ہے اور یہ اس کی صفائی کا نمونہ ہے۔ نئے مسیح کی حکومت ابھی قائم نہیں ہوئی۔ اس پر وہ بہت ہی شرمندہ اور ذلیل ہو گیا۔"

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 89)

ایک اور جگہ پر بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہٗ نے اس واقعہ کا ذکر کر کے خدام کو وقارِ عمل کر کے مرکز صاف رکھنے کی تلقین فرمائی۔ آخر میں فرمایا

"احمدیت کی حکومت ہوئی تو قادیان کو تم نمونہ کے طور پر پیش کرو گے؟ خلیفہ رشید الدین صاحب کی طبیعت مزاحیہ تھی اور بعض دفعہ ان کا ذہن بہت اچھا چل جاتا تھا۔ انہوں نے جواب میں کہا۔ ابھی تو اسلامی زمانہ آیا ہی نہیں یہ تو پہلے مسیح کے انتظام کا نظارہ ہے کیونکہ اس وقت یہاں انگریزی حکومت ہے۔"

(مشعل راہ جلد اول صفحہ 429)

کالج میں تبلیغ کے لئے انجمن اور عبدالحکیم کا ذکر:

آپ کو دعوت الی اللہ کا شوق بچپن سے ہی تھا۔ کالج میں جو شیلے اور دعوت الی اللہ کا جذبہ رکھنے والے طالب علم کے طور پر جانے پہچانے جاتے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ اس امر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب ان بزرگوں میں سے ہیں جنہوں نے اس وقت مسیح موعود کو قبول کیا جب صرف چالیس پچاس مانتے تھے باقی سب کافر کہتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے ان کو قبول کرنے کی توفیق دی۔ اس وقت کے برابر سلسلہ سے تعلق رکھا۔ عبدالحکیم ان کے ذریعہ سے آیا مگر وہ نکل گیا انہوں نے کالج میں تبلیغ کے لئے انجمن بنائی تھی۔"

(الحکم 21- جولائی 1924ء)

ڈاکٹر عبدالحکیم خاں (مرتد) کو نصیحت:

ڈاکٹر عبدالحکیم خاں اور حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب آپس میں بہت گہرے دوست تھے۔ ڈاکٹر عبدالحکیم خاں نے عقائد جماعت سے اختلاف کی بناء پر ارتداد اختیار کر لیا تھا۔ انہوں نے اپنے واقف کار رفیق ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے نام ایک کارڈ لکھ کر نصیحت کرنی چاہی اور اپنے آقا و مطاع سے الگ کرنے کی کوشش کی۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے ایک خط کے ذریعہ اس کا تفصیلی جواب دیا جو اپنی ذات میں ایک نصیحت نامہ، تبلیغی دستاویز اور جماعت کا ایک قیمتی سرمایہ ہے۔ ہر دو خطوط یہاں دیئے جا رہے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کا خط بنام ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین

میرے عزیز اور محترم دوست خلیفہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اغلباً الذکر الحکیم نمبر 4 والمسیح الدجال آپ نے ملاحظہ فرمالئے ہوں گے۔ رات میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ مرزا صاحب سے تائب ہو گئے ہیں اس پر میں آپ سے بغلگیر ہوا اور الحمدللہ چند بار پڑھی اور دعا کی۔

میں نہیں جانتا کہ اس خواب کا وقت ابھی آ گیا ہے یا نہیں ۔ براہ مہربانی مجھے اطلاع دیں کہ مرزا صاحب کی نسبت اور دیگر مسلمانوں کے قطع سلام ونماز ورشتہ داری کی بابت اور تمام مسلمانوں کو غیر ناجی سمجھنے کی بابت آپ کا اب کیا خیال ہے۔ امید (ہے) کہ اپنے ایک پرانے ہمراز اور یکرنگ دوست کو مفصل جواب سے مشکور فرماویں گے۔

مجھے مرزا صاحب کے خلاف خوابات بڑی کثرت سے آئے ہیں۔ عنقریب شائع ہوں گے۔

والسلام

خاکسار عبدالحکیم خان۔ ایم بی اسسٹنٹ سرجن از مقام بسی۔ ریاست پٹیالہ

نصیحت نامہ

ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب بنام

ڈاکٹر عبدالحکیم خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ۔ امابعد واضح ہو کہ کارڈ آپ کا پہنچا۔ شاید آپ کے خواب ۔۔۔

یہ تعبیر ہو۔ کہ آپ ہی راہ راست پر آجاویں اور پھر توبہ کر کے حضرت اقدس مسیح موعود مہدی مسعود اور قبلہ وکعبہ مرزا صاحب سلمہ کے خادموں میں داخل ہو کر اس قابل ہو جاویں کہ آپ اور ہم پھر بغلگیر ہو سکیں۔ یہ تعبیر اس واسطے کی گئی ہے کہ اول تو یہ ایک مسلّم مسئلہ ہے کہ خواب جیسے رات کو دیکھے جاتے ہیں ویسے ہی ہو بہو واقع نہیں ہو جاتے اور دوم آپ کے خواب تو خصوصاً ہی تعبیر طلب ہیں۔

آپ کو یاد ہوگا کہ زمانہ طالب علمی میں جب ہم اور آپ میڈیکل کالج لاہور میں پڑھا کرتے تھے (کہیں یاد ہو کہ نہ ہو) آپ نے رویاء دیکھی تھی کہ امتحان آخری ڈاکٹری میں آپ اول رہے اور یہ عاجز رشید الدین دوم رہا۔ جب نتیجہ امتحان نکلا تو آپ بحساب تعداد نمبر مضامین میں اول نہ رہے اور یہ عاجز تو آٹھواں ہی پاس ہوا تھا۔ پھر اس کی تعبیر کی گئی جو آپ کو یاد ہوگی اور یہ بھی آپ کو یاد ہوگا کہ آپ کے خواب یا پیشگوئیاں کبھی بالکل واقع نہیں ہوئیں۔ مثلاً جب آپ نے متواتر رویاء دیکھ کر مجھ کو انہیں دنوں میں اطلاع دی تھی۔ کہ آپ کا نکاح میری ہمشیرہ سے ہوگا اور ان دنوں میں شاید میری ہمشیرہ ابھی کہیں منسوب نہیں ہوئی تھیں اور بعد میں آپ نے اس بارہ میں بہت کوشش کی تھی بلکہ اپنے لڑکے کے واسطے بھی آپ نے ہمارے خاندان میں رشتے ڈھونڈے۔ لیکن آپ کو کامیابی نہ ہوئی اور اب پندرہ سال گزرنے کو آتے ہیں۔ اور آپ کی یہ پیش گوئی پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ بلکہ محال ہوگئی تو فرمائیے کہ اس کی بھی کچھ تعبیر یا تاویل ہے۔ جب آپ کے طالب علمی کے دنوں کی خوابوں کی یہ حالت ہو۔ تو اب تو اُن کا کچھ اعتبار ہی نہیں۔ اُن دنوں میں تو آپ متقی مسلمان تھے۔ خدا کا خوف آپ میں زیادہ تھا اور اپنے آپ کو اور اپنی رائے کو کچھ زیادہ نہ سمجھتے تھے۔ کم گو تھے۔ صالحین کو گالیاں نہیں دیا کرتے تھے۔ محنت وریاضت کیا کرتے تھے۔ آپ کے پاس روپیہ نہ تھا۔ کوئی مطبع نہ تھا۔ خداوند تعالیٰ پر توکل زیادہ تھا۔ کوئی تجارت نہ تھی اور نہ آپ کی کوئی کتابیں چھپی تھیں۔ اور نہ آپ مصنف کہلاتے تھے۔ اور نہ آپ کو چنداں علم تھا۔ معمولی فارسی دان تھے اور عربی سے تو آپ بالکل بے بہرہ ہی تھے۔ ہاں قرآن شریف کے ساتھ آپ کو بہت محبت تھی اور اس کے تراجم اردو یا انگریزی آپ ضرور دیکھا کرتے تھے۔ کوئی آپ کی اپنی تفسیر نہ تھی اور پھر ان دنوں میں آپ ڈاکٹر بھی نہ کہلاتے تھے۔ نہ امراء و دنیاداروں کی مجلسوں میں آپ بیٹھا کرتے تھے۔ کھانا بھی رزق حلال ہوا کرتا تھا تب آپ صفائی دیکھنے گاؤں میں دورہ بھی نہ کیا کرتے تھے اور نہ غریب رعایا پر تشدد کیا کرتے تھے بلکہ برعکس اس کے آپ میں حلم، انکساری اور خاکساری

اور کم گوئی زیادہ تھی۔ میں پھر کہتا ہوں کہ جب ان دنوں میں آپ کے خوابوں کی وہ حالت تھی جو میں نے اوپر بیان کی ہے تو اب کیا اعتبار ہے؟ اور کیوں ساری محنت کو ایسی جلدی برباد کردیا۔ آپ تو قرآن کریم میں پڑھا کرتے تھے کہ **ولا تکونوا کاالتی نقضت غزلھا من بعد قوّۃ انکا ثا . ولا تکونوا کالذین آذوا موسی فبراہ اللہ مما قالوا وکان عند اللہ وجیھا**

اگر فرض کیا کہ آپ کو کوئی معاملہ ناگوار گزرا تھا یا بظاہر آپ کی کسی نے توہین کی تھی تو صبر کیا ہوتا اور صالحین کی استغناء ذاتی پر ہی اسے محمول کیا ہوتا اور اپنے آپ کو ہیچ سمجھا ہوتا اور یہ خیال کیا ہوتا کہ دنیا میں مجھ سے اچھے ڈاکٹر اور حکیم اور روپیہ والے اور کتابوں والے اور مطبع والے اور جاہ وحشمت والے موجود ہیں جو حضرت اقدس سلمہ کے حلقہ بگوش ہورہے ہیں۔ ان سے ہی مشورہ کرلیا ہوتا۔ اور اپنی رائے کی ایسی پچ نہ کی ہوتی۔ جب حضرت اقدس نے آپ کو توبہ کے لئے کہا تھا تو اپنے خیال سے توبہ ورجوع کرلیا ہوتا اور درحقیقت آپ کا خیال کہ بغیر وسائل رسل علھیم السلام کے نجات اور عرفان اور کامل توحید اور مشقی توحید حاصل ہوسکتی ہے۔ بالکل غلط ہے۔ خصوصاً بغیر ذریعہ افضل الرسل وسید المرسلین والنبین حضرت محمد مصطفیٰ واحمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فداہٗ امی ونفسی وابی۔ یہ سخت ہی کفران نعمت وصریح شرک ہے۔ آپ کو معلوم رہے کہ صرف "خدا ایک ہے"، "خدا ایک ہے" کہنے سے نجات نہیں ہوتی جب کہ عملی اور مشقی طور سے اُس کو اپنی ذات پر وارد کرکے نہ دکھلایا جاوے۔ اور اپنے نفس اور رائے کو ہیچ نہ سمجھا جاوے۔ اور اپنے ہر کاروبار میں شرک خفی وجلی کو دور نہ کیا جاوے اور عملی طور سے یہ ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا۔ مگر غور کرنے پر اور متابعت کرنے پر اعمال وطریق زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیونکہ جب تک اسوہ حسنہ نہ ہو اور کوئی نمونہ بن کر نہ دکھلاوے آپ کیسے معلوم کرسکتے ہیں کہ مشقی توحید جس سے نجات ہوتی ہے وہی ہے جس کے آپ کاربند ہیں۔ یا غیر؟۔ کیا الفاظ "توحید" **ولاالہ الا اللہ** زمانہ جاہلیت کی کتابوں میں موجود نہ تھے یا عرب لوگ اُن کا استعمال نہ کیا کرتے تھے۔ بیشک سب الفاظ کا استعمال ہوتا تھا مگر باوجود اس کے پھر وہ مشرک ہی تھے کیونکہ ان کے رگ وریشہ میں ان کے اعتقادات میں ان کے اعمال ورسوم میں شرک بسا ہوا تھا اور نہ ان کے پاس کوئی نمونہ تھا جو کامل توحید سکھلاتا۔ لیکن جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زبان مبارک سے یہ نکلا **قال لا الہ**

الا الله دخل الجنة جس کے معنے یہ ہوئے کہ جس طرح میں نے لاالہ الا اللہ کہا ہے اور کر کے دکھلا دیا ہے اُسی طرح اگر کوئی کہے اور پھر کر کے دکھلا وے اس کو نجات ہے۔ تب ہی عرب کی نجات ہوئی یعنی محمدی توحید سے نجات ہے۔ ایرا غیرہ نتھو خیرا کی خیالی توحید سے نجات نہیں ہوسکتی۔ اور نہ عبدالحکیمی توحید سے۔ جب تک انسان آدم توحید حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کامل تعلق نہ پیدا کرے اور ان کی ذات میں محو ہوکر کامل متبع نہ بن جاوے اور اُنہیں کو ساری اپنی دین وایمان کا ذریعہ نہ سمجھے اور شکر گزار نہ بن جاوے ایسے شخص کو نہ عرفان ذات الٰہی ہوسکتا ہے اور نہ کامل توحید ہی حاصل ہوسکتی ہے۔ قرآن شریف میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زبان مبارک سے ہی ہم کو معلوم ہوا ہے اور جتنے الفاظ آیات وغیرہ اس میں ہیں۔ اُن میں سے ہر ایک کا تعلق ذات مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اگر میں نے یہ لکھا ہے کہ کوئی ہو، یہودی ہو، نصاریٰ ہو وغیرہ۔ اگر وہ خدا پر ایمان لاوے گا۔ وہ نجات پاوے گا۔

اس لئے یہ معنے ہوں گے۔ کہ اس خدا پر اس طریق سے ایمان لاوے گا۔ اور عملاً کر کے دکھلا دے گا جس کو جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا ہے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ایمان لائے) اور ایمان لا کر عملاً دکھا دیا ہے یعنی جب تک کہ کامل متبع سنت محمدیؐ کا نہ ہوگا۔ نجات نہ ہوگی۔ افسوس ہے کہ جس توحید اور نجات پر آپ کو غرور ہے اور آپ اس پر فخر کرتے ہیں وہ سوائے نفس پرستی اور شرک اور جہنم کے میری رائے میں اور کچھ نہیں۔ سو آپ کو چاہئے کہ توبہ کریں۔ اور حق کی طرف رجوع کریں۔ پیشتر اس کے کہ لیست التوبة علی کالذین۔۔۔۔ الیٰ الخ کا وقت آجاوے۔ یاد رہے کہ ساری توحید ایک جاننے میں ہے جب آپ نے انبیاء ورسل واولیاء کو خدا سے الگ سمجھا جن کی نسبت ہے کہ "اولیائی تحت من ردائی اور ومارمیت اذرمیت ولکن الله رمٰی " اور ان کی تعریف آپ غیر خدا کی تعریف سمجھے اور پھر آپ منہ سے الحمدللہ بھی کہتے رہے تو فرمائے

برین عقل دانش بباید گریست

آپ نے پڑھا ہوگا کہ ان الذین یریدون ان یتفرقوا من الله ورسوله اولئک هم الکافرون۔ یہی آپ کی توحید اور نجات ہے۔ سو لازم ہے کہ آپ ایسی توحید سے توبہ کریں اور محمدی توحید کی طرف آجاویں

تا کہ آپ کی نجات ہو۔

اس زمانہ میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اقدس مرزا صاحب سلمہ میں بروز کیا ہے تو اس وقت مرزائی توحید ہی محمدی توحید ہے اور اسی سے نجات ہے باقی رہے جزوی مسائل سو وہ توحید کے سمجھنے سے پیچھے انشاء اللہ سب کے سب حل ہو جاویں گے۔

جب آپ نجات کے لائق بنیں گے اور یہی اسی دنیا میں جنت مل جاوے گی بہ فحوائے آیت ولمن خاف مقام ربه جنتان ۔تو پھر کا ہے کو آپ اُن لوگوں سے تعلقات بڑھاویں گے جن کو یہ رتبہ قرب کا حاصل نہیں فرقان حمید میں ہے۔

ان ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا ۔انما ینھٰکم اللہ ۔۔۔۔۔اذاجاء ک المنافقون۔۔۔۔۔ الخ۔ انا براؤُ منکم ومما تعبدون من دون اللہ۔ وکونوا مع الصٰدقین .

آپ غور فرمایئے کہ دیگر مسلمان جن کا آپ اپنے خط میں ذکر کرتے ہیں اُن کی حالت کیا ہے؟ کیا وہ مقربان الٰہی سے ہیں یا راندہ درگاہ الٰہی؟ بظاہر۔۔۔۔۔۔ اگر آپ کو وہ صالحین نظر آتے ہیں تو ان سے تعلق وربط بڑھایئے نہیں تو الگ رہیے۔ واخر دعونا ان الحمد لله رب العلمين

خاکسار رشید الدین

آگرہ 12- ستمبر 1906ء

(الحکم 24- ستمبر 1902ء وبدر 20- ستمبر 1906ء)

جماعت احمدیہ کا ایڈریس

بخدمت

سر ایڈورڈ میکلیگن لیفٹیننٹ گورنر پنجاب

17- دسمبر 1919ء کو گورنمنٹ ہاؤس لاہور میں صوبہ پنجاب کے احمدی معززین نے حضرت خلیفة

المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ کی زیر ہدایات ہز آنر سر ایڈورڈ میکلیگن بالقابہ لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کو خیر مقدم کا ایڈریس پیش کیا۔

جماعت احمدیہ کی نمائندگی 51 افراد نے کی۔ جناب چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب بی اے بیرسٹر ایٹ لاء نے جماعت کی طرف سے ایڈریس پڑھ کر سنایا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ جماعت کی طرف سے صوبہ کے افسر اعلیٰ کی خدمت میں صوبہ پنجاب میں آنے پر تہہ دل اور نہایت گرم جوشی سے خیر مقدم کرتے ہوئے ایڈریس پیش کیا۔

ان 51 افراد میں حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو شامل ہونے کی سعادت ملی۔ آپ اس وقت سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان تھے۔ اور ان 51 افراد میں آپ کا نمبر 47 ہے۔

(الفضل 22-دسمبر 1919ء)

ہز رائل ہائینس پرنس آف ویلز کی خدمت میں جماعت احمدیہ کا ایڈریس

27-فروری 1922ء کو ہز رائل ہائینس پرنس آف ویلز کی ہندوستان آمد پر جماعت احمدیہ نے گورنمنٹ پنجاب کی وساطت سے تہہ دل سے ایک ایڈریس پیش کیا اور خوش آمدید کہا۔ اس ایڈریس میں جماعت احمدیہ کا اختصار سے تعارف کروایا گیا اور جماعت کی وفاداری کا اظہار کیا گیا۔ یہ ایڈریس 40 قائم مقامان جماعت احمدیہ کی نمائندگی میں پیش کیا۔ جس میں چالیسویں نمبر پر آپ کا نام یوں درج ہے۔

40۔ خلیفہ رشید الدین ایل ایم ایس جنرل سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

(الفضل 16-مارچ 1922ء، تحفہ شہزادہ ویلز از انوار العلوم جلد 6 صفحہ 534-540)

صاحب فنانشل کمشنر بہادر پنجاب کا دورہ قادیان:

21-مارچ 1908ء کو صاحب فنانشل کمشنر بہادر پنجاب نے اپنے چند ساتھیوں سمیت قادیان کا دورہ کیا جس میں ڈپٹی کمشنر گورداسپور، افسر مال ضلع گورداسپور، تحصیل دار بٹالہ شامل تھے۔انہوں نے ایک رات قیام کیا۔دفاتر کا دورہ کیا۔ممبران جنہوں نے آپ کا استقبال کیا اور صاحب فنانشل کمشنر نے ہر ایک کا سلام کشادہ پیشانی سے قبول کیا۔ان میں ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کا نام بھی موجود ہے۔

(بدر 26-مارچ 1908ء)

حضرت ذوالفقار علی خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب فنانشل کمشنر کو ملنے کے لئے تشریف لے گئے تو بہت سے لوگ ساتھ تھے۔حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اپنے ساتھ ایک بنگالی نوجوان کو بھی لے گئے جس کے رشتہ دار لاہور میں چیف کورٹ کے جج تھے۔محترم ڈاکٹر صاحب انہیں اپنے ساتھ دعوت الی اللہ کی غرض سے قادیان لائے تھے۔قادیان میں اپنے قیام کے دوران اس نوجوان نے بیعت کر لی۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ابھی مزید مطالعہ کریں مگر اس نوجوان نے عرض کی کہ اس عرصہ میں اگر فوت ہو گیا تو بیعت سے محروم رہوں گا حضورؑ نے پھر بیعت لے لی۔"

(رجسٹر روایات قلمی نسخہ جلد 6 صفحہ 368-369)

نواب عمادالملک فتح نواز جنگ کی قادیان آمد:

علی گڑھ کالج کے ٹرسٹی نواب عمادالملک فتح نواز جنگ مولوی سید مہدی حسین صاحب بیرسٹرایٹ لاء 26-دسمبر 1901ء کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کی غرض سے قادیان آئے۔قادیان آنے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کا شوق کیوں کر پیدا ہوا۔اس کا جواب خود نواب صاحب موصوف نے اثنائے گفتگو یہ دیا کہ

"پاو یز میں بشپ لاہوری کے متعلق جب ایک چٹھی شائع ہوئی تو ان کو خیال پیدا ہوا کہ یہ کوئی معمولی انسان نہیں ہوسکتا جو اتنے بڑے آدمی کو ایک فوق العادت دعوت کرتا ہے جس کے متبعین میں اس درجہ اور طبقہ کے لوگ شامل ہیں۔اس کے بعد ان کو سیرت مسیح موعود کے پڑھنے کا اتفاق ہوا جس نے ان کو اپنا گرویدہ ہی تو کر لیا اور ان کی روح نے اندر ہی اندر ایک جوش پیدا کیا کہ ایک بار ایسے انسان کو ضرور دیکھنا چاہئے۔پھر انہوں نے دارالامان میں حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سے خط وکتابت کی اور حضرت (صاحب) کی خدمت میں بھی خط لکھے اور لکھنؤ میں جہاں پر وہ پریکٹس کرتے ہیں حضرت اقدس کے کسی مرید کا پتہ پوچھا۔اس تقریب پر حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن سے جو لاہور کے مشہور ومعروف خاندان خلیفہ صاحبان کے ایک درخشندہ ستارہ ہیں ان سے ملاقات ہوئی۔ڈاکٹر صاحب کے اخلاق حمیدہ اور پسندیدہ اطوار نے بھی ان کو بہت کچھ متاثر کیا غرض یہ اسباب مل ملا کر اس حد تک پہنچے کہ ان کو کشاں کشاں دارالامان لے آئے۔بارش کی وجہ سے راستہ کی مشکلات اور علی گڑھ کالج کی تعلیمی کانفرنس میں ان کی شمولیت کی ضرورت اور مصروفیت پر ان کا دارالامان کے سفر کو مقدم کر لینا ایک غور کرنے والے انسان کے لئے کچھ چھوٹی سے بات نہیں ہے۔غرض نواب صاحب موصوف دارالامان پہنچے اور 26-دسمبر 1901ء کو حضرت اقدس علیہ السلام سے پہلی ملاقات ہوئی۔حضرت اقدسؑ کے حضور جب عرض کیا گیا کہ نواب صاحب باوجود ان مصروفیتوں کے اور مشکلات راہ کے بھی بڑے شوق سے اور اخلاص سے حاضر ہوئے۔تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دلوں پر اثر پیدا کرنے والی ایک تقریر کی جس سے نواب عماد الملک بہت متاثر ہوئے۔"

(الحکم 31-جنوری 1901ء)

نواب لیفٹینٹ گورنر سری گوبند پور سے ملاقات:

اکتوبر 1914ء کے آواخر میں چار افراد جماعت کا ایک گروپ نواب لیفٹینٹ گورنر سے ملاقات کے لئے سری گوبند پور روانہ ہوا۔جس میں شامل افراد کے نام یہ ہیں۔

1- مولوی شیر علی صاحب

2۔ صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب

3۔ خلیفہ رشید الدین صاحب

4۔ مولوی محمد دین صاحب

(الفضل یکم نومبر 1914 جلد 2 نمبر 59)

مولوی ثناء اللہ کو مباہلہ کا چیلنج اور المنتظرین میں ڈاکٹر صاحب کا نام:

1921ء میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو قاسم علی صاحب (ایڈیٹر فاروق) افسر تبلیغ حلقہ قادیان کی طرف سے مختلف انعامات کے چیلنجز دیئے گئے۔ اس کے ساتھ ہی مولوی صاحب موصوف کو مباہلہ کی یاددہانی کروا کر تیار رہنے اور قسم باموکد کھانے کا ایک اعلان اخبار الحکم میں شائع ہوا جس میں انہیں اور ان کے بھائی بندوں کو کہا گیا کہ اگر آپ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو سچا تصور نہیں کرتے تو یہ کہیں اگر ایسا کہنے میں میں سچا ہوں تو مجھے لعنة الله علی الکاذبین .

اس اعلان کے نیچے المنتظرین یعنی جواب کا انتظار کرنے والوں کے 25 نام درج ہیں۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کا نام 24 نمبر پر ہے۔

(الحکم 28,21- مارچ 1921ء)

فرنگی سیاح ڈی ڈی ڈکسن کی قادیان آمد اور دعوت الی اللہ:

ایک فرنگی سیاح مسٹر ڈی ڈی ڈکسن جو عرب، کربلا اور کشمیر کی سیاحت کرتے ہوئے قادیان میں

ایک دن کے قیام کا پروگرام لے کر آئے اور آئندہ مصر، الجیریا اور سوڈان جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ان سے باصرار کہا کہ جب آپ نظام عالم کے لئے گھر سے نکلے ہیں تو قادیان میں بھی ایک ہفتہ کے لئے ٹھہریئے مگر اصرار کے باوجود صرف ایک رات رہنے پر رضا مند ہوئے۔ حضرت اقدس علیہ السلام یہ ہدایت دے کر شیخ مسیح اللہ خانساماں ان کے حسب منشاء کھانا تیار کریں اور ان کو گول کمرہ میں ٹھہرایا جائے اندورن خانہ تشریف لے گئے۔ مولوی محمد علی صاحب اور بعض دوسرے احباب انہیں مدرسہ تعلیم الاسلام دکھانے لے گئے۔ سکول کی لائبریری میں ناٹووچ روسی سیاح کی کتاب "مسیح کی نامعلوم زندگی کے حالات" دیکھ کر ڈکسن نے مطالعہ کی خواہش ظاہر کی جسے پورا کر دیا گیا۔ کتاب کے لئے وہ گول کمرہ میں آئے جہاں حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب اور مفتی محمد صادق صاحب مناسب رنگ میں انہیں تبلیغ کرتے رہے۔ مسیح کی قبر کشمیر، عربی ام الالسنہ اور جماعت احمدیہ کی امتیازی خصوصیات کے بارے میں خصوصاً گفتگو ہوتی رہی۔ عصر کی نماز کے بعد انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین فوٹو لئے۔ دو فوٹو آپ کے خدام کے ساتھ اور ایک فوٹو صرف آپ کا الگ لیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 196)

نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر کے نام حضرت مسیح موعود کا مراسلہ میں ڈاکٹر صاحب کا ذکر:

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے 24- فروری 1898ء کو نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر کو ایک مراسلہ انگریزی ترجمہ کروا کر بھجوایا۔ جس میں حضور علیہ السلام نے اپنا خاندانی تعارف، جماعت اور اپنی تعلیم وکتب کا تعارف کروانے کے بعد جناب گورنر کو تسلی دی کہ یہ فرقہ گورنمنٹ کے لئے ہرگز خطرناک نہیں ہے۔ بعض حاسد بداندیش بوجہ اختلاف عقیدہ میری نسبت اور میرے دوستوں کے نسبت خلاف واقعہ امور گورنمنٹ کے معزز حکام تک پہنچا کر حکام بالا کے دلوں میں بدگمانی پیدا کرتے ہیں۔ لہذا ہمارا حق ہے کہ ہم خدمات

گزشتہ کے لحاظ سے سرکار دولتمدار کی پوری عنایات اور خصوصیت توجہ کی درخواست کرتے ہیں تاہم ایک شخص بے وجہ ہماری آبروریزی کے لئے دلیری نہ کرسکے۔

اس درخواست میں حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام نے اپنے مریدوں کے بارے اچھے تاثرات کا ذکر کر کے 316 مخلصین کے نام درج کئے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب کا نام 19 ویں نمبر پر یوں درج ہے۔

19۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب ایل ایم ایس متعینہ خدمات خاص بندرعباس ملک ایران (یہاں حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کا ایک اور بلند مقام درج ہے۔ناقل)

حضرت مسیح موعودؑ کے اپنے مریدوں کے بارے تعریفی الفاظ یہ ہیں۔

"اور میری جماعت جیسا کہ میں آگے بیان کروں گا جاہلوں اور وحشیوں کی جماعت نہیں ہے بلکہ اکثر اُن میں سے اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ اور علوم مروجہ کے حاصل کرنے والے اور سرکاری معزز عہدوں پر سرفراز ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ انہوں نے چال چلن اور اخلاق فاضلہ میں بڑی ترقی کی ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ تجربہ کے وقت سرکار انگریزی ان کو اوّل درجہ کے خیر خواہ پائے گی۔

چوتھی گذارش یہ ہے کہ جس قدر لوگ میری جماعت میں داخل ہیں اکثر اُن میں سے سرکاری انگریزی کے معزز عہدوں پر ممتاز اور یا اس ملک کے نیک نام رئیس اور ان کے خدام اور احباب اور یا تاجر اور یا وکلاء اور یا نوتعلیم یافتہ انگریزی خوان اور یا ایسے نیک نام علماء اور فضلاء اور دیگر شرفاء ہیں جو کسی وقت سرکار انگریزی کی نوکری کر چکے ہیں یا اب نوکری پر ہیں یا اُن کے اقارب اور رشتہ دار اور دوست ہیں جو اپنے بزرگ مخدوموں سے اثر پذیر ہیں اور یا سجادہ نشینان غریب طبع۔ غرض یہ ایک ایسی جماعت ہے جو سرکار انگریزی کی نمک پروردہ اور نیک نامی حاصل کردہ اور موردِ مراحم گورنمنٹ ہیں اور یا وہ لوگ جو میرے اقارب یا خدام میں سے ہیں ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد علماء کی ہے جنہوں نے میری اتباع میں اپنے وعظوں سے ہزاروں دلوں میں گورنمنٹ کے احسانات جما دیئے ہیں۔ اور میں مناسب دیکھتا ہوں کہ اُن میں سے اپنے چند مریدوں کے نام بطور نمونہ آپ کے ملاحظہ کے لئے ذیل میں لکھ دوں۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 8 تا 31)

اس کے بعد جو تفصیل اپنے مخلص مریدوں کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے درج فرمائی اس میں حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کا نام انیسویں نمبر پر ہے۔ جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔

باب نمبر:12

مکتوبات حضرت مسیح موعودؑ

بنام

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے "**النبی اولی بالمومنین من انفسھم**" (الاحزاب:7) کہ حقوق کے لحاظ سے مومنوں پر نبی کا حق تمام اعزہ واقارب سے زیادہ ہے اور دوسری طرف خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مومن کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ "**لایومن احد کم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین**" کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا کہ جب تک میں اُسے اس کے والد، اس کے بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

آج کے مبارک دَور میں حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب ان مبارک بزرگ ہستیوں میں سے ایک تھے جو اس تعریف پر پورا اُترتے تھے۔ آپ کو اپنے تمام عزیز واقارب سے آج کے ماموری سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام سے بہت پیار تھا۔ محبت تھی، عقیدت تھی اور عشق تھا۔ جس کا تذکرہ ہم جا بجا کر رہے ہیں۔ اپنا سب کچھ لٹا کر، مامورِ زمانہ اور خلفاء کے حضور جان و مال وقت وعزت سب کچھ قربان کر کے بصد حسرت یہی گاتے ہوئے رخصت ہوئے۔

جان دی ، دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

پھر بھی صحابہ رسولؐ کی طرح دل میں یہی تمنا لے گئے کہ ہم پھر زندہ کئے جائیں اور پھر خدا کی راہ میں مارے جائیں۔ پھر زندہ کئے جائیں اور پھر مارے جائیں اور یہ سلسلہ ختم نہ ہو۔

اسی جذبہ قربانی اور اطاعت کو دیکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے وفا شعار رفقاء سے حد درجہ تک پیار تھا۔ اس پیار کا اظہار شکر کے طور پر اللہ کے حضور دعاؤں میں تو ہوتا ہی تھا۔ آپس کی ملاقاتوں میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام ذکر فرمایا کرتے۔ خطبات وتقاریر میں بھی ذکر ہوتا اور اپنے مکتوبات وخطوط میں بھی ذکر کرتے رہتے۔

اس پیار بھرے تعلق کا اظہار آپؑ نے حضرت ڈاکٹر حافظ خلیفہ رشید الدین صاحب سے مکتوبات کی صورت میں بھی کیا۔ جن میں آپؑ نے موصوف کی قربانیوں کو مختلف انداز میں سراہا۔ اور بقول شاعر

دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی

یعنی محبت وعقیدت اور پیار کی آگ کا اندازہ ان مکتوبات سے ہوتا ہے جو ڈیڑھ صد کے قریب ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود اپنے ایک مکتوب مورخہ 25- جولائی 1905ء میں تحریر فرماتے ہیں۔

"میں ہمیشہ آپ کو دُعا سے یاد رکھتا ہوں اور آپ سے مجھے محبت ہے مگر بباعث کثرت کاروبار تالیف جواب لکھنے میں کوتاہی ہوتی ہے۔"

(اخبار بدر نمبر 3 جلد 8، 26- نومبر 1908ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس مصروفیت کے باوجود ان خطوط کی تعداد 150 سے تجاوز کر رہی ہے۔

عزیزم برادرم مولانا فضل الٰہی شاہد صاحب مربی سلسلہ نے اپنے مقالہ "سیرت حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین" میں 45 خطوط کے عکس مہیا کئے ہیں۔ خاکسار نے اس مضمون کی تیاری میں ان کے عزیزوں سے مل کر مزید 17 خطوط کے عکس اکٹھے کئے ہیں اور اپنے لندن قیام 2005ء کے دوران مکرم خلیفہ فلاح الدین صاحب کے ہاں یہ مبارک اور مقدس اصل دستاویزات ملاحظہ کرنے کا موقعہ بھی ملا۔ الحمدلله علی ذالک

مکرم برادرم خلیفہ صباح الدین صاحب مرحوم مربی سلسلہ نے مکرم آر ڈی احمد صاحب اسلام آباد کو اپنے ایک خط میں لکھا کہ

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو خطوط جو کہ دادا جان کو حضورؑ نے اپنے ہاتھ سے لکھے تھے میرے پاس محفوظ ہیں۔ 6 خطوط حضرت اُمِ ناصر کی شادی پیغام وغیرہ سے متعلق ہیں اُن کی فوٹوسٹیٹ نہیں ہو سکی۔ وہ پھر کسی وقت بھجوا دوں گا۔"

اس کے علاوہ ہمارے لٹریچر میں 41 کے قریب خطوط بنام حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب شائع ہو چکے ہیں۔ جو الحکم اور بدر اور سیرت احمد میں طبع شدہ ہیں۔

جیسا کہ میں اوپر درج کر آیا ہوں کہ ان خطوط کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ بات بالبداہت ثابت ہوتی ہے کہ جہاں حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو اپنے امام سے محبت تھی وہاں امام کو بھی اپنے

ماموم سے حد درجہ تک پیار تھا۔ آپؑ کسی قدر پیار سے اپنے سے پیار کرنے والے مرید کو محبی ،عزیزی، مخلصی ، مشفقی اور اخویم جیسے محبت بھرے الفاظ سے یاد فرماتے ہیں ۔ جو اپنی ذات میں حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے لئے ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔

مکرم عرفانی صاحب ایڈیٹر الحکم قادیان آپ کے نام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مکتوب کی اشاعت سے قبل تعریفی کلمات میں تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب ان بزرگوں میں سے ایک ہیں ۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے تھے۔ حضرت کو جو آپ سے محبت تھی اس کا اظہار اس مکتوب میں موجود ہے۔ اور حضرت ڈاکٹر صاحب آپ کی راہ میں ایثار اور قربانی کا جو مقام حاصل کر چکے تھے اس کی حقیقت بھی عیاں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ گویا وہ لاکھوں کروڑوں انسانوں میں سے ایک تھے۔ آپ کی للّٰہیت ، اخلاص اور صدق ووفا کو دیکھ کر حضورؑ نے ایسے وقت میں جبکہ حضرت صاحبزادگان کی عمر علے التواتر سات سال، تین سال اور پانچ ماہ تھی یہ خواہش ظاہر فرمائی کہ کسی ایک صاحبزادے سے آپ کی کسی دختر بلند اختر کا نکاح ہو جاوے اور اس طرح پر حضرت ڈاکٹر صاحب گویا مریدوں ہی میں نہیں بلکہ آپ کے عزیز ترین رشتہ داروں میں داخل ہو جاویں ۔ آخر خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس خواہش کو پورا کر دیا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (نور اللہ مرقدہٗ) کا نکاح آپ کی بڑی صاحبزادی سے ہو گیا اور خدا تعالیٰ نے اس رشتہ کو بابرکت فرمایا اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک عظیم الشان پیشگوئی کے پورا ہونے کا بہت بڑا اور پہلا ذریعہ ہو گیا۔ اللھم زد فزد ۔غرض یہ مکتوب نہایت قیمتی ہے اور حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی سیرۃ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے ۔جس کو میں حضرت ڈاکٹر صاحب کے حالات زندگی میں انشاء اللہ بیان کروں گا۔ وباللہ التوفیق"

(الحکم قادیان جلد 37 نمبر 17،14- مئی 1934ء)

ایک اور موقعہ پر حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے دو خطوط شائع کرنے سے قبل تحریر فرماتے ہیں۔

"ذیل میں حضرت حجۃ اللہ کے دو گرامی نامے درج کرتا ہوں جو محبی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب

کے نام ہیں ۔ ان خطوط کے اندراج سے یہ غرض ہے کہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام کی پاک سیرت پر غور کرنے کا ہم کو موقع ملے ۔ کہ آپ اپنے مخلص اور وفادار خدام اور احباب کے ساتھ کس محبت اور لطف سے پیش آتے تھے ۔ اور اُن کی خدمت گزاریوں کے کیسے قدردان تھے اُن کے دُکھوں کو کیسے محسوس کرتے تھے ۔ فی الحقیقت محبت، اخلاص اور وفاداری ہی ایک ایسی شے ہے جو قابل قدر ہے یہ کہ وہ محض اللہ ہی کے لئے ہو ۔ ڈاکٹر صاحب قابل مبارکباد ہیں کہ اُنہیں خدائے تعالیٰ نے موقعہ اور توفیق دی کہ اپنے محسن امام کو خوش رکھتے ۔ "

(الحکم نمبر 53 جلد 12، 28- ستمبر 1908ء)

اور الحکم 28- مارچ 1929ء کی اشاعت میں چند خطوط کا اندراج کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ

" جو اپنے ایک مخلص اور وفادار جانثار کو وقتاً فوقتاً لکھے ۔ "

اس طرح اخبار بدر نے بھی گاہے بگاہے آپ کے نام مکتوب کی اشاعت کا سلسلہ جاری رکھا ۔ ایک جگہ مکرم ایڈیٹر صاحب اخبار بدر قادیان اشاعت سے قبل تحریر فرماتے ہیں ۔

" اگرچہ وہ زیادہ تر پرائیویٹ ہیں تاہم ان میں سے تھوڑا سا اقتباس درج ذیل کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور اقدس اپنے خدام پر کس قدر لطف مرحمت فرماتے ہیں اور اُن کی خدمات کی قدر کرتے ہیں ۔

(بدر نمبر 3 جلد 8، 26- نومبر 1908ء)

اور 12- اگست 1908ء کی اپنی اشاعت میں دو خطوط جس میں حضرت بابو شاہ دین صاحب کی تیمارداری کا ذکر ہے اندراج کرنے سے قبل تحریر فرمایا ۔

" مخدومی مکرمی حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو خطوط دکھائے ہیں جو کہ حضورؑ نے لاہور سے ڈاکٹر صاحب کو لکھے تھے ۔ اور جن میں بابو شاہ دین صاحب غفر اللہ کی تیمارداری کی تاکید ہے ۔ میں ان ہر دو خطوط کو ذیل میں چھاپ دیتا ہوں ۔ کیونکہ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارا مسیح اور مہدی کن اعلیٰ اخلاق کا نمونہ اپنے اندر رکھتا تھا ۔

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور جانے کے وقت ڈاکٹر صاحب موصوف کو حفاظت مکانات

اور تیمارداری، علاج معالجہ بیماران اور دیگر ایسے کاموں کے واسطے اسی جگہ قادیان میں چھوڑ گئے تھے اس واسطے یہ دو خطوط انہیں کے نام آئے تھے۔"

اب یہاں چند خطوط اخبارات سے درج کئے جاتے ہیں۔

1۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محبی عزیزی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

کل کی ڈاک میں آپ کا مبلغ پانچ سو روپیہ مجھ کو پہنچا۔ جزاکم اللہ خیرا۔ آپ کو خدا تعالیٰ بہت جزائے خیر بخشے۔ آپ صدق اور وفا سے اپنے اُس وعدہ کو جو امداد للہ کے لئے کیا تھا ادا کر رہے ہیں اور یہ ایک ایسی عمدہ صفت ہے جو گندے زمانہ میں لاکھوں، کروڑوں آدمیوں میں سے کسی کسی فرد بشر میں پائی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے واسطے بات اور وعدہ کا پاس جو سچی جواں مردی کی نشانی ہے بہت ہی کم لوگوں میں پایا جاتا ہے اور بیوی بچوں کی ہمدردیوں یا زینتوں میں ان کے مال خرچ ہوتے رہتے ہیں یہاں تک کہ یک دفعہ اس بے وفا دنیا سے واپس بُلائے جاتے ہیں۔ دین کی طرف جھکنا انہیں دلوں کا کام ہے جن کو آخرت پر سچا ایمان ہوتا ہے۔ میں آپ سے دلی محبت رکھتا ہوں۔ اور آپ میں رشد اور صلاح کے آثار پاتا ہوں۔ اور ایک خاص تعلق آپ کا سمجھتا ہوں۔

ایک مرتبہ میرے دل میں خیال آیا تھا کہ اب میرے یہ چھوٹے تین لڑکے محمود (ہفت سالہ) بشیر (تین سالہ) شریف (پانچ ماہ) بہتر ہو کہ اگر خدا تعالیٰ چاہے قریب بلوغ ہو کر بشرطیکہ جانبین کی اولاد میں خدا تعالیٰ کے فضل سے خیر و عافیت رہے۔ آپ کی کسی لڑکی سے کوئی لڑکا منسوب ہو۔ یہ خیال صرف میرے اس نیک ظن سے پیدا ہوا تھا جو مجھے آپ کے باطنی اخلاص اور محبت پر ہے۔ مگر پھر میں نے یہ خیال کیا کہ یہ سب امور آپ کے والد صاحب کے اختیار میں ہیں اور ابھی ان کا ذکر بھی نامناسب ہے۔ اگر کوئی ایسا موقعہ ہوا کہ آپ کی رائے بھی ان بزرگوں کی مجلس میں سنی جائے تب بشرط خیریت جانبین کے یہ تحریک ہو سکتی ہے۔ اس شرط سے کہ موقع بنا ہوا ہو۔ کوئی تجویز نہ ہو گئی ہو اس لئے اس خیال کو ابھی قابل ذکر نہ سمجھا جائے کہ خود بچے

بہت کمسن ہیں ۔ابھی بلوغ تک زمانہ پڑا ہے۔ وہی ہوگا جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مقدر اور اس کی نظر میں پسندیدہ ہے۔

رسالہ ست بچن، آریہ دھرم، نور القرآن، منن الرحمٰن تیار ہو رہے ہیں ۔بعض ان میں سے تین ہفتہ تک انشاء اللہ شائع ہو جائیں گے۔ باقی سب خیریت ہے۔

والسلام

خاکسار

غلام احمد 4-اگست 1895ء

(الحکم جلد 37 نمبر 17، 14- مئی 1934ء)

......☆☆☆......

2۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محبی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمکم اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عنایت نامہ پہنچا۔آپ کے گھر کے لوگوں کے لئے دعا کی گئی اللہ تعالیٰ شفا بخشے۔آمین

ان دنوں میں سرکار کی طرف سے میرے پر بشمولیت محمد حسین ایک فوجداری مقدمہ دائر ہو گیا ہے۔ ایک پیشی ہوگئی ہے اب 5- جنوری 1898ء مقرر ہے۔ آج کل ایسے نازک مقدمات میں بغیر وکلاء کے کام نہیں چلتا۔اس لئے میں نے تجویز کی ہے کہ اپنے چند خاص اور مخلص دوستوں سے خرچہ وکلاء مقدمہ کے لئے مدد طلب کی جائے۔اسی لئے ایسے خوفناک وقت میں آپ کو بھی تکلیف دیتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ آپ ایک خاص مخلص اور دلی اخلاص اور محبت سے معمور ہیں۔ باقی ہر طرح سے خیریت ہے۔

والسلام

خاکسار

مرزا غلام احمد از قادیان 19-دسمبر 1897ء

......☆☆☆......

3۔ پھر حضرت اقدس اپنے اس خادم کے اخلاص کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

"اللہ جل شانہ اس محبت اور اخلاص کے لئے جو محض للہ آپ سے ظہور میں آرہی ہے دارین میں بہت بہت جزاء بخشے۔ مجھے آپ سے دلی محبت ہے۔۔۔۔۔۔میں خدا تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ آپ کو دن بہ دن اپنی محبت میں ترقیات عطاء فرمائے اور دنیا وعاقبت میں حافظ وناصر رہے۔"

والسلام

خاکسار

مرزا غلام احمد 1897ء

(ماہنامہ انصاراللہ ربوہ نومبر 1995ء صفحہ 20-21)

......☆☆☆......

4۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل کی ڈاک 17-مارچ 1899ء پر مبلغ پچاس (50) روپیہ مرسلہ آپ کے پہنچے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ مجھے خوف ہے کہ آپ نے جو چند دفعہ پچاس، پچاس روپے بھیجے ہیں یہ امر آپ کی تکلیف اور آپ کے حرج کا موجب نہ ہو۔ آپ کا محبت اور اخلاص ایک امر ہے۔ جو پختہ یقین سے مرکوز خاطر ہے اس لئے میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ طاقت سے زیادہ تکلیف اُٹھایا کریں۔ میں نے آپ کے لئے سلسلہ دعا کا جاری کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ یا تو کسی بشارت کے ذریعہ یا خود بخود اثر دُعا ظاہر کرے گا۔ آج کل ایک ماہ کی رخصت لے کر ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب قادیان میں میرے پاس موجود ہیں۔ اور ایک ہفتہ برابر اور یہاں رہیں گے۔ مقدمہ فیصلہ ہو گیا۔ خدا تعالیٰ نے مجھ کو دشمنوں کے الزام سے بری کیا۔ الحمد للہ علی ذالک

کتاب حقیقت المہدی آپ نے دیکھ لی ہوگی۔ خدا تعالیٰ نے قبل فیصلہ مقدمہ تمام حال ظاہر کر دیا تھا۔ اللہ آپ کو جلد تر اس ملک میں لاوے۔ اور بہت خوب ہو کہ کسی قریب تر مقام میں پنجاب میں آپ متعین

ہوں۔باقی سب خیریت ہے۔ازطرف ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب اور دیگر حاضرین کے السلام علیکم

والسلام

خاکسار

مرزا غلام احمد عفی اللہ عنہ قادیان 18-مارچ1899ء

(مقالہ سیرت حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب از فضل الٰہی شاہد صفحہ 77-79)

......☆☆☆......

5۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مجی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ہر قسم عطر مرسلہ ان محبّ۔۔۔۔مجھ کو ملا۔جزاکم اللہ خیر الجزاء۔اور نیز ایک اشرفی بھی ساتھ اس کے پہنچی۔خدا تعالیٰ بہت بہت جزائے خیر دے میں زیادہ تکلیف دینا آن محبّ کو پسند نہیں کرتا اور میں نے عطر مشک وعنبر اس ارادہ سے لکھا تھا کہ اس کی قیمت میں ادا کروں گا مگر آپ نے مجھے اطلاع نہیں دی کہ اس کی کیا قیمت ہے بلکہ اس کے برعکس 15 روپے اور اپنی طرف سے بھیج دیئے۔میں آپ کی خدمات سے بہت شرمندہ ہوں۔۔۔زیادہ خیریت۔

والسلام

خاکسار

مرزا غلام احمد از قادیان 24-جولائی1900ء

......☆☆☆......

6۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مجی عزیزی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عنایت نامہ پہنچا۔ میں ہمیشہ آپ کو دُعا سے یاد رکھتا ہوں اور آپ سے مجھے محبت ہے مگر بباعث کثرت کاروبار تالیف جواب لکھنے میں کوتاہی ہوتی ہے۔ زیادہ خیریت۔

والسلام

خاکسار

مرزا غلام احمد 25-جولائی 1900ء

(اخبار بدر 26-نومبر 1903ء)

......☆☆☆......

7۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مجی عزیزی اخویم ڈاکٹر خلیفہ صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عنایت نامہ پہنچ کر باستماع خبر دردناک واقعہ لخت جگران عزیز دل کو صدمہ پہنچا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ شاید دانتوں کی بیماریوں کے سلسلہ میں یہ واقعہ پیش آیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدائے تعالیٰ اُس کی والدہ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور نعم البدل عطا کرے فرزندوں کی موت انسان کے دل پر طبعاً بہت دردناک اثر کرتی ہے۔ اور یہ مصیبت اگر صبر کے ساتھ برداشت کی جائے تو وعدہ الٰہی ہے کہ صاحب عمر اولاد عطا کی جاتی ہے۔ اس طرف بچوں کی بیماری کی ایک وباء پھیلی ہوئی ہے۔ ایک دم تپ چڑھ جاتا ہے۔ ساتھ ہی قے اور دست آنے لگتے ہیں۔ ان کو شروع ہو کر آٹھ بجے بچہ مرجاتا ہے۔ مبارک کو یہی بیماری ہوگئی تھی۔ دن میں آٹھ دفعہ سخت غشی اور تشنج ہوا۔ آٹھویں دفعہ میں دعا میں تھا کہ خبر دی گئی۔ کہ لڑکا فوت ہوگیا۔ جب میں نے آ کر دیکھا تو تنفس اور نبض کچھ باقی نہ تھا۔ اور برف کی طرح ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ بہت حیلہ کیا گیا مگر فائدہ نہ ہوا۔ جب

سمجھ چکے کہ حقیقت میں مر گیا اور سب حاضرین نے انا اللہ کہہ دیا۔ تو یک دفعہ کچھ حرکت محسوس ہوئی۔ پانی گرم میں دیر تک رکھا گیا۔ مدت دراز کے بعد زندگی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ آخری دوسری رات کے گیارہ بجے کے قریب دوبارہ زندگی خدا تعالیٰ نے عطا کی۔ اسی طرح خدا تعالیٰ آپ کے لئے وہ دن جلد لاوے کہ خدا تعالیٰ عمر والابدل عطا کرے۔ زیادہ خیریت۔

والسلام

خاکسار

مرزا غلام احمد　　18-اگست 1901 روز یکشنبہ

(الحکم نمبر 53 جلد 12، 28- ستمبر 1908ء)

......☆☆☆......

8۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہ ونصلی

محبی عزیز اخویم خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا محبت نامہ پہنچ کر تسلی اور راحت حاصل ہوئی۔ جلسہ 27-دسمبر 1892ء کے لئے بفضلہٖ تعالیٰ تیار رہیں اور بخدمت اخویم میاں عبدالحکیم خان صاحب السلام علیکم باقی سب خیریت ہے۔

والسلام

خاکسار

غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور 12-نومبر 1892ء

لاہور میڈکل کالج خدمت میں اخویم خلیفہ رشید الدین صاحب

خلف خلیفہ حمید الدین صاحب

......☆☆☆......

9۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی

مجی عزیزی اخویم خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کی خدمت میں عبداللہ روانہ ہوتا ہے۔ آدمی غریب طبع اور عاجز ہے۔ آپ اپنی مہربانی کے سایہ کے نیچے اس کو جگہ دیں۔ بہت بیمار رہا۔ اس لئے پہلے نہیں جا سکا۔

والسلام

خاکسار

غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور 15-دسمبر 1892ء بروز جمعہ

......☆☆☆......

10۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیزی مجی اخویم خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کو اور عزیز میاں عبدالحکیم خان صاحب کو جلسہ پر آنے کی فرصت دے۔ اور میں بھی مشتاق ہوں کہ آپ دونوں عزیز ضرور تشریف لاویں۔ زیادہ خیریت ہے۔

والسلام

خاکسار

غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور 18-دسمبر 1892ء

لاہور میڈیکل کالج بخدمت اخویم عزیزی خلیفہ رشید الدین صاحب طالبعلم

......☆☆☆......

11۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی

مشفقی عزیزی محبی خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ادویہ مرسلہ آپ کی پہنچ گئیں۔ جزاکم اللہ خیراً۔ دومرتبہ سفید دوائی آنکھوں میں لگائی گئی۔ بہت فائدہ ہے اور چیپر جو آنکھ میں آتے تھے موقوف ہو گئے اور صورت آنکھ کی صحت کی طرف بدلی ہوئی ہے۔ امید ہے کہ انشاء اللہ القدیر یہ دوائی بہت فائدہ کرے گی۔ ابھی تک آنکھیں کھولنی شروع نہیں کیں۔ مگر لڑکا سبز پارچہ نہیں باندھتا۔ جب باندھا جاتا ہے تو اُتار دیتا ہے۔ باقی سب خیریت ہے۔ والسلام بخدمت اخویم محبی میاں عبدالحکیم خان صاحب السلام علیکم۔ زیادہ خیریت ہے۔

والسلام

خاکسار

غلام احمد عفی اللہ عنہ 10-جنوری 1892ء

......☆☆☆......

12۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی

محبی مخلصی عزیزی اخویم خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا محبت نامہ اور تحفہ لکھنؤ جو آم نہایت عمدہ اور شیریں تھے پہنچا۔ تمام گھر میں اور جماعت میں تقسیم کئے گئے اور ہر ایک ان کو کھا کر بہت خوش ہوا۔ جزاکم اللہ خیرالجزاء

لکھنؤ میں ہمارے دوستوں میں سے کوئی نہ تھا اس لئے خط نہ لکھا۔ امید ہے اب آپ کے قیام سے تحریکات شروع ہو جائیں گی۔ ہمیشہ اپنی خیریت وعافیت سے مطلع ومسرور الوقت فرماتے رہیں۔ اخویم محمد یوسف صاحب کو السلام علیکم پہنچے۔ خدا تعالیٰ آپ کی رفاقت میں ان کی پریشانی بھی دُور کرے۔

نوٹ: یہ خط 1893ء کا ہے جبکہ حضرت والد صاحب مرحوم مغفور تعلیم سے فارغ ہو کر لکھنؤ میں متعین

ہو گئے تھے۔اس خط پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستخط محفوظ نہیں رہے۔

خلیفہ صلاح الدین

(الحکم جلد 42 نمبر 10-11،28-مارچ 1939ء)

......☆☆☆......

13۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی

عزیزی محبی اخویم خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

دوامرسلہ آپ کی مجھ کو پہنچ گئی۔اللہ جل شانہٗ آپ کو بہت بہت اجر دے۔آمین ثم آمین۔بخدمت اخویم میاں عبدالحکیم خان صاحب السلام علیکم۔

خاکسار

غلام احمد از قادیان 09-جنوری 1893ء

بمقام لاہور میڈیکل کالج۔بخدمت اخویم عزیزی خلیفہ رشید الدین صاحب طالب علم

......☆☆☆......

14۔ 12-اگست 1893ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیزی مخلصی خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم

عبداللہ سے آپ نے وعدہ کیا ہوا ہے اور وہ آدمی غریب اور نیک چلن ہے۔مناسب ہے کہ اپنے وعدہ کے موافق اس کو اپنے پاس طلب کر لیں۔باقی خیریت ہے۔

والسلام

غلام احمد از قادیان

......☆☆☆......

15۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی

مجی اخویم عزیزی خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

پانچ روپیہ پہنچ گئے۔ باعث بیماری جواب نہیں لکھ سکا۔ امید کہ ہمیشہ خیر وعافیت سے مطلع فرماتے رہیں۔

والسلام

خاکسار

غلام احمد 23- ستمبر 1893ء

بمقام سندیلہ ضلع ہردوئی شفاخانہ سندیلہ

بخدمت اخویم مجی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب

......☆☆☆......

16۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی

مجی عزیزی اخویم خلیفہ رشید الدین صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مبلغ ۔۔۔۔۔روپیہ مراسلہ آپ کے پہنچ گئے۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء

امید کہ ہمیشہ اپنے حالات خیریت آیات سے مطلع فرماتے رہیں۔ چند رسالے چھپ رہے ہیں امید کہ ایک ہفتہ تک چھپ جائیں گے۔ باقی خیریت ہے۔

والسلام

خاکسار

غلام احمد از قادیان 10-اکتوبر 1893ء

بمقام سندیلہ ضلع ہردوئی شفاخانہ سندیلہ بخدمت مجی اخویم خلیفہ رشید الدین صاحب ڈاکٹر

الراقم خاکسار غلام احمد (علیہ السلام) از قادیان

17۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجی اخویم خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

یہ عاجز ایک ہفتہ سے فیروز پور چھاؤنی میں ہے۔ چھ سات روز کے بعد قادیان میں جاؤں گا۔میاں محمد یوسف ابھی میرے پاس نہیں آئے۔غالباً قادیان گئے ہوں گے۔

والسلام

خاکسار

غلام احمد 28- نومبر 1893ء

بمقام سندیلہ ضلع ہردوئی شفاخانہ سندیلہ بخدمت اخویم مجی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب

......☆☆☆......

18۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی

مجی عزیزی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

یہ عاجز علیل رہا ہے اس لئے خط نہیں لکھ سکا۔اب بھی کسی قدر علالت طبع باقی ہے۔غلبہ ریزش اور کھانسی ہے۔آپ کا ہدیہ مرسلہ پارچات یعنی سیاہ چوغہ / یک،ابرہ لحاف / یک،کھیس / یک پہنچ گئے۔

جزاکم اللہ خیراً

ایک اور تکلیف دیتا ہوں کہ ایک مرتبہ قادیان میں آپ نے کونین کی گولیاں بنادی تھیں اور وہ سخت اور مضبوط گولیاں تھیں۔ بآسانی ثابت ہی حلق کے نیچے اتر جاتی تھیں۔اب وہ گولیاں ختم ہو چکی ہیں۔اور نرم گولی سے تلخی حلق میں پھیل جاتی ہے اور کوئی ایسی سخت گولیاں نہیں بنا سکتا۔اس لئے مکلّف ہوں کہ ایک روپیہ کی کونین کی گولیاں مگر تین درجہ کی ایک میرے کھانے کے لائق اور ایک محمود کے کھانے کے لائق اور ایک بہت چھوٹی ہوں جن کو ایک بچہ چھ سات ماہ کا کھا سکتا ہو۔کیونکہ بشیر کو بھی بخار آتا ہے۔اگر گولیاں آویں تو ایک ایک گولی اس کو بھی دے دیا کروں گا۔فقط اور ہمیشہ اپنے حالات خیریت آیات سے مطلع فرماتے رہیں۔باقی

خیریت ہے۔

والسلام

خاکسار

غلام احمد از قادیان 22-دسمبر 1893ء

یہ یادرہے کہ گولیاں سخت ہوں اور تین درجہ کی ہوں۔

......☆☆☆......

19۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی

مجی مخلصی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل کی ڈاک میں گولیاں کونین کی پہنچی۔ خدا تعالیٰ آپ کو جزائے خیر بخشے۔ گولیاں نہایت عمدہ ہیں اور نہایت محبت اور اخلاص سے بنائی گئی ہیں۔

امید کہ ہمیشہ اپنی خیر وعافیت سے مطمئن فرماتے رہیں۔ زیادہ خیریت ہے۔

والسلام

خاکسار

غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور 31-دسمبر 1893ء

بمقام سندیلہ ضلع ہردوئی۔ خدمت میں مجی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب

(الحکم جلد 42 نمبر 15 تا 18، 18- مئی و 7- جون 1939ء)

......☆☆☆......

20۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عزیزی مجی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا محبت نامہ مع سفوف اور مرہم پہنچ کر موجب شکر گزاری ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے عظیم

بخشے۔آپ نہایت محبت اور اخلاص سے ہر ایک امر میں بکمال مستعدی تعمیل کرتے ہیں۔باقی سب خیریت ہے۔

والسلام

خاکسار

مرزا غلام احمد عفی عنہ 13-جولائی 1899ء

......☆☆☆......

21۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی

محبی اخویم ڈاکٹر خلیفہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا محبت نامہ پہنچا۔باعث خوشی ہوا۔اس جگہ بفضلہٖ تعالیٰ سب خیریت ہے۔مجھے آپ سے دلی محبت ہے اور آپ یاد آتے رہتے ہیں اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کو دنیا و دین کے مکروہات سے بچا کر آپ کی الٰہی مدد کرے۔اُمید کہ اپنے حالات خیریت آیات سے مطلع فرماتے رہیں گے۔چار ہزار کے اشتہار کے بعد پھر کوئی بھی کارروائی نہیں ہوئی۔

والسلام

......☆☆☆......

22۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج کی ڈاک میں مبلغ 50 روپیہ مرسلہ آپ کے مجھے مل گئے ہیں۔جزاکم اللہ خیراً عجیب اتفاق ہے کہ مجھ کو آج کل اشد ضرورت تھی۔آج 04-نومبر 1898ء کو خواب میں مجھ کو دکھایا گیا کہ

ایک شخص نے روپیہ بھیجا ہے۔ میں بہت خوش ہوا۔ اور یقین رکھتا تھا کہ آج 04-نومبر 1898ء کو آپ کا پچاس روپیہ آ گیا۔ فالحمدللہ وجزاکم اللہ۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ روپیہ بھیجنا درگاہ الٰہی میں مقبول ہے۔ چنانچہ آج جو جمعہ کا روز ہے میں نے آپ کے لئے درگاہ الٰہی میں نماز جمعہ میں دُعا کی۔ اُمید کہ انشاء اللہ پھر کئی دفعہ کروں گا۔ مجھے آپ سے دلی محبت ہے۔ اب دل بہت چاہتا ہے کہ آپ نزدیک آجائیں۔ اللہ تعالیٰ اسباب پیدا کرے۔ باقی سب خیریت ہے۔

والسلام

خاکسار

مرزا غلام احمد عفی عنہ 04-نومبر 1898ء بروز جمعہ

......☆☆☆......

23۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مجی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کے متواتر عنایت نامے پہنچے۔ چونکہ میں دردسر اور اسہال وغیرہ عوارض سے بیمار رہا۔ اس لئے جواب نہیں لکھ سکا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے اور کامیاب فرمائے۔ کئی احباب کو کافی عرصہ قادیان میں ٹھہرنے کا موقعہ ملتا ہے مگر آپ کو بہت کم اتفاق ہوا ہے۔ بہتر ہو کہ کسی وقت آپ کو مہینہ ڈیڑھ مہینہ کے لئے قادیان میں رہنے کا اتفاق ہو۔ آپ کی فطرت میں بہت مادۂ سعادت ہے۔ پس اس سعادت کے ساتھ قرب کے فیوض سے بھی حصہ لینا چاہئے۔ امتحان پیش آمدہ میں خدا تعالیٰ آپ کو پاس کرے۔ آمین

لکھنؤ کے عمدہ تحفوں میں عطر ہوتا ہے اور مجھے بھی عطر کے ساتھ بہت محبت ہے اگر عطر کیوڑہ یا فتنہ یا کوئی اور عمدہ عطر ہو تو آپ بقدر ایک تولہ عنایت فرمائیں۔ زیادہ خیریت ہے اور دُعا آپ کے لئے

کر رہا ہوں۔خدا تعالیٰ قبول فرمائے۔

خاکسار

مرزا غلام احمد عفی عنہ 24-اکتوبر 1900ء

......☆☆☆......

24۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی رسولہ الکریم

مجی عزیزی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

پانچ روپے مرسلہ آپ کے مجھ کو پہنچے۔خدا تعالیٰ آپ کو جزائے خیر بخشے کہ آپ اپنے وعدہ کو محض للہ سنت صادقہ کے ساتھ پورا کر رہے ہیں۔اور اس قحط الرجال میں ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں کہ خدا تعالیٰ کے لئے مواعید کو پورا کرنے والے ہوں۔آج کل مخالفین کا زور حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے۔لاہور تو آج کل گویا آتش کدہ ہے۔ہر روز نئے نئے فتنہ پیدا ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔مجھے معلوم نہیں کہ رسالہ "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" آپ کے پاس پہنچا ہے یا نہیں۔اور رسالہ سراج منیر اور حجۃ اللہ اور استفتا اور چودھویں صدی کے اخبار کا جوابی اشتہار آپ کو پہنچا ہے یا نہیں۔ان میں سے اگر کوئی رسالہ یا اشتہار نہ پہنچا ہو تو مطلع فرماویں۔تا آپ کو بھیج دیا جاوے۔زیادہ خیریت ہے۔

والسلام

خاکسار

مرزا غلام احمد عفی عنہ 09-جولائی 1897ء

کیا آپ کی نینی تال کی بدلی ہوگئی ہے یا نہیں اگر ہوگئی ہے تو مفصل پتہ ارسال فرمائیں تا آئندہ اُس پتہ پر خط لکھوں۔بالفعل چکراتہ میں ہی یہ خط بھیجتا ہوں۔

......☆☆☆......

25۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محبی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عنایت نامہ مع مبلغ ساٹھ روپیہ بہ تفصیل مندرجہ پہنچے۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔ آمین

مقدمہ متدائرہ 24- فروری 1899ء کو خارج کیا گیا اور مجھ کو بری کیا گیا اور محمد حسین کو فہمائش کر کے رہا کیا گیا مگر بری نہیں ہوا۔ جانبین سے دونوٹسوں پر دستخط کرائے گئے کہ آئندہ کسی کی موت کی پیشگوئی نہ کریں اور ایک دوسرے فریق کو کافر اور کذاب اور دجال نہ کہے۔ قادیان کو چھوٹے قاف سے نہ لکھیں اور نہ بٹالہ کو طاء سے لکھیں۔ اور محمد حسین کو یہ بھی فہمائش ہوئی کہ وہ اپنے دوستوں کو گندی گالیاں اور فحش گوئی سے روکے۔ غرض اس طرح پر مقدمہ کا فیصلہ ہوگیا۔ اب میں انشاء اللہ القدیر آپ کے لئے دُعا کروں گا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس جگہ خیر وعافیت سے جلد لاوے۔ باقی سب طرح سے خیریت ہے۔

والسلام

خاکسار

مرزا غلام احمد عفی عنہ 03- مارچ 1899ء

......☆☆☆......

26۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

چونکہ مجھے ایک اشد ضرورت درپیش ہے۔ اس لئے بہمراہ چند اور مخلص دوستوں کے آپ کو بھی جو اوّل درجہ کے اخلاص اور محبت پر ہیں بوجہ ضرورت تکلیف دیتا ہوں کہ وہ پانچ روپیہ جو آپ ماہ بماہ مجھے دیتے رہتے ہیں وہ چار ماہ کے پیشگی کے حساب سے بیس روپیہ بھیج دیں اور آئندہ جب تک اس پیشگی روپیہ کی میعاد ختم نہ ہو کچھ نہ بھیجیں۔ ضرورت کی وجہ سے تکلیف دی جاتی ہے۔ جہاں تک ممکن ہو جلد ارسال فرماویں۔ اور کل سے میاں عبد الحکیم صاحب ڈاکٹر پٹیالہ ملنے کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ 30- مئی 1899ء تک میرے

پاس رہیں گے۔

والسلام

خاکسار

مرزا غلام احمد یکم مئی 1899ء

......☆☆☆......

27۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مجی عزیزی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کی ہمدردی نہایت قابل شکر گزاری ہے کہ آپ نے مقدمہ کا حال سن کر پچاس روپے ارسال فرمائے ہیں اور پہلے ان سے 40 روپے دیئے اور مبلغ 60 مدرسہ کے لئے پہنچ گئے۔ جزاکم اللہ خیراً۔ بوجہ شدید کم فرصتی زیادہ نہیں لکھ سکا۔ تاریخ پیشی 11- جنوری ہے بظاہر مقدمہ خطرناک ہے۔ خدا تعالیٰ حافظ ہو۔

والسلام

خاکسار

مرزا غلام احمد

......☆☆☆......

28۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مجی عزیزی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کوہ چکراتہ ضلع سہارنپور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

باعث تکلیف دہی یہ ہے کہ اس مہمان خانہ میں دن بدن بہت آمد و رفت مہمانوں کی ہوتی جاتی ہے۔ اور پانی کی دقت بہت رہتی ہے۔ ایک کنواں تو ہے مگر اس میں ہمارے بے دین شرکاء کی شراکت ہے وہ آئے دن فتنہ فساد برپا کرتے رہتے ہیں۔ اور نیز سقہ کا خرچ اس قدر پڑتا ہے کہ اس کی تین سال کی تنخواہ سے ایک کنواں لگ سکتا ہے لہذا ان دقتوں کے دُور کرنے کے لئے قرین مصلحت معلوم ہوا کہ ایک کنواں لگایا

جاوے۔آج فہرست چندہ مخلص دوستوں کی مرتب کی گئی جس میں آپ کا نام بھی داخل ہے۔اس چندہ سے یہ غرض نہیں ہے کہ کوئی دوست فوق الطاقت کچھ دیوے۔ بلکہ جیسا کہ کچھ چندوں میں دستور ہوتا ہے جو کچھ بطیّب خاطر میسر آوے وہ بلا توقف ارسال کرنا چاہئے۔اور اپنے پر فوق الطاقت بوجھ نہ ڈالنا چاہئے کہ اس خیال سے انسان بعض اوقات خود چندہ سے محروم رہ جاتا ہے۔یہ کام بہت جلد شروع ہونے والا ہے۔اور چاہ کی لاگت تخمیناً 190 ہوگی۔اگر خدا تعالیٰ چاہے گا۔تو اس قدر دوستوں کے تمام چندوں سے وصول ہو سکے گا۔

والسلام

خاکسار

غلام احمد دسمبر 1896ء

آپ ہمیشہ سے بکمال محبت وصدق دل اعانت اور امداد میں مشغول ہیں۔در چندہ دہندگان آپ کا نام لکھا گیا ہے گو آپ۔۔۔۔بطور چندہ دے دیں۔

غلام احمد بقلم خود

……☆☆☆……

29۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مجی عزیزی اخویم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عنایت نامہ ملا۔بدریافت خیر وعافیت خوشی ہوئی۔الحمدللہ علی ذالک۔میری یہ بیماری دراصل دل کی معلوم ہوتی ہے کہ یکدفعہ دوران خون کی حرکت کم ہو جاتی ہے۔اور نیز دل کی حرکت کم ہو جاتی ہے اور ٹھنڈا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ساتھ ہی ہاتھ پیروں کی طرح سو جاتے ہیں۔دماغ میں غشی لانے والی لہریں محسوس ہوتی ہیں۔میں خیال نہیں کرتا کہ یہ بیماری کافور کی وجہ سے ہے۔کیونکہ جس کافور کا میں استعمال کرتا ہوں اس میں عنبر ملا ہوا ہوتا ہے۔جو دل کا مقوی ہے اور ساتھ ہی جائفل بھی ہوتا ہے اور ساتھ ہی مشک بھی استعمال کرتا ہوں۔یہ تمام چیزیں مقوی دل ہیں بلکہ یہ بیماری عرصہ 30 برس سے لاحق ہے۔کمزوری اور ضعف کسی اور بیماری سے برپا ہو جاتی ہے۔چونکہ آج تک میں نے 25 روزے رکھے تھے۔بہت ہی کم غذا کھائی۔دس دن

میں شاید اس قدر غذا کھائی ہوگی جو تندرست انسان ایک دن میں یا حد دو دن میں کھا سکتا ہے۔اس لئے اس بیماری نے جلد سے جلد دورہ شروع کیا۔اب بھی یہی حالت ہے۔آج ناچار ہو کر 26 تاریخ رمضان کو میں نے روزہ نہیں رکھا ہے۔یوں گھبراہٹ کچھ بھی نہیں۔یہ حالت ہے۔اُمید کہ آپ اپنے حالات خیریت آیات سے جلد جلد مطلع فرماتے رہیں گے۔میری تو زندگی محض خدا کے فضل سے ہے۔میرے دونوں بدن کے حصے بیمار ہیں۔دن میں پندرہ پندرہ مرتبہ اور کبھی چالیس چالیس دفعہ پیشاب آتا ہے اور سخت ضعف ہو جاتا ہے۔یہ نیچے کے دھڑ کی حالت ہے۔اور اُوپر کے حصہ میں دل جو اشرف الاعضاء ہے بیمار ہے جیسا کہ اُوپر ذکر کیا گیا ہے۔میں محسوس کرتا ہوں کہ دو چادریں زرد رنگ کی ہیں جو مسیح موعود کی ذاتی نشانی ہے انہیں دو چادروں کی وجہ سے ضرور تھا کہ مسیح کا ہاتھ (دنیا میں اُترتے وقت) دو فرشتوں کے کندھوں پر ہوتا۔اب ہر دو بیماریوں میں محض خدا کا فضل علاج کرتا رہا ہے۔

والسلام

مرزا غلام احمد

......☆☆☆......

30۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مجبی عزیزی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آن محبّ کا عنایت نامہ پہنچا۔مع مبلغ پچاس روپیہ مجھ کو ملا۔جزاکم اللہ خیر الجزا۔چونکہ اس خط میں بخار آجانے کا ذکر تھا۔اس لئے طبیعت متردد ہے۔اُمید کہ دوسرے خط میں اپنے حالات خیریت آیات سے مطلع فرماویں گے۔اللہ تعالیٰ آپ کو بفضل خود خیر وعافیت سے اس جگہ سے مخلصی عنایت فرماوے۔آمین ثم آمین۔اس جگہ تادم تحریر ہر طرح سے خیریت ہے۔چار نئی کتابیں چھپ رہی ہیں۔یقین ہے کہ جلد تر چھپ جائیں گے نہایت خوشی کی بات ہے اگر مصر کی طرف سے واپسی کی اجازت آجائے۔بہر حال استقامت سے ہر ایک کام کرنا چاہئے۔اور خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔

بمبئی میں طاعون ترقی کر رہی ہے۔اور مدارس کے تین ضلعوں میں بھی شروع ہے۔دیکھئے اللہ تعالیٰ

کا کیا ارادہ ہے۔ ہندو جوتشی تو 1899ء میں اس کا خاتمہ بتاتے ہیں۔

والعلم کلهٔ عند الله

والسلام

خاکسار

مرزا غلام احمد عفی عنہ از قادیان 13-اکتوبر 1898ء

......☆☆☆......

31۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مجبی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مبلغ پچاس روپے مرسلہ آپ کے مجھ کو پہنچ گئے۔ ایسے نازک اور ضرورت کے وقت میں جبکہ بدطینت حاسدوں نے عدالت میں میرے پر مقدمہ اُٹھایا ہوا ہے۔ آپ کا متواتر امداد کرنا قابل شکرگزاری ہے۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔ اب مقدمہ کی تاریخ 14-فروری 1899ء ہے۔ غالباً اتوار کے دن عید ہوگی۔ اس صورت میں پیر کو بمقام پٹھان کوٹ مقدمہ پر جانا ہوگا۔ واللہ اعلم۔ اب میں نے عہد کرلیا ہے کہ کچھ عرصہ آپ کے لئے دُعا کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ دُوری مجبوری سے بخیر وعافیت رُستگاری عنایت فرماوے آمین ثم آمین۔ باقی سب سے طرح خیریت ہے۔

والسلام

خاکسار

مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور 21-جنوری 1899ء

......☆☆☆......

32۔ 30-اکتوبر 1899ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مبلغ پچاس روپے مرسلہ آپ کے پہنچ گئے۔ جزاکم اللہ خیرا۔ لیکن ابھی تک معلوم نہ ہوا کہ آپ کی عرضی پر کیا حکم آیا۔ اُمید کہ اپنے حالات خیریت آیات سے ہمیں مطلع فرمائیں گے۔ اگر آب وہوا موافق نہیں تو اللہ تعالیٰ فضل فرماوے کہ وہاں سے پنجاب میں تبدیلی ہوجاوے۔ امید کہ تادم ملاقات خیریت آیات سے مسرور الوقت فرماتے رہیں گے۔ زیادہ والسلام

خاکسار

مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

......☆☆☆......

33۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مجی عزیزی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج کی تاریخ مبلغ پچاس روپے مرسلہ آپ کے مجھ کو پہنچے۔ جزاکم اللہ خیرالجزا۔ اب بہت عرصہ گزر گیا۔ اللہ تعالیٰ جلدتر آپ کو اس ملک میں لاوے۔ میں دُعا میں مشغول ہوں۔ اُمید رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم اور کرم سے جلدتر دُعا منظور ہو جائے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ حالات خیریت آیات سے جلد جلد مطلع فرماتے رہیں۔ انشاء اللہ القدیر دُعا برابر اوقات خاصہ میں کرتا رہوں گا۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ قبول ہوگی۔ زیادہ خیریت ہے۔

والسلام

خاکسار

مرزا غلام احمد از قادیان 17-اپریل 1899ء

......☆☆☆......

34۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی

عزیزی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا کارڈ پہنچا۔ اب انشاء اللہ القدیر آپ کے لئے دُعا کروں گا۔ خدا تعالیٰ کسی مقام حب المراد میں آپ کی تبدیلی کر دیوے۔ آمین ثم آمین۔ اُمید کہ اپنے حالات خیریت آیات سے ہمیشہ آپ مطلع فرماتے رہیں گے۔ میں آپ سے دلی محبت رکھتا ہوں۔ اور خدا تعالیٰ سے چاہتا ہوں کہ اللہ جل شانہ دین ودنیا میں آپ کے ساتھ ہو۔ اور ہر ایک رنج وبلا سے بچاوے۔ آمین۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام

خاکسار

مرزا غلام احمد از قادیان

28-فروری 1899ء

......☆☆☆......

35۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی

محبی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مبلغ پانچ روپیہ آں محبّ مجھ کو پہنچ گئے۔ جزاکم اللہ خیر الجزا۔ اللہ جلشانہ اس محبت اور اخلاص کی جو محض للہ آپ سے ظہور میں آرہی ہے۔ دارین میں بہت بہت جزائیں بخشے۔ مجھے آپ سے دلی محبت ہے۔ اور میں خدا تعالیٰ سے اُمید رکھتا ہوں کہ آپ کو دن بدن اپنی محبت میں ترقیات عطا فرماوے۔ اور دین ودُنیا میں حافظ وناصر رہے۔ والسلام

خاکسار

غلام احمد

36۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی

مشفقی عزیزی محبی خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اب انشاء اللہ عنقریب آپ کی خدمت میں ست بچن وآریہ دھرم روانہ ہوگا۔ چونکہ بچوں کے لئے دستوں کے وقت کلوراواین کی ضرورت پڑتی ہے اور مجھے بعض وقت دست آتے ہیں تو مفید پڑتی ہے۔ لاہور سے منگوائی گئی تھی مگر خراب نکلی۔ اگر آپ کے پاس ولائتی ساخت کی یہ دوا موجود ہو تو ایک شیشی اس میں سے بھیج دیں۔ یہ وُہی دوا ہے جو آپ نے امرتسر کے مباحثہ میں خرید کردی تھی۔ جب مجھے دست آتے تھے۔ باقی اس جگہ بفضلہٖ تعالیٰ سب طرح سے خیریت ہے۔ بڑے دن پر شاید احباب آئیں گے۔

والسلام

خاکسار

غلام احمد از قادیان 23-دسمبر 95ء

......☆☆☆......

37۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میرے نزدیک تو مناسب ہے کہ کل تشریف لے جاویں۔ کل کے لئے تو اجازت ہے آج توقف فرماویں۔ لڑکا ایک دن کے لئے دہلی جائے گا۔

والسلام

خاکسار

مرزا غلام احمد عفی عنہ

(سیرت احمد از قدرت اللہ سنوری صفحہ 217 تا 229)

......☆☆☆......

38۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

31-اپریل 1908ء السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

الحمد للہ ہم بخیر وعافیت لاہور پہنچ گئے ہیں اور تا دم حال ہر طرح سے خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ آپ کی تحریر سے بڑا اطمینان ہوا۔ اور آپ کے اُوپر آنے سے بڑی تسلی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک آفت سے محفوظ رکھے۔ آمین! اور میری دلی خواہش ہے کہ آپ تکلیف اٹھا کر ایک دفعہ اخویم بابو شاہ دین صاحب کو دیکھ لیا کریں۔ اور مناسب تجویز کرتے رہیں۔ اور میں بھی ان کے لئے پانچ وقت دعا میں مشغول ہوں وہ بڑے مخلص ہیں۔ اُن کی طرف ضرور پوری توجہ کریں۔ اور ایک خط بلف خط ہذا اُن کی طرف بھی بھیجتا ہوں وہ پہنچا دیں۔ باقی خیریت ہے۔

والسلام

راقم مرزا غلام احمد از لاہور

......☆☆☆......

39۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا عنایت نامہ پہنچا جزاکم اللہ خیراً۔ بابو شاہ دین صاحب کے تعہد اور خبر گیری میں آپ کو بہت ثواب ہوگا میں بہت شرمندہ ہوں کہ اُن کے ایسے نازک وقت میں قادیان سے سخت مجبوری کے ساتھ مجھے آنا پڑا۔ اور جس خدمت کا ثواب حاصل کرنے کے لئے میں حریص تھا وہ آپ کو ملا۔ امید کہ ہر روز آپ خبر لیں گے اور دعا بھی کرتے رہیں۔ اور میں بھی دعا کرتا ہوں۔ میاں غلام محمد مع اپنی بیوی کے لاہور میں آئے ہیں۔ معلوم نہیں کہ اُن کے بعد اُس حصہ مکان میں جہاں وہ سوتے ہیں کسی دوسرے کے سلانے کے لئے کیا بندوبست ہوا۔ یہ آپ کے ذمہ ہے کہ آپ اُن کی جگہ کسی ایسے عیالدار اپنی جماعت کے آدمی کو سلائیں جو خیر خواہ اور ہمدرد ہو خواہ شیخ محمد نصیب کو سلا دیں اور اگر وہ نہ آسکیں تو اپنی جماعت کے خاص لوگوں میں سے کسی کو سلاویں۔ خواہ مرزا محمود بیگ کو سلاویں۔ بندوبست قابل تسلی ہونا چاہئے۔ باقی سب خیریت ہے چوتھے روز

ڈاکٹر بنی آتی ہے۔ دواشروع ہے اور شفاء اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ جلد تر شفا بخشے۔ آمین ثم آمین

والسلام

مرزا غلام احمد از لاہور 13- مئی 1908ء

(اخبار بدر جلد 7 نمبر 31، 12-اگست 1908ء)

ان آخری دو خطوط کا ذکر کرتے ہوئے مکرم خلیفہ صباح الدین احمد صاحب اپنے مضمون میں تحریر فرماتے ہیں

"الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے از راہ شفقت احسان اپنے اس جانثار اور فدائی خادم کو ڈیڑھ صد سے زائد خطوط تحریر فرمائے۔ ان خطوط کے انمول خزانے میں سے اکثر خاکسار کے پاس محفوظ ہیں۔ آخری خط جو حضرت اقدس نے تحریر فرمایا وہ 30-اپریل 1908ء کا ہے جو کہ حضور نے لاہور سے حضرت ڈاکٹر صاحب کو لکھا۔ (آپ ایک سال کی رخصت پر قادیان آئے ہوئے تھے) جس میں لاہور بخیریت پہنچنے کی اطلاع فرمائی اور بے شمار دعاؤں کے ساتھ مکرم بابو شاہ دین صاحب جو بیمار تھے کو دیکھنے کی تلقین فرمائی۔"

(ماہنامہ انصار اللہ ربوہ نومبر 1995ء صفحہ 21)

باب نمبر: 13

حضرت مسیح موعودؑ کے وصال پر خلافت کے قیام کے لئے مساعی

☆ خلافت کا قیام اور ابتدائی بیعت کرنے کی سعادت

☆ منکرین خلافت کے فتنہ میں ڈاکٹر صاحب کا کردار

☆ حضرت خلیفہ اوّل کی وفات پر خلافت سے وابستگی

☆ خلافت احمدیہ کے فدائی وشیدائی

☆ صداقت ہمیشہ غالب رہتی ہے۔(اشتہار)

☆ خلافت کی مضبوطی کی خاطر مزید کوششیں

☆ حضرت مصلح موعود سے عقیدت ومحبت

اپنے پیرومُرشد سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت ،عقیدت اور وفا اور اخلاص کی جو دولت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو ملی تھی ۔ جسے آپ نے حتی المقدور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اسکے پیارے حبیب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خاطر دل کھول کر خرچ کیا۔ اور قول "خدا کی خاطر خرچ سے اموال میں برکت ملتی ہے" کے مطابق اس دولت اور سرمایہ میں روز بروز ترقی ہوتی گئی اور حضرت مہدی علیہ السلام کے جانشینوں کی خاطر اسے لٹانے میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد پیشگوئیوں کے مطابق جب خلافت کا نظام جاری ہوا اور حضرت حکیم مولانا نور الدین صاحب پہلے خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ ابتدائی بیعت کرنے والوں میں شامل تھے۔ چنانچہ خواجہ کمال الدین صاحب سیکرٹری انجمن احمدیہ کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال اور حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب کے خلیفہ بننے کی جو اطلاع بیرونی جماعتوں کو تحریراً بھجوائی گئی ۔اس میں ممبران معتمدین کی بیعت کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ہے۔

"آپ (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجود قادیان واقربا حضرت مسیح موعود باجازت حضرت اماں جان کل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی اور جس کی تعداد اس وقت بارہ سوتھی والا مناقب حضرت حاجی الحرمین شریفین جناب حکیم الامت نور الدین صاحب (سلمہ) کو آپ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ۔ معتمدین میں ذیل کے اصحاب موجود تھے ۔مولانا حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب ،صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب ، جناب نواب محمد علی خان صاحب ،شیخ رحمت اللہ صاحب ، مولوی محمد علی صاحب ، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ،ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب وخلیفہ رشید الدین وخاکسار

(خواجہ کمال الدین)

(بدر 02- جون 1908ء جلد 7 نمبر 22 سرورق)

اور اس وقت جو بیعت کے الفاظ ترتیب دے کر بیعت لی گئی تھی اور اس کے نیچے موجود احباب جن

کی تعداد 1200 کے قریب تھی نے دستخط کئے تھے۔اس میں حضرت ڈاکٹر صاحب کے دستخط بھی رقم ہیں۔
(حیاۃ طیبہ از شیخ عبدالقادر سابق سوداگرمل صفحہ 359)

منکرین خلافت کا فتنہ اور حضرت ڈاکٹر صاحب کا کردار:

حتی کہ خلافت کے مخالفین نے جب فتنہ کھڑا کرنے کی کوشش کی اور پیدا کردہ اعتراضات وشبہات کا جواب دینے کے لئے رسائل اخبارات میں اداریے ومضامین لکھے گئے اور بعض بزرگوں کی طرف سے کتب اور رسالے بھی شائع ہوئے تو اس میں حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے بھی قیمتی مضامین لکھے۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 206)

اس فتنہ اور ابتلاء میں گوڈاکٹر صاحب موصوف کے اس گروپ کے ساتھ بہت قریبی تعلقات تھے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو استقامت دکھلانے کی توفیق دی۔

چنانچہ لکھا ہے کہ

"حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم اس وقت ان لوگوں سے خاص تعلق رکھتے تھے اور مولوی محمد علی صاحب کو جماعت کا ایک بہت بڑا استون سمجھتے تھے۔ایک دفعہ حضرت خلیفہ اول کے پاس اس قدر گھبرائے ہوئے آئے کہ گویا آسمان ٹوٹ پڑا ہے اور آتے ہی سخت گھبراہٹ کی حالت میں حضرت خلیفہ اوّل (اللہ آپ سے راضی ہو) سے کہا کہ بڑی خطرناک بات ہوگئی ہے آپ جلدی کوئی فکر کریں۔حضرت خلیفہ اوّل (اللہ آپ سے راضی ہو)نے فرمایا۔کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا مولوی محمد علی صاحب کہہ رہے ہیں کہ میری یہاں سخت ہتک ہوئی ہے۔میں اب قادیان نہیں رہ سکتا۔آپ جلدی سے کسی طرح ان کو منوالیں ایسا نہ ہو کہ وہ قادیان سے چلے جائیں۔حضرت خلیفہ اول نے فرمایا۔ڈاکٹر صاحب میری طرف سے مولوی محمد علی صاحب کو جاکر کہہ دیں کہ اگر انہوں نے کل جانا ہے تو آج ہی قادیان سے تشریف لے جائیں۔ڈاکٹر صاحب جو سمجھتے تھے کہ مولوی محمد علی صاحب کے جانے سے نہ معلوم کیا ہوجائے گا آسمان ہل جائے گا یا زمین لرز جائے گی۔

انہوں نے جب یہ جواب سنا تو ان کے ہوش اڑ گئے اور انہوں نے کہا میرے نزدیک تو پھر بہت بڑا فتنہ ہوگا۔ حضرت خلیفہ اول نے فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب! میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا۔ اگر فتنہ ہوگا تو میرے لئے ہوگا۔ آپ کیوں گھبراتے ہیں آپ انہیں کہہ دیں کہ وہ قادیان سے جانا چاہتے ہیں تو کل کی بجائے آج ہی چلے جائیں۔"

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 263-264)

حضرت ڈاکٹر صاحب کا ایمان اور خلافت سے آپ کی وابستگی میں اس واقعہ سے بہت اضافہ ہوا۔ اور بعد میں آنے والے حالات میں اس فتنہ میں مثبت کردار ادا کرنے کی توفیق ملی۔

چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ سے راضی ہو) کی پہلی بیماری اور بعد میں مرض الموت میں جب اس فتنہ نے دوبارہ سر اُٹھایا تو حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف خلافت کے ایک مضبوط سپاہی کے طور پر سامنے آئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی وفات اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیعت اور خلافت سے وابستگی:

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی وفات پر 14-مارچ 1914ء کو ضرورت خلیفہ پر ایک خاص اجلاس حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے مکان پر منعقد ہوا۔ جس میں صدر انجمن کے ممبران بشمول حضرت ڈاکٹر صاحب موجود تھے (الحکم 21-مارچ 1914ء) بعد ازاں اطلاع کا اعلان اخبار الفضل اور الحکم میں شائع ہوا وہ پون صد کے قریب اعلان کنندگان کی طرف سے تھا۔ جن میں حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب بھی شامل تھے۔ اعلان یہ تھا جو 15-مارچ 1914ء کو جاری ہوا۔

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح نور الدین (اللہ آپ سے راضی ہو) بقضائے الٰہی 13-مارچ 1914ء کو

بعد از نماز جمعہ اس جہان فانی سے دار جاودانی کو رحلت فرما گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون . اللھم الحقہ بالرفیق الاعلیٰ. آپ کے بعد 14-مارچ 1914ء کو بعد نماز عصر بیت نور میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ وایدہ خلیفہ قرار پائے اور اسی وقت قریباً دو ہزار آدمیوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور حضور ممدوح نے ایک مختصر تقریر اور دعا کے بعد ہائی سکول کے شمالی جانب میدان میں نماز جنازہ پڑھائی اور قبل از نماز مغرب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار مبارک کے دائیں جانب حضرت مغفور قرار گزیں ہوئے۔ اللھم اکرم نزلہ ووسع مدخلہ جو احباب اس موقعہ پر حاضر نہ ہو سکے ہوں وہ بہت جلد حضرت خلیفۃ المہدی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد سلمہ اللہ تعالیٰ وایدہ کے ہاتھ پر بیعت سے مشرف ہوں۔ الفاظ بیعت اور حضور ممدوح کی تقریر اوّل بذریعہ اخبارات شائع کئے جائیں گے۔ حضرت اماں جان واہل بیت خلیفۃ المسیح نے بیعت کر لی ہے۔

(الفضل 18-مارچ 1914ء والحکم 21-مارچ 1914ء)

اس اعلان سے حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب کی خلافت سے وابستگی ظاہر و باہر ہے۔ حضرت خلیفہ اوّل کے وصال پر منکرین خلافت زور پکڑ گئے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ خلافت بطور انجمن کے ہو نہ کہ خلیفہ کی صورت میں اور بہت سے سرکردہ اصحاب الگ ہو کر لاہور چلے گئے تھے۔ مگر حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب نے باوجود اس کے کہ منکرین خلافت سے بہت قریبی مناسبت تھی اس موقعہ پر بھی استقامت دکھلائی اور انجمن کے ممبران کا معتدبہ حصہ خلافت کا منکر ہو چکنے کے باوجود آپ اُن ممبران میں سے تھے جو خلافت کے حق میں تھے۔ اخبار الفضل نے اس موقعہ پر "موافق ممبران اور مخالف ممبران" کے ذیلی عنوان سے ممبران کے نام شائع کئے۔ جس میں حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کا نام موافق ممبران کی فہرست میں پانچویں نمبر پر درج ہے۔ اور یہ تحریک کی گئی ہے کہ ممبران کی اکثریت خلافت کے حق میں ہے لہذا ان کی اقتداء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیعت کر لی جائے۔

(الفضل 18-اپریل 1914ء وتاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 124)

مصنف "لاہور تاریخ احمدیت" لاہور سے تعلق رکھنے والے احباب کی خدمات کا ذکر یوں کرتے ہیں۔ اس سے حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب کی استقامت اور ثابت قدمی کا پتہ چلتا ہے۔

آپ لکھتے ہیں کہ

" پھر جب حضورؑ نے فروری 1906ء میں صدر انجمن احمدیہ کے لئے مجلس معتمدین کے رکن نامزد فرمائے تو ان میں لاہور کے مندرجہ ذیل احباب بھی شامل تھے۔ جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے، جناب خواجہ کمال الدین صاحب قانونی مشیر، جناب شیخ رحمت اللہ صاحب، جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب، جناب سید محمد حسین شاہ صاحب۔

مگر افسوس ہے کہ ان احباب میں سے حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب کے علاوہ باقی سب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل (اللہ آپ سے راضی ہو) کی وفات پر مرکز احمدیت کو ہمیشہ ہمیش کے لئے خیر باد کہہ کر لاہور میں آ گئے اور احمدیہ بلڈنگس میں "انجمن اشاعت اسلام" کے ممبر بن کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (نور اللہ مرقدہٗ) کے خلاف مخالفانہ پراپیگنڈہ کرنا اپنا ایشو بنالیا اور "عداوت محمود" میں اس حد تک ترقی کی کہ گویا ان کے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب ہی "عداوت محمود" بن کر رہ گیا۔"

(لاہور تاریخ احمدیت صفحہ 56)

بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل (اللہ آپ سے راضی ہو) کی وفات سے قبل جب مولوی محمد علی صاحب نے ممبران معتمدین سے چھپا کر "ایک ضروری اعلان" کے عنوان سے ایک رسالہ شائع کر کے دُور دُور کی جماعتوں کو بھجوایا تو ایک کاپی سید محمد احسن صاحب کو بھی ملی۔ آپ نے قادیان پہنچ کر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل (اللہ آپ سے راضی ہو) کے جنازہ تدفین کے موقعہ پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی بیعت کر کے پیغام حق کے نام پر ایک دوورقہ شائع کیا جو اخبار الحکم 21-مارچ 1914ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔ جس میں آپ نے تمام احباب جماعت کو ان واقعات سے آگاہ کر کے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ کی بیعت کرنے کی تلقین فرمائی۔ اس دوورقہ کے نیچے چار ممبران صدر انجمن احمدیہ نے یہ لکھ کر دستخط کئے ہیں کہ اس دوورقہ میں مندرج واقعات درست ہیں ان میں سے ایک حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب ہیں۔

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ممبران صدر انجمن احمدیہ نے "صداقت ہمیشہ غالب رہتی ہے" کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا۔ جو من وعن یہاں اس غرض سے دیا جا رہا ہے کہ ان ممبران میں سے ایک ممبر

حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف تھے اور دوم یہ کہ آپ کی خلافت سے محبت اور وابستگی عیاں ہو۔

خلافت احمدیہ کے فدائی وشیدائی

حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب کا1913ءمیں ایک حقیقت افروز مکتوب

(یہ تحریر استاذی المحترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب نے ازراہ شفقت عنایت فرمائی)

نومبر1913ء میں اخبار "پیغام صلح" کی جمہوریت پرست پارٹی نے خفیہ طور پر "اظہار الحق" کے نام سے دو بدنام زمانہ ٹریکٹ شائع کئے جن میں کھلم کھلا خلافت احمدیہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا گیا تھا ان گمنام ٹریکٹوں میں خلیفۃ المسیح الاوّل حضرت حافظ مولانا نور الدین بھیروی جیسی برگزیدہ شخصیت پر نہایت سنگین اور شرمناک الزامات لگائے گئے۔ٹریکٹوں پر لاقانونیت کے حامیوں (ANARCHISTS) کی طرح نہ پریس کا نام تھا نہ لکھنے والے کا۔ بلکہ اس کی بجائے "داعی الی الوصیت" کے الفاظ درج کئے گئے۔ٹریکٹ اخبار "پیغام صلح" کی مطبوعہ چٹوں پر ارسال کیا گیا۔اس اندرونی فتنہ کو بے نقاب کرنے کے لئے انجمن انصاراللہ قادیان نے 23- نومبر 1913ء کو "خلافت احمدیہ اور اظہار حقیقت" کے نام سے دو معرکہ آراء رسائل شائع کئے جن پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے خود نظر ثانی فرمائی اور مسودہ میں اپنے قلم مبارک سے یہ فقرہ بھی ایک جگہ زائد فرما دیا کہ

"ہزار ملامت پیغام پر جس نے اپنی چٹھی کو شائع کر کے ہمیں پیغام جنگ دیا اور نفاق کا بھانڈا پھوڑ دیا۔"

(آئینہ صداقت مولفہ حضرت مصلح موعود طبع اوّل صفحہ 167-168 انوار العلوم جلد 6 صفحہ 227)

رسالہ "خلافت احمدیہ" کے منظر عام پر آتے ہی حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے 16-نومبر 1913ء کو سیکرٹری صاحب انجمن انصاراللہ کے نام ایک حقیقت افروز اور روح پرور مکتوب سپرد قلم فرمایا جو آپ کے خلافت احمدیہ سے عشق وفدائیت کے ان جذبات کی پوری طرح عکاسی کرتا ہے جو پوری عمر آپ کے قلب مبارک میں بحر مواج کی طرح موجزن رہے۔

ذیل میں اس غیر مطبوعہ مکتوب کا عکس ہدیہ قارئین کرتا ہوں اصل مکتوب شعبہ تاریخ احمدیت کے ریکارڈ میں محفوظ ہے۔

والسلام

دوست محمد شاہد

29- مئی 2006ء مطابق 29-ہجرت 1385 ھش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بخدمت شریف جناب سیکرٹری انجمن انصاراللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سوالات کے جوابات دینے سے پہلے میں بفوائے من لم یشکر الناس (الفاظ پڑھے نہیں جا سکے) کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے وہ کام اپنے ذمہ لیا جو نہ صرف احمدیوں کا بلکہ کل مسلمانوں کا فرض تھا۔ کہ اس کو ادا کریں۔ٹریکٹوں میں نہ صرف میرے پیارے امام ومطاع حضرت مسیح موعود مہدی معہود فداہ ابی وامی اور اس کے مقدس جانشین اور اس کے سب پیاروں کی توہین کی گئی ہے اور ان پر افتراء کئے گئے ہیں۔ بلکہ کل انبیاء ورسل کی اور ان کے خلفاء کی اور سب سے زیادہ ہمارے سرکار حضرت افضل الرسل وخاتم النبین صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ان کے خلفاء راشدین کی کی گئی ہے سو یہ کام

ایک اہم فرض تھا۔ جو انجمن انصار اللہ نے ادا کیا اور باقی مسلمانوں کی گردن پر ابھی فرض باقی ہے ہاں اگر وہ انجمن انصار اللہ کے انصار بن جاویں تو سبکدوش ہو سکتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ ان کو توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

سب سوالات کا مختصر جواب تو یہ ہے کہ میں خلافت احمدیہ کے سارے مضامین سے متفق ہوں۔ مفصل جواب ذیل میں درج ہیں۔

سوال اول کا جواب: الحمد للہ کہ میں اب تک متفق ہوں کہ حضرت مولوی صاحب کی خلافت صحیح اور بموجب منشاء الٰہی ہے۔ خداوند تعالیٰ مجھے اس پر قائم رکھے۔ آمین۔ **ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا وھب لنامن لدنک رحمةً انک انت الوھاب**

سوال دوم کا جواب: ہر گز نہیں صرف ان کاموں میں جو انجمن کے سپرد حضرت اقدس نے الوصیت میں کئے ان کاموں کا (الفاظ پڑھے نہیں جا سکے) فیصلہ کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ اُن میں دنیاداری یعنی پولٹیکل خیالات (الفاظ پڑھے نہیں جا سکے) جتنی وضاحت حضرت اقدس نے کر دی ہے اور بشرطیکہ ان میں دو عالم فاضل شریک ہوتے رہیں والا ان کے فیصلے ہی نا قابل تعمیل ہو جاتے ہیں۔ **اذافات الشرط فات المشروط** ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہر صورت میں حاکم اعلیٰ حضرت اقدس ہی تھے اور پھر حضور کے وصال کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح ہی انجمن کا اور پھر احمدیوں کا اولی الامر ہیں اور دوسرا شخص ہر گز نہیں۔ نہ انجمن نہ کوئی اور۔

۳۔ میرا یہ خیال نہیں ہے کہ جماعت احمدیہ میں دو یا زیادہ خلیفے ایک ہی وقت میں ہو سکتے ہیں۔ الوصیت میں صرف ایک خلیفہ ہی مراد ہے۔ چالیس آدمی کے اتفاق سے میں نے یہ مطلب سمجھا ہے کہ جماعت کے صلحا واتقیا یعنی مسئلہ خلافت کے **الذین یستنبطونہ منھم** اور کل جماعت کے ریپریزینٹیو Representative افراد کا ایک قابل نمونہ متقی احمدی پر اتفاق ہو جاویں تو وہ خلیفۃ المسیح ہو گا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہ ایک عظیم الشان پیشگوئی حضرت اقدس کی تھی اس سے مراد یہ نہیں ہو سکتی

کہ جماعت میں تفرقہ ہوجائے گا۔ اور شہر شہر اور دہ دہ میں ایک ایک خلیفہ مقرر ہوجائے گا جہاں چالیس آدمی (الفاظ نہیں پڑھے جاسکے) فاجر وفاسق بھی ہوتے ہیں ایک شخص پر متفق ہوجاویں تو خلیفہ اس کو بنالیں نعوذ باللہ۔ کیا ایسی باتوں سے کوئی جماعت قائم رہ سکتی ہے اور ان کے وہم میں یہی آتا ہے کہ ایسا خیال حضرت اقدس کے دل میں ہوگا۔ استغفر اللہ۔ اور آج کل ڈاک تار ریل وغیرہ کی آسانیوں سے مختلف مکانات میں بیعت لینے والوں کی یہی ضرورت اُٹھ گئی ہے۔ خط یا تار کے ذریعہ بیعت ہوسکتی ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود اس سنت کو خود قائم کر گئے ہیں۔ چنانچہ وہ خط کے ذریعہ بیعت لیا کرتے تھے اور دور مقامات میں اپنا خلیفہ مقرر نہ کیا تھا۔

۴۔ جیسا کہ اوپر بیان کر آیا ہوں۔ حضرت مولانا ومرشدنا حاجی حکیم نور الدین صاحب کی خلافت الوصیت کے اور منشاء اقوال وتحریرات حضرت اقدس اور منشاء الٰہی کے بالکل مطابق یقین کرتا ہوں۔

۵۔ جب فرداً فرداً ہر ایک ممبر انجمن کی اطاعت خلیفہ کی لازم پڑی ہوئی ہے تو بحالت مجموعی بدرجہ اولیٰ ہے ضروری اور فرض ہے۔ اور میری تو یہ رائے ہے کہ کوئی فیصلہ انجمن کا قابل تعمیل نہیں جس پر حضرت خلیفۃ المسیح نے منظوری کا دستخط نہ کیا ہو۔ اس کے متعلق میں پہلے بھی مفصل خط لکھا چکا ہوں۔ کہ مجلس اپنے فیصلہ جات کو منظوری کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح کے سامنے (الفاظ پڑھے نہیں جاسکے) منظور فرمالیا کریں ان پر وہ خود بھی کاربند ہوں۔ اور دوسروں کو بھی (الفاظ پڑھے نہیں جاسکے) نامنظور فرماویں۔ ان کو انشراح صدر سے چھوڑ دیوے۔ **فلاوربک لایومنون حتی یحکموک فی ماشجر بینھم** کے معنے میں یہی سمجھتا ہوں۔

۶۔ اطاعت بحیثیت خلیفہ مقرر ہونے کے ہے نہ ایک بزرگ اور پاک انسان ہونے کے۔

۷۔ یہ محض خلاف واقعہ ہے کہ حضرت مولوی صاحب سے دب کر انجمن یا کوئی اور ان کا مطیع ہے کیا حضرت مولوی صاحب کے پاس کوئی فوج یا پولیس ہے اور جیل خانہ ہے وہ تو محبت کے دریا ہیں حضرت اقدس مسیح موعود کی محبت اور ان کے اقوال کی اطاعت کے سبب ہم سب لوگ

حضرت مولوی صاحب کے مطیع ہیں۔

۸۔ بیعت حضرت مولوی صاحب کی علی وجہ البصیرہ ہوئی تھی۔ گھبراہٹ ہرگز نہ تھی۔ بندہ اس وقت بھی خاکسار موجود تھا۔ حضرت مولوی صاحب نے اجازت دے دی تھی کہ خوب سوچ لو پھر یہ بھی فرمایا تھا (الفاظ پڑھے نہیں جا سکے) جس کی بیعت ممکن ہے انشراح صدر سے ان کی بیعت میں خود ہی کر لیتا ہوں۔

۹۔ تم ہی کر لو جب سب نے اصرار کیا کہ حضور ہی بیعت لیں تو انہوں نے منظور فرمایا۔

۱۰۔ حضرت مولوی صاحب کی خواہش یا تمناء ہرگز نہ تھی کہ میں خلیفہ بنوں اور نہ انہوں نے اس کے واسطے کوئی زور دیا یا دکھایا۔

۱۱۔ اس شخص پلید منافق شریر اور ملحد نے یعنی مصنف ٹریکٹ نے جو افتراء کئے ہیں وہ سب غلط ہیں۔

۱۲۔ ثبوت اس کے ذمہ ہے۔ حضرت مولوی صاحب کی خلافت جس کو خداوند تعالیٰ بہت دیر تک قائم رکھے اور حاسدوں، منافقوں سے اپنے حفظ وامان میں رکھے جو آرام جماعت نے پایا اور جو علم قرآن وحدیث جماعت میں پھیلا اور باوجود ایذا ملنے کے حضرت نے جس قدر استقلال اور بردباری سے کام لیا اس کی مثال خلفاء انبیاء میں شاید کم ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین . والسلام

خاکسار

خلیفہ رشید الدین

26-نومبر 1913ء

(نوٹ: اس غیر مطبوعہ دستاویز کا عکس کتاب کے اخیر میں ملاحظہ فرمائیں)

"صداقت ہمیشہ غالب رہتی ہے"

کچھ تو خوف خدا کرو لوگو کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ

ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ دنوں سے متواتر اخبارات، اشتہاروں اور لیکچروں کے ذریعہ خلافت کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا جارہا ہے اور واقعات کو ایسے گھناؤنے اور مکروہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے کہ جس سے لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا ہو۔ لوگوں کو بتایا گیا ہے کہ خلیفہ تقویٰ کی راہ سے دور ہے اور متقی نہیں ہے اور مدت سے خلافت کی خواہش تھی۔ انصار اللہ کی سازش سے وہ خلیفہ بنائے گئے ہیں اور صدر انجمن احمدیہ کے ممبروں کے مشورہ کے بغیر یہ کام ہوا ہے وہ جماعت کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت صاحب کے جاری کردہ کاموں کو روکنا چاہتے ہیں لوگوں کو کافر کہتے ہیں صدر انجمن کو توڑنا چاہتے ہیں اور حضرت صاحب کے پرانے مخلصوں کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں اور اسی قسم کے اور بہت سے اعتراض ہیں جو کئے جاتے ہیں گو ہمیں ان بے دلیل باتوں کے جواب دینے کی ضرورت نہیں تھی لیکن جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک قلیل حصہ جماعت کا اس فریب میں آگیا ہے تو مجبوراً ہمیں ان باتوں کے متعلق کچھ لکھنا پڑا ہے اور چونکہ ہماری نیت نیک ہے اس لئے اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے اس اشتہار کو بہتوں کی ہدایت کا ذریعہ بنا دے گا۔

اوّل تو ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان واقعات کے پھیلانے کی وجہ سوائے اس کے کوئی نہیں کہ جماعت کو بھڑکا جائے ورنہ خلافت کا ان اُمور سے کچھ تعلق نہیں جبکہ چھ سال تک حضرت خلیفۃ المسیح اپنے لیکچروں، درسوں اور خطبوں میں اس بات پر زور دیتے رہے ہیں کہ خلیفہ خدا بناتا ہے تو آج ان سوالات کا اُٹھانا کس طرح جائز ہوسکتا ہے۔ جسے خدا تعالیٰ نے خلیفہ بنایا ہے اس پر اعتراضات کس طرح دُرست ہوسکتے ہیں اور اگر اس وقت کے خلیفہ کو خدا نے نہیں بنایا۔ تو حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، اور علی رضی اللہ عنہم کو بھی خدا نے نہیں بنایا پھر سب کا انکار کر دو۔ اور انہیں جھٹلا دو۔

باقی رہا سوال متقی اور غیر متقی کا۔ سو اگر اختلاف خیالات کی وجہ سے اتقاء پر حرف آتا ہے تو دنیا میں کون ہے جو متقی ہوسکتا ہے۔ زید لکھتا ہے کہ چونکہ ان کا عقیدہ ایسا اور ایسا ہے اس لئے وہ متقی کیونکر ہوسکتے ہیں مگر جو بکر کے ہم خیال ہیں ان کے نزدیک زید اور اس کے ہم خیال متقی نہیں ہوسکتے۔ تو متقی دنیا میں کوئی

ہوا ہی نہ۔

انصار اللہ کے منصوبوں سے خلافت کا جو بیان ہے۔ اس کی شہادت ان دو ہزار آدمیوں سے لی جائے جو اس وقت قادیان میں موجود تھے۔ انصار اللہ کی جماعت تو ہے ہی ایک سو بارہ کے قریب۔ وہ دو ہزار شکلیں کیونکر اختیار کر سکتی تھی۔ پھر اس وقت تک جو بیعت کے خطوط آ رہے ہیں ان میں ایک ہزار سے زیادہ ایسے آدمی ہیں جنہوں نے بغیر کسی اطلاع کے حضرت میاں صاحب کو بیعت کا خط لکھا ہے کیا وہ بھی انصار اللہ کا منصوبہ ہے۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ حضرت صاحب نے اپنے ایک بیٹے کی نسبت فضل عمر کا الہام لکھا ہے یعنی وہ دوسرا خلیفہ ہوگا کیونکہ حضرت عمرؓ دوسرے ہی خلیفہ تھے تو کیا حضرت مسیح موعود بھی انصار اللہ کے اس منصوبہ میں شامل تھے۔ علاوہ ازیں اس وقت تک سینکڑوں آدمی خوابوں کے ذریعہ بیعت کر چکے ہیں کیا وہ بھی سب اس منصوبہ میں شامل ہیں یا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بھی اس منصوبہ میں شامل ہیں اگر یہ سب اس منصوبہ میں شامل ہیں تو ہمیں یہ منصوبہ شوریٰ سے لاکھ درجہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔ ڈھائی ہزار آدمیوں میں سے ڈیڑھ دوسو آدمیوں سے زائد نہیں تھے جنہوں نے بیعت نہیں کی پھر کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ شوریٰ نہ تھا وہ آدمی تو بتاؤ جس کے ہاتھ پر سب جماعت بغیر ایک شخص کے اختلاف کے بیعت کرنے پر تیار تھی یا ہے۔ ہم آخر میں ایسے معترضین سے یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ بات کہ انصار اللہ کے منصوبہ سے یہ کام ہوا ہے درست ہے تو ایسے کئی انصار اللہ ہیں جنہوں نے اس وقت تک بیعت نہیں کی اُن سے حلفیہ شہادت دلواؤ کہ آیا کبھی انہیں یہ تحریک کی گئی ہے پھر دیکھو کہ خدا کیا فیصلہ کرتا ہے۔

خلافت کی خواہش اگر صاحبزادہ صاحب کے دل میں تھی تو اس کا علم ان لوگوں کو ہوگا جو علم غیب کا دعویٰ کرتے ہیں۔ صاحبزادہ صاحب نے قسم کھا کر انکار کیا ہے کہ اگر وہ لوگ جو اس قسم کے اعتراض کرتے ہیں سامنے آ کر لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے ساتھ مؤکد قسم کھا جائیں کہ صاحبزادہ صاحب کو یہ خواہش تھی پھر خدا تعالیٰ خود حق و باطل میں فرق کر دے گا۔ انشاء اللہ اور اگر انہیں یہ جرأت نہیں تو خدا سے ڈریں اور اپنے ایمان کی خبر لیں۔

یہ جو مشہور کیا جاتا ہے کہ صدر انجمن کے مشورہ کے خلاف یہ فیصلہ ہوا یہ بھی ایک دھوکہ ہی ہے کیونکہ حضرت صاحب نے کہیں نہیں لکھا کہ خلیفہ صدر انجمن کے مشورہ سے ہوا کرے۔ اگر کوئی ایسی تحریر ہے تو پیش

کرو۔خلیفہ تو حاضر الوقت لوگوں کے مشورہ سے ہوتا ہے اور ان میں سے ایک کثیر حصہ نے سوائے ڈیڑھ سو آدمیوں کے خلیفہ کی بیعت کر لی اور ایسے جوش سے کی کہ وہ نظارہ دیکھنے والے ان غلط بیانیوں کے مرتکبین کے بیانات پر سخت حیران ہیں۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ صدر انجمن سے لاہور کے چند ممبر اور مولوی محمد علی صاحب مراد نہیں بلکہ صدر انجمن احمدیہ میں ان کے علاوہ اور بھی ممبر ہیں لیکن بعض ممبران کی استبدادیت تو اسی سے ظاہر ہے کہ یہ اپنے آپ کو ہی ممبر قرار دیتے ہیں اور جس کام میں انہیں خلاف ہوا اُسے صدر انجمن کے مشورہ کے خلاف کہا جاتا ہے۔صدر انجمن میں اس وقت پندرہ ممبر ہیں جن میں سے حضرت خلیفۃ المسیح کی وفات کے وقت قادیان میں گیارہ موجود تھے۔اتنا بڑا اجتماع اس سے پہلے بہت کم ہوا ہے ان گیارہ ممبروں کا ایک اجلاس ہوا تھا جن میں سے پانچ ممبر تو اس بات پر مصر تھے کہ خلیفہ کوئی نہ ہو اگر ہو تو اس کی بیعت سب پر واجب نہ ہو۔اور وہ انجمن پر حاکم نہ ہو (اس خیال سے احباب اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان ممبران کا ایمان حضرت خلیفۃ المسیح کے زمانہ میں کیا تھا اور یہ آپ کے ساتھ جس قدر اخلاص ظاہر کرتے تھے اس میں کہاں تک سچائی تھی) چھ ممبر خلیفہ کے مؤید تھے اور وہ ایسے ہی خلیفہ کے قائل تھے جیسے کہ حضرت خلیفہ اوّل کے تھے۔چنانچہ آخر میں ان منکرین خلاف سے کہہ دیا گیا تھا کہ جبکہ ہم ایک خلیفہ کا ہونا ضروری سمجھتے ہیں اور یہ ہمارا مذہبی عقیدہ ہے اس لئے ہم زیادہ گفتگو کرنی نہیں چاہتے۔اور ہم اس کا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔چنانچہ عام مجلس میں سوال ہوا اور سب نے (سوائے ایک نہایت قلیل جماعت کے) ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔پس یہ کہنا کہ انجمن سے نہیں پوچھا گیا انجمن سے نہیں پوچھا گیا کہاں تک درست ہوسکتا ہے کیا وہ دوسرے ممبر انجمن میں داخل نہیں ہیں یا چند خاص ممبروں نے انجمن کو خرید ا ہوا ہے جبکہ موجودہ ممبران کی کثرت اسی طرف تھی کہ ایک خلیفہ ایسا ہونا چاہئے جو انہیں اختیارات کے ساتھ ہو جو حضرت خلیفہ اوّل کے تھے تو پھر یہ اعتراض کہاں تک درست ہوسکتا ہے۔غیر حاضر ممبروں میں سے سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹی کی تحریر ہمارے پاس موجود ہے جس میں انہوں نے مانا ہے کہ خلیفہ انجمن کا مطاع ہوگا۔اور اس کی اطاعت انجمن پر اسی طرح واجب ہوگی جس طرح حضرت خلیفہ اوّل کی تھی۔اور ہم اس نیک انسان کی نسبت کبھی یہ خیال نہیں کر سکتے کہ اُس نے محض نفاق سے حضرت خلیفہ اوّل کو خوش کرنے کے لئے یہ بیان دیا تھا۔پس چار میں سے ایک اور بھی اس کثرت میں شامل

ہو گیا۔ اور ایک نے بیعت بھی کر لی ہے اور چھ حاضر الوقت ممبروں کے ساتھ ان دونوں کو ملا کر آٹھ ممبر ہوتے ہیں جو خلافت کے مؤیّد تھے اور صرف چھ مخالف تھے کیونکہ ساتویں سیٹھ عبدالرحمان صاحب مدارس ہیں جن کی رائے کا کچھ علم نہیں۔ اور اگر ان کی رائے کثرت کے خلاف بھی ہو تب بھی سات خلاف اور آٹھ موافق بنتے ہیں جن میں پریذیڈنٹ بھی شامل ہے۔ اب بتاؤ کہ یہ کہنا کہ صدر انجمن احمدیہ کا مشورہ فیصلہ کے خلاف ہے کہاں تک درست ہے۔ ہاں جس طرح بعض ممبران صدر انجمن کو اپنی ذاتی ملکیت خیال کرتے ہیں اس کے لحاظ سے بیشک خلاف ہوسکتا ہے ورنہ نہیں اور اصل جواب تو یہی ہے کہ صدر انجمن کو خلیفہ کے انتخاب کا اختیار حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیا ہی نہیں۔

باقی رہا یہ سوال کہ لوگوں نے کسی خاص ممبر کی بات کیوں نہیں سنی۔ سو چونکہ وہ ممبر پہلے ہی سے اپنے خیالات کا اظہار ٹریکٹ میں کر چکے تھے کہ میں کسی خلیفہ کو جو جماعت کا مطاع ہو اور جس کی بیعت ضروری ہو نہیں مان سکتا تو وہ لوگ جو انتخاب خلیفہ کے لئے جمع ہوئے تھے۔ ان کے خیالات کو کب سن سکتے تھے۔ اور اگر جماعت کسی کی بات کو نہ سننا چاہئے تو کون اسے مجبور کر سکتا تھا کہ ضرور سُنے۔ خصوصاً جبکہ وہ تقریر اس وقت نہایت فتنہ انگیز ہوسکتی تھی اور ابھی کوئی خلیفہ بھی نہ ہوا تھا۔

غیر احمدیوں کو مسلمان یا کافر کہنے کا سوال بھی نہایت بے معنی اٹھایا گیا ہے اور اس سے سوائے اس کے کچھ مقصود نہیں کہ غیر احمدیوں کی تائید حاصل کی جائے اور بعض احمدیوں کو بھی اپنا ہم خیال بنایا جاوے ورنہ جبکہ ایک جماعت کسی ایسے خلیفہ کو مانتی ہی نہیں جس کی بیعت ہر احمدی پر واجب ہو تو پھر اس سوال کے کیا معنے ہوئے اور اگر اس اعتراض کو درست بھی مان لیا جائے اور سمجھا جائے کہ کسی بات میں بھی خلیفہ کے خیالات جماعت کے مخالف نہیں ہونے چاہئیں تو جماعت میں صلح کا کیا طریق ہوگا۔ اگر ایسا شخص خلیفہ ہوتا جو سب کو مسلمان کہتا تو کافر کہنے والے اسے کیونکر مان سکتے تھے۔ پس یہ ایسی بات ہے کو جس سے تفرقہ مٹ ہی نہیں سکتا تھا پھر ہم کہتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے زمانہ میں یہ دو خیال پائے جاتے تھے یا نہیں۔ اگر تھے تو اُسی وقت خلیفہ کے ہاتھ پر دونوں فریق کس طرح متحد رہ سکتے تھے۔ ہم دکھا سکتے ہیں کہ خلفائے راشدین سے صحابہؓ کا اختلاف ہوا ہے پھر خود حضرت خلیفہ اوّل کا قول پیش کر سکتے ہیں کہ "اگر تم کو مجھ سے اختلاف ہو تو میرے سامنے پیش کرو مگر ادب سے" پس یہ خیال کرنا کہ لاکھوں آدمی ایک ہی خیال کے ہوں جنون ہے، خود حضرت

مسیح موعودؑ کے سامنے ایک شخص نے اپنا یہ عقیدہ پیش کیا کہ میں مسیح کو باپ مانتا ہوں اور آپ نے اسے ناپسند کیا تو بعض لوگوں کے کہنے پر کہ یہ شخص جماعت سے نکل گیا۔ حضرت خلیفہ اوّل نے آپ کی خدمت میں یہ معاملہ پیش کیا تو آپ نے تحریر فرمایا کہ اس سے وہ جماعت سے خارج نہیں ہوسکتا۔ پس اس وقت اس سوال کو اٹھانا اسی غرض سے ہوسکتا ہے کہ لوگوں کی ہمدردی حاصل کی جائے۔ ہاں احادیث سے ثابت ہے کہ خلیفہ ایسے خیالات کو جن سے وہ فساد ہوتا ہوا دیکھے ظاہر کرنے سے روک سکتا ہے۔ اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی شخص اپنے خیالات کے خلاف بیان کرنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ایسی صورت میں وہ کہہ دے کہ چونکہ خلیفہ نے مجھے اس مسئلہ پر اپنے خیالات کے بیان کرنے سے روک دیا ہے اس لئے میں کچھ نہیں کہہ سکتا اور یہ ایک انتظامی امر ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ صدر انجمن احمدیہ کو توڑنے کی تجویز ہے۔ اول تو اس بات کی صداقت اسی بات سے ظاہر ہو جاتی ہے کہ ایک حصہ صدر انجمن احمدیہ کے ممبروں کا موجودہ خلیفہ کی بیعت کر چکا ہے کیا وہ خلاف لکھنے والے ممبروں سے صدر انجمن احمدیہ کا کم خیر خواہ ہے۔ دوم ہم وثوق سے شہادت دے سکتے ہیں کہ موجودہ خلیفہ کا قطعاً یہ خیال نہیں بلکہ ان کا مذہب ہے کہ لاخلافة الا بالمشورة یعنی کوئی خلافت بغیر مشورہ کے نہیں ہوسکتی۔ ہاں قرآن شریف یہ ضرور بیان فرماتا ہے کہ اگر کبھی کثرت رائے کے فیصلہ میں نقصان نظر آئے تو فاذا عزمت فتوکل علی اللہ۔ اور اسی پر عمل تھا صحابہؓ کا۔ مرتدین کے ساتھ جنگ کرنے پر اکثر صحابہؓ ناراض تھے مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بہتری اور خیر اسی میں ہے جو میں سمجھتا ہوں۔

بعض ممبروں کے ہٹانے کے متعلق بھی غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے باہر کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات بھی لوگوں میں مشہور کی گئی ہے حالانکہ خلیفہ نے قطعاً کبھی بھی اس قسم کا خیال ظاہر نہیں کیا۔

ہم سب دوستوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ روایات میں بہت کچھ انسان کے اپنے خیالات مل جاتے ہیں اس لئے اس قسم کی افواہوں پر قطعاً اعتبار نہ کیا کریں انسان کو ہوا و ہوس اندھا کر دیتی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ بغیر ثبوت قسم قسم کی روائتیں مشہور کر رہے ہیں اگر ہم لوگ بھی اسی قسم کی روایات کو وقعت دیں تو شاید دفتروں کے دفتر سیاہ ہو جاویں مگر ہم ایسے تقوے کے خلاف جانتے ہیں اور دوستوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ بھی ان روایات کا بالکل اعتبار نہ کریں گو وہ کتنا ہی بڑا آدمی پیش کرے کیونکہ غضب بڑے آدمیوں کی

آنکھوں پر بھی پٹیاں باندھ دیتا ہے۔

ہاں ایک بات ضروری ہے کہ ان روایات کا اگر فیصلہ کرنا ہی منظور ہے تو پھر اس کا یہ طریق نہیں کہ زید یا بکر کہہ دے اور اُسے مان لیا جائے بلکہ الزام لگانے والے کو مجبور کیا جائے کہ وہ ان الفاظ سے اس روایت کو شائع کرے کہ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کی جھوٹی قسم کھانی لعنت کا موجب ہے کہ میں نے یہ واقعہ خود دیکھا ہے یا یہ بات خود ملزم کے منہ سے سُنی ہے اور اگر میں جھوٹ بولتا ہوں یا اصل بات کو کسی ایسے پیرایہ میں بیان کرتا ہوں جو کہنے والے کے منشاء کے خلاف ہے تو خدا تعالیٰ مجھے میرے جھوٹ اور بدنیتی کی سخت سے سخت سزا دے۔

اس طریق سے ایک سال کے اندر اندر جماعت کو معلوم ہو جائے گا کہ بعض لوگوں نے کس طرح حق سے بُعد اختیار کیا ہے۔

ہم آخر میں جماعت کو نصیحت کرنا چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہر ایک صداقت کے معلوم کرنے کے لئے ایک راہ مقرر کیا ہے اور وہ دُعا ہے۔ بہت لوگ ہیں جن کو دُعا نے اس وقت فتنہ سے بچا لیا ہے پس وہ لوگ جن کو موجودہ خلافت پر ابھی کچھ شکوک ہیں اور ابھی تک بیعت نہیں کی اس آسان طریق کی طرف بلاتے ہیں اور وہ یہ کہ اپنے دل کو خالی کر کے اور ہر قسم کی بدظنی اور شک سے علیحدہ ہو کر وہ کچھ دن متواتر تہجد میں دُعا مانگیں اور راتوں کو سوتے وقت بھی کہ الٰہی اگر یہ خلیفہ برحق ہے اور تیرا مقرر کردہ ہے تو ہمیں اس کی طرف ہدایت کر اور اس کی مخالفت یا اس سے علیحدگی سے ہمیں بچا لے۔ اگر خلوص نیت سے وہ ایسا کریں گے تو ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا شرح صدر کر دے گا یا کوئی رؤیا یا خواب ان کو نظر آ جائے گی جو ان کے شکوک کو دُور کر دیں گی۔

ہم نہیں سمجھتے کہ جن کے دلوں میں شکوک ہیں ان کے دلوں کو صاف کرنے کا کون سا طریق اس سے زیادہ صاف اور پاک ہے۔ آخر ہمارے منصوبوں میں اللہ تعالیٰ تو شامل نہیں ہوسکتا۔ پس اگر تمہارے دلوں کو اب تک تسلی نہیں ہوئی تو خدا سے فیصلہ چاہو تو ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے بچ جاؤ۔ ہم لوگ اس سے زیادہ اپنی نیک نیتی کا کیا ثبوت دے سکتے ہیں؟ ہمیں اللہ تعالیٰ پر یقین ہے کہ اگر اس قسم کی دعائیں بغض وعناد سے علیحدہ ہو کر کی جائیں گی تو ضرور اللہ تعالیٰ انہیں قبول کرے گا۔

آخر میں ہم یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ اس وقت تک جماعت احمدیہ کا اکثر حصہ بیعت کر چکا ہے۔

ضلع جالندھر، ضلع گورداسپور، ضلع ہوشیار پور، ضلع امرتسر، ضلع سیالکوٹ (سوائے شہر کے) ضلع جہلم، ضلع گجرات، ضلع شاہ پور، دہلی، شاہجہانپور، رامپور، منگھیر، کٹک، انبالہ، ملتان، لکھنؤ غرض کہ جہاں جہاں جماعتیں بڑی تعداد میں ہیں وہاں کے اول تو سب کے سب ورنہ اکثر لوگ بیعت کر چکے ہیں اور اب تھوڑے ہی باقی ہیں جنہوں نے اپنی جماعت کی پروانہیں کی۔لیکن ہمیں اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ وہ بہت جلد اس اختلاف کو دُور کر دے گا اور دوسرے بھائیوں کو بھی یہ سمجھ عطا فرمائے گا کہ وہ اس علیحدگی کو ترک کر کے اتحاد کی رسی میں جکڑے جاویں چونکہ احادیث میں صاف آیا ہے کہ جماعت کے ساتھ رہو۔اس لئے ہم اُمید کرتے ہیں کہ جو دوست اب تک جماعت سے علیحدہ ہیں جلد اس میں ملنے کی کوشش کریں گے۔خدا تعالیٰ سب احباب کو ہدایت دے۔آمین

جن جن مقامات کے احباب نے اپنے شہر یا علاقہ کے مبائعین کی فہرست یا تعداد سے اب تک اطلاع نہیں دی وہ بہت جلد فہرستیں بھیج دیں تا کہ السابقون الاولون میں شامل ہوسکیں جبکہ نماز کے امام کا قرب زیادتی ثواب کا موجب ہوتا ہے تو کیوں جماعت کے امام کا قرب حاصل کرنے والے یعنی جلد بیعت کرنے والے دوسروں کی نسبت زیادہ ثواب کے مستحق نہ ہوں گے۔

المشتہران

(مولوی) سید محمد احسن ممبر صدر انجمن احمدیہ، (نواب) محمد علی خان ممبر صدر انجمن احمدیہ، (مولوی) شیر علی ممبر صدر انجمن احمدیہ، (صاحبزادہ) مرزا بشیر احمد ممبر صدر انجمن احمدیہ، (ڈاکٹر) رشید الدین اسسٹنٹ سرجن ممبر صدر انجمن احمدیہ، (ڈاکٹر) میر محمد اسماعیل ممبر صدر انجمن احمدیہ۔

خلافت کی مضبوطی کی خاطر مزید کوششیں:

حق تلفی ہوگی سیرت وسوانح حضرت ڈاکٹر صاحب کے مضمون کی اگر اس امر کا اظہار نہ کیا جائے کہ اس پورے فتنہ کے دوران حضرت ڈاکٹر صاحب کمال ثابت قدمی سے نہ صرف خلافت سے وابستہ رہے بلکہ خلافت کی مضبوطی کی خاطر ہمہ وقت کوشاں بھی رہے۔

اس عرصہ کے دوران تاریخ کے جس حصہ پر بھی نظر دوڑائیں، کوئی واقعہ لے لیں اس میں حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کا نام ملتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ آپ اپنا تمام کاروبار اور ضروری کام چھوڑ کر دربار خلافت میں حاضر ہو گئے تھے اور یہیں دھونی رما بیٹھے تھے جیسے

1۔ مولوی محمد علی صاحب کو قادیان چھوڑنے سے باز رکھنے کی کوشش کا جب آغاز ہوا تو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ نے ایک خط لکھ کر ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو مولوی محمد علی صاحب تک پہنچانے کے لئے دیا اور فرمایا آپ خود جاویں ان کو تسلی دیں کہ آپ کسی قسم کی فکر نہ کریں میں آپ کی حفاظت کا ذمہ دار ہوں اور آپ قادیان نہ چھوڑیں۔

(انوار العلوم جلد 6 صفحہ 258، تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 145)

2۔ مولوی محمد علی صاحب رسالہ کفر واسلام جب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل (اللہ آپ سے راضی ہو) کو سنانے کے لئے کوشاں تھے اور موقعہ پا کر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل (اللہ آپ سے راضی ہو) کو سنانے کے لئے حاضر بھی ہو گئے تھے اور باہر دروازہ پر پہرہ مقرر کر دیا تا کوئی شخص اندر نہ آسکے لیکن اتفاق سے حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب پہنچ گئے جن کو روکنا مشکل تھا اور مولوی صاحب ان کی موجودگی میں مضمون نہ سنا سکے۔

(حیات نور باب 7 صفحہ 536)

اس غرض کے لئے مولوی محمد علی صاحب نے جمعہ بھی ترک کیا اور جب اس امر کی تحقیق کروائی گئی جس کا ذکر حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی کتاب آئینہ صداقت میں تفصیل سے کیا ہے تو یہ بات سامنے آئی کہ مولوی محمد علی صاحب مضمون بھی نہ سنا سکے اور جمعہ بھی نہ پڑھ سکے۔ اس ضمن میں حضور نے حضرت حافظ روشن علی صاحب اور حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے بیان درج فرمائے ہیں۔

(آئینہ صداقت)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ اپنی کتاب " آئینہ صداقت " میں اس واقعہ کا یوں ذکر فرماتے ہیں۔

"مولوی محمد علی صاحب کا حضرت خلیفہ اوّل کو مضمون سنانے کی حقیقت، جب مولوی صاحب نے

مضمون لکھ لیا تو نہ معلوم کس خوف سے اس بات کی بے حد کوشش کی کہ علیحدہ وقت میں سنایا جاوے۔ چنانچہ ایک دن رات کے وقت پہرہ مقرر کر کے مضمون سنانا چاہا مگر عین وقت پر ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب پہنچ گئے اور بات رہ گئی۔۔۔۔"

(آئینہ صداقت)

حضور مزید ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"میں باہر آیا تو مولوی محمد علی صاحب کا رقعہ مجھے ملا کہ کل والی گفتگو کے متعلق ہم پھر کچھ گفتگو کرنی چاہتے ہیں۔ میں نے ان کو بلوا لیا۔ اس وقت میرے پاس مولوی سید محمد احسن صاحب، خان محمد علی خان صاحب اور ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب موجود تھے۔ مولوی صاحب بھی اپنے بعض احباب کے سمیت وہاں آ گئے اور پھر کل کی بات شروع ہوئی۔ میں نے پھر اس امر پر زور دیا کہ خلافت کے متعلق آپ لوگ بحث نہ کریں صرف اس امر پر گفتگو ہو کہ خلیفہ کون ہو۔۔۔۔۔۔"

(آئینہ صداقت)

پھر حضور ایک جگہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"بعد میں میں نے سنا کہ مولوی محمد علی صاحب کو یہاں خوف ہے اس لئے وہ قادیان سے جانا چاہتے ہیں میں نے ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو ایک خط لکھ کر دیا کہ آپ مولوی صاحب کے پاس جاویں اور ان کو تسلی دیں کہ آپ کسی قسم کا فکر نہ کریں میں آپ کی حفاظت کا ذمہ وار ہوں اور آپ قادیان نہ چھوڑیں۔ خط میں بھی اس قسم کا مضمون تھا خط کا جواب مولوی محمد علی صاحب نے دیا کہ یہ کب ہوسکتا ہے کہ میں قادیان چھوڑوں میں تو صرف گرمی کے سبب پہاڑ پر ترجمہ قرآن کا کام کرنے کے لئے جاتا ہوں اور اس کے لئے خلیفۃ المسیح اوّل (اللہ آپ سے راضی ہو) کی زندگی ہی میں میں نے انجمن سے رخصت لے رکھی تھی۔ اور میرا شکریہ بھی ادا کیا کہ میں نے ان کی ہمدردی کی۔ میں نے صرف اسی قدر کافی نہ سمجھا بلکہ اس کے بعد ان سے اسی مضمون کے متعلق زبانی گفتگو کرنے کے لئے خود ان کے گھر گیا۔ میرے ہمراہ خان محمد علی خان صاحب اور

ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب تھے۔"

(آئینہ صداقت)

3۔ حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل (اللہ آپ سے راضی ہو) نے اپنی وفات سے قبل جو معروف تاریخی وصیت رقم فرمائی جس میں شخصی خلافت کا ذکر تھا اور فرمایا تھا کہ میرا جانشین متقی ہو۔ ہردلعزیز عالم باعمل ہو۔ اور اسے مولوی محمد علی صاحب نے حاضرین کے سامنے پڑھ کر سنایا تھا۔ ان حاضرین میں حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب بھی موجود تھے۔

(اصحاب احمد (سیرت حضرت نواب محمد علی خان صاحب) جلد 2 صفحہ 589-591)

4۔ نبوت کے مسئلہ پر اختلاف کے دوران جب مولوی محمد علی صاحب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے پاس آئے تو اس وقت بھی جو احباب وہاں موجود تھے اُن میں حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب بھی تھے۔

(آئینہ صداقت از انوار العلوم جلد 6 صفحہ 169 اور 268)

5۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے حضرت خلیفہ اوّل کے دور میں ایک خواب دیکھ رکھی تھی کہ ہم گاڑی پر سوار ہیں کوئی آکر اطلاع دیتا ہے کہ حضور وفات پا گئے ہیں تو میں گاڑی والے سے کہتا ہوں کہ "جلدی دوڑاؤ تا میں جلدی پہنچوں"

چنانچہ یہ خواب اس وقت حقیقت بن گئی جب حضرت خلیفہ اوّل کی وفات ہوئی۔ ہم ایک گاڑی میں سوار حضرت نواب محمد علی صاحب کے گھر کو جاتے تھے۔ ہمارے ساتھ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن بھی تھے۔ اسی دوران حضرت خلیفہ اوّل کی وفات کی اطلاع ملی تو میں نے اچانک گاڑی والے سے کہا گاڑی دوڑاؤ اور جلد پہنچاؤ"

(برکات خلافت از انوار العلوم صفحہ 186-187)

حضرت مصلح موعود سے عقیدت ومحبت:

گویا آپ نے اس کڑے اور نازک وقت میں جس جرأت اور دلیری کے ساتھ سلسلہ کی ضرورت کو مقدم رکھتے ہوئے قربانی اور ایثار کا عظیم الشان مظاہرہ کیا اور جماعت کی راہنمائی کرنے میں حضرت مصلح موعود کا ہاتھ بٹایا۔ اسے تاریخ احمدیت میں ایک سنہری باب کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کا تذکرہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اور رہتی دُنیا تک آنے والی نسلیں اس پر محبت اور عقیدت اور قبولیت کے پھول نچھاور کرتی رہیں گی۔

حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہٗ آپ کے امام تو تھے ہی۔ داماد بھی تھے اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مقدس فرد بھی۔ ہر تین ناطہ سے بالترتیب آپ نے ایک ادنیٰ سپاہی اور پُر اعتماد ساتھی کی حیثیت اپنے مقدس داماد کا نہایت عزت واحترام کرتے ہوئے اور فرد خاندان کے حوالہ سے محبت وعقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہوئے زندگی گزاری۔

فجزاھم اللہ تعالیٰ فی الدنیا والآخرۃ

دوسری طرف حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ بھی اپنے اس مرید جو رشتہ میں سسر بھی تھے بہت قدر کرتے تھے۔ مکرم محمد حسین صاحب درزی بیان کرتے ہیں کہ

میں رات کو اپنی دکان جو کہ قصر خلافت کے قریب تھی پر بیٹھا کپڑے سی رہا تھا۔ دو بجے کا وقت ہوگا کہ حضرت اماں جان اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ ایک لالٹین پکڑے ہوئے وہاں سے گزرے اور بغیر کسی خادم کے بہشتی مقبرہ کی طرف جا رہے تھے اور میں نے فوراً دکان بند کی اور حفاظت کے پیش نظر کچھ فاصلہ پر ساتھ ساتھ ہولیا آپ حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے گھر تشریف لے گئے۔ میرے استفسار پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا کہ ابھی اطلاع ملی تھی کہ ڈاکٹر صاحب کی طبیعت زیادہ خراب ہے حضرت اماں جان نے فرمایا کہ ابھی تیمارداری کے لئے چلتے ہیں۔

اس واقعہ سے حضرت مصلح موعود کا حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف سے تعلق کا پتہ چلتا ہے۔

(مقالہ سیرت حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب از فضل الٰہی شاید صفحہ 158)

باب نمبر 14:

حضرت مسیح موعودؑ سے جسمانی تعلق

اور

دُختر نیک اختر کا صاحبزادہ محمود سے نکاح

- ☆ جسمانی تعلق
- ☆ رخصتانہ اور اس سلسلہ میں دو خطوط
- ☆ ڈاکٹر صاحب کا اخلاص
- ☆ سیرت حضرت محمودہ بیگم صاحبہ (اُمِ ناصر)
- ☆ حضرت اُمِ ناصر پر ایک نوٹ
- ☆ حضرت اُمِ ناصر کی خدمات
- ☆ اولاد
- ☆ ایک سعادت، ایک اعزاز، ایک خوش قسمتی

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کا روحانی تعلق تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے روز بروز ترقی افزوں تھا ہی 1902ء میں اپنی بڑی بچی مکرمہ رشیدہ بیگم صاحبہ کا نکاح حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سے کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جسمانی رشتہ بھی قائم کرنے کی سعادت ملی۔اس کے لئے گو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اس جانثار، عقیدت منداور مخلص مرید کو چند خطوط لکھ چکے تھے۔حضرت ڈاکٹر صاحب تو رضامند تھے ہی۔انہی دنوں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب چکراتہ آب وہوا کی تبدیلی کے لئے تشریف لے گئے۔آپ بیان فرماتے ہیں۔

"اسی طرح جب خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم نے اپنی بڑی لڑکی حضرت میاں صاحب (یعنی خلیفہ المسیح الثانی) کے لئے پیش کی۔تو ان دنوں میں یہ خاکسار ڈاکٹر صاحب موصوف کے پاس چکراتہ پہاڑ پر جہاں پر وہ متعین تھے۔بطور تبدیل آب وہوا کے گیا ہوا تھا۔واپسی پر مجھ سے لڑکی کا حلیہ وغیرہ تفصیل سے پوچھا گیا۔پھر حضرت میاں صاحب سے بھی شادی سے پہلے کئی لڑکیوں کا نام لے لے کر حضور نے ان کی والدہ کی معرفت دریافت کیا کہ ان کی کہاں مرضی ہے چنانچہ حضرت میاں صاحب نے بھی والدہ اُمِ ناصر احمد کو انتخاب فرمایا اور اس کے بعد شادی ہوگئی۔"

(سیرۃ المہدی جلد 3 صفحہ 296 روایت نمبر 954)

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابع) اپنے تصنیف سوانح فضل عمر میں اس شادی کا ذکر یوں فرماتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پسند فرماتے تھے کہ نوجوانی کی عمر کو پہنچتے ہی بچہ کی شادی کر دینی چاہئے۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی عمر ابھی تیرہ برس کی تھی کہ آپ نے 1902ء میں اپنے ایک مخلص مرید مکرم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو تحریک فرمائی کہ وہ اپنی بڑی لڑکی رشیدہ بیگم (جن کا حضرت اماں جان نے محمودہ بیگم نام رکھ دیا تھا اور جو بعد ازاں حضرت اُمِ ناصر کے نام سے مشہور ہوئیں) کا رشتہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے ساتھ کرنے کے بارہ میں غور کریں۔اس سلسلہ میں آپؑ

نے مکرم ڈاکٹر صاحب کو لکھا:

"اس رشتہ پر محمود راضی معلوم ہوتا ہے اور گو الہامی طور پر اس بارہ میں کچھ معلوم نہیں جس کے معلوم ہونے کے بارہ میں مجھے خواہش ہے تا کہ کوئی کام ہمارا مرضی الٰہی کے خلاف نہ ہو مگر محمود کی رضا مندی ایک دلیل اس بات پر ہے کہ یہ امر غالباً واللہ اعلم جناب الٰہی کی رضا مندی کے موافق انشاء اللہ ہوگا۔ لہذا آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ اگر خدا تعالیٰ کی یہ مرضی ہو اور اس میں کوئی مخالفت نہ پائی جائے جس کے مقابل پر سب ارادے کالعدم ہو جاتے ہیں تو اس صورت میں اور اس شرط سے آپ تیار اور مستعد رہیں کہ جب آپ کو مسنون طور پر نکاح کے لئے لکھا جائے چند ہفتہ تک استخارہ کریں کہ ہر ایک کام جو استخارہ اور خدا تعالیٰ کی مرضی سے کیا جاتا ہے وہ مبارک ہوتا ہے۔ دوسرے میرا ارادہ یہ ہے کہ اس نکاح میں انبیاء کی سنت کی طرح سب کام ہو۔ بدعت اور بے ہودہ مصارف اور لغو رسوم اس نکاح میں نہ ہوں بلکہ ایسے سیدھے سادھے طریق پر ہو جو خدا کے پاک نبیوں نے پسند فرمایا ہے نکاح ہو جاوے تو موجب برکات ہو۔"

محترم ڈاکٹر صاحب کے رشتہ داروں نے جو احمدی نہیں تھے اس رشتہ کی مخالفت کی۔ لیکن ڈاکٹر صاحب نے بلا تامل اس مبارک تعلق پر رضا مندی کا اظہار کر دیا۔ ان دنوں ڈاکٹر صاحب رڑکی ضلع سہارن پور (یوپی) میں متعین تھے۔ وہیں نکاح کی تقریب کا منعقد ہونا طے پایا۔ چنانچہ صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب، حضرت مولوی نور الدین صاحب، حضرت میر ناصر نواب صاحب، حضرت میر محمد اسماعیل صاحب اور چند اور بزرگوں اور دوستوں کے ہمراہ 02-اکتوبر 1902ء کی شام کو رڑکی پہنچے۔ اسٹیشن پر ڈاکٹر صاحب نے اپنے بہت سے دوستوں کے ساتھ استقبال کیا۔ حضرتؓ مولوی نور الدین صاحب نے ایک ہزار روپیہ حق مہر پر نکاح پڑھا۔ اور 05-اکتوبر کو بعد نماز عصر یہ قافلہ رڑکی سے بخیریت واپس قادیان پہنچا۔ مغرب کی نماز کے بعد جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حسب معمول شہ نشین پر تشریف فرما ہوئے تو حضرت مولوی نور الدین صاحب نے تقریب نکاح پر مبارک دی اور ڈاکٹر صاحب کے اخلاص کی تعریف کی۔ حضورؑ نے اظہار خوشنودی کرتے ہوئے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت اخلاص دیا ہے ان میں اہلیت اور زیرکی بہت ہے اور میں نے دیکھا ہے اُن میں نُور فراست بھی ہے۔

(سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 144-145)

ڈاکٹر صاحب کے بھائی اس رشتہ میں ان کے مخالف تھے اور اسی لئے وہ شامل بھی نہ ہوئے تھے مگر حضرت ڈاکٹر صاحب نے اس کی چنداں پروانہ کی اور یہی کہا کہ بہرحال مسیح موعود علیہ السلام کے حکم کی تعمیل ہونی چاہئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 224)

رخصتانہ:

رخصتانہ کی تقریب اگلے سال 1903ء میں اکتوبر کے دوسرے ہفتہ آگرہ میں عمل میں آئی جہاں ڈاکٹر خلیفہ رشیدالدین صاحب میڈیکل کالج میں پروفیسر تھے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب 11 اکتوبر 1903ء کی شام کو اپنے اہل بیت کے ساتھ قادیان پہنچے۔ بارات میں آپ کے ساتھ نانا جان حضرت میر ناصر نواب صاحب بھی تھے۔ اگلے دن حضور علیہ السلام کے گھر سے دلہن کی خوشی میں بتاشے تقسیم ہوئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 225)

حضرت سیٹھ محمد اسماعیل آدم صاحب نے اس تقریب شادی کے موقعہ پر ایک ٹوپی اور اوڑھنی کا تحفہ بھیجا۔ جس پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے شکریہ کا خط سیٹھ صاحب کو لکھا۔

ملفوظات میں اس مبارک واقعہ کا یوں ذکر ملتا ہے۔

"آج 02-اکتوبر 1902ء حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود سلمہ اللہ تعالیٰ کی بارات روڑکی کو قادیان سے علی الصباح روانہ ہوئی۔ اس بارات میں حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب اور جناب مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب اور جناب سید السادات میر ناصر نواب صاحب اور آپ کے صاحبزادہ میر محمد اسماعیل صاحب اور ڈاکٹر نور محمد صاحب اور صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نعمانی اور مفتی محمد صادق صاحب تھے۔ راہ میں مسنون طریق پر جناب میر ناصر نواب صاحب کو امیر قافلہ بنایا گیا۔ اسی روز عشاء کی نماز روڑکی میں ادا کی گئی۔ جناب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب جن کے ہاں بارات جانی تھی۔ اسٹیشن ریلوے روڑکی پر معہ اپنے دوستوں کے استقبال کے لئے تشریف لائے اور تمام لوازمات تواضع جو ہونے چاہئے تھے۔

نہایت خندہ پیشانی اور شرح صدر سے ادا کئے۔"

(ملفوظات حضرت مسیح موعود جلد 2 صفحہ 295)

جیسا کہ اُوپر لکھ آئے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس رشتہ کی خاطر کئی خطوط حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کو لکھے۔ خطوط کا یہ سلسلہ رشتہ کے بعد بھی جاری رہا۔ رُخصتی کے لئے تاریخ اور جگہ کی تعیناتی بھی خطوط کے ذریعہ طے پائی۔

حضور علیہ السلام نے رُخصتی کے لئے اکتوبر کا مہینہ تجویز فرما کر تحریر فرمایا کہ دوسری یہ دریافت طلب امر ہے کہ آپ کا کیا ارادہ ہے؟ کیا شادی لاہور میں ہو جائے یا اور کہیں؟ آپ برادری وغیرہ کا ایک پہلو سوچ کر اس کا جواب دیں۔

خاکسار کو برادرم مکرم خلیفہ فلاح الدین صاحب نے بتلایا ہے کہ حضرت ڈاکٹر صاحب نے لکھا تھا کہ ہم خود قادیان آجاتے ہیں تا کہ حضرت کو تکلیف نہ ہو تو حضور علیہ السلام نے تحریر فرمایا کہ اس میں لڑکی کی ہتک ہے، ہم خود لینے کے لئے آئیں گے۔

یہ خطوط چونکہ تاریخ احمدیت کا حصہ ہیں اور خاندان حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کا ورثہ۔ اس لئے ہم یہاں دے رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مجبی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عنایت نامہ پہنچا کہ میں نے یہ بات منظور کر لی ہے کہ چند سال توقف کی جائے۔ چونکہ بعض وجوہ کی سبب سے اکتوبر کے مہینے سے زیادہ توقف کرنا مصلحت نہیں ہے۔ اس لئے کار خیر کے لئے یکم اکتوبر سے 12-اکتوبر تک جو تاریخ آپ پسند کریں تجویز کر لیں۔

اول ضروری وجہ یہ ہے کہ یہ شادی بحاضری سید محمد اسماعیل ماموں محمود احمد کے ہونی چاہئے۔ اور اب وہ تعطیل کے تقریباً چودہ اکتوبر تک قادیان میں ہیں۔ اور پھر لاہور چلے جائیں گے۔

2۔ یہ بھی اندیشہ ہے کہ پھر طاعون شروع نہ ہو جائے۔

3۔ ۔۔۔۔۔۔۔میری دانشت میں کسی قدر سامان مہیا کرنے کے لئے تین یا چار ماہ کافی ہیں۔دوسری یہ دریافت طلب امر ہے کہ آپ کا کیا ارادہ ہے کہ کیا شادی لاہور میں ہو جائے یا اور کہیں۔آپ برادری وغیرہ کا ایک پہلو سوچ کر اس کا جواب دیں۔باقی ہر طرح سے خیریت ہے۔

والسلام

راقم

مرزا غلام احمد عفی عنہ،19- جنوری 1902ء

پھر ایک اور خط یوں لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مجی عزیزی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس جگہ سے برات کے لوگ دو اکتوبر یا تین اکتوبر کو بروز پیر کے امرتسر سے یا بٹالہ سے جیسا موقعہ ہو تار دے دیں گے۔کہ فلاں وقت پہنچ سکتے ہیں۔دو تین مستورات بھی ساتھ ہوں گی۔ان کی سواریوں کے لئے بندوبست کرلیا جائے۔باقی خیریت ہے۔

والسلام

خاکسار

مرزا غلام احمد از قادیان 28- جنوری 1902ء

محترم صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب نے حضرت اُمِ ناصر کے رشتہ کے حالات وواقعات کو اپنی تصنیف "سیرۃ سیدہ حضرت امی جان" میں نہایت عمدگی کے ساتھ ان الفاظ میں قلمبند فرمایا ہے۔

آپ تحریر کرتے ہیں۔

"میری امی جان کا بچپن کا بیشتر زمانہ اپنی نانی ماں کے پاس ہی گذر تا تھا اور اسی لئے انہیں اپنی نانی سے بے حد اُنس اور محبت تھی۔نانی جان بھی اپنے اس جگر گوشے کو ہمیشہ سینے سے لگائے لگائے پھرتی رہتی تھیں۔چنانچہ بے حد ناز ونعم میں پرورش کی مگر وہ لڑکی جو پھولوں کی سیج پر سوتی رہی۔محبت کے گہوارہ میں پلی

اور غم والم کے نام تک سے نا آشنا تھی۔ جب مسیح وقت کے قدموں میں پہنچی۔ چرنوں کو چھونے قادیان پہنچی اور ان کے موعود بیٹے سے وابستہ کر دی گئی تو ساری عمر ایثار قربانی اور احمدیت کے دامن ہی میں گذار دی۔ وہ بچی جس کو زندگی کے ابتدائی ایام میں کبھی کسی نے جھڑکا تک نہ تھا جسے کبھی کسی نے سختی سے انگلی نہ لگائی تھی اُس نے جب اپنی زندگی (اس نئے ماحول میں) شروع کی تو مجسم قربانی بن کر رہ گئی۔ مگر اپنی قربانیوں کو کبھی (اشارتاً یا کنایتاً) بھی اظہار نہ کیا۔

بہر حال یہ تھے بعض مختصر سے خاندانی حالات جن کا میں نے اس لئے مختصراً ذکر کر دیا کہ قارئین آپ کی سوانح حیات پڑھتے ہوئے تاریکی میں نہ رہیں کہ خدا نے آپ کو اپنے فضل سے کس خاندان سے چنا اور کس طرح اپنے ایک فرستادہ کی گود میں ڈال دیا اور اس خدائی فرستادہ نے اپنی دلی خواہش سے اپنے بیٹے کے ساتھ اس کی زندگی بھر کا سودا کر لیا اور جو مرتے وقت بھی اپنے عزیز ترین اور محبوب ترین شوہر کی راہ میں آنکھیں بچھائے رہی۔

پھر آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں۔

جب آپ کی عمر ابھی نو دس برس ہی کی ہوگی کہ آپ اپنے والد خلیفہ رشید الدین صاحب کے ساتھ قادیان تشریف لائیں۔ غالبًا یہ واقعہ 1900ء کا ہے۔ گویا یہ آپ کی مسیح وقت کے حضور میں پہلی حاضری تھی۔

آپ اکثر کہا کرتی تھیں کہ جب میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پہلی بار دیکھا میری عمر اس وقت آٹھ نو سال کی ہوگی۔ مگر مجھے پہلی نظر میں ہی اُن سے اس قدر محبت ہوگئی کہ دل نے چاہا کہ میں آپ کے پاس ٹھہر جاؤں اور واپس نہ جاؤں۔

قادیان میں جس روز آپ پہلی بار آئیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گول کمرہ میں آپ کی رہائش کا انتظام کروایا مگر حضرت اماں جان نے میری نانی یعنی آپ کی والدہ اور بچوں کو اپنے پاس زنان خانہ میں بلوا لیا اور اس طرح آپ کا پہلا قیام قادیان میں تقریباً پانچ چھ روز رہا۔ آپ سنایا کرتی تھیں کہ جب میں اپنی والدہ کے ساتھ زنان خانہ میں آئی تو میں اجنبی تھی میرا ماحول اجنبی تھا۔

مگر حضرت اماں جان کی محبت و پیار نے ہمیں کسی چیز کی تکلیف نہ ہونے دی۔ خود حضرت صاحب جب آتے اور پوچھتے کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔ اسی باعث آپ جلد ہی دوسرے بچوں میں گھل مل گئیں اور

ہم سب آپس میں مل کر کھیلنے کودنے لگ گئے۔

یہ قیام چونکہ بہت مختصر تھا اس لئے میرے نانا خلیفہ رشید الدین صاحب واپس چلے گئے۔ جاتے ہوئے حضرت صاحب نے رشتہ مانگا۔ آپ کے لئے اس سے بڑا کیا اعزاز ہوسکتا تھا۔ کہ ان کی بیٹی مجدد اعظم کے خاندان میں جارہی ہے۔ بہرحال آپ نے اشارتاً پسندیدگی کا اظہار کیا۔

(سیرۃ سیدہ حضرت امی جان صفحہ 21 تا 23)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے نام دو خطوط (جن کا تذکرہ اسی بات میں پہلے آچکا ہے) درج کرنے کے بعد آپ تحریر فرماتے ہیں۔

جب خلیفہ رشید الدین صاحب واپس گئے تو آپ نے اس رشتے کا اظہار اپنے خاندان کے دیگر افراد سے بھی کیا۔ چونکہ باقی خاندان غیر احمدی تھا بلکہ بعض شدید مخالف تھے اس لئے سب نے اس پر اعتراض کیا۔ دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ ننھیال میں کئی نسلوں سے گدی نشینی چلی آرہی تھی اور وہ اپنے وقت کے بڑے رؤساء میں شمار ہوتے تھے ان کی جہاں دنیوی لحاظ سے بے حد شہرت اور عزت تھی وہاں دینی لحاظ سے بھی سکہ چلتا تھا۔ ان خیال تھا کہ شاید حضرت صاحب نے بھی کسی نئی گدی کی بنیاد ڈالی ہے۔ اس لئے اس نئے پیر کو اپنے گھر کی بیٹی دینا ہتک سمجھتے تھے۔ تیسرے میری امی جان کی پھوپھی چاہتی تھیں کہ ان کا رشتہ اپنے گھر کے اندر ہی ہو۔ اس لئے انہوں نے بے حد زور لگایا مگر خدا کی منشاء یہی تھی کہ امام الزماں کی خواہش پوری ہو اور یہ معصوم لڑکی تاریخ احمدیت میں کسی نئے باب کا اضافہ کرے۔ کیونکہ خلافت کو نابود کرنے کے لئے پہلا جھونکا حضرت خلیفہ اوّل کے زمانہ میں چلا۔ اور بادمخالف کو روکنے کے لئے اس وقت ایک ایسے آرگن کی ضرورت تھی جو دشمنان خلافت کا دندان شکن جواب دے سکتا۔ اُس وقت اس باایثار اور مسیح موعود علیہ السلام کی تربیت یافتہ نوعمر دوشیزہ نے اپنی اک نئی نویلی شادی شدہ دلہن کی سب سے بڑی خواہش کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنے سونے کے زیور اور کنگن شوہر کے قدموں میں ڈال دیئے تاکہ اس سے مسیح وقت کے خون سے سینچے ہوئے پودے کی حفاظت کی جاسکے۔ پھر خدا نے اس آرگن کو اس قدر قوت وطاقت دی کہ اب تک 45-46 سال سے دشمنان اسلام کا منہ توڑ جواب دیتا چلا آرہا ہے۔

(سیرۃ سیدہ حضرت امی جان صفحہ 24-25)

پھر آپ تحریر فرماتے ہیں۔

شادی کے وقت آپ کی عمر 11، 12 سال کی ہوگی۔ آپ اپنی شادی کے بعد کے واقعات کا ذکر سُناتے ہوئے فرمایا کرتی تھیں کہ جب میں بیاہ کر قادیان آئی اس وقت میری عمر ہی کیا تھا بچپنا تھا اور پھر اپنے گھر کو چھوڑنے کا صدمہ بھی جس گھر میں مَیں نے اپنی زندگی کے گیارہ بہاریں دیکھی تھیں اگر کوئی کشش تھی یہاں تو صرف حضرت صاحب کا پُر نور اور مسکراتا ہوا چہرہ تھا۔ میں نے قادیان پہنچ کر گھر میں قدم رکھا۔ سفر کی تکان اپنے بہن بھائیوں، والدین اور بچپن کے ساتھیوں کے چھوڑنے کا صدمہ، میں گٹھڑی بنی ہوئی زارو قطار رو رہی تھی۔ ہر وہ نیا آنسو جو میری آنکھوں میں آتا۔ حضرت صاحب کا پُر کشش چہرہ اُس میں جھلکنے لگتا اور یہ ہی وجہ تسلی بن جاتا۔ اتنے میں (حقیقت میں) وہ ایک شخص جو دروازہ میں کھڑا میرا منتظر تھا قریب آیا اور محبت سے میری پیشانی کو چوم لیا۔ کہنے لگیں کہ میرے آنسو تھم گئے میں مؤدب بن کر آپ کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ یہ تھے محسن سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ آپ کہتیں تھیں کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں دوبارہ اپنے گھر آ گئی ہوں۔ اجنبیت ختم ہونے لگی۔ تکان غائب ہوگئی، میں اس عظیم ہستی کی بہو بن کر قادیان مین داخل ہو چکی تھی۔

میں خوش تھی اور مسرور تھی۔ گو عزیز و اقارب کو چھوڑا مگر ایک ایسے شخص کے سایہء عاطفت میں آ گئی جس کے احسانات کا شمار نہیں۔

(سیرۃ سیدہ حضرت امی جان صفحہ 27)

ڈاکٹر صاحب کا اخلاص:

شیخ عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل نے اپنی تصنیف "حیات نور" میں جہاں اس واقعہ کا ذکر فرمایا ہے وہاں آپ کی سیرت پر بھی قلم اٹھایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔

"حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف ایک فرشتہ خصلت انسان تھے اور خاکسار راقم الحروف کے ساتھ بہت ہی نرمی اور تلطف سے پیش آیا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے جب اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس وقت میری عمر اندازاً 15-16 سال کی تھی۔ حضرت ڈاکٹر صاحب

کے لڑکے خلیفہ صلاح الدین مرحوم قریباً میرے ہم عمر تھے۔ آپ نے میرا ان کے ساتھ تعارف کروایا اور فرمایا کہ یہ تمہارا دوست ہے۔ اپنی ملازمت سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد آپ کئی سال تک مسلسل نور ہسپتال قادیان کے انچارج رہے۔ ایک مرتبہ سردی کے موسم میں مجھے ہسپتال جانے کا اتفاق ہوا۔ آپ دھوپ میں تشریف فرما تھے۔ یہ دیکھ کر میری حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہی کہ مجھے دیکھ کر آپ کرسی سے اٹھے اور ہسپتال کے اندر تشریف لے جا کر میرے لئے ایک کرسی اُٹھا لائے اور نہایت ہی محبت سے مجھے اس پر بیٹھنے کا ارشاد فرمایا۔

اللھم صلی علی محمد و ال محمد

اس جگہ یہ ذکر کرنا بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کے والد بزرگوار حضرت خلیفہ حمید الدین صاحب جو ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب کے دادا تھے، انجمن حمایت اسلام لاہور کے ابتدائی داعی اور معماروں میں سے تھے۔"

(حیات نور باب چہارم صفحہ 268)

سیرت حضرت محمودہ بیگم صاحبہ:

حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی صاحبزادی محمودہ بیگم صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے الہام "خواتین مبارک" کی مصداق ہونے کا شرف عطا فرمایا۔ کتنی بڑی خوش قسمتی کی بات ہے کہ خسر امام الزمان مہدی معہود علیہ السلام، خاوند خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود اور بیٹا نافلہ موعود اور ناصر دین خلیفۃ المسیح الثالث۔ باپ کی طرح بیٹی بھی نیک سیرت سلسلہ اور دین کی خاطر قربانی کی روح رکھنے والی جس کی گواہی حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہٗ نے خود دی۔ روزنامہ "الفضل" کے اجراء کی ضرورت اور دشواریوں کا ذکر کر کے سیدنا مصلح موعود فرماتے ہیں۔

"میں بے مال و زر تھا جان حاضر تھی مگر جو چیز میرے پاس نہ تھی وہ کہاں سے لاتا۔ اس وقت سلسلہ کو ایک اخبار کی ضرورت تھی جو احمدیوں کے دلوں کو گرمائے۔ ان کی سستی کو جھاڑے۔ ان کی محبت کو ابھارے، ان کی ہمتوں کو بلند کرے اور یہ اخبار ثریا کے پاس ایک بلند مقام پر بیٹھا تھا۔ اس کی خواہش میرے لئے ایسی ہی

تھی جیسے ثریا کی خواہش ۔ نہ وہ ممکن تھی اور نہ یہ۔ آخر دل کی بیتابی رنگ لائی ۔ امید بر آنے کی صورت ہوئی خدا نے میری بیوی اُمِ ناصر کے دل میں اس طرح تحریک کی جس طرح خدیجہؓ کے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی تحریک کی تھی ۔ انہوں نے اس امر کو جانتے ہوئے کہ اخبار میں روپیہ لگانا ایسا ہی ہے جیسے کنویں میں پھینک دینا خصوصاً اس اخبار میں جس کا جاری کرنے والا محمود ہو جو اس زمانہ میں شاید سب سے زیادہ مذموم تھا اپنے دو زیور مجھے دے دیئے کہ میں ان کو فروخت کر کے اخبار جاری کروں ۔ ان میں ایک تو ان کے اپنے کڑے تھے دوسرے ان کے بچپن کے کڑے تھے جو انہوں نے اپنی اور میری لڑکی عزیزہ ناصرہ بیگم صاحبہ سلمہا اللہ تعالیٰ کے استعمال کے لئے رکھے ہوئے تھے ۔ "

(الفضل 08- دسمبر 1939ء)

پھر فرماتے ہیں ۔

" اس حسن سلوک نے نہ صرف مجھے ہاتھ دیئے جن سے میں دین کی خدمت کرنے کے قابل ہوا اور میرے لئے زندگی کا ایک نیا ورق الٹ دیا بلکہ ساری جماعت کی زندگی کے لئے ایک بڑا سبب پیدا کیا۔۔۔۔ میں حیران ہوتا ہوں اگر اللہ تعالیٰ یہ سامان پیدا نہ کرتا تو میں کیا کرتا اور میرے لئے خدمت کا کون سا دروازہ کھولا جاتا اور جماعت میں روزمرہ بڑھنے والا فتنہ کس طرح دور کیا جا سکتا ۔ "

(سوانح فضل عمر جلد اول)

حضرت ڈاکٹر صاحب اپنی اس خوش نصیب بیٹی کی بہت قدر کیا کرتے تھے ۔ عزت وتوقیر اتنی کرتے کہ کھڑے ہو کر استقبال کرتے ۔ قادیان سے باہر آتے جاتے مل کر اور کسی چیز کی خواہش کے بارے میں دریافت کر کے جاتے ۔ حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ اہلیہ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب فرماتی ہیں کہ

" نانا جان کو جب اطلاع ملتی کہ میں آرہی ہوں وہ باغ والے (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) گھر کے باہر استقبال کے لئے موجود ہوتے اور بہت پیار سے اندر لے جاتے اور توقیر سے بٹھاتے ۔ "

حضرت ڈاکٹر صاحب کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خاندان کی محبت رچی ہوئی تھی ۔ بچوں کا بھی احترام کرتے تھے ۔ حضرت مصلح موعود جلسہ سالانہ 1962ء کی تقریر میں فرماتے ہیں ۔

"ایک دفعہ میری صحت سخت کمزور ہوگئی تو میں گورداسپور چلا گیا حضرت صاحب کو خیال آیا کہ شاید بیوی کے آنے پر میری صحت ٹھیک ہو جائے تو آپ نے ڈاکٹر صاحب کو لاہور لکھ بھیجا کہ محمود احمد کی صحت اچھی نہیں اس لئے آپ اپنی لڑکی یہاں بھیج دیں۔ڈاکٹر صاحب میڈیکل کالج لاہور میں پروفیسر تھے اور پرنسپل آپ سے کچھ شاکی رہتا تھا۔ان کو خیال تھا کہ پرنسپل چھٹی تو دے گا نہیں اس لئے میں استعفیٰ دے دوں گا۔ اس خیال سے آپ استعفیٰ دینا چاہتے تھے کہ آپ کو دوست نے اس سے روکا اور کہا کہ چھٹی کیوں نہیں لیتے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت صاحب نے مجھے یہ لکھا ہے اب میں کسی طرح رک نہیں سکتا اور میں جلدی قادیان پہنچنا چاہتا ہوں۔اگر پرنسپل نے چھٹی دے دی تو خیر ورنہ اسی وقت استعفیٰ دے دوں گا تا میرے جانے میں دیر نہ لگے۔"

(الفضل 11- جنوری 1928ء)

لاہور کنگ ایڈورڈ کالج ایک نامور تعلیمی ادارہ ہے اس میں پروفیسر ہونا ایک بڑا اعزاز ہے جس کے لئے دنیا دار بڑی تگ ودو کرتے ہیں لیکن ڈاکٹر صاحب کو جب حضور علیہ السلام کی طرف سے بلاوا آتا ہے۔ فوراً اس ملازمت کو ترک کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔یہ ہے وہ عشق جو ایک مرید کو اپنے آقا ومولیٰ سے تھا۔

حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ آپ کی سیرت کے بارے میں فرماتی ہیں۔

"حضرت سیدہ اُمِ ناصر احمد صاحبہ بہت اعلیٰ اخلاق وکردار کی مالک تھیں ان کا مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت خدیجہؓ والا تھا۔حضرت اقدس حضرت سیدہ اُمِ ناصر احمد صاحبہ کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔حضرت سیدہ اُمِ ناصر احمد صاحبہ میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا کرتی تھیں۔جب کبھی میری طبیعت خراب ہوتی تو حال دریافت کرنے آتیں تو ہمیشہ یہ نصیحت کرتیں۔لڑکی اپنی صحت کا خیال رکھا کرو دیکھو! ہم نے اپنی صحت کا خیال نہیں رکھا تو کیا حال ہوا ہے۔"

(گلشن احمد از فرحت مبشر صفحہ 208)

حضرت سیدہ اُمِ ناصر صاحبہ کی سیرت کے بارے ایک مضمون ہمیں ملا ہے وہ یہاں دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔گو بعض باتوں کا اعادہ ہوگا لیکن جو امور اس مضمون میں بیان ہوئے ہیں وہ حضرت سیدہ اُمِ

ناصر صاحبہ کے حوالہ سے یہاں درج ہونے ضروری ہیں اور جو اس مضمون میں قابل تعریف اوصاف بیان ہوئے ہیں وہ دراصل آپ کو اپنے والد ماجد مکرم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سے ورثہ میں ملے تھے۔

حضرت سیدہ اُمِ ناصر احمد صاحبہ:

حضرت سیدہ اُمِ ناصر احمد صاحبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت اماں جان کی سب سے بڑی بہو تھیں۔ آپ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی کی حرم اوّل تھیں۔ آپ کے والد حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اولین اور جانثار رفقائے کار میں سے تھے۔ حضرت سیدہ اُمِ ناصر احمد صاحبہ بہت ہی مقدس اور بابرکت وجود تھیں۔ آپ جہاں ایک زبردست عظیم الشان قدر و منزلت والے خلیفہ کی حرم محترم تھیں وہاں آپ کو ایک عظیم اور موعود خلیفہ کی ماں ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ ہمارے امام سیدنا مرزا ناصر احمد صاحب کی آپ والدہ ماجدہ تھیں۔ انہیں کے نام پر آپ کو سیدہ اُمِ ناصر احمد صاحبہ کی کنیت سے پکارا جاتا ہے۔ یہ رشتہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مبارک ہاتھوں طے فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ نے حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو ان الفاظ میں اس رشتہ کی تحریک کی۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ

"اس رشتہ پر محمود بھی راضی معلوم ہوتا ہے اور گو ابھی الہامی طور پر اس بارے میں کچھ معلوم نہیں جس کے معلوم ہونے کے بارے میں مجھے خواہش ہے تاکہ کوئی کام ہمارا مرضی الٰہی کے خلاف نہ ہو۔ مگر محمود کی رضامندی ایک دلیل اس بات پر ہے کہ یہ امر غالباً واللہ اعلم جناب الٰہی کی رضامندی کے موافق انشاء اللہ ہوگا۔ لہذا آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی یہ مرضی ہو اور اس میں کوئی مخالفت نہ ہو جائے۔ جس کے مقابل پر سب ارادے کالعدم ہو جاتے ہیں تو اس صورت میں اور اس شرط سے آپ تیار اور مستعد رہیں کہ جب آپ کو مسنون طور پر نکاح کے لئے لکھا جائے چند ہفتے تک استخارہ کریں کہ ہر ایک کام جو استخارہ اور خدا تعالیٰ کی مرضی سے کیا جاتا ہے ہو۔ وہ مبارک ہوتا ہے۔ دوسرے میرا ارادہ ہے کہ اس نکاح میں انبیاء کی سنت کی طرح سب کام ہو۔ بدعت اور بے ہودہ مصارف اور لغو رسوم اس نکاح میں نہ ہوں بلکہ ایسے سیدھے

سادھے طریق پر ہو جو خدا کے پاک نبیوں نے پسند فرمایا ہے نکاح ہو جائے تا موجب برکات ہو۔"

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 231)

رڑکی میں نکاح:

حضرت ڈاکٹر صاحب کے غیر احمدی خاندان میں اس رشتہ پر مخالفت ہوئی مگر حضرت ڈاکٹر صاحب نے بلا تامل اپنے آقا کے ارشاد پر سر تسلیم خم کر دیا۔ جس پر اکتوبر 1902ء کا پہلا ہفتہ نکاح کے لئے مقرر ہوا اور اقرار پایا کہ نکاح رڑکی میں ہو۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب 02-اکتوبر 1902ء کو قادیان سے علی الصبح حضرت مولوی نورالدین صاحب، حضرت میر ناصر نواب صاحب، مولوی سید محمد احسن امروہوی، حضرت میر محمد اسماعیل صاحب، پیر سراج الحق نعمانی صاحب، حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور ڈاکٹر نور محمد صادق صاحب کے ہمراہ رڑکی کے لئے روانہ ہوئے اور اسی روز عشاء کے وقت رڑکی پہنچے۔ اسٹیشن پر حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اپنے دوستوں کے ساتھ استقبال کے لئے موجود تھے۔

حضرت مولوی نورالدین صاحب نے حضرت ڈاکٹر صاحب کی صاحبزادی سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ کا نکاح ایک ہزار روپیہ مہر پر پڑھا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب کے بھائی اس تقریب میں ناراضگی کے باعث شامل نہ ہوئے۔ مگر ڈاکٹر صاحب نے اس کی چنداں پروانہ کی۔ اور یہی کہا کہ بہر حال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حکم کی تعمیل ہونی چاہئے۔ 05-اکتوبر 1902ء کو بعد نماز عصر یہ قافلہ رڑکی سے بخیریت قادیان پہنچا۔ اسی روز بعد نماز مغرب حضرت مسیح موعود حسب معمول شہ نشین پر رونق افروز ہوئے تو حضرت مولوی نورالدین صاحب نے مبارکباد دی اور حضرت ڈاکٹر صاحب کے اخلاص کی بہت تعریف کی۔ جس پر حضورؑ نے اظہار خوشنودی کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو بہت اخلاص دیا ہے اُن میں اہلیت اور زیرکی بہت ہے اور میں نے دیکھا ہے اُن میں نور فراست بھی ہے۔

رخصتانہ:

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا نکاح تو اسی سال ہوا۔ مگر رخصتانہ کی تقریب اگلے سال اکتوبر کے دوسرے ہفتے آگرہ میں عمل میں آئی۔ جہاں حضرت ڈاکٹر صاحب میڈیکل کالج میں پروفیسر تھے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب 11-اکتوبر 1903ء کی شام کو اپنے اہل بیت کے ساتھ قادیان پہنچے۔ بارات میں آپ کے ساتھ نانا جان حضرت میر ناصر نواب صاحب تھے۔ اگلے دن حضور کے گھر سے دلہن کی خوشی میں بتاشے تقسیم ہوئے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 231-232)

حضرت سیدہ اُمِ ناصر احمد صاحبہ کا پہلا نام رشیدہ تھا مگر حضرت اماں جان نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے نام کی مناسبت سے بدل کر آپ کا نام محمودہ کر دیا۔ آخری عمر تک جماعت میں آپ اسی نام سے موسوم رہیں۔ حضرت سیدہ اُمِ ناصر احمد صاحبہ کا وجود اللہ تعالیٰ کے زبردست اور زندہ نشانات میں سے ایک نشان تھا۔ آپ کی مقدس اور بابرکت زندگی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیشتر الہامات زبردست طور پر پورے ہوئے۔ آپ کا سب سے پہلا اور امتیازی نشان یہ تھا کہ آپ کا رشتہ سیدنا وامامنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود تجویز فرمایا تھا پھر آپ کو دوسرا امتیاز یہ حاصل ہوا کہ آپ حضرت اقدس علیہ السلام کی زندگی میں ہی اپنے والدین کے گھر سے رخصت ہو کر حضرت اقدس کے پاک گھرانہ میں شامل ہوگئیں اور "ذریت طیبہ" اور "خواتین مبارکہ" میں شمولیت کی سعادت پائی۔ پھر چھ سال کا طویل عرصہ آپ نے حضرت صاحب کی بابرکت اور نورانی شخصیت سے اکتساب کیا۔ آپ کے اقوال وافعال کو نہایت غور سے دیکھا۔ ان کو یاد رکھا اور جماعت تک پہنچایا۔ پھر حضرت اقدس کی بے پناہ دعاؤں سے آپ نے فیض پایا۔

حضرت سیدہ اُمِ ناصر احمد صاحبہ کی غیر معمولی شخصیت اور سیرت و کردار کے لحاظ سے جماعت احمدیہ میں آپ کا بلند مقام ہے۔ آپ کی ذات میں اللہ تعالیٰ کے بے شمار وعدے اپنی پوری آب و تاب سے پورے ہوئے۔ آپ کی ہستی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا چمکتا ہوا نشان بن گئی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود

علیہ السلام اپنی کتاب "تریاق القلوب" صفحہ 64-65 میں فرماتے ہیں۔

"خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد جماعت اسلام کی ڈالے گا۔ اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا۔ جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہوگا۔ اس لئے اس نے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلا دے۔"

(الفضل 16-اگست 1958 صفحہ 3)

چنانچہ حضرت سیدہ اُمِ ناصر احمد صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے وہ پاکیزہ اور دیندار اولاد عطا کی جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے واسطہ سے اسلام کے نوروں کو ساری دنیا میں پھیلا رہی ہے۔ آپ کی تمام اولاد آپ کی نیک تربیت اور پاک نمونہ کی بدولت بہت بلند مقام کی حامل ہے۔ چنانچہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث تو جماعت احمدیہ کے امام ہونے کی حیثیت سے تمام دنیا میں اشاعت اسلام کا زبردست کام کر رہے ہیں۔۔۔۔۔ الغرض حضرت سیدہ اُمِ ناصر احمد صاحبہ کا وجود اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ آپ کے بابرکت وجود میں یہ الہام بڑی شان سے پورا ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو وہ اولاد عطا کی جائے تو دنیا میں اسلام کے نوروں کو پھیلانے والی ہوگی۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا تھا کہ "تریٰ نسلاً بعیداً" یعنی یہ کہ تو ایک دور کی نسل دیکھ لے گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حقیقت الوحی کے صفحہ 209 میں فرماتے ہیں۔

"قریباً تین برس کا عرصہ ہوا ہے کہ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ تو ایک نسل بعید کو دیکھے گا۔ اس الہام کے صدہا آدمی گواہ ہیں اور کئی مرتبہ چھپ چکا ہے۔ اب اس کے موافق ظہور میں آیا۔ کہ میں نے وہ اولاد دیکھی جو پیشگوئی کے وقت موجود نہ تھی۔ اور پھر اولاد کی اولاد دیکھی اور نا معلوم ابھی کہاں تک اس پیشگوئی کا اثر ہے۔"

(الفضل 16-اگست 1958ء صفحہ 3)

چنانچہ حضرت سیدہ اُمِ ناصر احمد صاحبہ کے بطن سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں

صاحبزادہ مرزا نصیر احمد 26- مئی 1906ء کو پیدا ہوئے اور یہ الہام بڑی شان سے حضرت سیدہ موصوفہ کے ذریعہ پورا ہوا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

"بیالیسواں نشان یہ ہے کہ خدا نے نافلہ کے طور پر پانچویں لڑکے کا وعدہ کیا تھا چنانچہ تین ماہ کا عرصہ گزرا ہے کہ میرے لڑکے محمود احمد کے گھر میں لڑکا پیدا ہوا ہے جس کا نام نصیر احمد رکھا گیا۔ سو یہ پیشگوئی ساڑھے چار برس کے بعد پوری ہوئی۔"

(الفضل 16- اگست 1958ء صفحہ 3)

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبل از وقت یہ خوشخبری دی تھی کہ

" اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاوں گا اور برکت دوں گا۔"

(تذکرہ طبع دوم صفحہ 140)

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت سیدہ موصوفہ کی پاک ذات میں یہ الٰہی وعدہ بڑی شان سے پورا ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ کے تمام حرم سے زیادہ اولاد اللہ تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرمائی۔ اور آپ کی ذریت کو بہت بڑھایا۔ اور آپ نے اوائل میں جو رویاء دیکھی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آئے ہیں اور تازہ سیبوں سے آپ کی جھولی بھر دی ہے واضح طور پر پورا ہوا۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام کہ "انا نبشرک بغلام نافلة لک من عندی" ترجمہ : ہم ایک اور لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں کہ جو نافلہ ہوگا یعنی لڑکے کا لڑکا یہ نافلہ ہماری طرف سے ہے۔ یہ الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں صاحبزادہ مرزا نصیر احمد کی پیدائش پر بھی بہت شان سے پورا ہوا۔ اور پھر ایک طویل عرصہ کے بعد اُس سے بھی زیادہ شان وشوکت اور عزت اور عظمت کے ساتھ پورا ہوا۔ جب کہ آپ کے صاحبزادے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب جماعت احمدیہ کے مقدس امام کی حیثیت سے خلیفہ ثالث مقرر ہوئے۔

الغرض یہ شخصیت ایک گوہر نایاب تھا اور قیمتی ہیرا جو دنیا میں آیا۔ آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ کی رفاقت چھپن سال تک نصیب ہوئی اور آپ کی زندگی کے ہر لمحہ نے گواہی دی کہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انتخاب کس قدر موزوں تھا۔آپ نے تمام عمر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدۂ کے مدد ومعاون اور راز دار رفیق کی حیثیت سے بسر کی اور اپنے مقدس امام وخاوند کے ہر کام میں ایک بہترین رفیق حیات ثابت ہوئیں۔بچوں کی نہایت اعلیٰ تربیت کی۔رشتہ داروں اور عزیز واقارب سے نہایت اچھا سلوک کیا۔آپ کے کردار کا یہ نہایت نمایاں وصف ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدۂ نے آپ کے بعد چھ اور شادیاں کیں مگر حضرت سیدہ اُمِ ناصر احمد صاحبہ نے ان بیویوں کے ساتھ اپنی بہنوں جیسا سلوک روا رکھا اور ان کے بچوں کو ہمیشہ اپنے بچے سمجھا اور نہایت صبر اور استقلال سے زندگی بسر کی۔

جماعت کی خواتین سے آپ کو بہت انس تھا۔آپ جماعت کی خواتین سے بہت محبت اور شفقت سے پیش آتیں۔یہی وجہ ہے کہ آپ کے گرد ملاقاتیوں کا ہجوم رہتا تھا اور عورتیں نہایت بے تکلفی سے آپ کی خدمت میں اپنی تکالیف ومشکلات بیان کرتیں اور آپ حتی الوسع ان کی امداد فرمائیں۔آپ بیمار تھیں۔تبدیلی آب وہوا کی غرض سے آپ کو مری لے جایا گیا۔جہاں علاج معالجہ بھی ہوتا رہا مگر وقت مقرر آپ کا آچکا تھا۔ آپ نے 31-جولائی 1958ء بروز جمعرات صبح چھ بجے مری میں انتقال فرمایا۔یکم اگست 1958ء بروز جمعۃ المبارک صبح سوا سات بجے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدۂ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ہزار ہا احباب نماز جنازہ میں شامل ہوئے اور آپ کو غمناک آنکھوں اور غمزدہ قلوب اور پُرسوز دعاؤں کے ساتھ بہشتی مقبرہ میں حضرت اماں جان والی چار دیواری میں آپ کے مزار مبارک کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

حضرت سیدہ موصوفہ کی سیرت کے دلکش پہلو:

حضرت سیدہ موصوفہ نہایت دعا گو، متقی، عبادت گزار، مہمان نواز، ہمدرد خلائق، صابر وشاکر، بامروّت اپنوں اور بیگانوں سے حسن سلوک کرنے والی، سلسلہ سے محبت رکھنے والی خاتون پاک تھیں۔آپ جماعت میں "امی جان" کے نام سے مشہور تھیں اور واقعی آپ نے تمام زندگی جماعت کے ہر خورد وکلاں کو ماں کا پیار دیا۔آپ کے مقام اور عزت وعظمت کا اندازہ آپ کے وصال کے بعد اُن مضامین اور منظوم کلام کو پڑھ کر ہوسکتا ہے جو الفضل اور دوسرے رسائل میں شائع ہوئے۔

حضرت سیدہ موصوفہ کو سلسلہ عالیہ احمدیہ سے بہت انس تھا۔ تمام عمر آپ نے بہت عظیم الشان قربانیوں کا مظاہرہ کیا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ کی ہر معاملہ میں معاون رہیں۔ حضور فرماتے ہیں۔

"خدا تعالیٰ نے میری بیوی کے دل میں اسی طرح تحریک کی جس طرح خدیجہؓ کے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی تحریک کی تھی۔ انہوں نے اس امر کو جانتے ہوئے کہ اخبار میں روپیہ لگانا ایسا ہی ہے جیسے کنویں میں پھینک دینا اور خصوصاً اس اخبار میں جس کا جاری کرنے والا محمود ہو جو اُس زمانہ میں شائد سب سے زیادہ مذموم تھا۔ اپنے دو زیور مجھے دے دیئے کہ میں ان کو فروخت کر کے اخبار جاری کر دوں۔ ان میں سے ایک تو ان کے اپنے کڑے تھے اور دوسرے ان کے بچپن کے کڑے تھے جو انہوں نے اپنی اور میری لڑکی عزیزہ ناصرہ بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ کے استعمال کے لئے رکھے ہوئے تھے۔ میں زیورات کو لے کر اس وقت لاہور آ گیا اور پونے پانچ سو کے وہ دونوں کڑے فروخت ہوئے۔ یہ ابتدائی سرمایہ "الفضل" کا تھا۔ الفضل اپنے ساتھ میری بے کسی کی حالت اور میری بیوی کی قربانی کو تازہ رکھے گا۔"

(الفضل 06-اگست 1958ء صفحہ 3-4)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ان کے سلسلہ سے لگاؤ اور تعلق کو یوں بیان کرتے ہیں کہ

"غالبًا یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگی کہ سیدہ اُمِ ناصر احمد صاحبہ کو جو جیب خرچ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ کی طرف سے ملتا اُسے وہ سب کا سب چندہ میں دے دیتی تھیں اور اولین موصیوں میں سے بھی تھیں۔۔۔۔۔ سیدہ اُمِ ناصر احمد صاحبہ کو یہ امتیاز بھی حاصل تھا کہ وہ عرصہ دراز تک لجنہ اماء اللہ کی صدر رہیں۔۔۔۔۔"

(الفضل 07-اگست 1958ء صفحہ 3)

پھر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اپنے اسی مضمون میں ان کے دیگر اوصاف کے متعلق لکھتے ہیں۔

"ہماری بھاوجہ سیدہ اُمِ ناصر احمد صاحبہ کی وفات کو جماعت میں جس رنگ میں محسوس کیا گیا ہے وہ ان کی غیر معمولی ہر دلعزیزی اور نیکی اور تقویٰ کا بین ثبوت ہے۔۔۔۔ سیدہ اُمِ ناصر احمد صاحبہ نہایت ملنسار سب کے ساتھ بڑی محبت اور کشادہ پیشانی سے ملنے والی حقیقۃً حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ کے گھر

کی رونق تھیں اور حضرت اماں جان کی وفات کے بعد جماعت کی مستورات کا گویا وہی مرکز تھیں کیونکہ عمر میں بھی وہ ہمارے خاندان کی سب خواتین میں بڑی تھیں اور طبیعت کے لحاظ سے بھی اس امتیاز کی اہل تھیں ۔۔۔سیدہ اُمِ ناصر احمد صاحبہ نے بہت بے شر طبیعت پائی تھی ان کے وجود سے کبھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچی اور ان کا وجود ساری عمر اسی نوع کی معصومیت کا مرکز بنا رہا۔"

(الفضل 07-اگست 1958ء صفحہ 3)

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اپنے مضمون میں فرماتی ہیں۔

"انہوں نے شادی کے بعد اس گھر کو اپنا گھر سمجھا اور ہم لوگوں کو اپنے بہن بھائی سمجھا۔ایک گھڑی کو بھی محبت کے بغیر ان کا سلوک یاد نہیں۔نہایت پیار سے ہم لوگ رہے ہیں بہت چھوٹی تھی ضرور ستاتی بھی ہوں گی مگر ان کی شفقت میں کمی نہ آتی دیکھی۔کبھی تیور پر بل نہ آتا تھا۔ان کی سعید فطرت اور اس پر حضرت سیدنا بڑے بھائی صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ) کی تربیت گھر کا مبارک ماحول نیک نمونہ تھا۔جو سونے پر سہاگہ ہو گیا تھا۔لوگ کہتے ہیں کہ دو برتن بھی ایک جگہ ہوتے تو کھٹک جاتے ہیں مگر ہم تو ایک بار بھی نہ کھٹکے تھے۔مجھ سے جو محبت تھی وہ آخر دم تک نبھائی۔"

(الفضل 13-اگست 1958ء صفحہ 3)

حضرت اماں جان سے مشابہت:

حضرت سیدہ اُمِ ناصر احمد صاحبہ کو کئی پہلوں سے حضرت اماں جان سے بہت مشابہت تھی۔حضرت "اماں جان" کے نام سے جس طرح حضرت اماں جان جماعت میں مشہور تھیں۔اسی طرح حضرت سیدہ اُمِ ناصر احمد صاحبہ جماعت میں "امی جان" کے نام سے مشہور تھیں جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بشیر اوّل کی پیدائش کی خبر دی اور وہ حضرت اماں جان کے بطن سے پیدا ہوئے اور تھوڑے عرصہ بعد فوت ہو گئے۔اسی طرح حضرت سیدہ اُمِ ناصر احمد صاحب کے بطن سے صاحبزادہ مرزا نصیر احمد صاحب پیدا ہو کر فوت ہو گئے۔ان کی پیدائش کی خبر بھی قبل از وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دی تھی۔

جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بشیر اوّل کے بعد بشیر ثانی کی خوشخبری دی اور حضرت اماں جان کے بطن مبارک سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی پیدا ہوئے۔اس طرح صاحبزادہ مرزا نصیر احمد صاحب کی وفات کے بعد سیدہ اُمِ ناصر احمد صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث عطا کئے جو بطور نعم البدل تھے اور ایک مشابہت یہ ہے کہ جس طرح حضرت اماں جان کی کنیت بشیر اوّل کی بجائے بشیر ثانی کے نام پر پڑی اور آپ "اُم محمود" کہلائیں۔اسی طرح حضرت سیدہ اُمِ ناصر احمد صاحبہ کی کنیت صاحبزادہ نصیر احمد صاحب کی بجائے حضرت صاحبزاہ مرزا ناصر احمد صاحب کے نام پر پڑی اور آپ حضرت سیدہ اُمِ ناصر احمد صاحبہ کہلائیں۔

آپ کی یہ ساری مشابہتیں اس امر کی نشاندہی کرتی ہیں کہ آپ روحانی طور پر بہت بلند مقام رکھتی ہیں کہ آپ کو فی الواقع کئی امتیازی شرف حاصل تھے اور آپ کا وجود اللہ تعالیٰ کے زندہ نشانات میں سے ایک نشان تھا۔

(گلشن مہدی از فرحت مبشر صفحہ 102 تا114)

خدمات:

حضرت سیدہ اُمِ ناصر لجنہ اماء اللہ کی ابتدائی چودہ ممبرات میں سے تیسرے نمبر پر ہیں۔لجنہ اماء اللہ کے قیام کے بعد سب ممبران نے مل کر مشورہ کیا اور حضرت سیدہ اُمِ ناصر کو صدر لجنہ منتخب کیا اور متواتر چھتیس (36) سال تک اس عہدہ پر فائز رہ کر دینی اور جماعتی خدمات بجالاتی رہیں۔اس سے کچھ عرصہ قبل نائب صدر کی حیثیت سے کام کرنے کا موقعہ ملا۔احمدی مستورات کے نظم وضبط اور اخلاص اور ایمان میں آپ کا بہت دخل ہے۔آپ خوش قسمت تھیں۔جن کو حضرت اقدس کی تربیت میں ایک حصہ ملا۔اور حضرت مصلح موعود کی تربیت نے سونے پر سہاگا کا کام دیا۔گو دنیاوی لحاظ سے آپ نے کسی مدرسہ سے تعلیم حاصل نہ کی تھی لیکن حضرت مصلح موعود کی محبت طیبہ اور تعلیم کے اثر سے سیدہ موصوفہ کا وجود دینی تعلیم اور سلسلہ سے اخلاص میں ایک قابل تقلید نمونہ تھا۔آپ کو قرآن کریم اور دینی تعلیم پر عبور حاصل تھا۔چنانچہ سینکڑوں لڑکیوں کو آپ نے

قرآن مجید پڑھایا۔

لجنہ اماء اللہ کے کاموں اور اجلاسوں میں آخری عمر میں ناسازی طبع اور کمزور ہونے کے باوجود شامل ہوتی رہیں۔ اور اپنی ہدایات اور ارشادات سے نوازتی رہیں۔

سیدہ موصوفہ بڑی سلجھی ہوئی طبیعت کی مالک تقویٰ شعار، باوقار، مخلص اور سلسلہ احمدیہ کے لئے بڑھ چڑھ کر قربانی کرنے والی تھیں۔ اور سب روحانی اور جسمانی عزیزوں کے ساتھ محبت اور شفقت کا سلوک روا رکھتی تھیں۔ ذکر الٰہی، تحدیث بالنعمت، صدقہ و خیرات، غریب پروری، دین کو ہر حال میں مقدم رکھنا قربانی کر کے بھی چندوں میں حصہ لینا۔ یہ ایسی صفات تھیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ نے ایک وافر حصہ آپ کو عطا فرمایا۔ آپ مبشرات اور رؤیاء صادقہ سے بھی مشرف تھیں۔ گو اس مشرف کا عام ذکر کرنے سے پرہیز فرماتی تھیں۔۔۔۔۔خلافت ثانیہ کی جوبلی کے موقعہ پر جب خواتین نے لوائے احمدیت کے لئے سوت کاتا تو آپ نے بھی اس میں حصہ لیا۔ حضرت مصلح موعود نے 1953ء میں عورتوں کو اپنے ہاتھ کی کمائی سے زائد آمدنی پیدا کرنے کا ارشاد فرمایا۔ تو آپ نے اپنے ہاتھ سے ایک دوائی بنا کر فروخت کی اور اس کی آمد اشاعت دین کی خاطر دی۔ 1914ء میں "تادیب النساء" کے تحت عورتوں میں زنانہ دعوۃ الی الخیر فنڈ کی تحریک ہوئی۔ جس میں اکٹھا ہونے والا چندہ تبلیغ اور سلسلہ کے کاموں میں خرچ ہونا تھا۔ یہ تحریک مستورات کو کی گئی تھی۔ چنانچہ پہلی فہرست جو زنانہ دعوۃ الی الخیر فنڈ کی شائع ہوئی میں ابتدائی بلکہ دوسرے نمبر پر چندہ دینے والی حضرت اُمِ ناصر صاحبہ تھیں اس وقت آپ نے ایک روپیہ چندہ دیا تھا۔

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول صفحہ 21)

آپ صاحب ذوق تھیں۔ احمدی رسائل کے لئے علمی، اخلاقی اور تربیتی مضامین بھی لکھتی رہتی تھیں۔

اُن کے دل میں موجزن احیائے دیں کا جوش تھا
دین کی خاطر نہ بچوں کا نہ اپنا ہوش تھا
اُن کے ہی ایثار سے "الفضل" تھا جاری ہوا
اُن پر رکھ تو فضل کا سایہ ہمیشہ اے خدا

صدر لجنہ ابتداء سے تادم آخر رہیں
ساری مستورات کی نظروں کا مرکز آپ تھیں
آج تک نہ دیکھا کبھی ہم نے اُن کو خشمگیں
اس قدر صدمے سہے ماتھے پہ بل آیا نہیں
آپ کے گھر کیسے کیسے صف شکن پیدا ہوئے
یہ بجا ہے گر کہوں فخر زمن پیدا ہوئے

اولاد حضرت سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ:

حضرت ڈاکٹر صاحب کی اولاد کا ایک الگ باب باندھا جارہا ہے لیکن یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمودہ بیگم صاحبہ کے بطن سے اولاد کا ذکر ہو جائے۔ آپ کے بطن سے یہ اولاد ہوئی۔

صاحبزادہ مرز انصیر احمد صاحب (متوفی) حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (ولادت 16-نومبر 1909ء) صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ (ولادت)، صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب (ولادت 09-مئی 1914ء) صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب (ولادت یکم فروری 1918ء) صاحبزادی امتہ العزیز بیگم صاحبہ (متوفیہ) صاحبزادہ امتہ العزیز بیگم صاحبہ (ولادت؟)، صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب (متوفی) صاحبزادہ مرزا حفیظ صاحب ثانی (ولادت 1926ء) صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب (ولادت 03-اکتوبر 1927ء) صاحبزادہ مرزا اظہر احمد صاحب (ولادت 17-اکتوبر 1930ء) صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب (ولادت 28-جولائی 1935ء)

(تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 225)

صاحبزادہ مرزا نصیر احمد صاحب کی ولادت کی اطلاعاً اخبار میں یوں شائع ہوئی۔

"پھر ایک بار ہم خدا تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود اور حضرت اماں جان اور ایسا ہی اپنے محترم جناب میر ناصر نواب صاحب اور آپ کی زوجہ محترمہ کو اس تقریب پر صدق دل سے مبارکباد دیتے

ہیں۔ایسا ہی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اوران کے متعلقین کو۔"

(الحکم 31- مئی 1906ء)

آپ کے ہاں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کے تولد بارے حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب یوں رقمطراز ہیں۔فرماتے ہیں۔

نومبر 1909ء میں آپ کے ہاں دوسرے فرزند صاحبزادہ مرزا ناصر احمد تولد ہوئے۔اس ولادت کے مبارک ہونے کی بشارت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو پہلے ہی مل چکی تھی۔ چنانچہ آپ نے اپنے 26- ستمبر 1909ء کے ایک خط میں لکھا۔

"مجھے بھی خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ تجھے ایسا لڑکا دوں گا جو دین کا ناصر ہوگا اور اسلام کی خدمت میں کمر بستہ۔"

یہ خوشخبری اپنی پوری شان سے اس وقت پوری ہوئی۔جب اس رویاء کے 56 برس بعد 1965ء میں اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو منصب خلافت پر سرفراز فرمایا۔

(سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 146)

محترم صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب نے اپنی والدہ محترمہ کی اولاد کا تجزیہ یوں پیش کیا ہے۔یہ تجزیہ 1959ء کا ہے۔

"آپ کی شادی کے موقعہ پر حضور علیہ السلام کا الہام **تری نسلاً بعد نسلاً** بار بار شائع کیا گیا۔۔۔۔اسی طرح میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اُس شعر کہ

اک سے ہزار ہوویں مولا کے یار ہوویں

کا ایک حصہ آپ کے ذریعہ سے بھی پورا ہوا کیونکہ خلیفۃ المسیح کے پوتے نواسے وغیرہ حرم اوّل سے ماشاءاللہ اتنے زیادہ ہیں کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے 17، حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے 20، حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے 19، اور پھوپھی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کے 17 ملا کر بھی صرف سیدنا اُمِ ناصر کی اولاد سے کم ہیں گویا کہ اس طرح آپ مسیح موعود کی ایک دعا کے پورا کرنے کی بھی مصدّ ق ہیں۔میں بیان کر رہا تھا

کہ چونکہ خدا تعالیٰ اپنی خاص حکمت کی وجہ سے آپ کی شادی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں کرنا چاہتا تھا اس لئے باوجود مخالفت کے آپ اسی گھر میں تشریف لائیں۔

(سیرۃ سیدہ حضرت امی جان صفحہ 24 تا 26)

ایک سعادت، ایک اعزاز، ایک خوش قسمتی:

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے اس جسمانی تعلق کے بعد درج ذیل سعادتیں حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے حصہ میں آئیں۔

1۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سمدھی ٹھہرے

2۔ آپ کے داماد حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ بنے جو مصداق پیشگوئی مصلح موعود تھے۔

3۔ آپ کے نواسہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد نافلہ موعود ناصر دین خلیفۃ المسیح کے عہدہ پر فائز ہوئے۔

4۔ اور آپ کے پڑنواسے حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب **انی معک یا مسرور** الہام کے مصداق ان دنوں خلافت کے اعلیٰ روحانی مقام پر فائز ہیں اللہ تعالیٰ صحت عمر زندگی میں برکت دے اور دینی و روحانی مہمات میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

باب نمبر: 15

وفات اور گلہائے عقیدت

☆ وصال کی خبر الفضل میں

☆ اخبار فاروق میں خبر آہ خلیفہ رشید الدین

☆ آخری آرام گاہ

☆ ایک اور شمع بُجھ گئی

☆ ریزولیوشن

☆ حضرت خلیفہ ثانی کی طرف سے ذکر خیر

☆ مجلس معتمدین ومقامی مجلس شوریٰ کی طرف سے ریزولیوشن

☆ لجنہ اماء اللہ کا اظہار افسوس

☆ اخبارات میں اظہار افسوس

☆ مشاہیر سلسلہ مضمون دُختر رضیہ بیگم صاحبہ

☆ تاثرات حضرت مرزا عبدالحق صاحب

☆ تاثرات حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب

☆ ذکر خیر از لاہور تاریخ احمدیت

☆ ذکر خیر از طرف خلیفہ صباح الدین صاحب

☆ منظوم خراج عقیدت

آسمان احمدیت پر پوری آب وتاب سے چمکنے والا یہ ستارہ مختصر سی علالت کے بعد یکم جولائی 1926ء کو سوا تین بجے سہ پہر ابد کے لئے غائب ہوگیا۔

انالله وانااليه راجعون

اخبار "الفضل" قادیان نے اپنی اشاعت مورخہ 06- جولائی 1926ء کو سرورق پر "جناب خلیفہ رشید الدین صاحب کا افسوسناک انتقال" کے عنوان سے درج ذیل خبر شائع کی۔

جناب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کا افسوسناک انتقال

یہ خبر نہایت رنج اور افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ جناب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیمی اور نہایت ہی مخلص مریدوں میں سے تھے کچھ عرصہ کی علالت کے بعد یکم جولائی 1926ء کو سوا تین بجے بعد دوپہر اپنے معبود حقیقی سے جا ملے۔ انا الله وانا اليه راجعون

جناب خلیفہ صاحب مرحوم السابقون الاولون میں سے تھے۔ اور آپ کا نام 313 والی فہرست میں درج ہے۔ آپ اپنے اخلاص، ایثار اور دینی قربانیوں کی وجہ سے جماعت احمدیہ میں خاص پایہ کے انسان تھے۔ عنفوان شباب میں ہی آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اور پھر اس روحانی تعلق میں آپ اس قدر ترقی کر گئے کہ اپنا سب کچھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قربان کر دیا۔ دوران ملازمت میں نہ صرف آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جسمانی خدمات بحیثیت ڈاکٹر سرانجام دینے کا شرف حاصل ہوا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے علاج کو خاص قدر کی نظر سے دیکھتے اور وقتاً فوقتاً آپ سے دوائیاں منگواتے تھے بلکہ مالی لحاظ سے بھی بے نظیر ایثار اور قربانی کا نمونہ دکھایا۔ اور خدا تعالیٰ نے آپ کو اسلام کی خدمت کے لئے اپنا مال صرف کرنے میں ہمیشہ پیش پیش رکھا۔ یہ آپ کے اخلاص کا ہی ثمرہ تھا کہ سب سے اول حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ سے

رشتہ داری کا تعلق پیدا کیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ کی شادی آپ کی صاحبزادی سے کی۔ آپ باوجود معقول مشاہرہ پانے کے ہمیشہ متوکلانہ زندگی بسر کرتے اور اپنی آمدنی کا بڑا حصہ خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتے رہے۔ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خاندان نبوت سے بے نظیر اخلاص تھا۔ یہی اخلاص آپ کو ہجرت کرا کے قادیان لے آیا جہاں آپ نے اپنی زندگی کا آخری حصہ ہمہ تن اہم ذمہ دارانہ خدمات دینیہ میں مصروف رہ کر بسر کیا اور نہایت صبر وشکر کے ساتھ مالی مشکلات برداشت کرتے رہے۔ آپ میں وہ تمام خوبیاں پائی جاتی تھیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخلص اور صحبت یافتہ رفقاء کی شان کے شایان ہیں۔ آپ نہایت صاف دل، ہر ایک ساتھ خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنے والے، ہر ایک کے دکھ درد میں شریک ہونے والے، حتی المقدور غرباء اور مساکین کی امداد کرنے والے، چھوٹوں کے ساتھ نہایت محبت اور مہربانی سے پیش آنے والے اور سلسلہ کے متعلق بڑی غیرت رکھنے والے انسان تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ کی ذات والا صفات کے ساتھ آپ کو اس قدر محبت اور اخلاص تھا کہ آپ کی شان کے خلاف مخالفین اور خاص کر غیر مبائعین کی طرف سے کوئی گستاخانہ کلمہ سن کر بے تاب ہو جاتے اور چونکہ آپ ان لوگوں کی ریشہ دوانیوں سے واقف تھے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق وہ ہمیشہ سے کرتے رہے۔ اس لئے ان سے سخت نفرت کا اظہار فرمایا کرتے۔ آپ قرآن کریم کے حافظ تھے۔

غرض آپ ان بزرگوں میں سے ایک تھے جنہیں حضرت مسیح موعود کی پاک تعلیم اور قدسی صحبت نے تیار کیا۔"

(الفضل 06- جولائی 1926ء نمبر 2 جلد 14)

اخبار "فاروق" قادیان نے "آہ خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم" کے عنوان سے ان الفاظ میں آپ کی وفات کی خبر شائع کی۔

"آہ خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم"

یہ خبر نہایت رنج وافسوس سے سنی جائے گی کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک رکن اور سابقون الاولین

بہشتی مقبرہ قادیان جہاں حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب آخری آرام فرما رہے ہیں۔
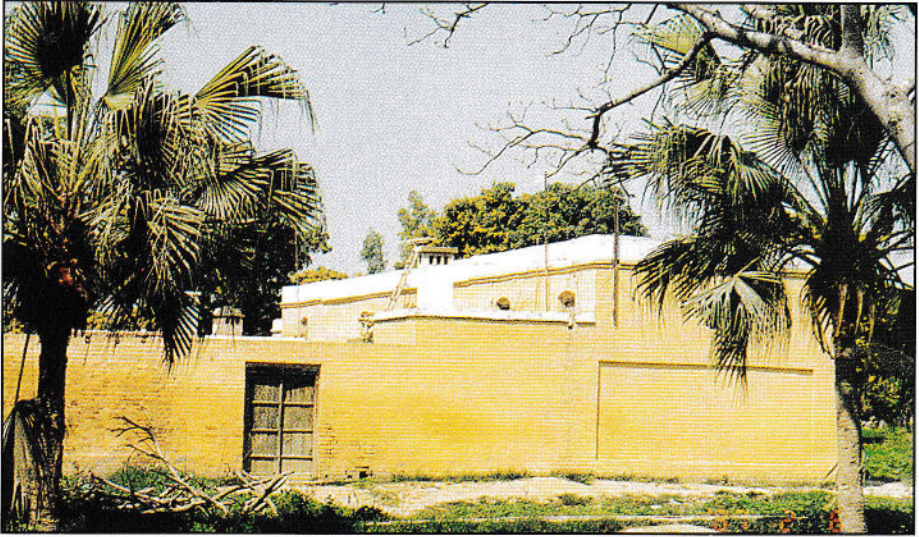
بہشتی مقبرہ میں واقع وہ گھر جہاں حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف نے 1911ء میں قادیان میں مستقل سکونت اختیار کرتے
وقت قیام فرمایا۔ یہ وہی گھر ہے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام 1905ء میں زلزلے کے وقت قیام پذیر رہے۔

کے سرتاج اور سابق بالخیرات میں پیش پیش اوراخلاص میں قابل رشک حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب ایک لمبی بیماری قلب کی وجہ سے واقعہ یکم جولائی 1926ء بروز جمعرات بعد دوپہر اس جہان فانی سے رحلت فرمائی۔ عالم جاودانی ہو کر تمام خویش واقارب داغ مفارقت دے گئے۔ اور 02- جولائی 1926ء کو بروز جمعہ 10 بجے قبل دوپہر مقبرہ بہشتی میں دفن کئے گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

مرحوم جس شان کے انسان تھے۔ اس کو بیان کرنا قلم کی طاقت میں نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آپ کو عشق تھا۔ اس نے ایام ملازمت سرکاری میں آپ کو ہمیشہ رو بہ قادیان رکھا اور ہر موقعہ فرصت کو مرحوم دارالامان میں ہی پہنچ کر گزارتے تھے۔ مرحوم گورنمنٹ کے اعلیٰ عہدیدار تھے۔ اسسٹنٹ سرجن سے سول سرجن کے عہدے تک فائز ہوئے۔ ایران میں بھی آپ سرکاری خدمات پر تشریف لے گئے اور نہایت خوش اسلوبی اور قابلیت سے سرکاری فرائض کو ادا فرماتے رہے۔ اور بالآخر پنشن یاب ہو کر پہلے چند ماہ دہلی میں خاکسار ایڈیٹر فاروق کی درخواست پر پرائیویٹ پریکٹس فرماتے رہے۔ مگر دارالامان کی کشش آپ کو رات دن بیقرار رکھتی تھی۔ اس لئے دہلی سے قادیان تشریف لے آئے اور بقیہ ایام زندگی ارض مقدسہ میں گزار کے 02- جولائی کو بروز جمعہ اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے اور مقبرہ بہشتی میں دفن کئے گئے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے آپ کو کندھا دیا۔ مرحوم نے ہزار ہا روپیہ سلسلہ کی ضروریات میں عطا فرمایا۔ آپ کو سلسلہ سے اور سلسلہ کے کاموں سے اس قدر دلچسپی اور دل بستگی تھی کہ ایام ملازمت میں جبکہ آپ آگرہ میڈیکل کالج میں لیکچرار تھے۔ اور رامپور ریاست میں گورنمنٹ کی طرف سے سول سرجن تھے۔ اور دیگر مقامات میں انچارج ہسپتال رہے۔ آپ کو چار چار اور پانچ پانچ سو روپیہ ماہوار فیس مریضان کا آتا تھا۔ جس کے متعلق آپ کا بالالتزام یہ دستور رہا کہ جس قدر روزانہ فیس آپ کو آتی تھی۔ آپ ہر روز اس کا منی آرڈر کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھیج دیتے تھے۔ اس روزانہ مالی خدمت اسلام وسلسلہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متاثر ہو کر مرحوم کو یہ لکھ دیا کہ اب آپ ماہوار چندہ بھی اگر نہ دیں تو آپ کی موصولہ رقوم امدادی عمر بھر کے چندہ سے بھی بڑھ گئی ہے۔ مگر اس پر ہی مرحوم نے تادم وفات سلسلہ کی امداد میں مقدور بھر روپیہ دیا۔ اور کبھی ہاتھ پیچھے نہیں کیا۔ قریباً دو ہزار احمدی نماز جنازہ میں شامل ہوئے۔

آپ کا اخلاص اور ایمان حضرت اقدسؑ کی صداقت اور دعاوی پر یہاں تک ترقی کر چکا تھا کہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے خاندان کے ساتھ رشتہ باندھنے کے لئے تمام جماعت میں سے آپ کو چن لیا اور حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح الثانی (نور اللہ مرقدہٗ) کی سب سے پہلی شادی آپ کی دختر نیک اختر سیدۃ النساء حضرت محمودہ بیگم صاحبہ سے فرمائی۔ اور یہ واجب الاحترام خاتون حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی حرم اوّل ہیں۔ سلمہا اللہ تعالیٰ۔

مرحوم پنجاب کے مشہور خاندان کے نورتن تھے۔ آپ کا خاندان لاہور میں ایک خاص شہرت رکھتا تھا۔ آپ کے والد بزرگوار خلیفہ حمید الدین صاحب اور برادر حقیقی خلیفہ عماد الدین صاحب ان مشاہیر ہستیوں میں سے ہیں جن کو لاہور کا بچہ بچہ جانتا ہے اور جن کی بنا کردہ انجمن حمایت اسلام لاہور اور اسلامیہ کالج قابل قدر یادگاریں ہیں۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم نے اپنی تمام خاندانی شہرت پر مسیح موعودؑ کے در کی غلامی کو فوقیت دی۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے وطن مالوف لاہور کو چھوڑ کر دارالامان کی درویشانہ زندگی اختیار فرمائی۔ اس ترک دنیا و وطن کی خدا کے حضور اتنی قیمت پڑی کہ مرحوم کو لاکھوں انسانوں نے اپنے دل میں جگہ دی۔ اور اس قدر عزت بخشی کہ جو لازوال دائمی عزت ہے کہ آج تمام احمدی قوم مرحوم کو واجب الاحترام اور سلسلہ احمدیہ کا اعلیٰ کارکن خیال کرتی ہے۔ اور آئندہ آنے والی نسلیں قیامت تک مرحوم کو (اللہ آپ سے راضی ہو) کی دعا سے یاد کریں گی۔

مرحوم کی وفات سے احمدی قوم کو بہت رنج ہے۔ اور آپ کے پسماندگان کو ناقابل برداشت صدمہ پہنچا ہے۔ مرحوم کی دو بیویاں ہیں اور دونوں کو خدا نے اولاد ذکور واناث عطاء فرمائی ہے۔ آپ کی اہلیہ صاحبہ اول کو جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ کی خوشدامنہ ہیں۔ دو لڑکیاں اور دو لڑکے ہیں۔ ایک لڑکی حضرت خلیفۃ المسیح کی شرف زوجیت سے مشرف ہیں۔ دوسری لاہور میں اپنے خاندان میں بیاہی گئی ہے۔ ایک لڑکا شملہ میں ملازم ہے۔ اور دوسرا لڑکا ڈاکٹری پڑھنے کے واسطے گیا ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو بخیریت تمام فائز المرام واپس لائے۔ آمین

دوسری اہلیہ صاحبہ خورد سے بفضلہٖ تعالیٰ پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔ سب سے بڑی لڑکی مرزا گل محمد صاحب رئیس قادیان سے بیاہی گئی ہے۔ سب سے بڑے لڑکے کی عمر پندرہ سولہ سال اور سب سے چھوٹے کی دس گیارہ ماہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کا حافظ و ناصر ہو اور اپنے فضل اور رحمت کی چادر کے نیچے

ان کو پرورش فرما کر مرحوم باپ کا قابل فخر جانشین بنائے۔ آمین

مرحوم قادیان میں میڈیکل آفیسر تھے اور نہایت خوش اخلاقی اور ہمدردی سے مریضوں کا آپریشن اور علاج کرتے تھے جس سے مخلوق خدا کو اپنا گرویدہ احسان بنایا تھا مرحوم کی عمر کوئی بڑی نہ تھی پچاس اور ساٹھ کے درمیان آپ نے زندگی پائی۔ مرحوم کا منجھلا لڑکا ناصر الدین جو اہلیہ خورد سے ہے امسال فسٹ ڈویژن میں امتحان انٹرنس پاس کر کے اسلامیہ کالج لاہور میں داخل ہوا ہے اللہ تعالیٰ اس نونہال کو کامیاب کرے آمین۔

(اخبار "فاروق" قادیان 06-جولائی 1926ء)

آخری آرام گاہ:

آپ کی وفات کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیلی اور دیکھتے ہی دیکھتے دور ونزدیک سے احباب جماعت اور آپ کے چاہنے والے اکٹھے ہونے لگے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ خود بھی موجود تھے۔ نماز جنازہ حضور نور اللہ مرقدہٗ نے ہی وفات سے اگلے روز 02-جولائی 1926ء کو پڑھائی۔ اور بہشتی مقبرہ قادیان میں مخصوص چاردیواری کے اندر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار مبارک کے دائیں طرف دفن کئے گئے۔

مکرم ایڈیٹر صاحب روزنامہ الفضل نے اس واقعہ کا ذکر یوں کیا ہے۔

"ڈاکٹر صاحب مرحوم چند دن سے دارالعلوم کی اس کوٹھی میں اُٹھ آئے تھے جس میں پہلے مولوی محمد دین صاحب بی اے رہائش رکھتے تھے۔ اور اسی جگہ ان کی وفات ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (نور اللہ مرقدہٗ) باوجود اپنی طبیعت ناساز ہونے کے جناب ڈاکٹر صاحب کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے رہے۔ اور جب آخری دن حضور کو ڈاکٹر صاحب کی طبیعت زیادہ خراب ہونے کی اطلاع ہوئی تو حضور اسی وقت تشریف لے گئے اور پھر شام تک اسی جگہ رہے۔ حضور کی طبیعت پر اس افسوسناک واقعہ کا بڑا اثر ہوا اور آنسو رواں رہے۔ خبر وفات سن کر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بہت سے اصحاب کا مجمع ہو گیا۔ غسل تو اسی دن چھ بجے کے قریب دے دیا گیا مگر جنازہ دوسرے دن 9 بجے کے قریب بہت بڑے مجمع کے ساتھ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (نوراللہ مرقدۂ) نے پڑھایا اور مقبرہ بہشتی کی اس مخصوص جگہ میں جو مزار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دائیں طرف ہے دفن کئے گئے۔ نعش کو حضور نے خود کندھا دیا۔ اور اپنے ہاتھ سے لحد میں اتارا۔"

(الفضل 06- جولائی 1926ء نمبر 2 جلد 14)

سلسلہ احمدیہ میں اخبار نویس کے بانی جناب شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب نے لندن سے جناب خلیفہ رشید الدین صاحب کی وفات کی خبر سن کر مرحوم کے حالات زندگی پر "الفضل" کے لئے ایک مضمون بعنوان "ایک اور شمع بجھ گئی" لکھ کر بھجوایا جو الفضل قادیان میں 10- اگست 1926ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔

حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب

"ایک اور شمع بُجھ گئی"

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت بست بہ جریدہ عالم دوام ما

08- جولائی 1926ء کو دارالامان کے ایک برقی پیغام نے حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی وفات کی خبر سنائی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون.

مجھ کو حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم سے قریباً 35 سال سے نیاز مندانہ تعلقات حاصل تھے۔ جب کہ وہ میڈیکل کالج لاہور میں اور عرفانی ماڈل سکول لاہور میں تعلیم پاتا تھا۔ اس زمانہ تعلیم میں ہم دونوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور زانو سے ادب تہہ کیا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب خدا کے فضل وکرم سے صادقانہ اور مخلصانہ زندگی بسر کر کے اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملے۔ عرفانی کی کشتی عمر ابھی منجھدھار میں ہے اور کنارہ کا پتہ نہیں۔ فضل ربی ہی سے توقع ہے کہ سلامتی سے کنارے پر پہنچ جاوے ورنہ

بحیرتم کہ سرانجام من چہ خواہد بود

حضرت ڈاکٹر صاحب کی زندگی اولیاء اللہ کی زندگی کا ایک نمونہ تھی۔ اب جب کہ وہ ہمارے درمیان نہیں رہے۔ میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ مختصر طور پر ان کی زندگی کے حالات حوالہ قلم کر دوں اور میری

غرض اس سے محض یہ ہے کہ تا احباب کو ایسے واجب الاحترام وجود کے لئے پیش از پیش دعاؤں کی تحریک ہو۔

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب لاہور کے نہایت مشہور اور ممتاز علم دوست خاندان خلیفہ صاحبان کے ایک معزز رکن تھے۔ آپ کے والد ماجد جناب مولوی حافظ خلیفہ حمید الدین صاحب انجمن حمایت اسلام کے بانیوں میں سے تھے۔ اور تا حیات اس کے واجب الاحترام صدر رہے (خاکسار عرفانی کو خلیفہ صاحب سے عزت تلمذ حاصل ہے) ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب میڈیکل کالج میں تعلیم پاتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعویٰ کا اعلان کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے معاً آمنا وصدقنا کہا۔ اور آپ کے سلسلہ بیعت میں داخل ہوگئے۔ ڈاکٹر صاحب کا خاندان اپنی علمی وجاہت اور اثر کے لئے مشہور تھا۔ اور اس خاندان کی خصوصیت میں یہ امر داخل تھا کہ سب کے سب حافظ قرآن ہوتے تھے لڑکے اور لڑکیاں۔ ڈاکٹر صاحب بھی حافظ تھے باوجویکہ ان کے خاندان کو یہ علمی اقتدار حاصل تھا۔ اور سلسلہ کی بے حد مخالفت کا آغاز ہو چکا تھا۔ ان حالات میں ڈاکٹر صاحب جیسے آدمی کا سلسلہ میں داخل ہونا معمولی امر نہ تھا۔ بلکہ یہ بہت سی قربانیوں کو چاہتا تھا۔ اور حقیقت میں وہ بڑی قربانیاں کر کے داخل سلسلہ ہوئے۔ آپ کے والد صاحب گو مکفر نہ تھے۔ مگر مخالف ضرور تھے۔ تکفیر کے لئے مولوی محمد حسین صاحب نے بہت زور لگایا مگر خلیفہ صاحب نے ہمیشہ یہی کہا کہ میں تکفیر نہیں کر سکتا۔ بہر حال اس شدید مخالفت کے ایام میں انہوں نے احمدیت کو قبول کیا اور آخیر وقت تک کامل صدق و وفا کے ساتھ اس عہد کو نباہ دیا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر کیا تھا۔

ڈاکٹر صاحب اس عہد شباب میں ہی نہایت متقی اور پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔ کالج میں تمام لوگ ان کی عزت ان کی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے کرتے تھے۔ اشاعت اسلام کا بے حد جوش ان ایام میں بھی ان کے قلب میں تھا۔ اور مسلمان نوجوانوں کی اصلاح اور بھلائی کے لئے وہ اپنے وقت اور مال کو جو اس وقت میسر تھا خرچ کرنے میں کبھی مضائقہ نہ کرتے تھے چنانچہ انہوں نے انہی دنوں میں "ینگ مین محمڈن ایسوسی ایشن" کی بنیاد رکھی جسٹس شاہ دین صاحب نئے نئے بیرسٹر ہو کر آئے تھے۔ ان کی کوٹھی پر جو موری دروازہ کے باہر تھی اس کے اجلاس ہوا کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب قرآن کریم کی خوبیوں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل پر عموماً تقریریں کیا کرتے تھے۔ جس طرح حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کا ایک 1889ء کا وعظ جو انہوں نے لدھیانہ میں ہمارے محلّہ جدید کی بیت میں (اوحی ربک الی النحل) پر کیا تھا۔ مجھے آج تک

نہیں بھولتا۔ اسی طرح ان ایام کی ایک تقریر ڈاکٹر صاحب کی **یلج الجمل فی سم الخیاط** پر نہیں بھولتی۔ غرض طالب علمی کے زمانہ میں جب کہ طالب علم کی زندگی کا منتہیٰ اور مدعا محض کتابوں کا کیڑا ہو جانا ہوتا تھا۔ خصوصاً میڈیکل کالج کا طالب علم جس کو بہت بڑی بڑی کتابیں یاد کرنی پڑتی ہیں اور شبانہ روز عمل کام سے فرصت نہیں ہوتی۔ وہ نہ صرف ہر وقت نمازوں کے پابند اور عملی مسلمان تھے بلکہ اپنا وقت نکال کر اشاعت اسلام کے کرنے میں بھی ہمیشہ آمادہ اور تیار رہتے تھے۔

انہیں ایام میں میں نے اس امر کا بھی بغور مطالعہ کیا کہ ڈاکٹر صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے متعدد نسخے منگوا کر رکھتے تھے۔ اور نہایت فراخدلی سے ان لوگوں کو دے دیتے تھے۔ جو ذرہ بھی شوق ظاہر کریں۔ معمولی قیمت کی کتابیں نہیں۔ براہین احمدیہ جو نہایت قیمتی کتب۔ میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ ایک عیسائی جو مرتد تھا اور پھر اسلام کی محبت ظاہر کرنے لگا تھا۔ براہین احمدیہ کے مطالعہ کی خواہش کی وہ کبھی کبھی ڈاکٹر صاحب کے پاس میرے ساتھ جایا کرتا تھا اور ڈاکٹر صاحب اسے تبلیغ کرتے رہتے تھے۔ میں بھی اسی غرض سے اسے لے جایا کرتا تھا۔ جب انہوں نے اس کی خواہش کا احساس کیا تو براہین احمدیہ جو نہایت قیمتی اور مجلد تھی اسے دے دی۔ چندروز کے بعد آکر اس نے کہا کہ میں اس کتاب کو جدا نہیں کرنا چاہتا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ تم اسے بہت خوشی سے رکھو اور یہ ایسی ہی چیز ہے کہ جدا نہ کی جائے۔ مجھے یہ بہت پیاری ہے ۔مگر میں اس وقت اس پر عمل کرنا چاہتا ہوں۔ **لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون** پس تم شوق سے اسے اپنے پاس رکھو۔ میں نے دیکھا، کہ اس وقت ان کے چہرہ پر خاص مسرت تھی اور مجھے مخاطب کر کے کہا ۔شیخ صاحب! اگر اس شخص کے لئے اس پیاری کتاب کے ذریعہ ہدایت مقدر ہو تو مجھے اور کیا چاہئے۔

غرض وہ اسلام کی تعلیم کا ان ابتدائی ایام تعلیم میں ایک صحیح اور سچا نمونہ تھے ان کے دل میں اسلام کی عملی اشاعت کا جوش تھا اور قربانی اور انفاق فی سبیل اللہ کی روح ان کے اندر بولتی تھی۔ میں نے اشارہ کیا ہے کہ خاندانی وجاہت اور اعزاز ان کی راہ میں سلسلہ کے قبول کرنے کے لئے روک ہوسکتا تھا مگر انہوں نے ذرا پروانہ کی۔ اس کی وجہ سے ان کو بعض تکالیف اور مشکلات بھی پیش آئیں ۔مگر ان کا قدم پیچھے نہیں آگے بڑھا۔

تعلیم سے فارغ ہو جانے کے بعد خدا تعالیٰ نے ان کو ایک معزز موقعہ دنیا میں روپیہ کمانے کا دیا یعنی سرکاری ملازمت میں داخل ہوئے۔ اس وقت انہوں نے کبھی روپیہ جمع کرنے کا خیال نہ کیا۔ سینکڑوں نہیں

ہزاروں روپیہ ماہوار بھی انہوں نے کمایا مگر کبھی اسے جمع نہ کیا۔ سلسلہ کی خدمت کے لئے ہمیشہ اپنے دل اور ہاتھ کو انہوں نے کشادہ رکھا۔ اور بلا مبالغہ ہزاروں روپیہ انہوں نے خرچ کئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ان کو محبت نہیں عشق تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی آپ کو نہایت ہی محبت اور پیار سے دیکھتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارادوں اور عزائم اور ضروریات پر ڈاکٹر صاحب کو بعض اوقات صدہا نہیں ہزاروں کوس کے فاصلہ پر علم ہو جاتا تھا جس کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بعض چٹھیوں میں ذکر فرمایا ہے۔

یہ معمولی امر نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ڈاکٹر صاحب کی روح کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ کیسی شدت مناسبت تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ڈاکٹر صاحب پر اسی طرح اعتماد فرماتے تھے۔ جس طرح اپنی ذات اور وجود پاک پر۔ بہت کم لوگ اس امر سے واقف ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ڈاکٹر صاحب سے بعض اوقات وہ راز کی باتیں کر لیتے تھے جو دوسروں کے وہم میں بھی نہیں آسکتی تھیں۔

خود ایک اتنے بڑے خاندان سے نکل کر سلسلہ میں داخل ہونا ہی بہت بڑی قربانی تھی۔ جس کی وجہ سے تمام گھر بھر ان سے من وجہ ناراض اور کشیدہ تھا۔ پھر اپنی ملازمت کے ایام میں بھی ان کو بعض سلسلہ کی خاطر بہت بڑی بڑی قربانیاں کرنی پڑیں۔ جو ہر شخص کے وہم میں بھی نہیں آسکتی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کو جو واقعہ ریاست رامپور میں پیش آیا اس کا کسی قدر ذکر لکھنؤ کے ایک کہنہ مشق فسانہ نگار نے اپنے ایک فسانہ میں کیا ہے کہ یہ امر واقعہ ہے کہ اگر ڈاکٹر صاحب سلسلہ کا ذکر نہ کرتے اور سلسلہ کی تبلیغ واشاعت اور امر حق کے اظہار کو مقدم نہ کرتے تو وہ ریاست رامپور میں بہت بڑی عزت ووجاہت کے مقام پر تھے۔ اور ریاست کی فیاضیوں سے اپنے علم کے ذریعہ وہ ہزار ہا روپیہ کما لاتے۔ لوگ گورنمنٹ کی طرف سے ریاستوں میں جانا باعث عزت وفخر جانتے تھے۔ اور کچھ شک نہیں مالی مفاد کا وہ ایک قیمتی ذریعہ ہے۔ مگر ڈاکٹر صاحب نے عین جوانی میں جبکہ عزت ودولت کے لئے ایک زبردست جذبہ موجود ہوتا ہے۔ کسی امر کی پروا نہ کی اور پرواہ کی تو اس عہد کی جو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا کیا تھا ایسی نظیریں مشکل سے ملیں گی۔ ڈاکٹر صاحب نے نہ عزت کی پروا کی اور نہ دولت کی اور اپنی جان کی۔ ان تمام چیزوں کے مقابلہ پر دین کو مقدم کر کے دکھا دیا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نے جب ان کو اپنی صاحبزادی کے رشتہ کے لئے کہا (میری مراد حضرت اُمِ ناصر اہلیہ اوّل حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے ہے) تو یہ وقت بھی ایک آزمائش کا وقت تھا۔ رسم و رواج کی پابندیاں خاندانی تعلقات کی زنجیریں بہت سے امور اس راہ میں روک ہو سکتے تھے اور فی الحقیقت تھے مگر عاشق جانباز کے لئے نہ کوئی تعلقات کی زنجیر تھی نہ خاندانی مراسم کی قیود نہ رشتہ داروں کے بگڑنے کا خوف وہ مردانہ وار نہیں عاشقانہ رنگ میں آگے بڑھا اور عملاً عرض کر دیا **حضور ہی کا سب کچھ ہے مجھے کبھی عذر ہو نہیں سکتا**۔ ڈاکٹر صاحب کے خاندان کے لوگ اب تک موجود ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ اس جدید تعلق نے ڈاکٹر صاحب کے متعلق ان کے جذبات پر کیا اثر کیا تھا۔ مگر صادق ورشید ڈاکٹر نے ہر مرحلہ پر اپنے ایمان کا عملی ثبوت دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب کوئی تحریک فرمائی۔ خواہ پرائیویٹ طور پر یا عام جماعت کو خطاب کر کے ڈاکٹر صاحب نے اس میں ہمیشہ مسابقت بالخیرات کی۔ سلسلہ کے لئے ہر تحریک میں عملی حصہ فوراً لیتے تھے۔ مجھے اخبار نویس ہونے کے باعث ڈاکٹر صاحب سے اخبار کی خریداری وغیرہ کے لئے ذاتی واسطہ بھی پڑتا تھا۔ وہ ہمیشہ اخبار کی دوگنی قیمت دیا کرتے تھے۔ اور کبھی ساری عمر میں ایک مرتبہ بھی وی پی واپس نہ کیا۔ اور دفتر الحکم سے نکلنے والی ہر کتاب کی پانچ یا دس جلدیں جس قدر میں کہہ دوں خرید لیا کرتے تھے۔ اور ایک عام اجازت مجھے دے رکھی تھی کہ لکھ کر دریافت کرنے کی ضرورت نہیں۔ وی پی کر دیا کرو۔ اس سے ان کی وسعت قلب اور جوش اشاعت کا ایک معمولی سا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ملازمت چھوڑ کر انہوں نے دہلی میں پریکٹس کرنی چاہی۔ مگر حضرت خلیفہ اوّل نے ان کو قادیان میں آجانے کے لئے فرمایا۔ اس لئے وہ چھوڑ چھاڑ کر یہاں آ گئے۔ اور ساری عمر سلسلہ کی خدمت میں بسر کر دی۔ میں جانتا ہوں اور ایک بصیرت کے ساتھ جانتا ہوں کہ وہ بہت عسرت سے زندگی بسر کرتے تھے اور یہاں رہ کر انہوں نے درویشانہ زندگی بسر کی ہے۔

وہ شخص جس نے ایک مشہور متمول خاندان میں پرورش پائی ہو۔ جس نے اپنی عمر بھر عسرت نہ دیکھی ہو۔ وہ محض قادیان کے لئے درویشانہ زندگی پر قناعت کر کے بیٹھ گیا یہ اس کا آخری امتحان تھا اور اس امتحان میں وہ کامیاب ہو گیا۔

میں اس وقت قادیان سے قریباً نو ہزار میل کے فاصلہ پر ہوں اور میں جانتا ہوں کہ میری یہ تحریر

ڈاکٹر صاحب کو کوئی ذاتی فائدہ نہیں پہنچا سکتی مگر یہ حق پوشی ہوگی اگر میں یہ نہ لکھوں کہ یہ شخص ایک عظیم الشان خوبیوں کا مالک تھا۔ وہ نہایت صاف قلب واقع ہوئے تھے۔ اور جو کچھ ان کے دل میں ہوتا تھا فوراً کہہ دیتے تھے۔ مالی مشکلات نے ان کو ایک بار اور لاہور جا کر پھر پریکٹس کرنے پر مجبور کیا۔ مگر اب وہ وقت نکل چکا تھا کہ وہ لاہور میں اپنے معاصرین سے بڑھ سکتے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ سلسلہ کی مخالفت کا ایک نئے رنگ میں ظہور ہو چکا تھا۔ حضرت خلیفہ اوّل (اللہ آپ سے راضی ہو) کی وفات پر ہمارے بعض بھائیوں کو ابتلا پیش آیا اور انہوں نے علم مخالفت بلند کر کے علیحدگی اختیار کی۔ ڈاکٹر صاحب ان کے رفقائے کار میں سے تھے۔ وہ انجمن کے ممبر اور سیکرٹری اور پھر محاسب تھے۔ مگر انہوں نے حق کی تائید میں ان تمام تعلقات کو یکدم چھوڑ دیا۔ اس سے انہوں نے دکھایا کہ ان سے محبت و تعلق حق کے لئے تھا۔ اگر وہ حق سے جدا ہوئے ہیں۔ تو ہمارا ان سے الگ ہو جانا آسان ہے اس عہد ابتلاء میں جب کہ وہ لاہور پریکٹس کے لئے چلے گئے ان کے متعلق بہت کچھ زبانوں پر آیا مگر دنیا اندھی تھی اور حضرت ڈاکٹر صاحب کے رشد اور وفا کے آخری اظہار کے لئے یہ عہد ابتلاء تھا۔ اگر ان کی نظر میں دنیا کی کچھ حقیقت ہوتی تو وہ ان پرانے اور بچھڑے ہوئے بھائیوں سے جا ملتے۔ اُن کی غیرت سلسلہ نے کبھی گوارا نہ کیا۔ مالی مشکلات کا یہ سلسلہ ترقی پر تھا۔ اور انہوں نے اپنی زیر باریوں کو رفع کرنے کے لئے ہندوستان سے باہر جانے کا عزم کر لیا اور حضرت خلیفۃ المسیح سے اجازت بھی حاصل کر لی۔ مجھ کو اس کا علم ہوا تو میں نے احباب کو اپنی عادتی سختی سے توجہ دلائی کہ ڈاکٹر صاحب کو روکیں۔

ڈاکٹر صاحب ہرگز ہرگز اس کے لئے تیار نہ تھے۔ اس لئے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں اور مجبوریوں کو ایک طرف دیکھتے تھے اور دوسری طرف وہ دل سے اس کو گوارا نہ کرتے تھے کہ عمر کے اس حصہ میں قادیان سے باہر جائیں مگر مجبوریاں اس تلخ پیالہ کے پینے پر آمادہ کر چکی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اس معاملہ میں قطعاً مداخلت نہ فرمانا چاہتے تھے۔ گو آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک ادنیٰ سے ادنیٰ رفیق سے جو محبت ہے اس کا اندازہ اس خط سے ہو سکتا ہے جو ایک مرتبہ الفضل میں شائع ہوا تھا۔ اور آپ نے ایک مبلغ کو لکھا تھا۔ پھر ڈاکٹر صاحب جیسے جلیل الشان رفیق کے لئے وہ کب گوارا فرماتے۔ مگر آپ اجازت دے چکے تھے اور جماعت کے کارکنوں کو اپنی آزادی رائے سے کام کرنے کا موقعہ دینا چاہتے تھے۔ آخر بمشکل یہ معاملہ طے

ہوا یعنی ڈاکٹر صاحب کو راضی کیا گیا۔ اور حضرت کے حضور بھی کارکنوں نے ایک میثاق کے ساتھ اپنے فیصلہ کو پیش کیا۔ اور ڈاکٹر صاحب رہ گئے۔ اور انہوں نے حسب معمول خدمت سلسلہ شروع کی۔ اور اسی میں اپنی جان دے دی۔ ڈاکٹر صاحب کی زندگی اور سیرت ایک کتاب لکھوانا چاہتی ہے۔ اگر مجھے اور توفیق ملے گی لکھ دوں گا۔ ڈاکٹر صاحب کے آخری ایام عسرت میں بسر ہوئے ہیں۔ اور یہ ان کے لئے عار نہیں بلکہ عزت کا مقام ہے۔ خدا کے نبیوں اور ولیوں پر عسرت کے ایام آتے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ ان کو دکھوں میں ڈالا جائے۔ بلکہ اس لئے کہ ان کی صفات عالیہ کا اظہار ہو۔ ڈاکٹر صاحب کی وفات ایک قومی صدمہ ہے۔ وہ ایک نہایت صائب اور مستقل رائے رکھا کرتے تھے۔ ان کی رائے دنیاوی ایچ پیچ سے پاک اور مومنانہ رائے ہوتی تھی۔ بعض اوقات ان کا ایک ایک فقرہ جماعت شوریٰ کے رنگ کو تبدیل کر کے صدق، وفا اور ایثار کی ایک روح پیدا کر دیتا تھا۔ میں ان کی وفات کو محض اس لئے قومی صدمہ نہیں کہتا کہ ان کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ساتھ شرف صہری حاصل تھا۔ یہ بھی ایک وجہ اس کے قومی حادثہ نہ ہونے کی ہے۔ مگر دراصل سلسلہ کو خود ان کی ذات سے جس قدر فائدہ پہنچا تھا اور جو خدمت وہ آخری وقت تک کرتے رہے اور آئندہ جس کی ہم توقعات رکھتے تھے اس سے وہ محروم ہو گیا۔ سلسلہ کو بہتر سے بہتر آدمی اور مخلص جانثار ملیں گے۔ اور میں آنے والے فدائیوں اور کارکنوں کی یہ کہہ کر نعوذ باللہ توہین نہیں کر رہا ہوں مگر رشید وقت میں جو خوبیاں تھیں وہ ہر شخص کو میسر نہیں آسکتی ہیں یہ خدا کا فضل تھا رشید الدین کی وفات سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخص رفیق میں سے ایک اور کی کمی ہو گئی ہے۔ اور جس جس قدر یہ جماعت کم ہوتی جائے گی اسی قدر ہم نور نبوت سے دُور ہوتے جائیں گے۔ اور یہ جیسی مصیبت ہے وہ ظاہر ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے صدق و وفا کے امتحان میں کامیابی حاصل کی۔ وہ ایک کامل ولی اللہ کی حیثیت سے ایک نفس مطمئنہ کے ساتھ راضیہ مرضیہ اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملے۔ اور ایک بامراد انسان کی طرح اُٹھے۔ پس میں اس عریضہ کے ذریعہ کل جماعت کے ساتھ حق تعزیت ادا کرتا ہوں کیونکہ میں اسے قومی صدمہ یقین کرتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب کا سلسلہ کے لئے اپنے اموال اور نفس کی قربانی ایک نمایاں امر ہے میں یقین رکھتا ہوں خدا تعالیٰ ان کی اولاد کو ضائع نہیں کرے گا۔ اور وہ نہایت ذہین اور زکی ہیں۔ ابھی ابھی ان کے ایک صاحبزادے نے انٹرینس کا امتحان پاس کیا ہے اور وہ اپنے سکول میں اول رہا ہے۔ وہ سلسلہ کا ایک قابل قدر

نوجوان انشاء اللہ ہوگا (خدا تعالیٰ ایسا ہی کرے) ایک کو وہ قرآن کریم حفظ کرا رہے تھے۔ اور ایک مدرسہ احمدیہ میں پڑھتا تھا۔ اور ایک یہاں انگلستان میں ڈاکٹری کی تعلیم پا رہا ہے غرض وہ ایک وسیع کنبہ چھوڑ گئے ہیں۔

"ڈاکٹر صاحب کے بچے قوم کی امانت ہیں اور ان میں قابل قدر جوہر ہے۔ اگر ہم نے ان کی حفاظت نہ کی اور ان کی تعلیم و تربیت میں ذرا بھی غفلت کی تو ہم خدا کے حضور اس کے لئے ضرور جوابدہ ہوں گے۔ اس کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ میرے دل میں بہت کچھ ہے۔ اسے میرا مولا کریم ہی جانتا ہے میں اتنا کہوں گا کہ میں خود اب بڈھا ہوں اور اپنی پیاری بستی سے ہزاروں میل دور ہوں اس فدائی سلسلہ کی اولاد بہت قابل قدر اور واجب الکریم ہے اور سب کے سب عمدہ قابلیت اور ذہن رسا رکھتے ہیں پس ان کو سلسلہ کے لئے مفید بناؤ۔ اور وہ شخص جس نے اپنی ساری عمر سلسلہ کی خدمت میں صرف کر دی۔ اور اپنے اموال کو ہمیشہ قربان کیا اور ایک جھونپڑا بھی اپنے لئے نہ بنانا چاہا۔ تم اس کی ان آرزوں کو جو وہ اپنی اولاد کو خادم سلسلہ بنانے کے لئے رکھتا تھا پورا کرو۔ خدا تعالیٰ اس کی اولاد کو یقیناً ضائع نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ مومن کی اولاد ضائع نہیں ہوتی۔ مگر ہمارا بھی فرض ہے کہ خدا تعالیٰ کے اس منشاء کو پورا کرنے کی سعادت ہم کو نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں مقام رضا پر اٹھائے۔ اور ہم سب کو اس صدمہ عظیم میں توفیق صبر دے۔ آمین"

(الفضل قادیان 10- اگست 1926ء نمبر 12 جلد 14)

ادارہ الفضل نے ان الفاظ میں وفات کے معاً بعد اپنے اگلے شمارہ مورخہ 06- جولائی کو ان الفاظ میں اظہار افسوس کیا۔

"ہم اس صدمہ میں تمام جماعت کی طرف سے حرم اول حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور جناب ڈاکٹر صاحب کے تمام خاندان سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے دُعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ نیز یہ بھی دُعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ جناب ڈاکٹر صاحب کی اولاد کو اپنے والد محترم کی صفات حسنہ کا وارث بنائے اور خدمات دین میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق بخشے۔ جناب ڈاکٹر صاحب کے سب سے بڑے صاحبزادے خلیفہ علیم الدین صاحب شملہ میں ملازم ہیں اور دوسرے خلیفہ تقی الدین صاحب بغرض تعلیم ولایت میں مقیم ہیں دوسری اہلیہ صاحبہ سے پانچ لڑکے ہیں جن میں سے بڑے خلیفہ ناصر الدین صاحب اسی

سال کالج میں داخل ہوئے ہیں ایک صاحبزادہ قرآن کریم حفظ کر رہا ہے۔ایک ہائی سکول میں پڑھتا ہے اور ایک ابھی گود میں ہے۔خدا تعالیٰ ان کا محافظ اور نگہبان ہو۔آمین "

(الفضل 06- جولائی 1926ء نمبر 2 جلد 14)

ایڈیٹر صاحب "فاروق" قادیان نے اپنی ایک اشاعتمیں یوں اظہار افسوس کیا۔

" خاکسار ایڈیٹر فاروق کو اس صدمہ میں مرحوم کے پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور تمام متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی ہر مشکل کو حل کر کے ان سب کا ناصر و کفیل ہو۔"

(فاروق قادیان 06- جولائی 1926ء)

ہر دو اخبارات نے اپنی اس اشاعت میں بیرون قادیان بسنے والے احمدی احباب و جماعتوں کو نماز جنازہ غائب پڑھنے اور دعائے مغفرت کی تلقین بھی کی۔

ریزولیوشن:

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب چونکہ جماعت میں اپنی قربانیوں کی وجہ سے ایک بلند مقام رکھتے تھے۔مجلس معتمدین اور دیگر کئی کمیٹیوں کے ممبر بھی تھے۔اس لئے آپ کی وفات پر صدر انجمن احمدیہ، مجلس شوریٰ، مجلس معتمدین اور دوسری ذیلی تنظیموں اور بعض جماعتوں کی طرف سے اظہار تعزیت ریزولیوشن بھی ہوئے۔

سب سے بڑھ کر اظہار افسوس، تعزیت اور پسماندگان کے لئے حوصلہ افزائی اور دُعا کا پیغام تو ایک احمدی کے لئے خلیفۃ المسیح سے بڑھ کر کوئی ہو نہیں سکتا۔پھر وفات بھی ایک اجل رفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہو۔اس لئے آپ کی وفات پر اس وقت کے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے مختلف مواقع پر اظہار افسوس کیا اور پسماندگان کے لئے دُعا کی۔

ذکرِ خیر از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی:

جلسہ سالانہ کے مقاصد اور اغراض میں سے ایک یہ ہے کہ دوران سال اللہ کے حضور حاضر ہونے والوں کا ذکر خیر کر کے اُن کے لئے دعا کی جائے۔ چنانچہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ نے 1926ء کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر اپنی 27-دسمبر کی تقریر کے آغاز پر حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش فرمایا جسے الفضل نے "یادرفتگان" کے عنوان سے شائع کیا۔

حضور فرماتے ہیں۔

" قبل اس کے کہ میں اصل تقریر شروع کروں۔ میں ان دوستوں کے لئے اپنے جذبات کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں جو اس سال ہم سے جدا ہوگئے اور جو سلسلہ کے لئے عمود تھے۔ جدائی ایک تلخ چیز ہے لیکن خدا کا قانون بھی ہے اس لئے ہمیں وہ تلخ گھونٹ پینا ہی پڑتا ہے۔ بیشک بسا اوقات جدائی رحمت کا موجب ہوتی ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کے قانون کا شکوہ نہیں کرتے لیکن یہ بھی اسی کا قانون ہے کہ مفید وجود کے اُٹھ جانے سے ہر دل غم محسوس کرتا ہے۔

اس دفعہ ہمارے سلسلہ میں سے چند دوست ہم سے جدا ہوگئے جن کے ساتھ بعض خصوصیات وابستہ تھیں۔ ان میں سے ایک ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب تھے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایسے زمانہ میں قبول کیا جبکہ چاروں طرف سے مخالفت زوروں پر تھی اور پھر طالب علمی کے زمانہ میں قبول کیا اور مولویوں کے گھرانہ میں قبول کیا۔ آپ کا ایسے خاندان کے ساتھ تعلق تھا کہ جس کا یہ فرض سمجھا جاتا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دنیا کو روکیں۔ اور اس وقت ساری دنیا آپ کی مخالفت پر تُلی ہوئی تھی۔ پس ان کا ایسے حالات میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کرنا ان کی بہت بڑی سعادت پر دلالت کرتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب پر مخالفت کا زمانہ ہی نہیں آیا۔ جب انہوں نے ایک دوست سے حضرت مسیح موعود کا دعویٰ سنا تو آپ نے سنتے ہی فرمایا کہ اتنے بڑے دعویٰ کا شخص جھوٹا نہیں ہوسکتا اور آپ نے بہت جلد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کر لی۔ حضرت صاحب نے ان کا نام اپنے بارہ حواریوں میں لکھا ہے۔ اور ان کی مالی قربانیاں اس حد تک بڑھی ہوئی تھیں کہ حضرت صاحب نے ان کو تحریری سند دی کہ آپ نے سلسلہ

کے لئے اس قدر مالی قربانی کی ہے کہ آئندہ آپ کو قربانی کی ضرورت نہیں ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ زمانہ مجھے یاد ہے جبکہ آپ پر مقدمہ گورداسپور میں ہو رہا تھا اور اس میں روپیہ کی ضرورت تھی ۔ حضرت صاحب نے دوستوں میں تحریک بھیجی کہ چونکہ اخراجات بڑھ رہے ہیں ۔ لنگر خانہ دو جگہ پر ہو گیا ہے ۔ ایک قادیان میں اور ایک یہاں گورداسپور میں ۔ اس کے علاوہ اور مقدمہ پر خرچ ہو رہا ہے لہذا دوست امداد کی طرف توجہ کریں ۔ جب حضرت صاحب کی تحریک ڈاکٹر صاحب کو پہنچی تو اتفاق ایسا ہوا کہ اسی دن ان کو تنخواہ قریباً -/450 روپے ملی تھی ۔ وہ ساری کی ساری تنخواہ اسی وقت حضرت صاحب کی خدمت میں بھیج دی ۔ ایک دوست نے سوال کیا کہ آپ کچھ گھر کی ضروریات کے لئے رکھ لیتے تو انہوں نے کہا کہ خدا کا مسیح لکھتا ہے کہ دین کے لئے ضرورت ہے تو پھر اور کس کے لئے رکھ سکتا ہوں ۔ غرض ڈاکٹر صاحب تو دین کے لئے قربانیوں میں اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ حضرت صاحب کو انہیں روکنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور انہیں کہنا پڑا کہ آپ کو قربانی کی ضرورت نہیں ۔

ایک دفعہ میری صحت سخت کمزور ہو گئی تو میں گورداسپور چلا گیا حضرت صاحب کو خیال آیا کہ شاید بیوی کے آنے پر میری صحت ٹھیک ہو جائے تو آپ نے ڈاکٹر صاحب کو لاہور لکھ بھیجا کہ محمود احمد کی صحت اچھی نہیں اس لئے آپ اپنی لڑکی یہاں بھیج دیں ۔ ڈاکٹر صاحب میڈیکل کالج لاہور میں پروفیسر تھے اور پرنسپل آپ سے کچھ شاکی رہتا تھا ۔ ان کو خیال تھا کہ پرنسپل چھٹی تو دے گا نہیں ۔ اس لئے میں استعفیٰ دے دوں گا ۔ اس خیال سے آپ استعفیٰ دینا چاہتے تھے کہ آپ کو دوست نے اس سے روکا اور کہا کہ چھٹی کیوں نہیں لیتے ۔ انہوں نے کہا کہ حضرت صاحب نے مجھے یہ لکھا ہے اب میں کسی طرح رک نہیں سکتا اور میں جلدی قادیان پہنچنا چاہتا ہوں ۔ اگر پرنسپل نے چھٹی دے دی تو خیر ورنہ اسی وقت استعفیٰ دے دوں گا تا میرے جانے میں دیر نہ لگے ۔

پھر قادیان کی رہائش باوجود مشکلات کے اختیار کی میں نے اس خیال سے قادیان کی رہائش سے اُن کو روکا تھا کہ وہ یہاں گزارہ نہیں کر سکیں گے ۔ چنانچہ اُنہوں نے تکلیف سے ہی گزارہ کیا لیکن قادیان کی رہائش نہ چھوڑی ۔"

(الفضل 11- جنوری 1927ء وانوار العلوم جلد 9 صفحہ 402-403)

ریزولیوشن مجلس معتمدین اور مقامی مجلس شوریٰ:

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب الفضل! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مندرجہ ذیل ریزولیوشن اخبار میں درج فرما کر مشکور فرمائیں۔

1۔ رپورٹ ناظر اعلیٰ کہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم ومغفور جو سابقین اولین میں سے تھے اور جماعت احمدیہ کے ایک نہایت مخلص اور وقیع فرد تھے اور انہوں نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بہت قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ ان کی وفات پر مجلس معتمدین (جس کے وہ قدیم ممبر تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نامزد کردہ ممبر تھے) اور مقامی مجلس شوریٰ دلی رنج وغم کا اظہار کرتی ہے اور ان کے پس ماندگان کے ساتھ پوری پوری ہمدردی رکھتی ہے۔

2۔ ریزولیوشن نمبر 1 کی نقول احمدیہ گزٹ، اخبارات سلسلہ وپسماندگان خلیفہ صاحب مرحوم ومغفور کو بھیجی جائیں۔ ناظر اعلیٰ نصر اللہ خان۔ قادیان

(اخبار الفضل قادیان 20- جولائی 1926ء نمبر 6 جلد 14)

یہی ریزولیوشن انا للہ وانا الیہ راجعون کے عنوان سے جولائی 1926ء کے شمارہ ریویو آف ریلیجنز میں بھی شائع ہوا۔

لجنہ اماء اللہ کا اظہار افسوس:

جناب ایڈیٹر صاحب الفضل السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

لجنہ اماء اللہ نے اپنے اجلاس نمبر 15 کے ریزولیوشن نمبر 22 میں جناب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم کے انتقال پر اپنے دلی رنج وغم کا اظہار اور آپ کے پسماندگان کی تعزیت کی ہے اور مجھے ہدایت کی ہے کہ میں ریزولیوشن محولہ بالا کی نقول مرحوم ومغفور کے متعلقین کی خدمت میں تعزیت کے لئے اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اخبارات کو اشاعت کے لئے ارسال کروں اس لئے آپ کی خدمت میں یہ ریزولیوشن

اشاعت کے لئے بھیجا جاتا ہے۔شائع کر کے مشکور فرمائیں۔

والسلام

ام داؤد

قائمقام سیکرٹری لجنہ اماء اللہ

نقل ریز ولیوشن لجنہ اماء اللہ نمبر 22- مورخہ 30 جولائی 1926ء

جناب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم سلسلہ احمدیہ کے ایک بزرگ رکن اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سابقین اولین رفقاء میں سے تھے۔ نیز آپ کی بڑی صاحبزادی لجنہ اماء اللہ کی پریذیڈنٹ اور آپ کی چھوٹی اہلیہ صاحبہ اور دوسری صاحبزادی لجنہ کی ممبرات ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی جو لجنہ اماء اللہ کے بانی ہیں سے مرحوم کو علاوہ روحانی تعلقات کے رشتہ داری کے تعلق کا بھی شرف حاصل تھا۔ان تمام تعلقات کی وجہ سے لجنہ اماء اللہ آپ کی وفات پر نہایت خلوص قلب سے اپنے دلی رنج کا اظہار کرتی ہے اور ان کے متعلقین سے مخلصانہ ہمدردی کا اظہار کرتی ہے اور دُعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر اعلیٰ سے اعلیٰ اخروی مراتب عطا فرمائے۔اور آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین

(الفضل قادیان 06- اگست 1926ء نمبر 11 جلد 14)

مشاہیر سلسلہ

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم

آپ کی صاحبزادی محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ نے آپ کی وفات پر ایک مضمون تحریر فرمایا جو تعلیم الاسلام ہائی سکول کے سالانہ میگزین میں "مشاہیر سلسلہ " کے عنوان سے شائع ہوا۔جس میں حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی سیرت کے بہت سے نئے پہلو بیان ہوئے ہیں ۔اسے سیرت وسوانح کا حصہ بنا کر یہاں درج کیا جا رہا ہے۔

والد صاحب مرحوم ومغفور (حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے 313 خاص رفقاء میں سے تھے۔ آپ کے آباء اجداد بخارا سے آکر لاہور میں مقیم ہوئے تھے۔ دادا صاحب خلیفہ نظام الدین صاحب نے بمبئی میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ اور اپنی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ مدرسہ نظامیہ جو ابھی تک بمبئی میں موجود ہے۔ آپ ہی کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کے والد صاحب کا اسم مبارک مولوی حافظ خلیفہ حمید الدین صاحب تھا۔ قوم کے شیخ صدیقی تھے۔ جس زمانے میں والد صاحب مرحوم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی۔ آپ میڈیکل کالج لاہور میں طالب علم تھے۔ یہ حضور کے دعویٰ کا بالکل ابتدائی زمانہ تھا۔ غالباً تیسرا یا چوتھا سال تھا۔ والد صاحب کے نام حضرت مسیح علیہ السلام کے 1892ء کے خطوط موجود ہیں۔ آپ کی عمر اس وقت 20-21 سال سے زیادہ تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے چند روز کے مطالعہ سے ہی آپ کا شرح صدر ہو گیا۔ اور ایک دم ایسا جوش آیا کہ آپ رات کے بارہ بجے گھر والوں کو اطلاع دیئے بغیر قادیان روانہ ہو گئے۔ اور راتوں رات بٹالہ سے پیدل چل کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں قادیان پہنچے۔ عرض حال کیا اور بیعت کا ارادہ ظاہر کیا۔ حضور علیہ السلام نے اُسی وقت بیعت سے مشرف فرمایا۔ حالانکہ حضور کا یہ معمول نہ تھا۔ کہ ہر نو وارد کی فوراً بیعت لے لیں۔ آپ عموماً لوگوں کو کچھ دن قادیان میں ٹھہرنے اور مزید معلومات حاصل کرنے اور غور وفکر کی تلقین فرمایا کرتے تھے مگر والد صاحب میں اپنے تقویٰ ورشد کے آثار نور وفراست سے شناخت فرمائے اور بیعت لینے میں تامل نہ فرمایا۔ غرض بیعت کے بعد ایک دن ٹھہر کر والد صاحب واپس لاہور تشریف لے گئے گھر والے آپ کی تلاش میں تھے۔ (اس وقت آپ شادی شدہ تھے) والد بزرگوار کے دریافت کرنے پر صاف صاف کہہ دیا۔ دادا صاحب مرحوم تو خاموش ہو رہے۔ لیکن میرے چچوں اور دیگر اقرباء نے سخت مخالفت کی بہت بُرا بھلا کہا۔ اور تنگ کرنا شروع کیا۔ اس پر دادا صاحب مرحوم نے فرمایا۔ کہ تم لوگ دیکھتے ہو کہ یہ نماز روزہ کے باقاعدہ پابند ہیں اور کوئی ایسی بات نہیں کرتے جو اسلام کے خلاف ہو۔ تو پھر اس قدر مخالفت کیوں کرتے ہو۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف اپنے فتوے پر دادا صاحب سے بھی دستخط کرانے چاہئے۔ لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ آپ ایک متقی اور صالح بزرگ جید عالم اور فقیہ تھے۔ قرآن مجید حدیث وفقہ کا درس دیا کرتے تھے۔ قریباً اپنے سب بچوں کو بھی قرآن مجید حفظ کرایا۔ مولوی حکیم عبید اللہ صاحب بسمل، ڈاکٹر سید عبد الستار شاہ صاحب

اور بعض اور عمائد سلسلہ بھی ان کے تلمیذ ہونے کا شرف رکھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جب غیر احمدی مولویوں نے انکار کر دیا۔ اس وقت دادا صاحب کی آخری بیماری میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مندرجہ ذیل خط والد صاحب کے نام تحریر فرمایا تھا۔

" آپ کے والد صاحب کو خدا تعالیٰ جلد شفا بخشے۔ انشاء اللہ القدیر ان کے شفاء کے لئے دعا کروں گا۔ مجھے بہت فکر ہے اور مجھ کو ان سے محبت ہے۔ زیادہ تر اس لئے کہ آپ جیسے سعید اور یکرنگ مخلص ان کے خلف رشید ہیں"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو والد صاحب مرحوم سے بھی خاص محبت تھی۔ میں حضور علیہ السلام کی تحریروں میں سے بطور نمونہ چند اقتباسات درج کرتی ہوں۔ 1899ء میں والد صاحب حسین آباد میں ملازم تھے۔ اس وقت حضرت اقدس علیہ السلام ان کی طرف تحریر فرماتے ہیں۔

"میں ہمیشہ آپ کو دعا سے یاد رکھتا ہوں اور آپ سے مجھے محبت ہے "جب والد صاحب سٹیٹ سرجن رام پور تھے حضور نے تحریر فرمایا" آپ بہت دور چلے گئے، ضرور کوشش کریں کہ کسی وقت چند ماہ کی رخصت آپ کو مل جائے۔ مجھے آپ سے دلی محبت ہے آپ یاد آتے رہتے ہیں"" مجھے آپ سے دلی محبت ہے اور دلی تعلق ہے"" اب میں نے عہد کر لیا ہے کہ کچھ عرصہ آپ کے لئے دعا کرتا رہوں گا" وہ بھی کیا خوش قسمت وجود تھا۔ جس کے لئے خدا تعالیٰ کا فرستادہ اور امام زماں کہ اس پر خدا تعالیٰ کا ہزاروں ہزار درود سلام ہو۔ ایک عرصہ کے لئے دعا کرنے کا عہد کرتا ہے۔ اور اس قدر دلی محبت اور تعلق رکھتا ہے۔ حضور علیہ السلام کی قوت قدسیہ کے فیض سے والد صاحب مرحوم کے تقویٰ، عبادت، تعلق باللہ اور اخلاص میں دن بدن ترقی ہوتی گئی۔ جس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے روحانی تعلق کو جسمانی تعلق کے ذریعے سے مزید تقویت پہنچائی۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند ارجمند حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (نور اللہ مرقدہٗ) کی شادی آپا جان سے ہوگئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس رشتہ کی خواہش ظاہر فرمائی تھی۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (نور اللہ مرقدہٗ) ابھی صرف سات ہی سال کے تھے۔ (حضور علیہ السلام نے 1895ء کے ایک خط میں) یہ ارادہ ظاہر فرمایا۔ اور 1902ء ماہ اکتوبر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (نور اللہ مرقدہٗ) کی شادی آپ کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی۔ والد صاحب مرحوم کو جو عشق و اخلاص حضور علیہ السلام سے تھا وہ حضرت اقدس ہی کے

مبارک الفاظ میں درج کرنا زیادہ مناسب سمجھتی ہوں ۔1900ء میں آپ اپنے ایک خط میں بمقام لکھنؤ والدصاحب کی طرف تحریر فرماتے ہیں۔

"میں آپ سے خاص طور سے محبت رکھتا ہوں یہ آپ کے دلی اخلاص کا اثر معلوم ہوتا ہے جو میرے دل کو محبت کی طرف کھینچتا ہے۔اس عید پر اکثر احباب ہوں گے بہت آرزو ہے کہ اگر ممکن ہو سکے تو آپ بھی اس عید پر تشریف لاویں۔"

اس تحریر کی پشت پر والدصاحب نے مندرجہ ذیل یادداشت لکھی ہے۔

"دریائے گومتی کے کنارے جنگل میں بچے اکیلے چھوڑ کر خدا تعالیٰ نے قادیان میں آنے کی توفیق عطا فرمائی۔فالحمدللہ۔۔۔خلیفہ رشید الدین"

ایک تحریر میں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"میں جانتا ہوں کہ آپ ایک خاص مخلص ہیں اور دلی اخلاص اور محبت سے معمور ہیں"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا تعالیٰ کے مقبول اور ہادی زماں تھے۔آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اعلیٰ درجے کی قوت شناخت حاصل تھی۔اس لئے آپ کے رفقاء کے حالات لکھنے کے لئے آپ کی تحریروں کو پیش کرنے سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہوسکتا۔لہذا میں نے والدصاحب مرحوم ومغفور کے ذکر خیر کے لئے اسی کو اختیار کیا ہے۔چنانچہ 1895ء کے ایک خط میں جو حضور علیہ السلام نے والدصاحب کی طرف تحریر فرمایا ہے۔مرقوم ہے۔

"آپ صدق ووفا سے اپنے اس وعدے کو جو امداد للہ کے لئے کیا تھا پورا کر رہے ہیں اور یہ ایک ایسی عمدہ صفت ہے جو اس گندے زمانے میں لاکھوں کروڑوں آدمیوں میں سے کسی کسی فرد و بشر میں پائی جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنی بات اور اپنے وعدے کا پاس کرنا جو سچی جوانمردی کی نشانی ہے۔بہت ہی کم لوگوں میں پایا جاتا ہے۔بیوی بچوں کی ہمدردیاں یا زینتوں میں لوگوں کے مال خرچ ہوتے رہتے ہیں۔یہاں تک کہ اس بے وفا دنیا سے واپس بلائے جاتے ہیں۔دین کی طرف جھکنا انہی دلوں کا کام ہے جن کو آخرت پر سچا ایمان ہوتا ہے۔میں آپ سے دلی محبت رکھتا ہوں اور آپ میں رشد وصلاح کے آثار پاتا ہوں اور ایک خاص تعلق آپ کا سمجھتا ہوں۔"

آپ کو مالی خدمت کا اس قدر اشتیاق تھا کہ آخر میں حضرت اقدس علیہ السلام نے آپ کو تحریر فرمایا کہ اب آپ بس کریں آپ اتنی خدمت دین کر چکے ہیں جو ہمیشہ کے لئے آپ کو کافی ہے چنانچہ اس کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (نور اللہ مرقدہٗ) نے ایک خطبہ عید میں فرمایا تھا اور نیز یہ بھی فرمایا تھا کہ پھر بھی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم نے بطور شکر یہ خدمت دین کو جاری رکھا۔

جب تک آپ قادیان سے باہر رہے ۔سینکڑوں کی تعداد میں کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام منگوا کر تقسیم کرتے رہے۔ ہر ایک نئی کتاب کے چھپنے سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کو اطلاع فرما دیتے اور آپ پہلے ہی ایک خاص رقم بھیج دیتے تھے۔حضور علیہ السلام کے مختلف خطوں میں کتابوں کے نام درج ہیں اور کئی جگہ آپ نے تحریر فرمایا ہے۔جس وقت کتاب چھپے گی۔فوراً آپ کو روانہ کر دی جائے گی۔ جب والد صاحب لکھنؤ تبدیل ہوئے تو حضور علیہ السلام نے تحریر فرمایا کہ

" لکھنؤ میں ہمارے دوستوں میں سے کوئی نہ تھا۔اب آپ جو وہاں پہنچ گئے ہیں۔تو امید ہے سلسلہ تبلیغ شروع ہو جائے گا۔"

فرخ آباد میں اور بہت سے شہروں میں بھی اسی طرح والد صاحب نے سلسلہ تبلیغ شروع کیا۔ ریاست رام پور میں بھی آپ نے ہی پہلے تبلیغ شروع کی۔ بلکہ اس سلسلہ میں نواب صاحب سے کچھ ناچاقی بھی ہو گئی تھی۔رام پور سے آپ ایک بوڑھے درویش کو اپنے ساتھ قادیان لائے جنہوں نے یہاں آکر بیعت کی۔

والد صاحب مرحوم کو ہجرت کر کے قادیان میں آجانے کا بہت شوق تھا اور حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں ہمیشہ لکھتے رہتے تھے کہ حضور کے قریب آنے کو جی چاہتا ہے۔حضور اجازت دیں تو استعفیٰ دے دوں ۔مگر حضور ہمیشہ روکتے رہے۔ چنانچہ ایک تحریر میں فرماتے ہیں کہ

"جس کام پر آپ لگے ہیں۔استقلال سے کرتے رہیں اور رخصت لے کر آجاویں"

چنانچہ والد صاحب اکثر رخصت لے کر قادیان آتے رہتے۔اور حضور علیہ السلام بھی آپ کو رخصت پر آنے کے لئے بار بار تحریر فرماتے اور لکھتے کہ ضرور کوشش کریں کہ رخصت مل جائے لیکن ساتھ ہی استعفیٰ دینے سے روکتے بھی رہتے۔جب بھی حضور علیہ السلام کی طرف سے خیریت کی خبر جانے میں کچھ دیر ہو جاتی۔تو فوراً والد صاحب مرحوم قادیان پہنچ جاتے چنانچہ اس وجہ سے بعض اوقات افسران بالا سے جھگڑا بھی ہو جاتا۔

آخر 1907ء یا 1908ء میں حضرت اقدس علیہ السلام نے آپ کو چند ماہ کی رخصت پر طلب فرمایا۔ آپ آئے۔ تو ایک ہفتہ کے بعد طلبی کا سرکاری تار آ گیا۔ اور آپ کو جانا پڑا۔ پھر آپ نے وہاں جا کر حضرت اقدس کی خدمت میں لکھا کہ اب حضور میرا جی نہیں لگتا۔ حضرت اقدس نے فرمایا اور رخصت لے لیں۔ اس پر 1908ء میں سال بھر کی رخصت لے کر والد صاحب دیار محبوب میں آ گئے۔ پھر اسی سال جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور تشریف لے جانے لگے تو والد صاحب نے کہا میں تو حضور کے قرب میں رہنے کے لئے آیا ہوں۔ مجھے بھی لاہور ساتھ لے چلیں۔ حضور نے فرمایا کہ آپ یہاں ہمارے مکان کی حفاظت کریں ہم انشاءاللہ واپس آ جائیں گے اور آپ نے اپنا خاص حجرہ مبارک والد صاحب کے رہنے کے لئے عنایت فرمایا۔

لاہور پہنچ کر حضور نے فرمایا کہ "(والدہ محمود یعنی حضرت اماں جان) کے علاج کے لئے ایک ماہ مجبوراً ٹھہرنا پڑا ہے۔ مکان پر آپ کے رہنے سے بہت اطمینان ہے۔"

پھر لاہور میں حضور علیہ السلام کا وصال ہو گیا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**

اس کے بعد والد صاحب جلدی ہی رخصت ختم ہونے سے پہلے ہی نوکری پر واپس چلے گئے۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح اول کے زمانے میں پنشن کی درخواست دی۔ اور قادیان ہجرت کر کے آ گئے۔ یہاں آپ مختلف صیغہ جات میں کام کرتے رہے۔ اور آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کے بعد صدر انجمن احمدیہ کے رکن اور سیکرٹری اور افسر لنگر خانہ اور افسر نور ہاسپٹل کی مختلف حیثیتوں میں کام کیا۔ سید اسمٰعیل صاحب حال سپرنٹنڈنٹ دفاتر قادیان آگرے میں جبکہ والد صاحب وہاں میڈیکل کالج کے پروفیسر تھے کچھ عرصہ آپ کے پاس رہے۔ انہوں نے بھی والد صاحب کے حالات مجھے بتائے۔

جزاہ اللہ خیراً

انہی میں سے کچھ درج ذیل کئے جاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ

"اس زمانہ میں ڈاکٹر صاحب مرحوم کی ایک ہزار روپیہ ماہوار سے کچھ زیادہ آمدنی تھی چھ سات طالب علم آپ کے پاس رہتے تھے۔ نماز و جمعہ آپ کی کوٹھی پر ہوتا۔ اور آپ ہی امامت کراتے۔ صبح کی نماز کے بعد درس قرآن دیا کرتے تھے۔ بہت سخی اور حلیم تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رات کے دو بجے کوئی آپ کو بلانے کے لئے آیا اس کا کوئی عزیز بیمار تھا۔ چوکیدار اسے میرے پاس لے آیا میں نے آپ کو جگانے سے انکار

کر دیا۔ اس دن آپ بہت تھکے ہوئے شام کو گھر آئے تھے۔ اس کے بار بار اصرار پر بھی میں نے آپ کو اطلاع نہ دی۔ آخر وہ شخص چلا گیا صبح جب آپ نماز پڑھنے کے لئے نچلی منزل پر تشریف لائے تو میں نے اطلاع کی۔ آپ نے فرمایا کہ میاں! تم نے بہت بُرا کیا کہ مجھے اطلاع نہ دی۔ کیا تم کو علم نہیں کہ ہم لوگوں کا خدا تعالیٰ سے ایک عہد ہوتا ہے کہ جس وقت اور جس حالت میں ہوں مریض کی مدد کے لئے پہنچ جائیں گے۔ کیا معلوم خدا کے فضل سے کس وقت کسی کی جان بچ جائے۔"

خاکسار نے بھی ہمیشہ آپ کا یہی طریق دیکھا کہ یہاں قادیان میں آکر کوئی چھوٹا سا بچہ بھی آپ کو اپنے کسی عزیز کے بیمار ہونے پر بلانے آجاتا آپ اسی وقت اس کے ساتھ تشریف لے جاتے اور اس بات میں آپ نے کبھی کسی امیر وغریب احمدی غیر احمدی مسلمان و ہندو کی تخصیص نہیں کی۔ غیروں کے ساتھ بھی آپ کا ہمدردانہ اور مخلصانہ رویہ تھا۔ میڈیکل کالج آگرہ کے طالب علموں نے جب آپ وہاں سے تبدیل ہوئے آپ کو جو ایڈریس دیئے تھے ان میں سے ایک کا کچھ اقتباس درج کیا جاتا ہے۔

"دنیا میں یادگار قائم رکھنے کے واسطے کوئی چیز اخلاق ومحبت سے بڑھ کر نہیں جو اس سے بھی بے بہرہ ہیں ان کو کوئی بھول کر بھی یاد نہیں کرتا۔ ہمارے معزز پروفیسر صاحب کے اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ اظہر من الشّمس ہیں۔ آپ کی عنایت بے غایت سب پر بلا تفریق قوم یکساں ہے آپ کی محبت اور مروت تمام طلباء نیز عام خلائق کے ساتھ مساوی ہے۔ آپ کا طریق تعلیم نہایت موزوں ہے۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ درستی اخلاق وعادات کی بھی رعایت ملحوظ خاطر رہتی ہے۔ آپ کا برتاؤ تمام طالبعلموں کے ساتھ مشفقانہ تھا۔ اس نے ان کے دلوں پر آپ کی اعلیٰ درجے کی سچی محبت کو کالنقش فی الحجر کر دیا ہے۔ اور اس وجہ سے ہم سب کو آپ کے تشریف لے جانے پر کف افسوس ملنا پڑا۔ آپ ہمارے لئے ناصح مشفق ورہبر کامل تھے۔ جو بات بھولے محبت سے سمجھا دی جو کچھ ہم نہ سمجھے۔ اس کو ہمدردی والفت سے سمجھا دیا۔ لہذا ہم سب شاگرد ممنون ہیں۔"

ایک روز آپ بعد ادائے نماز فریضہ ذکر میں مشغول تھے۔ کہ میں نے سوال کیا کہ آیا قیامت کے دن ہندوؤں کو رویت باری تعالیٰ حاصل ہوگی۔ فرمایا کہ

"ہم کو تو دنیا میں بھی رویت باری تعالیٰ کا شرف حاصل ہے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کو ہم اپنے ساتھ جلوہ نما دیکھتے ہیں آپ قیامت کا ذکر کرتے ہیں۔"

آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے رویاء وکشوف ہوتے۔ جن میں سے کچھ انہوں نے ایک نوٹ بک میں تحریر کئے ہوئے ہیں اور کچھ مجھے زبانی یاد ہیں ان میں سے ایک درج ذیل کیا جاتا ہے۔

"برادرم خلیفہ ناصر الدین صاحب ایم اے کی ولادت کی آپ کو خدا تعالیٰ نے پہلے ہی سے بذریعہ رویاء اطلاع فرمائی تھی۔ اس وقت آپ پرتاپ گڑھ کے سول ہسپتال میں متعین تھے۔ اور آپ کو کسی ہندو رئیس نے دس گیارہ کوس کے فاصلہ پر علاج کے لئے بلایا ہوا تھا۔ اس نے آپ سے کہا کہ رات کا وقت ہے رستے میں جنگل ہے۔ آپ صبح تشریف لے جایئے گا۔ آپ فرمانے لگے کہ نہیں میں نہیں ٹھہر سکتا آج ہمارے ہاں لڑکا پیدا ہونے والا ہے اس پر وہ ہندو بہت حیران ہوا۔ اور کہا کہ آپ کو کیسے علم ہوا۔ فرمایا کہ ہمیں خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے۔ اُس نے اس وقت اپنے دو تین آدمی سواری کے ساتھ بھیج دیئے اور کہا کہ مجھے بعد ولادت ضرور اطلاع دیں۔ اسی رات یا شاید اگلے دن ناصر الدین پیدا ہوئے۔ اور اس رئیس کو اطلاع پہنچ گئی۔ اس پر اُس نے آپ کو 300 روپیہ بطور نذرانہ بھیجا۔"

خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار درود وسلام ہو حضرت امام زمان مسیح موعود علیہ السلام پر کہ آپ کے قوت احیاء وعرفان الٰہی کے فیوض سے آپ کے مخلصین روحانی زندگی اور تعلق باللہ کے انعام سے فیضیاب ہوئے۔ والد صاحب مرحوم حدیث نبویؐ خیر کم خیر کم لاھلہ کے پورے مصداق تھے۔ آپ بہترین شوہر اور نہایت شفیق اور مہربان باپ تھے۔ اپنی اولاد میں سے آپ کو لڑکیوں سے خاص محبت تھی۔ اور ان کی دینی تعلیم کا بھی بہت خیال تھا۔ صبح کی نماز کے بعد آپ ہمیں قرآن کریم اور احادیث نبویؐ پڑھایا کرتے تھے۔ مجھے انگریزی بھی پڑھانی شروع کی تھی جب میں نے دو تین کتابیں پڑھ لیں تو آپ نے انگریزی ترجمہ سپارہ اول جو اسی سال شائع ہوا تھا پڑھانا شروع کر دیا۔ بچوں کی تعلیم وتربیت کا خاص خیال رکھتے تھے اور ہر رنگ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھتے تھے۔ آپ ہمیشہ گھر کے کاموں میں ہم لوگوں کا ہاتھ بٹایا کرتے تھے گھر کے ملازموں سے نہایت شفقت اور درگذر سے کام لیتے تھے۔ سختی کرنے سے دوسروں کو بھی ہمیشہ روکتے تھے۔

آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (نور اللہ مرقدہٗ) کے حرم اول سے جو آپ کی بڑی صاحبزادی ہیں بڑی محبت تھی۔ آپ قریباً روزانہ ان کی ملاقات کے لئے جاتے تھے۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ جب تک آپ ان کو دیکھ نہ آتے آپ کو اطمینان نہ ہوتا تھا۔ آپ کی دو شادیاں ہوئیں۔ دوسرا نکاح حضرت مسیح موعود علیہ

الصلوٰۃ والسلام نے 1902ء میں خود پڑھایا۔ پہلی بیوی کے بطن سے حرم اول حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (نور اللہ مرقدہٗ) حمیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ خلیفہ اسد اللہ صاحب، خلیفہ علیم الدین صاحب اور کیپٹن تقی الدین صاحب ہیں۔ اور دوسری بیوی کے بطن سے عاجزہ، سعیدہ رشیدہ، صلاح الدین، ناصر الدین ایم اے، عبد الرحمٰن، صلاح الدین، جلال الدین، امینہ رشید اور منیر الدین ہیں۔ عزیز منیر سب سے چھوٹا ہے اور آپ کی وفات کے وقت گیارہ ماہ کا تھا۔ آپ 18- ذی الحج 1344ھ بمطابق 1926ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس وقت آپ کی عمر ساٹھ سال سے کچھ اوپر تھے۔

چند سال ہوئے عاجزہ نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ کہ آپ ہمیں ملنے کے لئے تشریف لائے ہیں اور ہم سب آپ کے گرد حلقہ باندھ کر بیٹھ گئے ہیں۔ گویا کچھ حالات سننے کے لئے۔ آپ ہمارے درمیان ایک تپائی پر بیٹھ گئے اور ایک بہت عالیشان سفید مکان کا ذکر فرمایا اور کہا کہ وہ میرا محل ہے۔ میں نے گزارش کی کہ ہمیں بھی وہیں لے چلئے۔ فرمایا کہ نہیں ابھی تو نہیں لے جا سکتا پھر کسی وقت لے جاؤں گا۔ ہاں اس مکان میں جو میرا خاص کمرہ ہے اس کا قالین نمونۃً دکھلاتا ہوں۔ پھر آپ نے ایک تہ کیا ہوا قالین کھولا۔ جو کہ پشم کی طرح ملائم تھا اور بہت موٹا تھا۔ اس پر سبز، سفید اور نیل گوں نقش ونگار تھے جو بہت ہی خوش نما تھے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ تو بہت عجیب ہے۔ اور بڑا بیش قیمت معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے اسے کیسے حاصل کیا؟ فرمانے لگے کہ ایسے ہی تھوڑا تھوڑا کر کے۔ اس وقت میرے دل میں یہ ڈالا گیا کہ یہ ان دعاؤں کا نتیجہ ہے جو ان کے حق میں ہم لوگ وقتاً فوقتاً کرتے رہے ہیں۔ عاجزہ کی درخواست ہے کہ رسالے کے جملہ قارئین والد صاحب مرحوم کی ترقی درجات کے لئے اور آپ کی اولاد کے لئے حسنات دارین کی دُعا فرماتے رہیں۔

اللھم اغفر لابی وارحمہ وارفع درجاتہٖ عندک والحقنا بہٖ۔ آمین

(میگزین تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سالنامہ دسمبر 1933ء صفحہ 22 تا 28)

تاثرات مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت ہائے احمدیہ صوبہ پنجاب:

مکرم مولانا فضل الٰہی شاہد صاحب نے جامعہ احمدیہ میں اپنا مقالہ قلمبند کرتے وقت بزرگان دین سے بھی حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب بارے تاثرات کے حصول کے لئے رابطہ کیا۔ چنانچہ حضرت مرزا عبدالحق صاحب امیر جماعت احمدیہ سرگودھا نے اُن کے نام اپنے خط میں یہ تاثرات بھجوائے۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مقدس محبت سے فیضاب اصحاب میں سے ایک حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب تھے۔ آپ لاہور کے ایک ذی وجاہت خاندان کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی سعید فطرت روح بخشی کہ آپ شروع میں ہی حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے قدموں میں آگرے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ ایک باطن کمند کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی طرف کھینچا اور ایک باطن کمند کے ساتھ وہ سعید روحوں کو کھینچ کر میری طرف لایا۔ سوان سعید روحوں میں سے حضرت ڈاکٹر صاحب بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک شرف بخشا کہ آپ کی صاحبزادی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے عظیم فرزند حضرت مصلح موعود کی زوجیت میں لائے۔ اور انہی کے بطن سے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث پیدا ہوئے۔ خاوند دوسرا خلیفۃ المسیح اور فرزند تیسرا خلیفۃ المسیح یہ بڑی عظیم سعادت ہے جو آپ کو نصیب ہوئی۔ آپ کے ایک صاحبزادہ محترم کرنل خلیفہ تقی الدین صاحب میرے ساتھ کالج میں پڑھتے تھے اور ہم دونوں احمدیہ ہوسٹل میں رہائش رکھتے تھے۔ آہستہ آہستہ ہمارے آپس میں تعلقات ایسے ہوگئے کہ چوبیس گھنٹے ہی اکٹھے رہتے تھے۔ اور پھر انگلستان میں زیر تعلیم رہ کر IMS (انڈین میڈیکل سروس) میں آگئے اور میں لاہور میں ہی رہا۔

ان کے صاحبزادے کے ساتھ تعلقات کی بنا پر ایک دفعہ حضرت ڈاکٹر صاحب شملہ تشریف لے گئے تو خاکسار کے پاس ٹھہرے۔ یہ 1922ء کی بات ہے۔ جب میں بی۔اے کے بعد شملہ میں ملازم ہوگیا تھا۔ اور حضرت ڈاکٹر صاحب سول سرجن کے عہدہ سے ریٹائرڈ ہو چکے تھے۔ جو اُس زمانہ میں خاص طور پر ایک بڑا عہدہ سمجھا جاتا تھا۔

تقویٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سادہ طبیعت عطا فرمائی تھی تکلف آپ کی طبیعت میں بالکل نہ تھا۔"

(مقالہ سیرت حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب صفحہ 214 تا216)

تاثرات شیخ محمد احمد صاحب مظہر صاحب ایڈوکیٹ وامیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع فیصل آباد:

اسی طرح مکرم شیخ محمد احمد مظہر صاحب امیر جماعت احمدیہ فیصل آباد نے مکرم مولانا موصوف کے نام اپنے مکتوب میں لکھا

" حضرت ڈاکٹر صاحب میرے والد صاحب مرحوم کے بے تکلف دوست تھے بہت صاف گو طبیعت رکھتے تھے۔ایک وقت میں غالباً وہ ناظر اعلیٰ بھی رہے۔رامپور میں وہ ملازمت پر ڈاکٹر رہے ہیں۔ میرے والد صاحب اور ان میں بڑی بے تکلفی اور محبت کا تعلق تھا۔"

(مقالہ سیرت حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب صفحہ 218)

ذکر خیر

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب

مکرم شیخ عبد القادر صاحب (سابق سوداگرمل) اپنی تصنیف لاہور تاریخ احمدیت میں آپ کے خاندانی حالات وسیرت کا تذکرہ یوں کرتے ہیں۔

بیعت:02- جنوری1892ء وفات: یکم جولائی1926ء

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب ایک نہایت ہی متقی اور پرہیز گار بزرگ تھے۔آپ کی رہائش اندرون موچی گیٹ تھی۔آپ نے بالکل ابتدائی زمانہ میں یعنی 02- جنوری1892ء کو حضرت مسیح

موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی اور سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوگئے ۔ بسلسلہ ملازمت آپ کو ہندوستان کے مختلف علاقوں میں رہنا پڑا۔ آپ ان خوش قسمت اصحاب میں سے تھے جن کی بیٹیاں خاندان مسیح موعود میں بیاہی گئیں۔ چنانچہ آپ کی سب سے بڑی بیٹی سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ کا نکاح اکتوبر 1902ء میں سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے ساتھ ہوا۔ اور اگلے سال 1903ء میں اکتوبر کے دوسرے ہفتہ میں تقریب رخصتانہ عمل میں آئی۔ جبکہ آپ آگرہ میں میڈیکل کالج کے پروفیسر تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کے اخلاص کی بہت تعریف کی ہے۔ ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد آپ ہجرت کر کے مستقل طور پر قادیان آگئے تھے اور نور ہسپتال میں کئی سال تک انچارج کے طور پر کام کیا۔ خاکسار راقم الحروف کے ساتھ آپ بہت محبت سے پیش آیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کی محبت کا کچھ تذکرہ میں نے "حیات نور" میں بھی کیا ہے۔ خاکسار کی آنکھوں میں ناخونہ اتر آتا تھا اس کا آپریشن بھی آپ ہی نے کیا تھا۔ آپ کی وفات یکم جولائی 1926ء کو ہوئی۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے والد ماجد خلیفہ حمید الدین صاحب "انجمن حمایت اسلام" کے بانیوں میں سے تھے۔ اس خاندان کی عورتوں کو بھی حفظ قرآن کا شوق تھا۔ آپ 1892ء کے جلسہ سالانہ میں بھی شامل ہوئے تھے۔

"انجام آتھم" میں 313 اصحاب کی مندرجہ فہرست میں آپ کا نام 161 نمبر درج ہے۔

اولاد: خلیفہ تقی الدین، خلیفہ علیم الدین، سیدہ محمودہ رشیدہ بیگم (اُمِ ناصر) حمیدہ بیگم، رضیہ بیگم، سعیدہ بیگم، امینہ بیگم، خلیفہ صلاح الدین مرحوم، خلیفہ عبدالرحمٰن، خلیفہ ناصر الدین، خلیفہ جلال الدین، خلیفہ منیر الدین۔

(لاہور تاریخ احمدیت صفحہ 146-147)

اخلاص اور نور فراست سے معمور

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب

برادرم مکرم خلیفہ صباح الدین صاحب مرحوم مربی سلسلہ نے اپنے دادا حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم ومغفور کی سیرت پر مختلف اوقات میں قلم آزمائی کی ہے۔ ماہنامہ "انصار اللہ" ربوہ

میں آپ کا ایک مضمون دو اقساط میں شائع ہوا۔ جس کا معتد بہ حصہ اس کتاب کا حصہ بن چکا ہے۔ روزنامہ "الفضل" میں شائع ہونے والا مضمون حضرت ڈاکٹر صاحب کو خراج عقیدت کے طور پر یہاں دیا جا رہا ہے۔

"لاہور پنجاب پاکستان کا صدر مقام اور ایک اہم شہر ہے۔ اندرون موچی دروازہ کے علاقہ میں ایک قریشی صدیقی خاندان تھا جس کا سلسلہ نسب خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ یہ خاندان اپنی نیکی اور تقویٰ میں مشہور تھا۔ قرآن سے بڑا عشق رکھتا تھا۔ اس خاندان کے اکثر مرد اور بہت سی خواتین بھی اس محبت کی وجہ سے قرآن کریم کو حفظ کرتی تھیں۔ دین کے لئے بہت حمیت اور جوش رکھنے والا خاندان تھا۔ بہت سے لوگ اسی بزرگی کے باعث انہیں "پیر" کا مقام دیتے تھے اور حکومت کی طرف سے نسل در نسل قاضی القضاۃ کا عہدہ پاتے رہے تھے۔ اسی وجہ سے "خلیفہ" ان کا لقب مشہور ہو گیا تھا۔ کتاب "تاریخ لاہور" میں ڈاکٹر کنہیہ لال نے صفحہ 52 پر اسی خاندان کا ذکر کیا ہے۔ اسی خاندان کے ایک چشم و چراغ حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب نے 1866ء میں محترم قاضی خلیفہ حمید الدین صاحب کے ہاں جنم لیا۔ خلیفہ رشید الدین صاحب آپ کی اولاد میں دوسرے نمبر پر تھے۔ یہ خلیفہ حمید الدین صاحب وہی بزرگ ہیں جنہوں نے انجمن حمایت اسلام کی بنیاد ڈالی۔ اور آپ کو اس کا پہلا صدر بنایا گیا۔ یہ انجمن بہت سے رفاہی کاموں میں پیش پیش تھی۔ کئی سکول اور کالج اور دوسرے ادارے اسی انجمن کے تحت مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے کام کر رہے ہیں۔

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے عین جوانی کے زمانے میں جب کہ آپ لاہور میڈیکل کالج میں طالب علم تھے۔ حضرت بانی سلسلہ کے دعویٰ کی تصدیق کی اور بیعت میں داخل ہوئے۔ چنانچہ حضرت المصلح الموعود آپ کا ذکر کرتے ہوئے جلسہ سالانہ 1926ء کی 27-دسمبر کی تقریر میں فرماتے ہیں۔

"انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایسے زمانے میں قبول کیا اور مولویوں کے گھرانہ میں قبول کیا۔ آپ کا ایسے خاندان کے ساتھ تعلق تھا جن کا فرض سمجھا جاتا تھا کہ حضرت مسیح موعود سے دنیا کو روکیں۔ اس وقت ساری دنیا آپ کی مخالفت پر تلی ہوئی تھی۔ پس ان کا ایسے حالات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کرنا ان کی بڑی سعادت پر دلالت کرتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب پر مخالفت کا زمانہ ہی نہیں آیا۔ جب انہوں نے

ایک دوست سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ سنا تو آپ نے سنتے ہی فرمایا کہ اتنے بڑے دعویٰ کا شخص جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ اور آپ نے بہت جلد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر لی۔ حضرت صاحب نے ان کا نام بارہ حواریوں میں لکھا ہے۔"

(الفضل 11- جنوری 1927ء)

اس بیعت کے بعد آپ کے گھر اور باہر دونوں اطراف سے سخت مخالفت ہوئی۔ گھر میں بھائیوں نے بائیکاٹ کیا اور موچی دروازہ کی حویلیاں اور تاج پورہ اور شیخو پورہ روڈ پر آبائی زمین سے حصہ دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے اس کے بعد ان سے کبھی حصہ کا مطالبہ نہیں کیا۔ خلیفہ حمید الدین صاحب کی 1897ء میں وفات کے بعد حضرت ڈاکٹر صاحب کی ایک پھوپھی نے مغل پورہ کی جائیداد میں سے کچھ حضرت ڈاکٹر صاحب کے نام لگوایا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے اپنے والد ماجد کی وفات پر جو آپ کا خیال کرتے تھے اور آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ حضرت صاحب کی خدمت میں دعا کی غرض سے لکھا تو آپ کو وہی الہام ہوا جو حضرت اقدس کے والد ماجد کی وفات پر ہوا تھا۔

آپ کا نام کتاب انجام آتھم میں 313 رفقاء کی فہرست میں 161 ویں نمبر پر درج شدہ موجود ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ حضرت ڈاکٹر صاحب کو عشق تھا۔ اسی سلسلہ میں حضرت ڈاکٹر صاحب کے بچپن کے دوست اور سلسلہ احمدیہ میں صحافت کے بانی حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت ڈاکٹر صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت و عشق تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی آپ کو نہایت ہی محبت اور پیار سے دیکھتے تھے۔ حضرت صاحب کے ارادوں، عزائم اور ضروریات پر ڈاکٹر صاحب کو بعض اوقات صدہا نہیں ہزاروں کوس کے فاصلے پر علم ہو جاتا تھا۔ جس کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بعض چٹھیوں میں ذکر فرمایا ہے۔ یہ معمولی امر نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ڈاکٹر صاحب کی روح کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ کس شدت سے مناسبت تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ڈاکٹر صاحب پر اسی طرح اعتماد فرماتے تھے جس طرح اپنی ذات اور پاک وجود پر۔ بہت کم لوگ اس امر سے

واقف ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ڈاکٹر صاحب سے بعض اوقات وہ راز کی باتیں کر لیتے تھے جو دوسروں کے وہم میں بھی نہیں آسکتی تھیں۔"

(الفضل 10-اگست 1926ء)

حضرت ڈاکٹر صاحب چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی حضرت صاحب کا عندیہ چاہتے اور آپ کے ارشاد کے مطابق عمل کرتے اور کوشش کرتے کہ ہر کام آپ کی اجازت سے ہو۔

احمدیت کے اولین زمانہ میں حضرت ڈاکٹر صاحب کی مالی معاونت کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت المصلح الموعود فرماتے ہیں۔

"ان کی مالی قربانیاں اس حد تک بڑھی ہوئی تھیں کہ حضرت صاحب نے ان کو تحریری سند دی کہ آپ کو قربانی کی ضرورت نہیں۔ حضرت صاحب کا وہ زمانہ مجھے یاد ہے جب کہ آپ پر مقدمہ گورداسپور میں ہو رہا تھا۔ اور اس میں روپیہ کی سخت ضرورت تھی۔ حضرت صاحب نے دوستوں کو تحریک کی کہ چونکہ اخراجات بڑھ رہے ہیں۔ لنگر خانہ دو جگہ پر ہو گیا ہے۔ ایک قادیان میں اور ایک گورداسپور میں۔ اس کے علاوہ مقدمہ پر خرچ ہو رہا ہے۔ لہذا دوست امداد کی طرف توجہ کریں۔ جب حضرت صاحب کی تحریک ڈاکٹر صاحب کو پہنچی تو اتفاق ایسا ہوا کہ اسی دن ان کو تنخواہ قریباً -/450 روپے ملی تھی۔ وہ ساری کی ساری تنخواہ اسی وقت حضور کی خدمت میں بھیج دی۔ ایک دوست نے سوال کیا کہ آپ کچھ گھر کی ضروریات کے لئے رکھ لیتے تو انہوں نے کہا کہ خدا کا مسیح کہتا ہے کہ دین کے لئے ضرورت ہے تو پھر اور کس کے لئے رکھ سکتا ہوں۔ غرض ڈاکٹر صاحب تو دین کے لئے قربانیوں میں اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ حضرت صاحب کو انہیں روکنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور انہیں کہنا پڑا کہ اب ان کو قربانی کی ضرورت نہیں۔"

(الفضل 11- جنوری 1927ء)

حضرت صاحب سے حضرت ڈاکٹر صاحب کا اتنا گہرا تعلق تھا کہ آپ جہاں بھی سروس کے دوران جاتے خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہتا۔ حضرت صاحب نے ایک صد سے زائد خطوط مکرم ڈاکٹر صاحب کو لکھے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کی ابھی عمر تیرہ برس کی تھی کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے 1902ء میں حضرت ڈاکٹر رشید الدین صاحب کو تحریک فرمائی کہ اپنی بڑی صاحبزادی رشیدہ بیگم کا رشتہ حضرت صاحبزادہ صاحب سے کرنے کے بارے میں غور کریں۔ جن کا نام حضرت اماں جان نے صاحبزادہ محمود کی مناسبت سے محمودہ بیگم رکھا تھا جو بعد ازاں حضرت اُمِ ناصر کے نام سے معروف ہوئیں۔

حضرت اقدس نے ڈاکٹر صاحب کو تحریر فرمایا

"اس رشتہ پر محمود راضی معلوم ہوتا ہے اور گو الہامی طور پر اس بارہ میں کچھ معلوم نہیں جس کے معلوم ہونے کے بارے میں مجھے خواہش ہے تا کہ کوئی کام ہمارا مرضی الٰہی کے خلاف نہ ہو مگر محمود کی رضامندی ایک دلیل اس بات پر ہے کہ یہ امر غالباً واللہ اعلم جناب الٰہی کی رضامندی کے موافق انشاء اللہ ہوگا۔"

(ذاتی خط حضرت اقدس بنام ڈاکٹر صاحب 1902ء)

چنانچہ حضرت حکیم مولانا نورالدین نے رڑکی جہاں حضرت ڈاکٹر صاحب متعین تھے۔ 03-اکتوبر 1902ء کو ایک ہزار روپیہ حق مہر پر نکاح پڑھا۔ بارات کی واپسی 05-اکتوبر کو ہوئی۔ حضرت مولانا نورالدین صاحب نے تقریب نکاح پر آپ کی خدمت میں مبارکباد عرض کی اور ڈاکٹر صاحب کے اخلاص کی تعریف کی۔

حضرت بانی سلسلہ نے فرمایا

"اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت اخلاص دیا ہے ان میں اہلیت اور زیرکی بہت ہے اور میں نے دیکھا ہے ان میں نور فراست بھی ہے۔"

(الحکم 10-اکتوبر 1902ء)

حضرت ڈاکٹر صاحب سرکاری ملازمت کے دوران بہت سے اعلیٰ عہدوں پر تعینات رہے۔ چنانچہ لاہور اور آگرہ کے میڈیکل کالج میں پروفیسر رہنے کے علاوہ بطور سرجن اور اسسٹنٹ سرجن انبالہ، رڑکی، رامپور، چکراتہ، لکھنؤ اور دہلی میں مقیم رہے۔ اور ملازمت ختم کرنے کے بعد دہلی میں مستقل رہائش اور پریکٹس کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن حضرت امام جماعت احمدیہ اول کے ارشاد پر آپ یہ ارادہ ترک کر کے ہمیشہ کے لئے قادیان تشریف لے آئے اور سلسلہ کی خدمات کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی چنانچہ نور ہسپتال

قادیان کے انچارج کے طور پر کام کرنے کے علاوہ بہت سی خدمات آپ کے سپرد ہوئیں ۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے خود آپ کو ممبر صدر انجمن احمدیہ قادیان مقرر فرمایا تھا پھر ٹرسٹی و جنرل سیکرٹری اور محاسب صدر انجمن احمدیہ رہے۔ اسی طرح سیکرٹری مجلس معتمدین اور جلسہ سالانہ 1911ء کے موقع پر بطور افسر لنگر خانہ خدمات کی توفیق پائی۔ اس کے علاوہ افسر جائیداد، سیکرٹری تعمیر کمیٹی منارۃ المسیح اور ناظر اعلیٰ کے عہدہ جلیلہ پر کام کرنے کی سعادت پائی۔

معالج کی حیثیت سے آپ کی فرض شناسی خدمت اور ہمدردی خلق کا ایک واقعہ بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ جبکہ حضرت اماں جان کے باغ والے مکان میں رہائش پذیر تھے۔ ایک شخص اپنی بیوی کی تشویشناک حالت کی وجہ سے دوا لینے رات کے بارہ بجے کے قریب آیا۔ آپ نے جب اس کی بیوی کی حالت سنی تو اس شخص کو کہا کہ دوا وہ خود جا کر دیں گے۔ کیونکہ مریضہ کی حالت اچھی نہیں۔ اس شخص کے روکنے کے باوجود آپ اصرار کر کے ساتھ گئے دوا دی اور فرمایا کہ ایک گھنٹہ بعد پھر دورہ ہونے کا امکان ہے۔ میں اس وقت تک یہیں ٹھہرتا ہوں ۔ مریضہ کے خاوند نے پھر اصرار کے ساتھ جانے کی درخواست کی کیونکہ گھر میں فقط ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ آپ نے ایک گھنٹہ بعد دستک دی تو وہ شخص حیران رہ گیا۔ اس وقت اس کی بیوی کی حالت بہت بگڑ چکی تھی ۔آپ نے دوا دی اور اللہ تعالیٰ نے اپنا کرم فرمایا۔ اس شخص نے پوچھا آپ اتنی دور سے پھر تشریف لائے ۔ڈاکٹر صاحب نے فرمایا" نہیں میں تو باہر جانوروں والی چارہ کی جگہ پر بیٹھا انتظار کرتا رہا۔" وہ شخص حیران ہوا کہ ڈاکٹر صاحب شدید سردی کے موسم میں کھلے آسمان کے نیچے تھے اور محض ہمدردی خلق اور پیشہ کے فرض کو پہچانتے ہوئے دیر تک بیٹھے رہے۔

یکم جولائی 1926ء کو ایک مختصر علالت کے بعد سوا تین بجے دوپہر آپ اس جہان فانی سے رخصت ہوئے ۔ بیماری کے ایام میں حضرت مصلح موعود عیادت کے لئے تشریف لے جاتے رہے اور آپ کی طبیعت پر ان کی وفات کا بہت اثر ہوا۔ 02- جولائی کو صبح نو بجے حضرت صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نعش کو کندھا دیا۔ بہشتی مقبرہ میں مزار حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے دائیں طرف مخصوص جگہ پر دفن کئے گئے ۔

(الفضل ربوہ 23- جون 1998ء صفحہ 5)

منظوم خراج عقیدت:

شعراء بھی اپنے عزیز مرحومین کو اپنے اپنے انداز میں خراج عقیدت پیش کرتے رہتے ہیں۔ حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی وفات پر بھی شعراء نے خراج تحسین پیش کیا۔ چنانچہ یہاں منشی قاسم علی خاں صاحب قادیانی کا لکھا ہوا ایک مرثیہ پیش کیا جا رہا ہے۔

طلسم ہستی فانی کھلا نیرنگیاں ہو کر
جو ارباب کرم نے آنکھ پھیری مہرباں ہوکر
ہوئے امید کے گل خار پامال خزاں ہوکر
تہ خاک آروزوئیں کیں زمیں نے آسماں ہوکر
دکھاؤں زخم دل اس کو جو دیکھے دل کی آنکھوں سے
سناؤں حال غم اس کو سنے جو ہم زباں ہوکر
چکھی کس نے نہیں تلخی وناکامی زمانہ کی
ہمیشہ کون دنیا میں رہا ہے شادماں ہوکر
کبھی وہ مہ لقا جو سینکڑوں گھر کا اُجالا تھے
ہوئے خاک سیہ جل کر اڑے غم سے دھواں ہوکر
کبھی وہ آنکھ جس پر تھی لگی آنکھیں زمانہ کی
جھپکتے ہی پلک آئی نظروہ خوں چکاں ہوکر
یہ ہے سازِ فنا کے تار کی آواز ہلکی سی
یہ ہے وہ سوز جو روتی قضاء ہے نوحہ خواں ہوکر
یہ وہ رونا ہے جس کے بعد رونا ہے ہنسی کرنا
یہ وہ رونا ہے جو تھمتے نہیں آنسو رواں ہوکر

یہ ہے وہ ایک نیرنگی رنگا رنگئی عالم کی
کہ ہوش اُڑتا ہے پرزے پرزے ہو کر دھجیاں ہوکر
زباں ہے ذکر سے سوزاں بیان کہنے سے ہی نالاں
جلے جاتے ہیں لب حرف آتے ہیں چنگاریاں ہوکر
خلیفہ ڈاکٹر حضرت رشید الدین صاحب کی
نہیں وہ موت رہ جائے جو زخم بے دہاں ہوکر
اگر تھے حافظ قرآں تو تھے مرحوم عالم بھی
ہیں روشن تقویٰ واعمال خورشید جہاں ہوکر
کروں میں کیا بیاں ممدوح کے اوصاف وخوبی کا
کہ سورج خود نظر آتا ہے دنیا کو عیاں ہوکر
فدائے صورت احمد نثار سیرت احمد
رہے جو کہ کوچہ جاناں میں وقف قادیاں ہوکر
مثال گل ہمیشہ خندہ رو دیکھا ہے جب دیکھا
نہ افسردہ کسی سے ملتے تھے بارگراں ہوکر
جو بستر آلگایا خاک پردلبر کے کوچے میں
نہ پھر اُٹھے جو اُٹھے تو مقیم جاوداں ہوکر
نہ مال وزر کی پرواکی نہ پھر گھردر کی پروا کی
مقام یار کو پایا مکین بے مکاں ہوکر
مزاج ان کا تھا شاہانہ مگر دل تھا فقیرانہ
گزاری عمر درویشی میں عالی خانداں ہوکر
توکل پر بھروسہ تھا نظر اس کے کرم پر تھی
رکھے سب دوست دشمن خوش رہے خود شاد ماں ہوکر

رہے در میں تو وہ داخل ہوئے محبوب کے گھر میں
گئے محبوب کی بر میں محبّ جان جاں ہوکر
بڑھا رشتہ یہ رُوحانی ہوا پیوند جسمانی
ملے جو خویش اکبر بھی تو محمود زماں ہوکر
خلیفہ بھی خلف بھی احمد مرسل کے ہیں حضرت
جو محو راحت مخلوق ہیں روح رواں ہوکر
نہ کیونکر آہ نکلے قادیانی کے بھلا دل سے
ملے گا قادیاں میں کون اُن سا قدر داں ہوکر
اسے پوچھے غریبی اور مسکینی میں کون ایسا
کرے مہمان نوازی کون ایسا میزباں ہوکر
کروں کچھ مختصر پس ماندگاں کا حال بھی ظاہر
سناؤں اُن کی بھی کچھ اِن کا انداز بیاں ہوکر
خلف اکبر علیم الدین ہیں اصغر منیر الدین
ہیں پانچ اور ان کو بھی اللہ بڑھائے نگہباں ہوکر
ہیں حضرت اُمِ ناصر بنت اکبر خورد اینہ ہے
جو ہیں تین اور دُنیا میں رہیں سب شادماں ہوکر
یہ بارہ ہیں گل وغنچے اسی نخل بریدہ کے
یتیمی نے کیا ہے جن پر سایہ سائباں ہوکر
پدر کی موت نے ترکے میں سب کو رنج وغم بانٹا
لیا حق اپنا اپنا سب نے جو خورد وکلاں ہوکر
بڑوں کی ضبط نے رکھی بڑائی صبر دے دے کر
رہا محفوظ حصہ دل میں جو دردنہاں ہوکر

مگر چھوٹوں میں اتنا ضبط ہوتا ہے نہ صبر ایسا
مصیبت میں رہیں قائم جو وہ کوہ گراں ہوکر
ہوا درجہ بدرجہ یوں تو صدمہ عزیزوں کو
مگر کچھ رہ گئے ہیں ان میں غم کی داستاں ہوکر
دکھائے کس کو بیچاری سعیدہ وزخم دل اپنا
سنے اب کون اس کی بات ایسا مہرباں ہوکر
لیا گودی میں بیماری نے بچپن سے جسے ایسا
نہ پھر چلنے دیا پاؤں گھٹی جاں رائیگاں ہوکر
نہ وہ شفقت نہ وہ اُلفت نہ کوئی غمگسار ایسا
نہ کیونکر اس کی آہیں پارہوں دل کے سناں ہوکر
بہت نازوں کی پالی پیاری چھوٹی جو امینہ ہے
ہے گویاپھول مرجھایا ہوا نذر خزاں ہوکر
جوپوچھا میں نے اباجاں تم کو یاد آتے ہیں
تو بھولے بھولے منہ سے لفظ نکلے نیم جاں ہوکر
کہا بس سامنے آنکھوں کے اباجان پھرتے ہیں
یہ کہتے ہی اداسی چھا گئی منہ پر فغاں ہوکر
امینہ آہ ! جو مرحوم کی تھی آنکھ کا تارا
جسے اس باپ نے پالا تھا سو ماؤں کی ماں ہوکر
امینہ وہ آمینہ جو کہ تھی ایک پھول لالہ کا
رہا کرتی تھی جو آنکھوں میں سب کی پتلیاں ہوکر
جدائی ایسے عاشق باپ کی اس ننھی سی جاں کو
جلائے کیوں نہ ہردم ہر گھڑی آتش فشاں ہوکر

بڑی بی بی تو پہلے ہی الم کا رنج کا گھر تھیں
سراپا رہے گئیں اس غم سے فریاد وفغاں ہوکر
جوانا مرگ بھائی کر چکا تھا پہلے دل ٹکڑے
رہیں ایسی نہ غم سے ہو روئیں نوحہ خواں ہوکر
کوئی دل چیر کر عاشق بہن کا توذرا دیکھے
کہ دم سینے میں بھی گھٹ گھٹ کے آتا ہے دھواں ہوکر
اگر یہ بس میں ہوتا بھائی کے بدلے ہو مرجاتیں
کہ تاموت آئے ایسے جینے سے خواب گراں ہوکر
کہاں سے اتنا پانی آگیا سر میں خدا جانے
کلیجہ ہو گیا آنکھوں کی راہ اشک رواں ہوکر
بہت جب یاد پیارے بھائی کی بیتاب کرتی ہے
گھٹی جاتی ہے جاں اندر ہی اندر سبکیاں ہوکر
جو بی بی آپ کی چھوٹی ہیں ان کا ہے عجب عالم
جنھوں نے عمر ساتھ ان کے گزاری جسم وجاں ہوکر
بہا آنکھوں سے پانی پانی ہوکر خون دل ان کا
رنڈاپا چھایا جو پہلے بڑھاپے سے جواں ہوکر
کچھ ایسی ہوگئیں گھٹ گھٹ کے اس صدمے سے بیچاری
کمر اس غم نے توڑی رہ گئیں مثل کماں ہوکر
گمی رہتی ہیں اکثر جس طرح کچھ گم گیا ان کا
نظر حیرت زدہ آتی ہیں وحشت کا گماں ہوکر
کسی سے کچھ نہ کہنے کی نہ سننے کی بجز دل کے
کہ اب دل کی سنے کون ان کے دل کا رازداں ہوکر

ہزاروں دل میں تھے ارماں جو مر کر رہ گئے دل میں
بہت سی حسرتیں آتی ہیں لب پر ہچکیاں ہوکر
نہ تھی کچھ رات دن کی فکر ہر دم عیش تھا حاصل
نہ تھی غم کی خبر آتا کدھر سے ہے کہاں ہوکر
سناؤں اب ذرا غم کی کہانی ان کے لفظوں میں
جو حال ان کا رہا اجڑا ہوا سا گلستاں ہوکر
ترے قربان میرے رب اکبر میرا ہر ذرہ
مرا رونا بھی اب تو تھک گیا ہے ناتواں ہوکر
مرے اللہ! مجھ بے کس کی ہے فریاد بھی عاجز
ترے در پر پہنچے کیسے آہ بے کساں ہوکر
نہ بچوں میں کوئی ہوشیار ہے جو دل کی ڈھارس ہو
الٰہی رہ نہ جائے یوں کوئی بے خانماں ہوکر
خبر لے کون ان کے کھانے پینے رونے دھونے کی
دُھلا دیتے ہیں منہ بھی ان کا اب آنسو رواں ہوکر
اُٹھائے ناز کون ان کا کرے اب کون دلداری
نگاہوں میں رکھے اب کون ان کا پاسباں ہوکر
لگا کر بوٹے کچھ دیکھی بہار ان کی نہ مالی نے
بجز تیرے انہیں پالے گا کون اب باغباں ہوکر
ترے صدقے ابھی تو ہیں یہ رو کر مانگنے والے
ضدیں ان کی چبھا کرتی ہیں دل میں برچھیاں ہوکر
یہ ان کے نورعین اب قافلے میں آنسوؤں کے ہیں
اکیلے رہ گئے ہیں یوسف بے کارواں ہوکر

سنا تیرے نبی سے اور ہے ایمان بھی اس پر
دُعا بھی ہے یہی ، ایماں رہے یہ دل میں جاں ہوکر
کبھی ضائع نہیں کرتا تو اپنے نیک بندوں کو
مٹے جوراہ میں تیری رہے وہ آسماں ہوکر
درازی عمر میں ہو حضرت محمود احمد کی
رہیں دو جہانوں میں صدر آرائے جہاں ہوکر
کرم کاہاتھ ہے تیرا جو ہیں فضل عمر سر پر
جلاتی ہے انہی کی سرپرستی قدرداں ہوکر
پھر ان کے بعد مرزا گل محمد خویش ہیں پیارے
رہے ان پر ہمیشہ لطف سائباں تیرا ہوکر
میرے ہمدرد جو چھوٹے بڑے بھائی بھتیجے ہیں
رہیں آباد سب دنیا میں یارب شادماں ہوکر
دُعا مجھ عاجز و لاچارکی ہے بس یہی تجھ سے
میری دل کی تسلی اب تو ہی ہو مہرباں ہوکر
طفیل حضرت احمد نبی و مرسل برحق
رہیں ہم احمدیت کے غلام خادماں ہوکر
رہا ہے کون دنیا میں رہے گا کون دنیا میں
رہے اس میں نہ وہ جو آئے شاہ انس وجاں ہوکر
ہے ذکر ہستی فانی تو یہ کیونکر رہے باقی
رہے گا وہ جو باقی ہے عیاں ہوکر نہاں ہوکر
غرض ہوں رحمتیں اللہ کی ان پر قیامت تک
رہیں خلدبریں میں بھی وہ احمد کا نشاں ہوکر

غلام حضرت محمود ہوں اس نام کا صدقہ
کریں رسوا مجھ کو حشر میں عصیاں عیاں ہوکر
بجز تیری محبت کے نہ کچھ دل میں رہے باقی
نہ بہکائے کبھی دنیائے دوں سود و زیاں ہوکر
میں یارب قادیانی نام کا ہوں شرم رکھ لینا
رہے ہر ذرہ میرا ساکن دارالاماں ہوکر

(الفضل قادیان 15-فروری 1927ء نمبر 65 جلد 14)

باب نمبر:16

شادیاں

☆ ازواج

☆ محترمہ مراد بیگم صاحبہ کے احمدی ہونے کی روئیداد

☆ محترمہ مراد بیگم صاحبہ کی خدمات

☆ محترمہ مراد بیگم صاحبہ کی ایک مبارک خواب

☆ ہر دو ازواج سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا اظہار خوشنودی

حضرت ڈاکٹر صاحب کی دو شادیاں تھیں ۔ بڑی بیوی کا نام محترمہ عمدہ بیگم صاحبہ تھا۔ جو آپ کے ننھیالی عزیزوں میں سے تھیں اور بخاری شیخ خاندان سے تعلق رکھتی تھیں ۔ دوسری شادی کے بعد آپ الگ رہنے لگ گئی تھیں ۔لیکن حضرت ڈاکٹر صاحب آپ کے تمام حقوق ادا کرتے رہے۔

آپ کی دوسری اہلیہ محترمہ مراد خاتون صاحبہ ہمشیرہ حضرت ڈاکٹر فیض علی صابر صاحب رفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور مکرم عبد الغنی صاحب مرحوم (سردار روپ سنگھ نومسلم) کی صاحبزادی تھیں ۔ان کا نکاح مورخہ 22-نومبر 1901ء بروز جمعہ ہوا۔ قادیان میں لجنہ اماء اللہ اور حضور کے گھریلو امور سرانجام دیتی تھیں ۔اور آپ کو سارے قادیان میں "بے بے جی" کہا جاتا تھا۔ اور رعب اتنا تھا کہ چھڑی پکڑ کر چلتی تھیں اور لوگ "بے بے جی" پکار کر راستہ چھوڑ دیتے تھے۔سلائی ،دستکاری اور دوسرے ہاؤس ہولڈ کے کام عورتوں کو سکھانا ،آپ کا مشغلہ تھا۔ حضرت اماں جان سے آپ کا بہت تعلق تھا اور یہ دوسری شادی کی تحریک حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے خط کے ذریعہ فرمائی تھی اور لکھا تھا کہ

میری خواہش ہے کہ آپ یہ رشتہ کر لیں۔

(لاہور تاریخ احمدیت صفحہ 293)

محترمہ مراد خاتون صاحبہ کے احمدی ہونے کا واقعہ اس باب کا حصہ ہے جو آگے آرہا ہے۔اس کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پہلی ملاقات کے دوران ہی حضورؑ نے آپ کے غیر شادی شدہ ہونے کا پوچھ لیا تھا۔آپ کے بڑے بھائی حضرت ڈاکٹر فیض علی صابر صاحب اپنی بہن محترمہ مراد خاتون کے حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سے رشتہ طے ہونے کا ذکر ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔

"ایک دفعہ حضرت اقدسؑ نے مجھے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو تمہاری ہمشیرہ کا نکاح کسی جگہ کروادیں لیکن چونکہ تمہارے اور بھائی بھی ہیں اس لئے تم اس کے تنہا ولی نہیں ہو سکتے ۔اس لئے تم ان سے بھی مشورہ کر لو۔ میں عرض کیا کہ حضور اگر یہ بھی معلوم ہو کہ آپ کس سے ہمارا تعلق پیدا کرنا چاہتے ہیں ۔آپ نے فرمایا کہ ابھی ہم یہ نہیں بتاتے ۔

اس کے بعد حضرت میر ناصر نواب صاحب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا خط لے کر امرتسر میرے پاس تشریف لائے۔ خط میں لکھا تھا کہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب بہت نیک، مخلص اور خاندانی بھی ہیں اگر آپ چاہو تو ان سے اپنی ہمشیرہ کا نکاح کر دو۔ اور یہ اپنی ہمشیرہ ان کو دکھلا دو۔

بات اس طرح کی گئی ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے قادیان میں اپنے احباب میں کوئی ایسا ذکر کیا تھا کہ جس میں اپنی بیوی کا کچھ گلہ اس امر کے متعلق تھا کہ وہ مال دنیا کو عزیز سمجھتی ہیں اور میرے خیرات کرنے یا مہمانوں کی خاطر تواضع کرنے میں گونہ مزاحمت کرنا چاہتی ہیں۔ غالباً مولوی عبد الکریم صاحب نے یہ ذکر حضرت اقدس کے گوش گزار کر دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام چونکہ اسلامی شریعت کو رائج کرنے کے لئے مامور تھے۔ جو غفلت یا کوتاہی تعدد ازدواج کے متعلق مسلمانان ہند میں اہل ہنود اور عیسائیوں کے عقیدہ ایک بیوی کی وجہ سے سما گئی تھی آپ کو اس کا انسداد بھی مطلوب تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب دوسری شادی کر لیں۔ اور جب یہ جستجو ہوئی کہ دوسری شادی کس جگہ کر لی جاوے تو حضورؑ نے میرے نام ایک رقعہ لکھ کر ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو دیا کہ وہ امرتسر میرے پاس پہنچ کر رقعہ مجھے دے دیں۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب کی طبیعت بہت شرمیلی تھی اس لئے انہوں نے خود آنے کی ہمت نہ کی۔ رقعہ حضرت نانا جان کے ہاتھ بھیج دیا۔ میں پہلے ڈاکٹر رحمت علی صاحب کے پاس میاں میر لاہور چھاؤنی گیا۔ ان کو حضرت اقدس کی تحریر دکھائی۔ شاید یہ تحریر ڈاکٹر رحمت علی صاحب کی دعا کا نتیجہ بھی ہوگی۔ الغرض نکاح ہمشیرہ مراد خاتون کا ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے ساتھ بیت مبارک میں تیسرے یا چوتھے روز ہو گیا۔ **ان تعدو نعمت اللہ لا تحصوھا۔**

اس میں درحقیقت آپ خود مراد خاتون کے ولی تھے۔ کیونکہ جب نکاح کے خطبہ میں مجھ سے دریافت کیا گیا کہ مہر کیا مقرر ہوا ہے تو میں کہہ دیا کہ مجھے خبر نہیں اس پر حضور پرنور نے دوسو روپیہ فرمایا تھا۔"

(رجسٹر روایات رفقاء قلمی صفحہ 156-157)

آپ کے تمام بچوں کے نام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رکھے تھے۔ آپ خاندان میں شادیاں بیاہ وغیرہ کا انتظام کرواتی تھیں۔

آپ بہت دلیر اور نڈر خاتون تھیں۔ ایک دفعہ حضرت اماں جان کے باغ میں ایک بہت بڑے

کو برے سانپ کو آپ نے مارا تھا جس کو باغ کا مالی دیکھ کر بھاگ گیا تھا۔

آپ کہا کرتی تھیں کہ

اللہ تعالیٰ نے ہم کو بہترین خاوند سے نوازا ہے۔ اور دنیا کی کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو کہ ہمیں مہیا کر کے نہ دی ہو۔ حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب بہت ہی زیادہ مہمان نواز تھے۔ اس لئے گھر میں کھانے پینے کی چیزیں کافی مقدار میں پڑی رہتی تھیں۔ اور آپ مہمان نوازی کا حق ادا کرتیں۔ محترمہ مراد خاتون صاحبہ کی والدہ صاحبہ نے ایک دفعہ ذکر کیا کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ میری بیٹی کی اتنی اچھی قسمت ہے۔ باوجود اس کے آپ کی دو بیویاں تھیں۔ اور حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب گھریلو کام میں بھی ہاتھ بٹاتے تھے۔ یہاں تک کہ گھر کے لیمپ وغیرہ بھی خود صاف کر لیتے اور محترمہ مراد خاتون صاحبہ کا کہنا ہے کہ

"جب ڈاکٹر صاحب گھر پے تشریف لاتے تو مجھے فرمایا کرتے اب آپ آرام کریں میں گھر آ گیا ہوں۔"

یعنی آپ گھر کے کام میں ہاتھ بٹاتے تھے۔ حالانکہ آپ اس وقت سول سرجن تھے۔

محترمہ مراد خاتون صاحبہ کے احمدی ہونے کی روئیداد
(ان کی اپنی زبانی)

میری قریباً بارہ تیرہ سال کی عمر تھی جبکہ میں نے اپنے بڑے بھائی ڈاکٹر فیض علی صاحب سے سنا جو کہ افریقہ سے تین سال کے بعد آئے تھے۔ کہ ایک صاحب حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے مسیح موعود مہدی معہود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

میرے بھائی صاحب کو بیمار ہونے کی وجہ سے آب وہوا تبدیل کرنے کے لئے افریقہ سے بمبئی تک آنے کی اجازت تھی۔ جہاز سے اتر کر ان کو معلوم ہوا کہ افریقہ جانے والا جہاز ایک ہفتہ کے بعد جائے گا۔ ان کے ساتھ حضرت ڈاکٹر رحمت علی صاحب برادر حضرت حافظ روشن علی صاحب مرحوم بھی تھے۔ انہوں

نے جہاز میں ہی میرے بھائی صاحب کو تبلیغ احمدیت کی تھی اور وہ دل سے احمدی ہو چکے تھے۔ انہوں نے مشورہ کیا کہ کیوں نہ اس عرصہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نیاز حاصل کیا جائے۔ وہ آخری دن امرتسر پہنچے۔ اور ہم لوگوں کو مل کر اور چند گھنٹے گھر پر ٹھہر کر قادیان روانہ ہو گئے۔ وہاں پر وہ حضور کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور پھر وہیں سے افریقہ چلے گئے۔

پھر بھائی صاحب دوسال کے بعد افریقہ کی ملازمت چھوڑ کر امرتسر میں آ گئے۔ مگر انہوں نے احمدیت کا چرچا شروع کیا۔ اوران کی مخالفت ہونے لگی۔

میری والدہ صاحبہ اس خیال سے کہ لوگ مخالفت کرتے ہیں بھائی صاحب کو سمجھایا کرتی تھیں۔ مگر خود اپنی طرف سے وہ کچھ نہ کہتی تھیں۔ مجھے بچپن سے دینی باتیں سننے کا بہت شوق تھا۔ میں بھائی صاحب سے کبھی حضرت صاحب کی باتیں پوچھتی۔ تو والدہ صاحبہ مجھے اس طرح جس طرح کوئی پیار سے جھڑکتا ہو۔ کہا کرتی تھیں کہ تجھے کیا پتہ ہے اور وہ سچ ہی کہتی تھیں۔ کیونکہ چودہ سال کی عمر اور بالکل ان پڑھ۔ ہمارے خاندان میں لڑکیوں کو پڑھانا بڑا عیب سمجھا جاتا تھا۔

اسی زمانہ میں میں نے اپنی سمجھ کے مطابق منت مانی کہ مجھے اگر کُرتے کے اوپر واسکٹ پہننے کی اجازت مل جائے تو میں مان لوں گی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سچے ہیں۔ اس وقت کنواری لڑکیوں کو کرتہ کے اوپر واسکٹ پہننا عیب میں داخل تھا۔ عید کا موقعہ تھا میرے بڑے بھائی چھوٹے بھائیوں کے کوٹوں کے لئے خوبصورت سیاہ رنگ کا کپڑا لائے تھے۔ میری والدہ صاحبہ خدا غریق رحمت کرے سلائی بہت عمدہ جانتی تھیں وہ کوٹ کترنے لگیں۔ میں اور بھائی صاحب ان کے پاس بیٹھے تھے۔ میں نے دل میں کہا کہ یاالٰہی اگر تیرے مسیح موعود سچے ہیں تو میری منت پوری ہو جائے اور مجھے واسکٹ بنانے اور پہننے کی اجازت مل جائے۔ میں نے اپنی والدہ صاحبہ کو نہ کہا اور چپ چاپ بیٹھی دیکھتی رہی۔ جب کوٹ کترے گئے تو کچھ کپڑا بچ گیا۔ میں نے والدہ سے کہا کہ اس کی مجھے واسکٹ بنا دیں میری والدہ صاحبہ نے کہا کہ کون لڑکی واسکٹ پہنتی ہے جو تم پہنو گی، میں چپ ہو گئی لیکن میرے بھائی صاحب والدہ صاحبہ کے سر ہو گئے۔ انہوں نے کہا کس شریعت میں لڑکی کو واسکٹ پہنانا جائز نہیں۔ میں تو پسند کرتا ہوں بہ نسبت لڑکے کے لڑکی کے لئے واسکٹ پہننا بہتر ہے۔ بھائی کی یہ باتیں اماں جان کو پسند آئیں انہوں نے مجھے کپڑا دے دیا۔ میں نے شام تک واسکٹ سی کر تیار کر

لی۔اوراس میں دو جیب بھی لگائے۔

میرے لئے یہ واقعہ حضرت صاحب کو دل سے ماننے کا موجب ہوا۔ اس کے بعد مجھے بجائے خدا تعالیٰ کا شکر کرنے کے ایک اور سوجھی۔ میں نے کہا کہ کیا اچھا ہوا اگر آج میری جیب میں ایک روپیہ بھی ہو۔ میرے والد صاحب غفر اللہ فوت ہو چکے تھے۔ میرے چھ بھائی ہیں اور میری والدہ ہم آٹھ آدمی تھے اور بڑے بھائی صاحب افریقہ گئے ہوئے تھے اور دو ماہ کے بعد دوڈھائی سو روپیہ بھیج دیا کرتے تھے۔ روپیہ ختم ہو چکا تھا۔ بھائی فیض علی صاحب ان دنوں بے کار تھے کبھی کبھی کوئی فیس آجایا کرتی تھی۔ شام کو جب بھائی صاحب گھر میں آئے تو انہوں نے مجھے ایک روپیہ دیا میں نے لے کر جیب میں رکھ لیا۔ میری یہ بچوں والی منتیں جو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کو واسطہ بناتے ہوئے مانیں۔ چند گھنٹوں میں پوری ہو گئیں۔ مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سچے ہیں۔ بچوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ بچوں کا سا سلوک کرتا ہے۔ اب میں نے بھائی صاحب سے کہنا شروع کیا کہ قادیان چلو۔ بھائی صاحب نے اماں جان سے کہا کہ میں نے تو اب قرآن کریم کا ترجمہ شروع کیا اور چھوٹے دونوں بھائیوں کو قادیان کے اسکول میں داخل کرا دیتا ہوں۔ تا کہ یہ دینی تعلیم میں جاہل ہی نہ رہ جائیں۔ والدہ صاحبہ روتی تھیں کہ میں اکیلے بچے قادیان میں نہیں چھوڑ سکتی۔ کیونکہ میں نے سنا ہے کہ وہاں پر لڑکے بداخلاق ہو جاتے ہیں۔

بھائی صاحب نے کہا کہ آپ خود قادیان چل کر دیکھیں اگر آپ کو وہاں پر کوئی خرابی نظر آئے تو بیشک اپنے بچوں کو واپس لے آئیں۔ رشتہ داروں نے یہاں آنے میں بہت رکاوٹیں پیدا کیں۔ فیصلہ یہ ہوا کہ اب کے رمضان شریف قادیان میں گزارا جائے۔ ہم غالباً چودہ شعبان کو قادیان پہنچے۔ ایک ماہ پہلے سے جو مکان بھائی صاحب کرایہ پر لے گئے تھے۔ اس میں اترے والدہ صاحبہ کو راستہ میں یکہ کی سواری کی وجہ سے بہت تکلیف تھی وہ تو آ کر آرام کرنے کے لئے لیٹ گئیں۔ بھائی صاحب جب مسجد نماز پڑھنے کے لئے چلے گئے۔ والدہ صاحبہ نے ان کے جانے کے بعد نماز پڑھی اور مصلیٰ پر ہی لیٹ گئیں۔ عصر کا وقت تھا ذرا آنکھ لگ گئی۔ اور پھر چونک کر اُٹھ بیٹھیں۔ اتنے میں بھائی صاحب آگئے۔ والدہ صاحبہ نے بھائی صاحب کو بتایا کہ میں دیکھا ہے کہ میرے سرہانے ایک بزرگ سفید پوشاک پہنے ہوئے اور سفید ریش ہاتھ میں عصا لئے ہوئے کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ یا حضرت عیسیٰ، یا حضرت عیسیٰ یا حضرت عیسیٰ یعنی انہوں نے اس بات کو تین

بار دہرایا۔اس پر بھائی صاحب نے کہا کہ دیکھئے یہاں آتے ہی آپ کو بشارت ہوئی ہے اب آپ کو ایمان لانے میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہئے۔اس وقت میں نے یہ بھی بتایا کہ میری دو باتیں یعنی روپیہ اور واسکٹ والی پوری ہوئی تھیں۔اس پر بھائی صاحب ہنس پڑے۔

اس کے بعد قریباً پندرہ دن مشورے ہوتے رہے کہ حضرت صاحب کے گھر کب جائیں۔ بھائی صاحب بھی کچھ عمر رسیدہ نہ تھے اور ہماری بھی کسی عورت سے واقفیت نہ تھی۔اس لئے ہم وہاں جانے سے جھجکتے تھے۔

آخر ایک دن بھائی صاحب ہمیں حضرت صاحب کے گھر پہنچا آئے۔ والدہ شادی خان صاحبہ مرحوم جن کو لوگ دادی کہا کرتے تھے۔انہوں نے ہمیں لے جا کر ایک تخت پوش پر جو کہ اونچے دالان کے آگے صحن میں بچھا ہوا تھا بٹھا دیا۔ چند مستورات جو وہاں تھیں انہوں نے حضرت اماں جان کو اطلاع دی وہ باہر آئیں اور اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک عورت نے اطلاع دی۔ کہ ڈاکٹر فیض علی صاحب کی والدہ صاحبہ امرتسر سے آئی ہیں۔حضور اندر سے فوراً تشریف لے آئے۔میری والدہ صاحب نے ایک عورت کے ذریعہ آپ کو سلام علیکم عرض کیا۔آپ نے سلام کا جواب دیا۔اور پوچھا کہ کب آئی ہو۔والدہ نے کہا کہ پندرہ دن ہوئے۔آپ نے فرمایا کہ اتنے دن کہاں ٹھہرے رہے۔والدہ نے کہا کہ کوئی مادو ملانی ہیں۔ان کا مکان فیض علی نے پہلے سے کرایہ پر لیا ہوا تھا۔وہاں پر ٹھہرے ہیں۔آپ نے فرمایا کہ ہمارے گھر کیوں نہ آئیں۔کرایہ کا مکان لینے کی کیا ضرورت تھی۔کھانے کا کیا انتظام ہے۔والدہ نے کہا کہ کھانا ہم خود پکا لیتے ہیں۔آپ نے فرمایا بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے مہمان ہو کر خود کھانا پکائیں۔کیا آپ کو معلوم نہیں کہ قادیان میں جو مہمان آتا ہے وہ ہمارا ہی مہمان ہوتا ہے۔کیا آپ کو ڈاکٹر فیض علی نے نہیں بتایا۔ والدہ نے کہا۔بتایا تو تھا مگر میں نے خیال کیا کہ ہم چھ آدمی ہیں اور زیادہ دن ٹھہرنا تھا اس لئے مناسب نہ سمجھا کہ آپ کو تکلیف دوں۔

آپ نے فرمایا کہ ہمارا حکم ہے کہ ہمارے مہمان ہمارے گھر سے ہی کھانا کھائیں۔ دادی کہاں ہے۔دادی پاس ہی کھڑی تھی۔اس نے کہا کہ میں حضرت جی یہ ہوں۔آپ نے فرمایا کہ ان کے ساتھ جا کر

گھر دیکھ لو۔ اور دونوں وقت کھانا پہنچا کر آیا کرو۔ اور خیال رکھو۔ کسی بات کی تکلیف نہ ہو۔ والدہ سے میرے متعلق پوچھا کہ یہ فیض علی کی لڑکی ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں یہ اس کی ہمشیرہ ہے آپ نے فرمایا ان کی کیا عمر ہے؟ والدہ نے کہا چودھویں میں ہیں۔ فرمایا کیا ان کی شادی ہوگئی ہے؟ والدہ صاحبہ نے کہا نہیں ابھی تو ان کے بڑے بھائی کی شادی بھی نہیں ہوئی۔

پھر ہم کو مائی فجو اور دادی چھوڑنے آئیں اور اسی روز سے کھانا لنگر خانہ سے آنے لگا۔ اس وقت لنگر خانہ گھر ہی میں ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ جلسہ سالانہ میں بھی کھانا گھر ہی میں پکا کرتا تھا۔ اور حضرت اماں جانؓ کھانا تقسیم کیا کرتی تھیں۔ پانچ چھ دن کے بعد میں اور میری والدہ صاحبہ مغرب کے بعد بیعت کرنے کے لئے گئے۔ حضور ایک چھوٹے سے کمرے میں تشریف رکھتے تھے جو کہ اونچے دالان کے ساتھ تھا۔ اس کمرہ میں کسیر بچھی ہوئی تھی۔ اوپر ٹاٹ کے دو ٹکڑے بچھے ہوئے تھے۔ آپ کچھ لکھ رہے تھے جگہ تنگ تھی۔ اس لئے ہم دونوں دروازے میں بیٹھ گئے۔ حضور نے ہم سے بیعت لی۔ بعد میں جب میں نے باہر کی طرف دیکھا تو کچھ عورتیں اور بھی دالان میں بیٹھی ہوئی تھیں اور وہ بھی دُعا میں شامل تھیں۔

دوسرے دن اقبال علی اور منظور علی دونوں بھائیوں کو سکول میں داخل کرا کے ہم واپس امرتسر چلے گئے۔

(الحکم 28- ستمبر 1934ء)

اہلیہ خورد محترمہ مراد خاتون کی خدمات:

آپ کی چھوٹی اہلیہ نے بچپن سے ہی زیر عاطفت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پرورش پائی تھی اس لئے بچپن سے ہی آپ کو خدمات کی عادت بھی تھی اور حسب توفیق خدمت کی توفیق بھی پائی۔ حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے ساتھ مل کر مختلف جگہوں پر جہاں ڈاکٹر صاحب کی تعیناتی رہی خدمات بجا لانے کی توفیق پاتی رہیں۔ گو ابھی لجنہ کی تنظیم با قاعدہ طور پر قائم نہ ہوئی تھی تاہم احمدی خواتین کی تعلیم وتربیت

کی طرف خاص توجہ دیتی رہیں۔ پھر قادیان آکر اپنے جذبہ خدمت اور اخلاص کی وجہ سے لجنہ مرکزی میں بھی جگہ بنالی۔ 1923ء میں تو باقاعدہ لجنہ کی ممبر بن گئیں۔

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول صفحہ 74-75)

اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور آپ کی اہلیہ محترمہ کی خدمات کو لجنہ کی طرف سے جب خراج تحسین پیش کیا گیا تو ان ممبرات میں آپ بھی شامل تھیں۔

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول صفحہ 136)

چندہ جات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تبلیغ انگلستان کے لئے جن خواتین نے چندہ دیا ان میں آپ کا نام بھی شامل ہے۔

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول صفحہ 38)

فروری 1914ء میں عورتوں میں "تادیب النساء" کے عنوان کے تحت زمانہ دعوۃ الی الخیر چندہ کی تحریک ہوئی تو السابقون الاولون خواتین میں شامل ہوئیں۔ یہ چندہ دعوت الی اللہ اور سلسلہ کے کاموں کے لئے تھا۔ چنانچہ اس میں اہلیہ محترمہ مراد خاتون صاحبہ کی طرف سے ایک روپیہ چندہ کا بھی ذکر تاریخ نے محفوظ کیا ہے۔

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول صفحہ 21)

موجودہ مروجہ برقعہ کے نقائص:

آپ کی نظر عورتوں کی تربیت کی طرف بھی رہتی تھی۔ آپ کا ایک مضمون پردہ کے بارہ میں شائع ہوا جو یہاں دیا جارہا ہے۔

"مروجہ برقعہ ہمارے لئے ٹھیک پردہ نہیں ہے خصوصاً جس حالت میں ہمیں بچہ گود میں اُٹھا کر چلنا پڑتا ہے۔ اس وقت نیچے اور سامنے سے برقعہ ہٹ جاتا ہے اور اس کے سنبھالنے اور پھر چلنے میں سخت تکلیف ہوتی ہے۔

پھر مروجہ برقعہ میں بھاری نقص یہ ہے کہ جب ہم راستہ چلتے ہیں تو ہم سب نامحرموں کو دیکھ سکتی ہیں۔ اگرچہ اور کوئی ہمیں دیکھ نہیں سکتا۔ لیکن پردہ تو دوطرفہ ہونا چاہئے۔ ان نقائص کے دور کرنے کے لئے میں نے آج کل خود ایک برقعہ تجویز کیا ہے اور تیار کر کے استعمال بھی کرتی ہوں اور میں تجربہ سے کہتی ہوں کہ فی الحال اس سے بہتر برقعہ نہیں ہوسکتا۔ اس برقعہ کے دو حصہ ہیں ایک نیچے کرتہ اور دوسری ٹوپی۔ کرتہ اتنا کہ پاؤں تک پہنچ جاوے اور خوب گھیرے دار کہ ہر قسم کا بدن اس میں معلوم نہ ہو سکے۔ ایسے ہی آستین گھیرے دار اور اس کی جھالر اتنی بڑی کہ ہاتھ پاؤں بھی ڈھک جائیں۔ اس میں قمیض کی طرح گلوبن بٹن ہوں گے ٹوپی عبری دار ہے اور عبری اتنی بڑی کہ سینہ بھی اچھی طرح ڈھک جاوے۔ آنکھوں کی جالی کے اوپر ایک کپڑا ابڑھا کر بذریعہ تار کے لگا دیا جاتا ہے کہ چلنے کے وقت صرف نیچے راستہ یا اور اشخاص کے صرف پاؤں نظر آویں اور کچھ نہ دکھائی دے۔"

(بدر خواتین 24-فروری 1910ء)
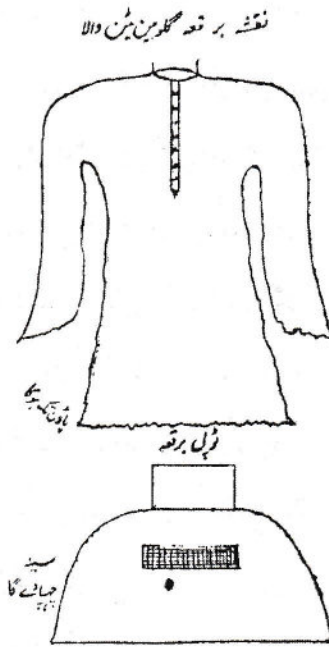
محترمہ مراد خاتون کی ایک مبارک خواب:

اخبار بدر نے محترمہ مراد خاتون کی ایک خواب اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تعبیر "ایک مبشر رویاء" کے عنوان سے یوں درج کی ہے۔

"زوجہ محترمہ حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن سیتاپور کا ایک خواب حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں پیش ہوا جو انہیں کے الفاظ میں درج ذیل کیا جاتا ہے کیونکہ اس سے ایک بشارت پیدا ہوتی ہے۔ کہ جو سڑک قرب الٰہی کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تیار کر رہے تھے وہ اب بہت کچھ صاف ہو چلی ہے اور وقت آ گیا ہے کہ تمام درمیانی دقتیں رفع ہو کر مخلوقات کے واسطے ہدایت کا پانا آسان ہو جاوے۔

دیکھا کہ کسی دو منزلہ مکان کی درمیانی یا اُوپر کی منزل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں حضور کا چہرہ نورانی۔ لباس عمدہ اور قبلہ رخ چل رہے ہیں۔ مجھے مخاطب کر کے فرمایا" آؤ تمہیں دکھلائیں کہ پہلے ہمارے گھر میں چیزیں کیسی راستہ میں بکھری پڑی ہوتی تھیں اب پہلے سے کچھ راستہ صاف رہتا ہے۔" آپ کے ایسا فرمانے پر چند چیزیں جو راہ میں پڑی تھیں ان کو میں نے اٹھا کر ایک طرف کر دیا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا" مولوی صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح سے مراد ہے) سے خدا بہت خوش ہے پانچوں وقت ننگے پاؤں وضو کیا۔ پاؤں دھوئے۔ نمازیں پڑھیں اور دنیا میں آ کر بہت محنت کی ہے کبھی تکلف نہیں کیا جیسا جہاں کھانا مل گیا کھا کر بے تکلف بیٹھ کر پھر کام میں لگ گئے یا گھر سے باہر چلے گئے اس لئے خدا ان سے بہت خوش ہے۔" پھر فرمایا۔" خدا تم سے (مراد حاضرین خلیفہ رشید الدین اور ان کی زوجہ) بھی خوش ہے لیکن اتنا نہیں جتنا مولوی صاحب سے۔ کوشش کرو اور راستہ میں کوئی چیز ہو تو اس کو اُٹھا کر راستہ صاف کر دو، فقط"

حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ یہ ایک بے نظیر خواب ہے۔ اس میں راستہ تو وہی صراط مستقیم ہے۔ اس کو صاف کرنا چاہئے اپنی کمزوریوں اور غفلتوں کو دُور کرنا چاہئے۔

فرمایا اس خواب سے اہل تشیع کا بھی رد ہوتا ہے کیونکہ وہ پاؤں نہیں دھوتے اور اس سے ظاہر ہے کہ

خدا تعالیٰ پاؤں دھونے سے خوش ہوتا ہے۔"

(اخبار بدر 04-اپریل 1911ء)

حضرت ڈاکٹر صاحب اور ہر دو ازواج سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا اظہار خوشنودی

1937ء میں جماعت احمدیہ کے خلاف ایک فتنہ کھڑا ہوا۔ اس میں حضرت ڈاکٹر صاحب کی ازواج کے بعض عزیز یا تو Involve ہو گئے یا غلطی سے Involve کر دیئے گئے۔ حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہٗ پر طرفداری کا الزام لگایا۔ جس پر آپ نے 26-جون 1937ء کو بیت اقصیٰ قادیان میں "جماعت احمدیہ کے خلاف تازہ فتنہ میں میاں فخر الدین صاحب ملتانی کا حصہ" کے عنوان سے ایک طویل لیکچر دیا۔ جس میں آپ نے اپنے عزیز و اقارب کے حوالہ سے وضاحت فرمائی اور جہاں محترم ڈاکٹر صاحب مرحوم کی قربانیوں کو سراہا اور ہر دو ازواج سے اظہار خوشنودی فرمایا۔ وہاں بعض رشتہ داروں سے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ چونکہ یہ تاریخ احمدیت کا حصہ ہے اور حضرت ڈاکٹر صاحب کا جماعت سے تعلق، ایثار اور قربانی کا بہت واشگاف الفاظ میں حضور نے اظہار فرمایا ہے۔ اس لئے اس کو یہاں درج کیا جا رہا ہے گو بعض رشتہ داروں کا نام لے کر حضور نے اُن سے ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔ اور یہ بھی اس خاندان کی شان تھی کہ فوراً اللہ تعالیٰ سے معافی کے خواستگار ہو کر خلافت کے دربار میں اپنے سر اطاعت کے ساتھ ڈال دیئے۔ حضور فرماتے ہیں۔

"اس جگہ میں رشتہ داری کے متعلق بھی کچھ کہہ دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ دونوں فریق نے اس سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ ملزم میری بڑی بیوی کی سوتیلی والدہ کے بھائی کا بیٹا ہے۔ یہ تعلق ایک رنگ میں رشتہ داری ہے اور ایک رنگ میں نہیں بھی۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم فوت ہو چکے ہیں۔ وہ ایک پرانے صحابی السابقون الاولون اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاص حواریوں میں سے تھے۔ سلسلہ کی انہوں نے اس قدر خدمت کی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آخر انہیں ایک خط

لکھا کہ اس قدر مالی خدمت کے بعد اب آپ کو مزید خدمت سے آزاد کیا جاتا ہے مگر وہ استطاعت سے بڑھ کر ہمیشہ مالی خدمت کرتے رہے، صاحب الہام وکشف تھے اور سلسلہ کی خدمت کا جوش رکھتے تھے۔ میں ان پر حرف گیری نہیں کرتا، انسان کے اندرونی حالات سے دوسرا انسان واقف نہیں ہوسکتا، میں نہیں جانتا کہ کون سی معذوریاں انہیں تھیں جن کی وجہ سے وہ خدا تعالیٰ کے حضور اپنے آپ کو بری سمجھتے تھے مگر حقیقت حال یہ تھی کہ انہوں نے اپنی بڑی بیوی کو جو میری ساس ہیں اپنے سے الگ کیا ہوا تھا اور آخر تک الگ رکھا، ان کو طلاق نہ دی تھی مگر انہیں ساتھ بھی نہیں رکھتے تھے۔ میں چونکہ اندرونی حالات سے واقف نہیں، میں کسی پر بھی الزام نہیں دیتا۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم کو میں ایک نیک اور پاکباز انسان سمجھتا ہوں اور اپنی ساس میں بھی کوئی ایسا عیب مجھے نہیں معلوم جس کی وجہ سے اُن کو یہ سزا دی جاتی۔ مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ آپس میں کوئی ایسا سمجھوتا ہوگیا تھا جس کی وجہ سے میری ساس نے اپنے حقوق چھوڑ دیئے تھے۔ میں نے اپنے اطمینان قلب کو مدنظر رکھتے ہوئے کبھی ان باتوں میں پڑنے کی کوشش نہیں کی اور سلسلہ کی طرف سے بھی ایسا نظام نہ تھا بلکہ اب تک نہیں کہ ایسے واقعات کو سلسلہ اپنے ہاتھ میں لے کر فیصلہ کرے۔ بہر حال صورت حالات یہ تھی اور اگر دنیا داری کو مدنظر رکھا جائے تو مجھے اپنی ساس کے ان رشتہ داروں سے کوئی خاص رشتہ داری کا تعلق نہیں ہونا چاہئے تھا، یہ تعلق نہ حسبی تعلق ہے اور نہ نسبی، ہاں چونکہ میری بیوی کی سوتیلی والدہ پختہ احمدی ہیں اور احمدیت کا خاص جوش رکھتی ہیں اس لئے مجھے ان سے اپنی حقیقی ساس کی نسبت زیادہ تعلق رہا ہے اور میں ان سے حقیقی ساس کی نسبت بے تکلف ہوں، آگے اپنے سالوں سالیوں میں، میں نے کبھی سگے اور سوتیلے کا فرق نہیں کیا **سوائے اس کے کہ عزیزم کیپٹن تقی الدین جو میرے دو حقیقی سالوں میں سے ایک ہیں مجھے خاص طور پر پیارے ہیں کیونکہ میں ان کو بچپن سے ان کے والد سے لے کر اپنے گھر میں رکھا تھا۔ مجھے کبھی تقی الدین اور اپنے بچوں میں فرق محسوس نہیں ہوا۔ میرے لئے آج تک ناصر احمد اور تقی الدین ایک سے ہیں۔** یہ ہیں ہمارے خاندانی حالات۔ ان کو دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ دنیاوی لحاظ سے مجھے مجرم کا کوئی لحاظ ہوسکتا تھا۔ آخر تعلقات کو دو ہی نقطہ نگاہ سے دیکھا جاسکتا ہے یا دنیاوی لحاظ سے یا دینی لحاظ سے۔ اگر دنیاوی لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ رشتہ لڑائی کا ہوتا ہے محبت کا نہیں اور اگر دینی لحاظ کو لیا جائے تو

کیا یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ جو شخص دین کی خاطر دُنیوی جھگڑوں کو بھلا کر اپنے سوتیلے رشتہ داروں کو سگوں کی طرح سمجھے گا۔ وہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی کے موقع پر ان کا ساتھ دے گا۔ جو شخص خدا تعالیٰ کی ناراضگی کی پروا نہیں کرتا وہ تو دنیا دار ہے۔ اور دنیا دار کب مذکورہ بالا حالات میں محبت کا سلوک رکھنا پسند کرے گا۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ میری سوتیلی ساس کا تعلق احمدیت کی وجہ سے ہے۔ وہ پختہ احمدی ہیں اور جوشیلی احمدی ہیں اس لئے کبھی میرے دل میں اس بدمزگی کا اثر جو ڈاکٹر صاحب مرحوم اور ان کی بڑی بیوی میں تھی، ان کے بارے میں نہیں پڑا۔ میں نے ان کو ہمیشہ عزت اور محبت کی نگاہ سے دیکھا ہے جیسا کہ قابل احترام بڑے رشتہ دار کو دیکھنا چاہئے اور اب تک اسی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ ان کے بچوں سے بھی، ان کے والد اور والدہ کے لحاظ سے میرے تعلقات ہیں۔ بعض کی احمدیت سے ذاتی محبت کی وجہ سے زیادہ، بعض کی بے پروائی کی وجہ سے کم۔ آگے رہے ان کے رشتہ دار اُن سے تعلقات صرف ان تعلقات کی بناء پر ہیں جو وہ خود رکھتے ہیں۔ میری سوتیلی ساس کے دو بھائی میرے بچپن کے دوست ہیں، ڈاکٹر اقبال علی صاحب اور شیخ منظور علی صاحب۔ یہ میرے ساتھ سکول میں پڑھتے رہے ہیں دونوں ہی میرے دوست ہیں لیکن اقبال میں اور مجھ میں بچپن سے ہی محبت چلی آتی ہے۔ اب اپنے کاموں کی وجہ سے ہم میں خط وکتابت نہیں ہے الا ماشاء اللہ۔ سالوں کے بعد کبھی، مگر احمدیت کے تعلق کے علاوہ بھی ذاتی دوستی کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر میں اپنے دل کو معیار قرار دوں تو ہم دونوں کے دلوں میں اب بھی گہری برادرانہ محبت ہے مگر اس دوستی کا موجب احمدیت ہی تھی اور احمدیت ہی ہے۔ رشتہ داری اس کا موجب نہ پہلے تھی اور نہ اب ہے۔ غرض اس تعلق کو رشتہ داری کا تعلق کہنا ایک لغو بات ہے۔ میری ان میں سے جس سے محبت ہے دین کی وجہ سے ہے اور اگر وہ تعلق نہ رہے تو مجھے ان سے ذرا بھی تعلق نہیں۔ وہ ایسے ہی اجنبی ہیں جیسے کہ اور اجنبی۔ پھر یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ ان کے رشتہ داروں کے جرائم پر میں ان کی خاطر پردہ ڈالوں۔ چند سال کی بات ہے میرے دو سالوں خلیفہ صلاح الدین اور خلیفہ ناصر الدین سے کوئی جرم ہوا تھا۔ کسی سلسلہ کے کارکن کی ہتک کی تھی۔ یا مار پیٹ تھی میں نے اس بارہ میں ان کی رشتہ داری کا ذرہ بھی لحاظ نہیں کیا تھا اور نہ اب کرنے کو تیار ہوں۔

خلاصہ یہ کہ ملزم کے بارہ میں رشتہ داری کا سوال مخالف وموافق دونوں فریق نے ذاتی فوائد کے لئے ناجائز طور پر اُٹھایا۔ ایک نے ملزم کے لئے رعایت کی تلاش میں اور دوسرے نے اپنے آپ کو مظلوم

ثابت کرنے کے لئے۔ اس بارہ میں دونوں ظالم تھے مگر دوسرے کا ظلم زیادہ تھا کیونکہ پہلا مجرم کو سزا سے بچانے کے لئے اس کی آڑ لیتا تھا اور دوسرا ایک نا کردہ گناہ کو اور اس نا کردہ گناہ کو جس کے ہاتھ پر اُس نے بیعت کی ہوئی تھی مجرم ثابت کرنے کے لئے اور حقیقت سے دونوں دُور تھے۔ میں انصاف اور صرف انصاف کو قائم کر رہا تھا۔"

(انوار العلوم جلد 14 صفحہ 446 تا 448)

باب نمبر: 17

اولاد

(محترمہ عمدہ بیگم کے بطن سے)

☆ اولاد

☆ مکرم خلیفہ علیم الدین صاحب کی اولاد

☆ حضرت سیدہ رشیدہ بیگم صاحبہ کی اولاد

☆ محترمہ سیدہ حمیدہ بیگم صاحبہ کی اولاد

☆ مکرم کرنل ڈاکٹر تقی الدین احمد صاحب کی اولاد

☆ مکرم کرنل ڈاکٹر تقی الدین احمد صاحب کی خدمات

☆ ایک اعتراض اور وضاحت

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ہر دو بیویوں سے اولاد عطا کی تھی۔ جس نے دین و دُنیا میں نام پیدا کیا۔ دُنیا میں اعلیٰ عہدوں پر پہنچے اور دین کی خدمات میں بھی پیش پیش نظر آئے۔

اس اولاد بارے حضرت عرفانی صاحب نے ڈاکٹر صاحب موصوف کی وفات پر تحریر فرمایا:

"حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے بچے قوم کی امانت ہیں اور ان میں قابل قدر جوہر ہے۔ اگر ہم نے ان کی حفاظت نہ کی اور ان کی تعلیم و تربیت میں ذرا بھی غفلت کی تو ہم خدا کے حضور اس کے لئے ضرور جوابدہ ہوں گے۔ میں اس کے متعلق کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ میرے دل میں بہت کچھ ہے۔ اسے میرا مولا کریم ہی جانتا ہے میں اتنا کہوں گا کہ میں خود اب ہڈیاں ہوں اور اپنی پیاری بستی سے ہزاروں میل دور ہوں۔ اس فدائی سلسلہ کی اولاد بہت قابل قدر اور واجب التکریم ہے اور سب کے سب عمدہ قابلیت اور ذہن رسا رکھتے ہیں۔ پس ان کو سلسلہ کے لئے مفید بناؤ۔ اور وہ شخص جس نے اپنی ساری عمر سلسلہ کی خدمت میں صرف کر دی۔ اور اپنے اموال کو ہمیشہ قربان کیا اور ایک جھونپڑی بھی اپنے لئے نہ بنانا چاہا۔ تم اس کی ان آرزوؤں کو جو وہ اپنی اولاد کو خادم سلسلہ بنانے کے لئے رکھتا تھا۔ پورا کرو۔ خدا تعالیٰ اس کی اولاد کو یقیناً ضائع نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ مومن کی اولاد ضائع نہیں ہوتی۔ مگر ہمارا بھی فرض ہے کہ خدا تعالیٰ کے اس منشاء کو پورا کرنے کی سعادت ہم کو نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں مقام رضا پر اٹھائے۔ اور ہم سب کو اس صدمہ عظیم میں توفیق صبر دے۔ آمین۔"

(الفضل 11-اگست 1926ء)

آپ کے ہاں محترمہ عمدہ بیگم صاحبہ کے بطن سے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ اور دوسری بیگم محترمہ مراد خاتون صاحبہ کے ہاں پانچ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ اور یوں آپ کی کل اولاد سات صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تھیں۔ ان بچوں اور بچیوں کی جب شادیاں ہوئیں تو

اللہ تعالیٰ نے آپ کی آل اولاد میں بہت برکت دی اور برادرم مکرم صباح الدین صاحب نے نومبر 1995ء میں جو مضمون اپنے دادا جان مکرم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی سیرت پر تحریر فرمایا اس میں آپ کی کل اولاد 51 پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں تحریر فرمائی ہے۔ اور اب عرصہ 10 سال بعد حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کی اگلی نسل کا آغاز ہو چکا ہے اور یہ اولاد پڑپوتے، پڑپوتیاں، پڑنواسے اور پڑنواسیوں میں تبدیل ہوگئی ہے۔

صرف آپ کی بیٹی محترمہ سیدہ محمودہ بیگم صاحب المعروف اُمِ ناصر صاحبہ کی اولاد جن میں پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں، پڑپوتے اور پڑپوتیاں اور پڑنواسے اور پڑنواسیاں شامل ہیں کی تعداد معہ اسماء محترمہ نسیم سعید صاحبہ نے اپنی تصنیف سیرۃ وسوانح حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ میں 186 نوٹ فرمائی ہے۔ اس کتاب کو بھی شائع ہوئے چار سال کا عرصہ ہوگیا ہے۔ اب یہ تعداد 200 کے قریب پہنچنے والی ہوگی۔ اور یوں حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کی ایک اور اگلی نسل کا آغاز ہو چکا ہے۔

اللھم زد فزد وبارک نسلھم

جس کی تفصیل یہ ہے۔

1۔ محترم خلیفہ علیم الدین صاحب:

بیگم محترمہ بدر جہاں بیگم صاحب

۱۔ محترمہ امتہ الرحمٰن صاحبہ

۲۔ محترم خلیفہ سلیم الدین صاحب (امریکہ)

۳۔ محترمہ فصیحہ بیگم صاحبہ

۴۔ محترمہ قانتہ آرچرڈ صاحبہ

زوجہ مکرم بشیر احمد آرچرڈ صاحب مرحوم (لندن)

۵۔ محترم خلیفہ وسیم الدین صاحب (امریکہ)

۶۔ محترمہ انیسہ بیگم صاحبہ (کراچی)

۷۔ محترم خلیفہ صفی الدین محمود صاحب لندن

۸۔ محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ

اہلیہ ملک مسعود کرامت صاحب (نیوجرسی)

۹۔ محترمہ حنیفہ نیلوفر صاحب

زوجہ چانن صاحب (سوئزرلینڈ)

2۔ حضرت سیدہ رشیدہ بیگم صاحبہ (محمودہ بیگم واُمِ ناصر)

حرم محترم حضرت مرزا بشیر الدین محمود صاحب خلیفۃ المسیح الثانی

ا۔ صاحبزادہ مرزا نصیر احمد صاحب (متوفی)

۲۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب

(بیگم حضرت نواب منصورہ بیگم صاحبہ)

۳۔ حضرت سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ

(بیگم حضرت مرزا منصور احمد صاحب مرحوم)

(والدہ حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

۴۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب

(بیگم محترمہ طیبہ بیگم صاحبہ)

۵۔ حضرت صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب

(بیگم محترمہ محمودہ بیگم صاحبہ)

۶۔ محترمہ صاحبزادی امۃ العزیز بیگم صاحبہ (متوفی)

۷۔ محترمہ صاحبزادی امتہ العزیز بیگم صاحبہ (ثانی)
(بیگم مرزا حمید احمد صاحب)

۸۔ محترم صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب (متوفی)

۹۔ محترم صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب (ثانی)
(بیگم محترمہ تنویر بیگم صاحبہ)

۱۰۔ محترم صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب
(بیگم محترمہ صبیحہ بیگم صاحبہ)

۱۱۔ محترم صاحبزادہ مرزا اظہر احمد صاحب
(بیگم محترمہ قیصرہ بیگم صاحبہ)

۱۲۔ محترم صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب
(بیگم محترمہ فریدہ بیگم صاحبہ)

3۔ محترمہ سیدہ حمیدہ بیگم صاحبہ زوجہ خلیفہ اسد اللہ صاحب

۱۔ محترمہ صغریٰ بیگم صاحبہ

۲۔ محترمہ جمیلہ بیگم صاحبہ

۳۔ محترمہ قدسیہ بیگم صاحبہ

۴۔ محترمہ زرینہ بیگم صاحبہ

۵۔ محترم خلیفہ افتخار الدین صاحب

۶۔ محترم خلیفہ حمید الدین صاحب

۷۔ محترم خلیفہ ظفر اللہ صاحب

۸۔ محترم خلیفہ احسان اللہ صاحب

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ نے مکرم تقی الدین احمد صاحب سے اپنا تعلق ایک موقعہ پر یوں بیان فرمایا۔

"عزیزم کیپٹن تقی الدین صاحب جو میرے دو حقیقی سالوں میں سے ایک ہیں۔ مجھے خاص طور پر پیارے ہیں کیونکہ میں نے ان کو بچپن سے ان کے والد سے لے کر اپنے گھر میں رکھا تھا۔ مجھے کبھی تقی الدین اور اپنے بچوں میں فرق محسوس نہیں ہوا۔ میرے لئے آج تک ناصر احمد اور تقی الدین ایک سے ہیں۔"

(انوار العلوم جلد 14 صفحہ 447)

آپ نے اعلیٰ تعلیم ولایت سے حاصل کی تھی۔ اور فوج میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے مگر انکساری، عاجزی آپ کا طرّہ امتیاز رہا۔ سرکاری ملازمت کے دوران جہاں جہاں رہے جماعتی خدمات کا حق ادا کیا۔ بعض جگہوں پر امارت کے فرائض بھی ادا کیئے جیسے بیاوڑ کے"

(اصحاب احمد جلد اول صفحہ 196)

مکرم کرنل ڈاکٹر خلیفہ تقی الدین احمد صاحب المعروف (Col TD Ahmad) کی اولاد کو بھی جہاں دنیا میں نام کمانے کی توفیق ملی وہاں جماعت کی خدمات میں بھی پیش پیش رہے۔

ان کے بڑے بیٹے مکرم خلیفہ بشیر الدین احمد صاحب (المعروف بی ڈی احمد) لاہور چھاؤنی میں معروف داعی الی اللہ تھے۔ حلقہ کے سیکرٹری دعوت الی اللہ کے علاوہ کئی عہدوں پر خدمات بجالانے کی توفیق ملتی رہی۔ آج کل سویڈن میں مقیم ہیں جہاں آپ کو کئی پیاسی روحوں کو روحانی پانی سے سیراب کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔

ان کے چھوٹے بیٹے مکرم رفیع الدین احمد صاحب (المعروف آر ڈی احمد) ان دنوں اسلام آباد میں مقیم ہیں۔ انٹرنیشنل کمپنیوں کے لیگل ایڈوائزر اور کنسلٹنٹ ہیں۔ جماعتی کاموں میں بھی پیش پیش ہیں۔ آج کل سیکرٹری امور خارجہ جماعت احمدیہ اسلام آباد کے عہدہ پر فائز ہیں اور مالی قربانی کرنے والوں میں بہت نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔

1939ء میں جب آپ سنگاپور میں خدمات پر مامور تھے۔ جماعت احمدیہ کے ایک مربی مکرم ومحترم مولانا غلام حسین ایاز صاحب کوشدید مخالفت کا سامنا تھا۔آپ پر قاتلانہ حملہ بھی ہوا۔اس موقعہ پر آپ کی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے نہ صرف مکرم مولانا موصوف کا علاج ہوا بلکہ مخالفین کو آپ کے رعب اور دبدبہ کی وجہ سے دوبارہ حملہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہٗ نے اس واقعہ کا ذکر اپنے ایک خطبہ میں یوں فرمایا۔

" ہمارے نوجوان بھی تبلیغ کے لئے باہر جاتے ہیں وہ بھی جاسکتے ہیں۔بعض جگہوں پر ہمارے نوجوانوں نے جوکام کیا ہے اسے دیکھ کر لطف آتا ہے۔میرے ایک عزیز جوکرنل ہیں سنگاپور میں تھے ہم نے سنگاپور میں اپنا مبلغ بھیجا اور اسے کہا جاؤ جس طرح بھی ہوسکے تبلیغ اسلام کرو۔وہ کہیں تبلیغ کررہا تھا کہ کسی نے اسے مارا وہ زخمی ہوا اور اتنا زخمی ہوا کہ کچھ دنوں کے بعد اس کے زخموں میں کیڑے پڑ گئے۔میرے اس عزیز نے بتایا کہ میں اُسے اپنے پاس لے گیا اور زخموں کا علاج کر کے واپس کیا۔"

(خطبات محمود جلد اول صفحہ 308)

اس واقعہ میں جس عزیز کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہٗ نے فرمایا ہے اس کی وضاحت اسی کتاب کے حاشیہ میں مرتب کتاب مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب نے یوں فرمائی ہے۔

حضور نے اپنے جن عزیز کا ذکر فرمایا ہے۔وہ حضور کے برادر نسبتی کرنل تقی الدین احمد صاحب ابن حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب ہیں۔مکرم کرنل تقی الدین احمد صاحب لکھتے ہیں۔

"یہ 1939ء کے اواخر یا شروع 1940ء کا واقعہ ہے۔جب میں فوج کے ساتھ سنگاپور میں سٹاف آفیسر تھا۔۔۔میں ان کی طرف نماز جمعہ کے لئے گیا تھا۔جب لوگ ان کے خلاف بہت تھے۔میں یونیفارم میں اور غالباً ملٹری جیپ میں تھا۔میرے آنے سے لوگ خوفزدہ ہوکر چلے گئے اور آئندہ کے لئے بھی میں نے ان کو دھمکایا اور مبلغ صاحب کے خاطر خواہ علاج کا انتظام کیا اور اس کے بعد باقاعدگی سے جمعہ کے لئے جانا ہوا۔اور بعض دوسرے احباب بھی آنے لگے اور مبلغ صاحب کے لئے امن ہوگیا اور اس کے بعد کسی نے ان پر ہاتھ اٹھانے کی جرات نہ کی۔"

(مکتوب بنام مرتب محررہ 17- مئی 1970ء از خطبات محمود جلد اول صفحہ 310 حاشیہ نمبر 26)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا سفر لندن 1924ء حضرت صاحب کے ساتھ خلیفہ تقی الدین صاحب کو بھی شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

ایستادہ! چوہدری فتح محمد سیال صاحب ۔ چوہدری علی محمد صاحب ۔ حکیم فضل الرحمٰن صاحب مبلغ نائیجیریا ۔ بابو عزیز دین صاحب ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ۔ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ۔ کرنل تقی الدین صاحب ۔ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب ۔ سردار مصباح الدین صاحب ۔ بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی ۔ مولوی عبدالرحیم صاحب نیر ۔ چوہدری محمد شریف صاحب ۔ ملک غلام فرید صاحب (مبلغ جرمنی و انگلستان)۔ ملک نواب الدین صاحب ۔ غلام حسین صاحب بھنو ۔ ماریشس مولوی مبارک علی صاحب بنگالی ۔ کرسیوں پر! مولوی ذوالفقار علی خان صاحب گوہر ۔ چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب ۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری ۔ لافش ہیر سیکرٹری ویمبلے کانفرنس ۔ حافظ روشن علی صاحب ۔ مولوی محمد دین صاحب (مبلغ امریکہ) حضرت مرزا شریف احمد صاحب ۔ مولوی عبدالرحیم صاحب درد ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ نے مکرم تقی الدین احمد صاحب سے اپنا تعلق ایک موقعہ پر یوں بیان فرمایا۔

"عزیزم کیپٹن تقی الدین صاحب جو میرے دو حقیقی سالوں میں سے ایک ہیں۔ مجھے خاص طور پر پیارے ہیں کیونکہ میں نے ان کو بچپن سے ان کے والد سے لے کر اپنے گھر میں رکھا تھا۔ مجھے کبھی تقی الدین اور اپنے بچوں میں فرق محسوس نہیں ہوا۔ میرے لئے آج تک ناصر احمد اور تقی الدین ایک سے ہیں۔"

(انوار العلوم جلد 14 صفحہ 447)

آپ نے اعلیٰ تعلیم ولایت سے حاصل کی تھی۔ اور فوج میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے مگر انکساری، عاجزی آپ کا طرّہ امتیاز رہا۔ سرکاری ملازمت کے دوران جہاں جہاں رہے جماعتی خدمات کا حق ادا کیا۔ بعض جگہوں پر امارت کے فرائض بھی ادا کئے جیسے بیاوڑ کے"

(اصحاب احمد جلد اول صفحہ 196)

مکرم کرنل ڈاکٹر خلیفہ تقی الدین احمد صاحب المعروف (Col TD Ahmad) کی اولاد کو بھی جہاں دنیا میں نام کمانے کی توفیق ملی وہاں جماعت کی خدمات میں بھی پیش پیش رہے۔

ان کے بڑے بیٹے مکرم خلیفہ بشیر الدین احمد صاحب (المعروف بی ڈی احمد) لاہور چھاؤنی میں معروف داعی الی اللہ تھے۔ حلقہ کے سیکرٹری دعوت الی اللہ کے علاوہ کئی عہدوں پر خدمات بجالانے کی توفیق ملتی رہی۔ آج کل سویڈن میں مقیم ہیں جہاں آپ کوئی پیاسی روحوں کو روحانی پانی سے سیراب کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔

ان کے چھوٹے بیٹے مکرم رفیع الدین احمد صاحب (المعروف آر ڈی احمد) ان دنوں اسلام آباد میں مقیم ہیں۔ انٹرنیشنل کمپنیوں کے فنانشل ایڈوائزر اور کنسلٹنٹ ہیں۔ جماعتی کاموں میں بھی پیش پیش ہیں۔ آج کل سیکرٹری امور خارجہ جماعت احمدیہ اسلام آباد کے عہدہ پر فائز ہیں اور مالی قربانی کرنے والوں میں بہت نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔

ایک اعتراض اوراس کی وضاحت:

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم ومغفور پر ایک اعتراض یہ عائد ہوا کہ آپ نے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی موجودگی میں اپنی ایک بچی کی شادی غیر احمدی سے کردی تھی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہٗ کی چونکہ وہ سالی لگتی تھی اس لئے مولوی محمد علی صاحب نے فتنہ کے دنوں میں یہ الزام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہٗ کی طرف منسوب کردیا۔ آپ نے مختلف مقامات پر اس کی وضاحت فرمائی۔ جیسے ایک موقعہ پر فرمایا۔

"ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کو یہ کہا تھا کہ میرے رشتہ دار کہتے ہیں کہ ایک لڑکی کا تم نے قادیان میں نکاح کردیا ہے تو دوسری لڑکی ہمیں دے دو۔ اگر میں نے نہ دی تو وہ ناراض ہوجائیں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں دے دو۔ لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ آپ کو یہ بھی علم تھا کہ جس لڑکے سے لڑکی کا نکاح ہونا ہے وہ غیر احمدی ہے۔ بعد میں جب آپ کو اس بات کا علم ہوا۔ تو آپ نے ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ صاحبہ کو کہا کہ ڈاکٹر صاحب کو کہہ دیں کہ یہ نسبت انہوں نے کیوں کی ہے۔ پھر فرمایا اچھا تم ابھی ان سے نہ کہنا میں حقیقۃ الوحی دوں گا وہ اس لڑکے کو پڑھنے کے لئے دی جائے اگر وہ اس کے بعد احمدی ہوجائے تو اس سے نکاح کیا جائے ورنہ نہیں۔ مگر بعد میں آپ کو یہ بات یاد نہ رہی۔"

(انوار العلوم جلد 3 صفحہ 421-422)

مولوی محمد علی صاحب کی چٹھی کا جواب دیتے ہوئے "حقیقۃ الامر" میں آپ فرماتے ہیں جس سے اس واقعہ کی مزید وضاحت ہوجاتی ہے۔

"باقی رہا میری سالی کی شادی کا مسئلہ۔ اس کی نسبت بھی مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ باوجود واقعات کے اظہار کے آپ خلاف بیانی سے کام لیتے ہیں۔ مولوی صاحب میں بار بار بیان کرچکا ہوں کہ میں ہرگز شادی میں شامل نہ تھا نہ مجھے علم ہوا کہ شادی ہونے والی ہے۔ میں کہیں سفر پر گیا ہوا تھا۔ وہاں سے واپسی پر میں نے اچانک سنا کہ شادی ہوگئی ہے۔ پس آپ اپنی جان پر رحم کرکے خدا کے خوف سے کام لیں اوراس

افتراء کی آئندہ اشاعت سے باز رہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس نکاح کے اصل حالات سے واقف ہوتے ہوئے ہرگز اجازت نہیں دی۔ بلکہ جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ لڑکا غیر احمدی ہے تو ڈاکٹر صاحب کے گھر کے لوگوں کو کہا کہ کیا ڈاکٹر صاحب کو معلوم نہیں کہ غیر احمدی سے رشتہ ہم نے منع کیا ہوا ہے پھر انہوں نے لڑکی غیر احمدی لڑکے سے کیوں منسوب کی۔ (حضرت صاحب کی حیات میں یہ نکاح نہیں ہوا) مگر پھر فرمایا کہ ابھی اس امر کا ذکر نہ کریں بلکہ ہم حقیقۃ الوحی دیں گے وہ ڈاکٹر صاحب کو دینا کہ لڑکے کو پڑھنے کے لئے دیں۔ اگر اس کو پڑھ کر وہ احمدی ہوگیا تو پھر ہم اجازت دے دیں گے۔ اس کے بعد والدہ صاحبہ (حضرت اماں جان) کی بیماری کی وجہ سے حضرت صاحب لاہور چلے گئے اور وہیں فوت ہوگئے اور یہ معاملہ یونہی رہ گیا۔ چونکہ والدہ سوتیلی تھیں اس لئے اس خیال سے کہ لوگ اس کو عداوت نہ خیال کریں یا اس ادب سے کہ حضرت نے کہا تھا کہ ابھی ذکر نہ کریں وہ خاموش رہیں اور نکاح ہوگیا۔ اور آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ لڑکی بالغ اور غیر احمدی تھی۔ اور لڑکی کی حقیقی والدہ بھی اس وقت غیر احمدی تھیں۔ پس اس صورت میں نکاح میں کوئی خلاف شریعت بھی بات نہیں۔"

(الفضل 08-اکتوبر 1918ء)

حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب کی وضاحت:

جیسا کہ اوپر تحریر کیا جاچکا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ نے متعدد بار اس اعتراض کا جواب دیا ہے۔ مولوی محمد علی صاحب نے ایک موقعہ پر تین سوال اُٹھائے تھے۔ تیسرے سوال کا تعلق اسی مسئلہ سے تھا جس کا جواب حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی نے دیا۔ یہاں سوال اور آپ کی طرف سے دیئے گئے جواب کا کچھ حصہ دیا جارہا ہے۔ جو ایک طرف اپنی ذات میں اپنی وضاحت آپ ہے اور دوسری طرف حضرت ڈاکٹر خلیفہ صاحب کی جہاں اس میں بریت ظاہر کی گئی ہے وہاں آپ کے اخلاص اور جماعت کے ساتھ تعلق پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود کو نہیں مانتے اور ان کو تبلیغ پہنچ چکی ہے۔ کل کے

کل کافر ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خلیفہ رشید الدین صاحب کی لڑکی کا رشتہ ایسے غیر احمدیوں میں کیوں کرایا اور حضرت مولوی صاحب مرحوم نے اس کا نکاح کیوں پڑھا۔کیا کافروں کو لڑکی دینی جائز ہے؟

" حضرت مسیح موعود کے خلیفہ رشید الدین صاحب کی لڑکی کا رشتہ کرانے کے متعلق یہ عرض ہے کہ اول تو مسیح موعود نے یہ رشتہ نہیں کرایا۔ بلکہ یہ رشتہ خلیفہ صاحب کے رشتہ داروں نے کرایا۔جنہوں نے خلیفہ صاحب کو اس بات پر مجبور کیا کہ اگر ایک لڑکی قادیان میں دی جاتی ہے تو دوسری لڑکی ہمیں دی جائے۔جس پر خلیفہ صاحب نے حضرت مسیح موعود سے عرض کیا تو حضرت صاحب نے محض اس بناء پر کہ خلیفہ صاحب بحیثیت احمدی ہونے کے جس لڑکے کی نسبت رشتہ کے متعلق کہتے ہیں۔وہ ضرور خلیفہ صاحب کے موافق ہی ہوگا۔اس لئے آپ نے اجازت لڑکے کے احمدی اور سلسلہ میں داخل ہونے کے خیال پر اجازت کا اظہار فرمایا۔اب اس پر یہ کہنا کہ حضرت مسیح موعود نے خلیفہ صاحب کی لڑکی کا رشتہ غیر احمدیوں سے جو کافر تھے کیوں کرایا۔کس قدر افتراء اور بہتان ہے۔اگر یہ صحیح ہے تو پھر جب حضرت مسیح موعود کو لڑکے کے غیر احمدی ہونے کے متعلق علم ہوا تو آپ نے اس رشتہ کے متعلق اظہار ناراضگی کیوں فرمایا۔پھر اتنا ہی نہیں بلکہ آپ نے فرمایا ہم حقیقۃ الوحی لکھ رہے ہیں۔جب ختم ہو جائے گی تو کتاب لڑکے کو دینا۔اگر وہ مان گیا اور احمدی ہو گیا تو رشتہ کر دینا نہ ہوا تو نہ کرنا۔لیکن حقیقۃ الوحی لکھتے لکھتے درمیان میں کچھ عرصہ کتاب کا لکھنا ملتوی ہو گیا اور جب کتاب شائع ہوئی اور اس پر ایک عرصہ ہو گیا تو حضور کی یاد سے وہ بات حکمت الٰہیہ سے اُتر گئی۔اسی اثناء میں حضور کا وصال ہو گیا۔اور رشتہ کی بات کے متعلق کسی قسم کا تذکرہ نہ چھڑا۔اس کے بعد حضرت خلیفہ اول سے بھی جب نکاح خوانی کے متعلق کہا گیا تو انہی الفاظ میں کہ جو نکاح خوانی کے لئے مؤید اور مفید مطلب تھے۔یعنی صرف اتنا حصہ تو ذکر کر دیا گیا کہ حضرت مسیح موعود کی اجازت سے یہ رشتہ ہوا تھا اور یہ نہ ذکر کیا کہ آپ کو لڑکے کے غیر احمدی ہونے کے علم کے بعد ناراضگی ہوئی اور حقیقۃ الوحی کے پڑھنے اور احمدیت کے قبول کرنے کی شرط پر رشتہ دینا قرار پایا۔اب مولوی محمد علی صاحب نے آگے پیچھے سے باتوں کو کانٹ چھانٹ لاتقربوا الصلوٰۃ کی مثال کی طرح مفید مطلب معنوں میں سادہ طبع لوگوں کو مغالطہ دینے کے لئے صرف دو فقرے پیش کر دیئے ہیں۔کہ مسیح موعود نے خلیفہ صاحب کی جو احمدی ہیں۔لڑکی کا رشتہ غیر احمدیوں سے جو کافر تھے کرایا۔اور

حضرت مولوی نورالدین صاحب نے اس لڑکی کا نکاح پڑھا۔

لیکن خدا کا شکر ہے کہ واقعات صیحہ کا علم رکھنے والے ابھی تک زندہ اور موجود ہیں۔ خصوصاً لڑکی کی والدہ موجود ہے جس نے بار بار اس بات کا ذکر کیا کہ حضرت مسیح موعود اس رشتہ پر سخت ناراض تھے اور حضور کی ناراضگی بھی بجا اور درست تھی۔ کیونکہ آپ نے اپنی بصیرت نبوت اور فراست سے سمجھ لیا تھا کہ یہ رشتہ لڑکی کے دین اور ایمان پر سخت بُرا اثر ڈالنے والا ہوگا۔ جیسا کہ بعد میں ایسا ہی ظہور میں آیا کہ لڑکی ہاں وہ لڑکی جس کا باپ خلیفہ رشید الدین صاحب جیسا مخلص احمدی ہے۔ وہ محض غیر احمدیوں کے ہاں بیاہے جانے کی شامت مسیح موعود کی مکفر اور مکذب ہے۔ جس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ مسیح موعود کا غیر احمدیوں کے ہاں رشتہ دینے سے منع کرنا ایسی عظیم الشان حکمت اور مصلحت پر مبنی تھا۔"

(الفضل 15- مئی 1917ء)

پھر آگے چل کر اس کی اگلی قسط میں تحریر فرماتے ہیں۔

"خلیفہ رشید الدین صاحب کی لڑکی کے رشتہ کے متعلق بار بار واویلا کیا جاتا ہے اور بے معنی شور وغل مچایا جاتا ہے۔ حالانکہ ہم بارہا اور بہ تفصیل اس کے متعلق کافی جواب دے چکے ہیں۔ اور جواب زیر نظر میں بھی بسط کے ساتھ بتا چکے ہیں کہ ساری بحث تو اس بات پر ہے کہ ایک احمدی لڑکی کو غیر احمدیوں کے ہاں کیوں بیاہا گیا۔ جس کے جواب میں صرف اتنا ہی کافی تھا کہ جب لڑکی احمدی ہی نہیں بلکہ غیر احمدی ہے تو غیر احمدی لڑکی کا غیر احمدی لڑکے سے نکاح کیا جانا کیونکر قابل اعتراض ٹھہرا۔ رہا یہ کہ خلیفہ صاحب کی لڑکی تھی۔ اس لئے باپ نے ایسا کیوں کیا۔ اس کے متعلق جواب زیر نظر میں مفصل لکھ دیا گیا ہے۔ وہاں سے بالاستیعاب ملاحظہ ہو۔ ہاں اگر باوجود اس کے کہ لڑکی غیر احمدی ہے اس پر یہ سوال ہو کہ پھر حضرت مسیح موعود نے لڑکے کے متعلق یہ شرط جو حقیقۃ الوحی کے متعلق ذکر کی گئی کیوں پیش کی۔ تو اس کا یہ جواب ہے کہ حضرت صاحب نے ایسی صورت خلیفہ صاحب کی وجہ سے پیش کی کیونکہ حضور کے نزدیک خلیفہ صاحب موصوف احمدی اور مخلص احمدی تھے۔ جن کی اولاد کو بوجہ تعلقات پدری ان کے ہم عقائد قیاس کرنا بالکل بجا اور درست تھا گو یہ دوسری بات ہے کہ ان کی اولاد سے عندالبلوغ کسی کو بعض اسباب کی وجہ سے ان کے ہم عقیدہ ہونے میں اتفاق نہ ہو لیکن

حضرت مسیح موعود کی فراست صحیحہ اور آپ کی پاک ہدایت کے واقعات نے تصدیق کردی۔کہ کسی احمدی کی لڑکی کا غیر احمدی کے ہاں نکاح کرنا کیسے خطرناک نتائج پیدا کرتا ہے کیونکہ خلیفہ صاحب جیسے مخلص احمدی کی لڑکی غیر احمدی کے ساتھ بیاہے جانے کی وجہ سے اب اپنے باپ کے واجب التعظیم مقتدا اور صادق مصدوق مسیح اور مہدی کی مکذب اور مکفر ہے۔کیا یہ عبرت آموز واقعہ احمدی جماعت کے لئے کچھ کم سبق ہے اور یہ کہنا کہ

"خلیفہ رشید الدین اور خود میاں صاحب جو اس وقت بوجہ ان کے داماد ہونے کے ان تمام حالات سے بخوبی باخبر ہو چکے تھے۔"

اس کے متعلق واضح ہو کہ خلیفہ رشید الدین صاحب سے اگر تساہلاً یا خطاءً ایسی غلطی سرزد ہوئی ہو تو ان کی یہ غلطی حجت ہوسکتی ہے۔عجیب بات ہے کہ جو بات حضرت مسیح موعود کی بطور حجت کے پیش کی جاتی ہے اسے تو نظر انداز کیا جاتا ہے لیکن جو امر اپنے اندر غلطی رکھتا ہے۔اور قابل حجت نہیں اس کو بار بار پیش کیا جاتا ہے۔اگر یہی بات ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ خلیفہ صاحب کی غلطی سے تو ان کی ایک لڑکی پر ہی وبال آیا۔لیکن آپ لوگوں کی وجہ سے تو ہزاروں سینکڑوں مومن مرد اور عورتیں ہلاکت میں پڑے۔۔۔۔کیا یہ غلطی اور معصیت خلیفہ رشید الدین صاحب کی غلطی سے کم ہے یا زیادہ۔"

(الفضل 21-جولائی 1917ء)

مکرم ڈاکٹر خلیفہ تقی الدین احمد صاحب کو حضرت مصلح الموعود نور اللہ مرقدہٗ کے ہمراہ مختلف سفروں میں معیت کا شرف بھی حاصل رہا۔

1920ء میں موسم گرما میں تبدیلی آب وہوا کی غرض سے حضور نے دھرمسالہ کا سفر اختیار فرمایا اس سفر میں مکرم خلیفہ تقی الدین احمد صاحب بھی ہمراہ تھے۔حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب "سفر دھرمسالہ اور ایک پاکیزہ صحبت" کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔

"ایک روز دریائے چکی کی سیر کے لئے تشریف لے گئے اور دریا میں نہانے کا فیصلہ فرمایا۔حضور کے ساتھ جانے والے ساتھیوں میں سے سب کے سب تو حضور کے ساتھ نہانے میں مصروف ہو گئے لیکن سید محمود اللہ شاہ صاحب نے اجتناب کیا۔گو ہم سب کی یہی خواہش تھی کہ وہ بھی شریک ہوں مگر وہ شریک نہ ہوئے۔

ایک وقت میں وہ دریا کے عین قریب جا کھڑے ہوئے۔اس وقت خلیفہ تقی الدین صاحب اور حضور نے ان پر کچھ چھینٹے پھینکے اور خلیفہ تقی الدین صاحب نے تو پکڑ کر پانی میں لے آنے کا بھی فیصلہ کیا لیکن وہ بچ نکلے۔

تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتے ہیں کہ محمود اللہ شاہ صاحب عین کنارے پر کھڑے ہوئے ہیں اور بالکل بے فکر ہیں۔خلیفہ تقی الدین صاحب نے پھر حملہ کیا اور پکڑنے کی کوشش کی۔اس مرتبہ شاہ صاحب اطمینان سے کھڑے رہے اور بجائے بھاگ جانے کے خود بخود پانی میں داخل ہونے لگ گئے اور چند قدم اندر جا کر ایسے طریق پر لڑکھڑا کر میں پانی گرے گویا ان کا پاؤں پھسل گیا ہے۔ان کی اس حالت کو دیکھ کر سب ناظرین ہنسنے لگے۔شاہ صاحب سنبھل کر جواُٹھے تو دیکھا کہ جو کپڑے وہ زیب تن کئے ہوئے تھے وہ خلیفہ تقی الدین صاحب کے تھے۔پھر تو ناظرین کی ہنسی کی کوئی حد نہ رہی اور جناب شاہ صاحب کی ہوشیاری پر صد آفرین کہنے لگے۔"

(الفضل 05-اگست 1920ء)

اسی طرح 1920ء کے سفر ڈلہوزی میں بھی آپ کی معیت کا ذکر ملتا ہے۔اس سفر میں چونکہ عید الاضحیٰ بھی آ رہی تھی اس لئے سفر میں شامل شرکاء نے ایک عید کارڈ اپنی طرف سے تیار کر کے بھجوایا جس پر آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر درود اور دُعائیں درج تھیں۔

(سیرت وسوانح ڈاکٹر حشمت اللہ خان از کریم احمد نعیم زیر طبع)

ایک بچہ سے میری ملاقات اور اس کے تاثرات:

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کا اخلاص اور فدائیت آگے نسل میں بھی موجود ہے۔حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب نے مندرج بالاعنوان کے تحت اپنا ایک واقعہ درج فرمایا ہے۔اس چھوٹے سے بچے کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے فدائیت اور پیار نے ایک بزرگ رفیق کو ایک نصیحت آموز مضمون لکھنے پر مجبور کر دیا۔

وہ لکھتے ہیں۔

"میں کل شام بیت مبارک کے قریب جارہا تھا کہ ایک دس بارہ سالہ لڑکے نے (اپنا نام بھی بتلایا جو مجھے بھول گیا۔ وہ مکرم خلیفہ علیم الدین صاحب کا نواسہ تھا) جو سامنے سے آرہا تھا۔ میرا راستہ روک کر السلام علیکم کہا اور مصافحہ کیا۔ پھر چند لمحہ خاموش رہنے کے بعد بولا۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا ہے۔ پھر کہا کہ کیا حضورؑ نے آپ سے باتیں بھی کی ہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ البتہ میں نے حضور کے پاس بیٹھ کر حضور کی باتیں سنی ہیں۔ اور حضور کی تقریریں بھی سنیں ہیں۔ تب عزیز نے میرا راستہ چھوڑ دیا اور کوئی مزید سوال نہ کیا۔

مجھے اس عزیز کے ان سوالوں سے بہت خوشی ہوئی کیونکہ اس کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت نظر آئی۔ اس قدر کہ ایک ضعیف العمر انسان سے اس کا راستہ روک کر اپنے دلی جذبہ کے ماتحت سوال کیا اور حظ اُٹھایا اور اللہ تعالیٰ اس عزیز کی عمر وایمان میں برکت دے اور یہی روح دوسرے احمدی بچوں کے اندر بھی نفخ فرمائے جو اس بات کا ثبوت بنے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حُسن اس دنیا میں قائم اور دائم رہے۔

کاش کہ احمدی احباب بجائے اس کے اپنے کمروں کو حضور کی تصاویر سے سجائیں وہ ان لوگوں سے روحانی فیض حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھنے اور حضور کی صحبت سے مستفیذ ہونے کی توفیق پائی۔ اگر وہ عزیز ذرا دیر اور میرا راستہ روکے کھڑا رہتا تو میں اُسے بتلاتا کہ جس طرح تم میرے سامنے راستہ روکے کھڑے ہو اُسی طرح ہر آن ہمارے پیارے آقا کا حسن وجمال ہماری نظر کے سامنے ہے نہ صرف اسی کا حسن وجمال آنکھوں کو نظر آتا تھا بلکہ دل کی آنکھ اس سے حظ اٹھا رہی ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اسی نے اپنے حسن وجمال دکھلا کر اپنے پیارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حسن وجمال ہمیں دکھلا دیا ہے۔ یہ خدائے بلند و برتر کی تقدیر تھی اس میں کسی انسان کی ذاتی کوشش کو دخل نہیں۔

پھر میں اُس عزیز کو یہ بتاتا کہ تم مجھ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا پوچھتے ہو۔ انہوں نے تو اپنا نورانی چہرہ اور دل کا نور دکھلا کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب خدا کا چہرہ بھی ہمیں دکھلا دیا

ہے ہماری آنکھیں جب نور خداوندی کو دیکھتی ہیں تو نور محمدی اور نور احمدی کے ذریعے ہی دیکھتے ہیں۔ تب ہی تو ہم مجبور ہیں کہ یہ کہیں۔

السلام علیک ایھا النبی ورحمة الله وبرکاتهٗ

کہ اے محمد واحمد تیرے نور کی برکت سے تو نور خداوندی نظر آیا ہے۔ پس تو سلامت رہے۔ اے حقیقی اور یگانہ نبی اللہ کی رحمتیں اور برکتیں مدام ہوں۔

آج وہ نور (مسیح موعود کا نور) جو نور محمدی سے فیض حاصل کرتا ہے۔ احمدی احباب کے حصہ میں آیا ہے۔ یہی نور ہے جس کی برکت سے جماعت احمدیہ والہانہ طور پر نور اسلام کو دنیا جہان میں پھیلانے میں لگی ہوئی ہے۔ یہی مبارک جماعت ہے جو صحابہؓ کے رنگ میں رنگین ہے اور نور محمدؐ واحمد کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ اس کا چمکنا خدائی تقدیر ہے جسے کوئی نہیں مٹا سکتا۔ حاسد اس کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں جس کی خبر قرآن پاک نے یوں دی ہے۔

یریدون لیطفئوا نور الله بافواههم والله متم نوره ولو کره الکافرون .

(سورۃ صف:9)

ناشکرے لوگ نور خدا کو اپنی پھونکوں سے بجھانے کی کوشش کریں گے۔ لیکن یہ تو نور محمدیؐ ہے جو خدا تعالیٰ کے نور سے پیدا شدہ اور اُسی کی نسبت سے وہ نور نُورِ خداوندی ہے، سو اللہ تعالیٰ نے اس نور کو اپنا نور بتلاتے ہوئے فرمایا اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا۔ خواہ یہ ناشکرے کس قدر برا منائیں۔ ہمیں اس ذات باری تعالیٰ کے فضل ورحم پر بھروسہ ہے کہ وہ احمدیت کے نور کو تمام دنیا میں جو ابلیسی اندھیرے میں بُری طرح پھنسی ہوئی ہے۔ پھیلا دے گا اور لوگ بصدق دل لاالہ الا الله محمد رسول الله ۔ پکار اٹھیں گے اور ابلیسی دوزخ سے نکل کر رحمانی جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ انشاء الله تعالیٰ.

(مرقوم 09/جنوری 1963ء از الفضل 13/جنوری 1963ء صفحہ 5)

باب نمبر:18

اولاد

(حرم ثانی محترمہ مراد خاتون کے بطن سے)

☆ اولاد

☆ خواتین بالخصوص محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ کی خدمات، ایک اعزاز

☆ محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ، الہام حضرت مسیح موعود کی گواہ

☆ خلیفہ صلاح الدین کی خدمات

☆ خاندان میں واقفین زندگی

☆ اسکواڈرن لیڈر منیر الدین احمد صاحب کی خدمات

جیسا کہ گزشتہ باب میں ذکر گزر چکا ہے کہ آپ کی حرم ثانی محترمہ مراد خاتون صاحبہ سے 5 لڑکے اور 3 لڑکیاں کل اولاد تھیں جو یہ ہیں۔

۱۔ محترمہ سیدہ عزیزہ رضیہ بیگم صاحبہ
(بیگم مرزا گل محمد صاحب رئیس قادیان)

۲۔ مکرم خلیفہ صلاح الدین صاحب
(بیگم محترمہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ)

۳۔ محترمہ سیدہ سعیدہ بیگم صاحبہ

۴۔ مکرم خلیفہ عبدالرحمٰن صدیقی صاحب
(بیگم رقیہ بیگم صاحبہ)

۵۔ مکرم خلیفہ ناصر الدین صاحب
(بیگم حمیدہ بیگم صاحبہ)

۶۔ مکرم خلیفہ جلال الدین صاحب
(زوجہ رشیدہ بیگم صاحبہ)

۷۔ محترمہ سیدہ امینہ بیگم صاحبہ
(اہلیہ ڈاکٹر شیخ عبداللطیف صاحب)

8۔ مکرم خلیفہ منیر الدین صاحب
(بیگم شاہدہ بیگم صاحبہ)

اولاد خلیفہ صلاح الدین:

۱۔ مکرم خلیفہ صباح الدین صاحب مرحوم (مربی سلسلہ)

۲۔ مکرم خلیفہ فلاح الدین صاحب لندن

۳۔ مکرم خلیفہ جناح الدین صاحب جرمنی

۴۔ مکرم خلیفہ رواح الدین صاحب لندن

۵۔ مکرم خلیفہ نجاح الدین

۶۔ مکرمہ سیدہ امتہ الطیف
(بیگم مکرم مرزا رفیق احمد صاحب)

۷۔ مکرمہ امتہ الشکور صاحبہ
(بیگم عبد السبحان طارق صاحب)

۸۔ مکرمہ امتہ النصیر صاحبہ
(بیگم ممتاز احمد بٹ صاحب)

۹۔ مکرمہ امتہ البصیر صاحبہ
(بیگم ارشد احمدی صاحب)

۱۰۔ مکرمہ امتہ الباسط صاحبہ

خاندان حضرت ڈاکٹر صاحب کی خواتین کی مزید خدمات

ایک اعزاز:

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ نے جماعت احمدیہ کی مستورات کی تعلیم وتربیت واصلاح کی خاطر ایک تنظیم لجنہ اماء اللہ کی بنیاد رکھی۔ آغاز پر 14 ممبرات نے اس تنظیم میں شمولیت اختیار کی اور

خدمات بجالائیں۔ان ممبرات میں حضرت اُم ناصر کا نام اس سے پہلے درج ہو چکا ہے۔حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو اس سلسلہ میں یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ حضرت سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ (اُمِ ناصر) کے علاوہ آپ کی ایک اور بیٹی حضرت رضیہ بیگم صاحبہ کو بھی ان 14 ممبرات میں شمولیت کا اعزاز حاصل ہے۔ اور یوں حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب کی دو صاحبزادیاں ابتدائی 14 ممبرات میں شامل ہوئیں۔ جو کہ ایک منفرد اعزاز ہے جو حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے حصہ میں آیا۔

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول صفحہ 70)

پہلی ذمہ داری، جلسہ سالانہ کے انتظامات:

قیام لجنہ اماء اللہ کے بعد بحثیت لجنہ اماء اللہ پہلی ذمہ داری لجنہ اماء اللہ کی ممبرات پر 1922ء میں جلسہ سالانہ کے انتظامات کی ڈالی گئی۔جس میں خدمات بجالانے والی 9 ممبرات کے نام بطور ریکارڈ محفوظ کئے گئے ہیں۔اُن میں حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کی صاحبزادی محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ کا نام درج ہے جس کے ذمہ انتظام بیعت تھا۔

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول صفحہ 77)

حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کے خاندان میں سے درج ذیل تین خواتین کو نمایاں طور پر خدمات کا موقعہ ملا۔

1۔ حضرت سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ (اُمِ ناصر) صاحبزادی
2۔ محترمہ مراد خاتون صاحبہ بیگم
3۔ محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ صاحبزادی

اور ہر تین مرکزی مجلس عاملہ میں شامل رہیں۔

(تاریخ لجنہ اماء اللہ حصہ اول صفحہ 135-136)

حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات کے گواہ

محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ بنت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ دستور تھا کہ آپؑ اپنی خوابوں، کشوف والہامات کے گواہ اپنے مریدوں واصحاب کو بنایا کرتے تھے۔ ان گواہان میں سے حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کو بھی گواہ بننے کی سعادت حاصل رہی۔ جیسے چار بیٹے پیدا ہونے اور چوتھے بیٹے کا عقیقہ بروز پیر ہونے کی خواب کا ذکر ہو چکا ہے۔ یہ شرف اور سعادت آپ کی اولاد کے حصہ میں بھی آئی چنانچہ یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اور الہام اور پیشگوئی درج کی جارہی ہے جس کے گواہ حضرت ڈاکٹر صاحب کی صاحبزادی محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ نے سورۃ الغاشیۃ آیت 4 تا 7 کا درس دیتے ہوئے فرمایا کہ:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ طاعون کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ "ابھی کیا ہے ابھی وہ دن آئیں گے جب کہ لوگ کہیں گے کہ

"لاہور بھی کوئی شہر ہوتا تھا"

(ضمیمہ اخبار الفضل جلد 2 نمبر 50، 11-اکتوبر 1914ء صفحہ 8)

لاہور کی تباہی کی پیشگوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں شائع ہو چکی تھی وہ یہ ہے کہ

"لاہور کی نسبت کہا جاتا تھا کہ اس کی سرزمین میں ایسے اجزاء ہیں کہ اس میں طاعونی کیڑے زندہ نہیں رہ سکتے لیکن وہاں بھی طاعون نے آن ڈیرہ ڈالا ہے۔ ابھی لوگوں کو معلوم نہیں ہے لیکن سالہا سال کے بعد لوگ دیکھیں گے کہ کیا ہوگا۔ کئی لوگ اور دیہات بالکل تباہ ہو جائیں گے۔ دُنیا سے اُن کا نام ونشان مٹ جائے گا اور اُن کے آثار تک باقی نہ رہیں گے لیکن یہ حالت کبھی قادیان پر وارد نہ ہوگی۔"

(الحکم جلد 8 نمبر 23، 24 مورخہ 17-، 24- جولائی 1904ء صفحہ 12)

تذکرہ میں اس پیشگوئی کے ذیل میں حاشیہ میں لکھا ہے کہ

"لیکن لاہور کے متعلق خاص لفظوں میں الہام، یہ نہ تو پہلے شائع ہوا ہے اور نہ ہی ان شہادتوں سے

پتہ ملتا ہے جو اس پیشگوئی کے متعلق شائع ہوچکی ہیں ہاں مفہوم الہام ان میں ہے۔ چنانچہ علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ستائیس مزید شہادتیں اصحاب ذیل کی اس بارہ میں اخبار الفضل میں شائع ہوچکی ہیں۔

ان ستائیس میں گیارواں نمبر رضیہ بیگم صاحبہ بنت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کا ہے۔

(تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ 676-677)

خلیفہ صلاح الدین صاحب کی خدمات:

آپ نے اپنے ایک بیٹے کو وقف کر کے مدرسہ میں داخل کروایا تھا۔ اور وہ بعد میں مربی سلسلہ کی حیثیت سے خدمات بجالاتے رہے۔ وہ مکرم خلیفہ صلاح الدین صاحب تھے۔ آپ بھی اپنے والد محترم کی طرح عالم باعمل، نیک سیرت اور زیرکی میں کمال رکھتے تھے۔ آپ تدریس کے دوران بھی نمایاں رہے۔ علمی مقابلہ جات کے علاوہ کھیلوں کے میدان میں بھی انہوں نے نام پیدا کیا۔ آپ کا نشانہ غضب کا تھا ہمیشہ نشانہ میں اول آیا کرتے تھے۔

(الفضل 11-اپریل 1924ء)

آپ کو حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب کے تلمیذ رشید ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔

(اصحاب احمد جلد 5 حصہ دوم صفحہ 94)

ایک وقت آپ صیغہ نشر واشاعت کے مہتمم بھی رہے۔ اس دوران ایک احمدیہ کیلنڈر تیار کروایا اس کا تعارف اخبار الفضل میں یوں آیا۔

احمدیہ کیلنڈر:

"خلیفہ صلاح الدین احمد صاحب مولوی فاضل جو حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے لخت جگر ہیں آج کل صیغہ نشر واشاعت کے مہتمم ہیں۔ خلیفہ صلاح الدین صاحب ایک ایسے نوجوان ہیں جو اپنے ساتھ جوان ہمت ارادے بھی رکھتے ہیں وہ بہت محبت سے اس صیغہ میں کام کررہے ہیں۔ اوران کا کام

بہت شاندار ہے اس وقت مجھے ان کے کام پر ریویو نہیں کرنا۔ البتہ اُن کے شائع کردہ احمدیہ کیلنڈر کا ذکر کرنا ہے۔ احمدیہ کیلنڈر جو انہوں نے اس سال شائع کیا ہے وہ اپنی ظاہری خوبیوں کی وجہ سے ان کی سلیقہ شعاری کی داد دے رہا ہے۔ احمدیہ کیلنڈر نہایت خوبصورت دیدہ زیب اور انگریزی، ہجری قمری، ہجری شمسی ہر قسم کی تاریخیں اس سے معلوم ہو سکتی ہیں۔"

آپ جب مہتمم اشاعت تھے تو آپ کے زیر اہتمام تفسیر کبیر کی پہلی جلد شائع ہوئی اور حضرت مصلح موعود نے آپ کو ایک نسخہ بطور انعام کے دیا۔

(مضمون از خلیفہ صباح الدین صاحب)

خاندان میں واقفین زندگی:

ویسے تو خدمت دین کے میدان میں حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کے خاندان کے بہت سے افراد نے نام کمایا ہے۔ انہوں نے ہر جہت سے جماعت کی خدمت کی اور ہمہ تن خدمات میں مصروف رہے۔ گو وہ عہدہ کے لحاظ سے واقف زندگی نہ تھے مگر بالفعل انہوں نے وقف کا حق ادا کیا۔

خاندان حضرت ڈاکٹر صاحب میں درج ذیل چار افراد واقف زندگی تھے۔

1۔ مکرم خلیفہ صلاح الدین صاحب جن کا اختصار کے ساتھ ذکر اُوپر گزر چکا ہے۔

2۔ مکرم خلیفہ صفی الدین صاحب ابن مکرم خلیفہ علیم الدین صاحب مرحوم انگلستان

3۔ مکرم خلیفہ صباح الدین احمد صاحب ابن مکرم خلیفہ صلاح الدین صاحب مرحوم مربی سلسلہ اور معاون ناظر بہشتی مقبرہ

4۔ مکرم خلیفہ رواح الدین احمد صاحب ابن مکرم خلیفہ صلاح الدین احمد صاحب مرحوم الفضل انٹرنیشنل لندن

(مضمون از خلیفہ صباح الدین صاحب)

اسکواڈرن لیڈر منیر الدین احمد۔ستارہ جرأت

(ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے چچا)

خاندان میں شہادت کی سعادت:

1965ء کی پاک بھارت جنگ میں امرتسر میں نصب راڈار فضائیہ کے لئے سخت پریشانی کا موجب بن رہا تھا۔اس راڈار نے عملی طور پر پاک فضائیہ کی پروازوں بالخصوص دشمن کی سرحدوں کے اندر حملہ کو بظاہر ناممکن بنا دیا تھا۔

اس کو تباہ کرنے کی بہت سے کوششیں کی گئیں مگر یہ اعزاز بھی ایک احمدی کو نصیب ہوا اور وہ حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے سب سے چھوٹے چچا سکواڈرن لیڈر منیر الدین احمد صاحب تھے جو یہ کہہ کر امرتسر گئے تھے کہ " آج یا راڈار رہے گا یا میں "

سوونیئر 88ء اور رسالہ جہاد (کوپن ہیگن) نے فرزندان احمدیت اور دفاع پاکستان کے عنوان کے تحت اسکواڈرن لیڈر منیر الدین احمد (شہید) ستارہ جرأت کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

گیارہ ستمبر 1965ء کی دوپہر کا وقت تھا۔آپریشن روم میں لڑاکا بمبار کے کمانڈر محمد انور شمیم آج ایک انتہائی اہم مگر خطرناک مشن کے بارے میں ہوابازوں کو اہم ہدایات جاری کرنے والے تھے۔ہدف امرتسر میں نصب شدہ ریڈار اسٹیشن تھا جس پر سخت پہرہ تھا۔انور شمیم نے اپنے علاوہ اس مشن کے لئے تین ہوابازوں کو منتخب کیا۔

جب اُنہوں نے ہدایات دینے کے لئے بلایا تو ان میں سے صرف دو آئے۔کمانڈر انور شمیم نے خوش مزاج، تنومند ونگ آپریشن آفیسر سکواڈرن لیڈر منیر الدین کے بارے میں دریافت کیا "جی وہ تو میں ہوں۔" دونوں میں سے ایک نے پکارا۔

تقریباً نصف گھنٹہ بعد تباہ کن سامان سے لیس سیبر جیٹ طیارے بڑی شان سے اُڑے۔دس منٹ میں وہ دشمن کے علاقے میں تھے۔سیبر طیارے نیچی اڑان کر کے امرتسر شہر کے قریب پہنچ رہے تھے کہ اچانک دشمن کی توپوں نے آگ اُگلنا شروع کر دی۔چھوٹی بڑی سب گنیں اُن پر گولے برسا رہی تھیں۔شیل چاروں

طرف پھیل رہے تھے مگر چاروں ہواباز بے دھڑک آگے بڑھتے جارہے تھے۔ جس تیزی سے منیر دشمن کے ریڈار کو نشانہ بنا رہا تھا اس کی وجہ سے دشمن کے تمام توپ خانہ کی توجہ منیر پر مرکوز ہوگئی۔ قریب سے گولوں کی باڑ گزری لیکن منیر کا طیارہ بلا خوف وخطر تمام تر یکسوئی کے ساتھ آگ اور فولاد کے جال میں سے گزر گیا لیکن اپنے نشانے کے قریب آرہا تھا کہ دشمن کا گولہ آن لگا" مجھے گولا لگا ہے۔" منیر نے اپنے ونگ کمانڈر کو بتایا۔ اس کے بعد ریڈیو ٹیلی فون خاموش ہوگیا اور ایک بہادر پائلٹ شہادت پا گیا۔

"ہمارے غازی ہمارے شہید" کے مصنف آغا اشرف نے اپنی کتاب میں منیر الدین کے حالات اور کارنامے "ناقابل تقلید ہواباز" کے عنوان سے یوں بیان کئے۔

" گورداسپور کا 36 سالہ منیر الدین بڑا ذہین اور نڈر ہواباز تھا۔ ساری ائیر فورس میں وہ بڑی مقبول اور ہر دلعزیز شخصیت تھا۔ بذلہ سنج، کڑا نشانہ باز اور تنومند منیر تھوڑا ہکلایا کرتا تھا۔ اس کے جوہر فضا کے آسمان پر کھلتے اور یوں لگتا گویا وہ صرف ہوابازی اور فضائی جنگ کے سہارے زندہ ہے۔ اس کی ساری زندگی کا محور یہی ہے۔ ہوابازی کے بغیر اس کے لئے زندگی کا کوئی مفہوم نہ تھا۔ بعض اوقات اس کے دوست اسے یہ کہہ کر چھیڑتے کہ اسے ائیر ہیڈ کوارٹر میں اسٹاف ڈیوٹی دی جارہی ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے افسروں کی منت سماجت شروع کر دیتا تا کہ اس کا تبادلہ نہ ہو اور اسے ہوابازی چھوڑنی نہ پڑے۔

04- ستمبر کو اس نے چھمب سیکٹر میں دشمن کے متعدد ٹینک اور گاڑیاں تباہ کرنے کے مشن میں حصہ لیا۔ اس کے بعد اس نے تقریباً ہر روز جنگی کارروائی میں حصہ لیا۔ 11- ستمبر کو اس نے سب سے بڑی قربانی دی۔"

سکواڈرن لیڈر منیر الدین کی شہادت کے بعد انتہائی کٹھن مرحلہ پر عزم وحوصلہ کا مظاہرہ کرنے اور فرائض کو جانفشانی سے سرانجام دینے پر ستارہ جرأت کا اعزاز دیا گیا۔

"پاک فضائیہ کی تاریخ" میں آپ کا ذکر ان الفاظ میں موجود ہے۔

"پی اے ایف کے لڑاکا ہوابازوں کے پیہم پُرعزم حملوں کے نتیجے میں بالآخر امرتسر کے نواح میں انتہائی محفوظ اور مستعد بھارتی ریڈار اسٹیشن غیر مؤثر ہو کر رہ گیا۔ سکواڈرن لیڈر منیر الدین احمد بلا تامل اپنی جان کی پروا کئے بغیر ان کارروائیوں میں شریک ہوئے اور اپنے ہدف کی تلاش اور تباہی کی غرض سے پہروں دشمن

کی شعلہ بار توپوں کے علاقے میں سرگرداں رہے۔ 11- ستمبر کے آخری کامیاب حملے کے دوران ان کا طیارہ ایک ایک توپوں کے جھرمٹ کے تباہ کن فائر کی زد میں آ گیا اور وہ ناموس وطن پر نثار ہو گئے۔ اپنے آخری مشن سے قبل سکواڈرن لیڈر منیر الدین احمد فضائی جنگ کی آٹھ کارروائیوں میں شریک ہو چکے تھے۔ 10- ستمبر 1965ء کو اپنی ذاتی تحریک کے ایک مشن کے دوران ان کی فارمیشن نے دشمن کے لڑاکا طیاروں کے تعاقب میں بھارتی علاقے میں داخل ہو کر آئی اے ایف کو ایک نیٹ طیارے سے محروم کر دیا۔ چنانچہ انتہائی نامساعد حالات میں اپنے فرض کے تقاضوں سے بالاوبرتر جرأت واستقلال کے مظاہرے پر سکواڈرن لیڈر منیر الدین احمد کو بعد از شہادت ستارہ جرأت عطا کیا جاتا ہے۔"

(پاک فضائیہ کی تاریخ 1947 تا 1984ء صفحہ 382)

جناب زاہد ملک سینئر صحافی ایڈیٹر "حرمت" نے امریکہ میں جناب ایم ایم احمد سابق مشیر صدر پاکستان وصدر ورلڈ بنک کا انٹرویو کیا۔ اس میں مکرم میاں مظفر احمد صاحب نے 1965ء کی جنگ کے حوالہ سے گفتگو کرتے ہوئے سابق صدر پاکستان جنرل محمد ایوب کی ایک فیصلہ کن رائے مکرم منیر الدین احمد صاحب کے بارے بیان فرمائی جو یہ ہے۔

"اگر کوئی چیخ چیخ کر سو دفعہ کہے کہ یہ جو احمدی ہیں یہ ملک کے خلاف ہیں تو میں اس پر ایک سیکنڈ کے لئے بھی یقین نہیں کروں گا۔ کیونکہ 1965ء کی جنگ کے دوران میں نے ایک بہت ہی خطرناک مشن پر بھیجنے کے لئے دس آدمیوں کو بلایا اور کہا کہ جس مشن پر آپ کو بھیجا جا رہا ہے وہ اتنا خطرناک ہے کہ اس میں زندہ بچ کر واپس آنے کا امکان صرف 10 فیصد ہے جبکہ 90 فیصد امکان یہی ہے کہ وہ واپس نہیں آئیں گے تو پہلا آدمی جس نے اثبات میں فوراً ہاتھ اٹھایا وہ احمدی تھا۔ میں نے پوچھا اس کا نام؟ تو کہا! اس کا نام پائلٹ منیب تھا۔"

(منیب غلطی سے درج ہو گیا ہے یہ منیر ہے یعنی اسکواڈرن لیڈر منیر الدین احمد)

(ہفت روزہ حرمت 27- دسمبر 96ء تا 02- جنوری 1997ء

از حاصل شام وسحر از پروفیسر نصر اللہ خاں راجا صفحہ 409)

باب نمبر:19

تقاریب نکاح

☆ محترمہ حمیدہ بیگم صاحبہ کا نکاح

☆ محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ کا نکاح وخطبہ نکاح حضرت خلیفہ ثانی

☆ مکرم خلیفہ صلاح الدین کا نکاح

☆ بچوں کی ولادتوں کی خبریں

☆ بچوں کی صحت بارے خبریں

اس باب میں وہ تقاریب نکاح بیان کی جارہی ہیں ۔جن نکاحوں کا اعلان خلفائے احمدیت نے کیااور وہ تاریخ میں محفوظ ہیں ۔

محترمہ حمیدہ بیگم کا نکاح:

حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) نے 06-جون 1909ء بعد نماز عصر حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کی بیٹی محترمہ حمیدہ بیگم صاحبہ کے نکاح کا اعلان خلیفہ اسداللہ صاحب سے کیا اور خطبہ میں فرمایا

" قاری عبدالرحیم صاحب رام پوری جو آخر میرٹھ میں رہتے تھے۔میرے ایک مخلص دوست نے ان سے دریافت کیا کہ تم سب بھائی اس قدر نیک اور فرشتہ خصال کیوں ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے ماں باپ جب قصد جماع کرتے تو ان کی عادت تھی کہ پہلے دونوں دعائیں مانگتے رہتے کہ الٰہی تو ہم کو صالح اولاد عطا کر۔اسی کا یہ اثر ہے کہ ہم سب بھائی ایسے ہیں۔**اللھم جنبنا الشیطن وجنب الشیطان مارزقتنا۔**"

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ 243)

محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ کا نکاح:

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدۂ نے 04- ستمبر 1919ءکو محترمہ مراد خاتون صاحبہ کے بطن سے حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کی بیٹی محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ کے نکاح کا اعلان مکرم مرزا گل محمد صاحب ابن مرزا نظام الدین صاحب کے ساتھ فرمایا۔حق مہر 2 ہزار روپیہ تھا۔

(الفضل 13- ستمبر 1919ء)

اس موقعہ پر حضور نے درج ذیل خطبہ ارشاد فرمایا۔

ایک بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو کیسا کمزور اور ناتوان ہوتا ہے۔ وہ نہ اپنی ضروریات بیان کر سکتا ہے نہ اپنی تکالیف کہہ سکتا ہے۔ نہ دوسروں کے خیالات سمجھ سکتا ہے۔ خیالات تو ابھی اس میں پیدا ہی نہیں ہوتے۔ احساسات ہوتے ہیں وہ اپنے احساسات کو دوسروں تک نہیں پہنچا سکتا۔ جاہل سے جاہل، نادان سے نادان، بیوقوف سے بیوقوف عورت جو اسے کھلاتی ہے خواہ اس کی ماں ہو یا بہن یا نوکر۔ وہ اس کی حرکات پر ہنستی ہے۔ اس کی بے چارگی پر رحم کھاتی ہے اور اس کی مختلف حالتوں اور کیفیتوں پر استعجاب ظاہر کرتی ہے۔ اس کے بعد جب وہ کچھ بڑا ہوتا ہے اور لوگ اس سے باتیں کرتے ہیں تو وہ توتلی زبان سے بولتا ہے۔ اس پر لوگ ہنستے اور تعجب کرتے ہیں۔ پھر ہوتے ہوتے وہ اس عمر کو پہنچ جاتا ہے کہ مدرسے جانے لگتا ہے۔ پھر مدرسہ میں تعلیم حاصل کرتے کرتے اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اپنی کتابیں روانی سے پڑھنے لگتا ہے۔ پھر چونکہ اسے پڑھنے کا نیا نیا شوق ہوتا ہے اور نئی نئی باتیں سیکھتا ہے اس لئے گھر میں آکر وہی کھلائیاں یا رشتہ دار عورتیں جو اس کی حرکات پر ہنسا کرتی تھیں اُن سے باتیں کرتا ہے اور پوچھتا ہے اچھا بتاؤ۔ امریکہ کے بڑے بڑے شہر کون سے ہیں؟ اور نہایت تعجب اور حیرت سے پوچھتی ہے امریکہ کیا ہے؟ پھر وہ پوچھتا ہے اچھا بتاؤ پنجاب کے دریاؤں کے منبع کہاں کہاں ہیں؟ امریکہ تو خیر ایک اجنبی لفظ تھا لیکن پنجاب کو تو وہ جانتی ہیں اور دریاؤں کو بھی دیکھا اور سنا ہوتا ہے مگر منبع کا لفظ انہیں بہت عجیب وغریب معلوم ہوتا ہے کیونکہ ان کا تو خیال ہوتا ہے کہ منبع کیا چیز ہے۔ دریا یونہی چلے آرہے ہیں پھر کبھی اُن سے جب پوچھتا ہے دریا شروع میں کتنے چوڑے ہیں تو اُن کی سمجھ میں ہی نہیں آسکتا کہ دریا کا شروع بھی ہوتا ہے اور چھوٹا دریا بڑا بن جاتا ہے۔ وہ سمندر کا حال پوچھتا ہے کہ کتنا بڑا ہوتا ہے اور کس قدر گہرا ہوتا ہے؟ اس پر تو ان کی وہی حالت ہوتی ہے جو کنویں کے مینڈک کی بیان کی جاتی ہے کہ ایک دریا کا مینڈک کنوئیں میں آ گیا۔ کنوئیں کے مینڈک نے اس سے پوچھا کہ آپ کا ملک کتنا بڑا ہے؟ اس نے کہا بہت وسیع۔ کنویں کے مینڈک ایک چھلانگ مار کر کہا کیا اتنا بڑا ہے؟ اس نے کہا اس کی تو اس کے مقابلہ میں کچھ حقیقت ہی نہیں ہے۔ پھر اُس نے ایک اور چھلانگ ماری اور کہا کیا اتنا بڑا ہے؟ اس پر اس نے کہا نہیں بہت بڑا ہے کنویں کے مینڈک نے دو تین اکٹھی چھلانگیں مار کر کہا کیا اتنا بڑا ہے؟ اس نے کہا میں نے کہہ جو دیا ہے بہت بڑا ہے تم کیوں بیہودہ طور سے اس کا اندازہ لگاتے ہو۔ (یہ مینڈک کا تو یونہی قصہ

دراصل بڑے اور چھوٹے علم والے انسانوں کا موازنہ کیا گیا ہے) اس پر وہ روٹھ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا تم بڑے جھوٹے ہو میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتا۔ یہ تو ایک قصہ ہے۔ ایک سچا واقعہ سناتا ہوں۔ گزشتہ سال جب ہم بمبئی گئے تو ہمارے ساتھ بچہ کھیلانے والی ایک لڑکی تھی۔ ایک دن سمندر کی سیر کرنے جارہے تھے اور وہ بھی ساتھ تھی۔ ابھی سمندر نہیں آیا تھا کہ اس نے پوچھا۔ سمندر کہاں ہے؟ میں نے کہا ابھی آجاتا ہے جب ہم سمندر کے کنارے پہنچ گئے تو اُسے بتایا کہ یہ سمندر ہے وہ دیکھ کر بے اختیار کہنے لگی۔ میں سمجھیا بڑا اوچا ہووے گا ایہہ تے بکھیریا پیا ہے یعنی میں نے سمجھا تھا بڑا اونچا ہوگا یہ تو پھیلا ہوا ہے اس کے یہ الفاظ مجھے خوب اچھی طرح یاد ہیں اس نے اپنے علم کے مطابق جو نقشہ کھینچا ہوا تھا۔ جب وہ نہ دیکھا تو حیران سی ہوگئی۔

غرض جب وہ بچہ مختلف باتیں دریافت کرتا ہے تو وہی عورتیں جو اس کی بات بات پر ہنسا کرتی اور چڑانے کے لئے پوچھا کرتی تھیں۔ کہ روٹی کا نام بتا کیا ہے اور جب وہ روٹی کو روتی کہتا تو کھل کھلا کر ہنس پڑا کرتی تھیں۔ وہی اس کے سوالوں پر حیرت کا بُت بنی ہوئی کہتی ہیں تم تو پڑھے ہوئے ہو۔ ہم ان باتوں کو کیا جانیں۔ پھر ان کے نزدیک بچوں کے علم کی حد اس قدر وسیع ہوجاتی ہے کہ وہ سمجھتی ہیں ہر بات کا ان کو علم حاصل ہوگیا ہے۔ بچپن کی بات ہے اس وقت میں مدرسہ میں پڑھا کرتا تھا۔ میں نے ایک عورت کو جو ہمارے گھر میں رہتی تھی کہا دودھ پر سے ملائی اتاردو۔ جب وہ اتارنے لگی تو گرم دودھ کی اس پر چھینٹیں پڑ گئیں۔ اس کا غصہ مجھ پر اتارتے ہوئے کہنے لگی اتنے پڑھے ہوئے ہو خود ملائی کیوں نہیں نکال لیتے۔ گویا اس کے نزدیک ملائی نکالنے کا طریق بھی ہمیں سکول میں بتایا جاتا تھا تو عورتوں پر بچوں کے علم کی اتنی ہیبت چھا جاتی ہے کہ اس کے مقابلہ میں منطق بھی یونہی بدنام ہے۔ دراصل دلائل کو کسی واقعہ پر منطبق کرنے کا نام منطق ہے مگر عام لوگ اس سے اتنا ڈرا کرتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) فرماتے۔ ایک مولوی مجھے کہنے لگا میں آپ سے گفتگو نہیں کرنا چاہتا کیونکہ آپ نے منطق پڑھی ہوئی ہے۔ آپ اگر چاہیں تو لکڑی کے ستون کو سونے کا ستون بنادیں۔ یہ صرف منطق کی مصیبت ہے۔ اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر عورتوں پر بچہ کے علم کی ہیبت چھا جاتی ہے اور وہی بچہ جو کچھ عرصہ پہلے نہایت کمزور اور نحیف ہونے کی وجہ سے ان کی امداد کا محتاج ہوتا ہے۔ ان کے لئے حیرت اور استعجاب کا موجب بن جاتا ہے۔

پھر ایک چھوٹا سا بیج بویا جاتا ہے جس سے اس قدر پتلی اور باریک کونپل نکلتی ہے کہ ایک جانور بکری یا

بیل یا گھوڑا آتا ہے۔اسے سونگھ سونگھ کر دیکھتا ہے کہ کھانے کے قابل ہے یا نہیں۔اکثر اوقات چھوٹی سی ہونے کی وجہ سے حقارت کے ساتھ اُسے چھوڑ دیتا ہے۔اور بعض اوقات اس کا کوئی حصہ کاٹ کر کھا جاتا ہے پھر کچھ مدت کے بعد جب وہ کونپل بڑھ جاتی ہے تو پھر جانور اس کے تنے پر منہ مارنے سے عاجز ہو جاتا ہے البتہ اس کے ساتھ پتوں اور شاخوں پر منہ مارتا ہے۔ پھر وہ پودا اور بڑھتا ہے اور اس حالت میں جانور اس سے کھیلتا ہے۔کبھی اس کے ساتھ سر ٹکراتا ہے۔کبھی پاؤں مارتا ہے۔کبھی جسم ملتا ہے پھر دیکھتے دیکھتے وہی کونپل جس پر ایک دن حقارت سے جانور منہ مارنے کے لئے تیار نہ تھا اور باریک سی سمجھ کر حقارت سے چھوڑ گیا تھا اسی کے ساتھ مالک اس جانور کو باندھ دیتا ہے اور پھر وہ جانور خواہ اپنا سارا زور بھی لگائے تو بھی چھوٹ نہیں سکتا۔یہ دیکھتے دیکھتے نقشہ بالکل بدل جاتا ہے اور وہ حیران ہو جاتا ہے۔

یہی حال اللہ تعالیٰ کے ماموروں اور مرسلوں کا ہوتا ہے جس وقت وہ دنیا میں آتے ہیں اس وقت ان کی حیثیت اس کونپل کی طرح ہوتی ہے جو نکل رہی ہوتی ہے یا اس بچہ کی طرح ہوتی ہے جو جاہل اور نادان عورتوں میں پرورش پاتا ہے۔لوگ اپنی ناواقفیت کی وجہ سے اس کی ابتدائی حالتوں کو دیکھ کر ہنستے اور اس کی حرکتوں پر قہقہے لگاتے ہیں مگر ان کو یہ خیال نہیں ہوتا کہ اَلصَّبِیُّ صَبِیٌّ وَلَوْ کَانَ نَبِیٌّ۔جس طرح عورتیں نہیں جانتیں کہ آج جس قدر بچے کی حرکات پر ہم حیرت کا اظہار کر رہی ہیں۔کل اس کی باتوں پر اس سے بھی زیادہ کریں گی۔اسی طرح دنیا نہیں جانتی کہ جو معمولی سا انسان نظر آتا ہے یہ روحانی مکتب کا کتنا بڑا اُستاد ہوگا اور اس کی باتیں کیسی حیرت انگیز ہوں گی مگر کھلائی عورتیں تو بچے کے سامنے اقرار کر لیتی ہیں کہ تم پڑھ گئے ہو۔ہم جاہل ہیں۔ہم ان باتوں کو کیا جانیں جو تم بیان کرتے ہو لیکن افسوس بوڑھی دنیا نبی کے متعلق یہ کہتی ہے کہ چونکہ تمہاری باتیں میری عقل اور سمجھ سے بالاتر ہے اس لئے جھوٹ اور غلط ہیں۔نہ کہ اپنی جہالت کا اقرار کرتی ہیں۔حالانکہ جس طرح جب بچہ پڑھ جاتا ہے تو اس کی باتیں سن کر عورتیں اپنی لاعلمی اور جہالت کا اقرار کر لیتی ہیں اسی طرح دُنیا کو نبی کے مقابلہ میں اپنی جہالت کا اقرار کرنا چاہئے تھا۔لیکن افسوس ایسا نہیں ہوتا نبی جب پیدا ہوتا ہے تو اس وقت چونکہ کونپل کی طرح ہوتا ہے اس لئے ایک عرصہ تک لوگ اسے حقیر سمجھتے ہیں کیونکہ ایک طرف وہ اپنی طاقت،قوت،سامان اور جتھے کو دیکھتے ہیں اور دوسری طرف اس کی کمزوری،بے سروسامانی اور تنہائی کو دیکھتے ہیں۔اس لئے کہتے ہیں یہ حقیر سی چیز ہے اس کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ہاں

جس طرح کیڑے مکوڑے چھوٹے سے درخت کے ساتھ بھی چمٹ جاتے ہیں لیکن بھینسا حقارت کے ساتھ اس کو دیکھ کر گزر رتا ہے اسی طرح چھوٹے چھوٹے لوگ بھی نبی کے پیچھے پڑ جاتے اور اُسے ذلیل کہتے ہیں لیکن جس طرح چھوٹی سی کونپل جب تنا بن جاتی ہے تو وہی بھینسا اس پر سر مار کر بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور اسی کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح نبی جب ترقی کرتا ہے تو وہی لوگ جو اُسے حقارت سے دیکھتے اور نا قابل توجہ سمجھتے تھے۔ انہی کو رسی باندھ کر اس کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے۔ وہ تو اس وقت بھینسے کے بھینسے ہی رہتے ہیں۔ مگر وہ نبی جسے حقیر سمجھتے تھے اب اس کے خلاف خواہ کتنا ہی زور لگائیں کچھ نہیں کر سکتے۔ ہاں اس کے دیکھنے کے لئے آنکھیں، سننے کے لئے کان اور سمجھنے کے دل کی ضرورت ہے اور نبی کی ساری زندگی کو آنکھوں کے سامنے لانے کی حاجت۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب دعویٰ کیا تو آپ کی کیا کیفیت اور کیا حال تھا۔ پھر کس طرح اُس وقت کیڑے مکوڑوں کی حیثیت رکھنے والے آپ کے ساتھ چمٹے اور جو بڑی حیثیت رکھنے والے تھے یعنی جن کو بیلوں اور بھینسوں اور گدھوں کی حیثیت حاصل تھی وہ کس طرح آپ کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ پہلے کیڑے مکوڑوں نے اس پودے کو برباد کر ڈالنے کی کوشش کی مگر وہ بڑھتا ہی گیا۔ پھر بیلوں اور بھینسوں نے اس کے خلاف زور لگایا لیکن وہی پودا جو حقارت سے دیکھا گیا تھا اُسی نے اس قدر شاخیں نکالیں کہ اب ہم دیکھتے ہیں کہ اگر ایک ٹہنی انگلینڈ میں ہے تو ایک ماریشس میں۔ ایک چین میں تو ایک سیلون میں۔ ایک نائیجیریا میں ہے تو ایک مصر میں۔ ایک ایران میں ہے تو ایک افغانستان میں۔ ہم پوچھتے ہیں سوائے نبوت کے اور کون سا ایسا درخت ہے جس کی شاخیں اتنی اتنی دُور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ دیکھو سب درختوں کا سایہ محدود ہوتا ہے اور ان کی شاخیں تھوڑی دور تک پھیلی ہوتی ہیں مگر نبوت کے درخت کی شاخیں نکلتی ہیں تو دور دراز تک پہنچ جاتی ہیں۔ ہاں ابتداء میں ان شاخوں کا بھی وہی حال ہوتا ہے جو نبی کا ہوتا ہے۔ پہلے پہل وہ شاخیں پتلی اور باریک سی ہوتی ہیں کہ ان میں سے ایک ایک کے نیچے دو تین چار دس پندرہ بیس آدمی ہی بیٹھ سکتے ہیں اور زیادہ لمبی ہونے کی وجہ سے پتلی اور کمزور نظر آتی ہیں مثلاً انگلینڈ میں چھ ہزار میل کی لمبائی تک جو شاخ پہنچی ہے وہ اتنی لمبی ہونے کی وجہ سے باریک ہی ہونی چاہئے لیکن جس طرح دیکھتے دیکھتے نبوت کا بیج پھوٹا اور پھیلا اسی طرح یہ شاخ بھی موٹی ہونی شروع ہوگئی ہے اور پتے نکل رہے ہیں گو ابھی لوگ اسے تماشہ کے طور پر ہی

دیکھتے ہیں اوراس کی اسی لئے پروانہیں کرتے کہ یہ خودبخود ہمارے بوئے ہوئے کھیتوں اور درختوں کے نیچے جل جائے گی۔مگر خدا کے فضل سے وہ دن آئے گا جبکہ وہ پھیلتی پھیلتی اس قدر پھیل جائے گی کہ سب کی زراعتیں اس کے مقابلہ میں جل جائیں گی۔

غرض ایک عجیب نظارہ ہے اور ایسا عجیب نظارہ ہے کہ اس سے عجیب تر دنیا میں کوئی نظارہ نہیں۔ اسے ہم نے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی زندگی میں دیکھا اور ایسا ہی دیکھا جیسا اورنبیوں کے وقت میں ہوا بلکہ اورکئی نبیوں سے بڑھ کر دیکھا۔اس لئے کہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی بعثت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بعثت ہے۔پھر بلحاظ اس کے کہ اس زمانہ میں علوم کی ترقی ہوگئی ہے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے متعلق باوجود آپ کی قوت قدسی کے کمال پر پہنچے ہونے کے مخالفین کہتے ہیں کہ اس وقت لوگ چونکہ جاہل تھے اس لئے ان کی تعلیم مان گئے چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی پر یہ بہت بڑا اعتراض ہے اور خدا تعالیٰ نے نہ چاہا کہ یہ آپ کی ذات والا صفات پر رہے اس لئے آپ کے بروز کو ایسے زمانہ میں بھیجا جس میں تمام علوم اپنے کمال کو پہنچے ہوئے ہیں اور یہ ایک عجیب بات ہے کہ تمام انبیاء ایسے زمانے میں بھیجے گئے جبکہ ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی تاریکی اور ظلمت پھیلی ہوئی تھی۔مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانی ایسے زمانہ میں ہوئی جبکہ دنیاوی علوم اور عقلیں کمال کو پہنچی ہوئی ہیں تو اس بعثت میں خدا تعالیٰ نے اس اعتراض کو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے زمانہ میں مبعوث ہوئے جبکہ جہالت اور تاریکی پھیلی ہوئی تھی اس لئے کامیاب ہوگئے۔حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے ذریعہ سے دور کر دیا ہے کیونکہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی بعثت کی یہ بھی غرض ہے کہ اسلام پر مخالفین کی طرف سے جو اعتراض کئے جاتے ہیں انہیں دور کر دیں۔آج یورپ کا بہت بڑا اعتراض یہی ہے کہ اس زمانہ میں چونکہ جہالت پھیلی ہوئی تھی اس لئے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو دانا اور عقلمند انسان تھا اس نے لوگوں کو اپنے پیچھے لگالیا ورنہ خدا کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔

اس اعتراض کو دور کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے اب جبکہ یورپ کا دعویٰ ہے کہ وہ علوم کی انتہائی ترقی کو پہنچ گیا ہے اپنے ایک نبی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کو بھیج دیا اور دُنیا کو دکھا دیا کہ اس کی پتلی سی شاخ کے سامنے بڑے بڑے تناور درخت مرجھا مرجھا کر گرنے لگ گئے ہیں۔پس خدا تعالیٰ نے یہ نشان

خاص عظمت اور شان کے ساتھ دکھایا ہے اور اس زمانہ میں دکھایا ہے کہ جب کہ دُنیا اس بات کی قائل ہو رہی ہے کہ خدا مردہ کی حیثیت سے زیادہ کچھ وقعت نہیں رکھتا اور اس کے تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کی جارہی ہے۔ بادشاہتیں اڑ رہی ہیں اور جمہوریت پھیل رہی ہے اور سب سے اعلیٰ درجہ کی سلطنت اس طریق کی سمجھی گئی ہے کہ ایک شخص ہو جس کو بادشاہ کا نام دے کر بٹھایا جاوے اور اسے کہا جاوے کہ تمہارا کام سوائے دستخط کر دینے کے اور کچھ نہیں۔ کسی بات میں دخل دینے کا تمہیں اختیار نہ ہوگا۔ اسی کے مطابق خدا کی حیثیت بھی قرار دی گئی اور لکھ دیا گیا کہ دنیا کے کاروبار میں خدا کا کوئی دخل نہیں۔ اس قسم کے خیالات کہ وہ نبی بھیجتا ہے یا معجزے دکھاتا ہے جاہلانہ باتیں ہیں۔ خدا نے دنیا کو پیدا کر کے چھوڑ دیا ہے کہ خود اپنے لئے سامان مہیا کرو۔

ان خیالات کے قلع قمع کے لئے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا اور اس وقت جبکہ دنیا میں آپ کی کوئی حیثیت نہ تھی آپ نے اعلان کیا کہ

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کرے گا۔"

پھر آپ نے بتایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔"

دنیا میں سب سے خطرناک مخالفت شرکاء کی ہوتی ہے پنجاب میں تو مشہور ہے۔ "شراکت دادانہ سرِ دُکھدے بھی کھانا" تو سب سے بڑی مخالفت اعزاء اور اقرباء کی ہوتی ہے کیونکہ وہ برداشت نہیں کر سکتے کہ انہی میں سے کھڑا ہو کر ایک شخص دنیا میں بڑائی اور عزت حاصل کرے۔ وہ جو اس کے مقابلہ میں چپہ چپہ زمین کے لئے لڑتے مرتے ہیں وہ کب گوارا کر سکتے ہیں کہ ساری دُنیا اس کے پاس آجاوے۔ اس لئے وہ پورا زور لگاتے ہیں کہ اسے دبائیں۔ حتیٰ کہ جو بے بس ہو جاتے ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔ وہ بھی کسی نہ کسی طرح دل کا بخار نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضرت خلیفہ اول (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) فرماتے ہیں کہ شاہ پور کے رئیسوں میں سے کسی کو جب خان بہادر کا خطاب ملا تو اُسی خاندان میں سے ایک عورت نے جو بہت غریب تھی

اپنے لڑکے کا نام خان بہادر رکھ دیا۔ اس سے پوچھا گیا یہ تو نے کیا کیا۔ تو کہنے لگی کہ معلوم نہیں میرا بچہ بڑا ہو کر کیا بنے گا لیکن جب لوگ نام لیں گے تو جس طرح اس کے شریک کو خان بہادر کہیں گے۔ اسی طرح اس کو بھی کہیں گے۔ تو جو کچھ اور نہیں کر سکتے وہ نام ہی رکھ لیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب دعویٰ کیا تو آپ کے رشتہ داروں میں سے بھی ایک شخص نے امام ہونے کا دعویٰ کیا مگر کہتے ہیں۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو یہ دعویٰ کیا کہ میں ساری دنیا کے لئے حکم بنا کر بھیجا گیا ہوں اور چھوٹے درجہ کے لوگوں کے لئے ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے بادشاہوں پر بھی فرض ہے کہ میری اتباع کریں لیکن اس کی نام ہی رکھنے والی بات تھی۔ اس نے دعویٰ تو کیا مگر چوہڑوں کا امام ہونے کا۔ ادھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا تو یہاں تک لکھ دیا کہ بادشاہ انگلستان پر بھی فرض ہے کہ مجھے مانے چنانچہ خود لکھ کر ملکہ کو جو اس وقت بادشاہ تھی بھیج دیا۔ اس کے مقابلہ میں چوہڑوں کا امام ہونے کا دعویٰ کرنے والے کی دلیری اور جماعت کا یہ حال تھا کہ یہاں آ کر جب تھانیدار نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے کوئی دعویٰ کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں نے کوئی دعویٰ کیا۔ کسی نے یونہی جھوٹی رپورٹ کر دی ہوگی۔ تو شراکت والوں کی سب سے بڑی مخالفت ہوتی ہے اور جب کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی مخالفت وہی ہے جو آپ کے قریبی رشتہ داروں نے کی۔ اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بڑی مخالفت بھی آپ کے قریبی رشتہ داروں نے ہی کی۔ لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا مخالف جس کو قرار دیا ہے گو وہ ایذا رسانی میں سب سے بڑا نہ ہو مگر اس میں شک نہیں کہ بغض میں سب سے بڑھا ہوا تھا وہ ابولہب آپ کا چچا تھا۔ اس کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں نے بھی آپ کی مخالفت کی۔ وجہ یہ ہے کہ وہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ ہم میں سے ہو کر نہ صرف ہم سے زیادہ شہرت اور عزت حاصل کر لے بلکہ ہم کو اپنے تابع کر لے۔ اس خیال سے مجبور ہو کر انہوں نے آپ کے خلاف کوششیں کیں اور آپ کا نام ونشان مٹانے کی کوشش کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ لیکن آپ کو خدا نے بتا دیا تھا کہ تیرے نام کے سوا کسی کا نام زندہ نہیں رہے گا ان لوگوں کی نسلیں تجھ میں ہو کر چلیں تو چلیں ورنہ یہ مٹ جائیں گے اور بالکل تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ چنانچہ فرمایا اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ ۔ کہ تیرے دشمنوں کی نسل منقطع ہو جاوے گی۔ اب دیکھئے بظاہر ابوجہل کی اولاد ہوئی اور رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہوئی۔ مگر خدا تعالیٰ آپ کو فرماتا ہے کہ تیرے دشمن ابتر ہوں گے۔ اس کے یہی معنی ہیں کہ اب وہی اولاد قائم رہے گی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد بن کر رہے گی۔ چنانچہ دیکھ لو۔ عکرمہ کی جو کہ ابوجہل کا بیٹا ہے اولاد ہوئی مگر کون ہے جو یہ کہے کہ میں ابوجہل کی اولاد ہوں وہ یہی کہتے ہیں کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہیں اور اس سے زیادہ کسی کی نسل کیا منقطع ہو سکتی ہے۔ کہ نسل موجود ہوتے ہوئے بھی اپنے آباء کی نسل ہونے سے انکار کر دے۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بتایا گیا کہ تیرے سوا اس خاندان کی نسلیں منقطع ہو جائیں گئی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اب اس خاندان میں سے وہی لوگ باقی ہیں جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے اور باقی سب کی نسلیں منقطع ہو گئی ہیں۔ جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا اس وقت اس خاندان میں ستر کے قریب مرد تھے لیکن اب سوائے اُن کے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جسمانی یا روحانی اولاد ہیں ان ستر میں سے ایک بھی اولاد نہیں ہے۔ حالانکہ انہوں نے حضرت صاحب کا نام مٹانے میں جس قدر اُن سے ہو سکا کوششیں کیں۔ اور اپنی طرف سے پورا پورا زور لگایا مگر نتیجہ کیا ہوا! یہی کہ وہ خود مٹ گئے اور ان کی نسلیں منقطع ہو گئیں۔ یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام اور دکھایا گیا کہ یہ جو بیت مبارک کے پاس مکان ہے اس میں ہم کچھ حسنی طریق سے داخل ہوں گے اور کچھ حسینی طریق سے۔ بہت لوگ حیران تھے کہ اس الہام کا کیا مطلب ہے اور میں نے خود حضرت صاحب سے سنا۔ آپ فرماتے! معلوم نہیں کہ اس الہام کا کیا مطلب ہے؟ لیکن وقت پر معنی کھلتے ہیں۔ اس کے ایک معنے تو یہ ہو سکتے ہیں کہ جس طرح اور جس طریق سے حضرت حسن اور حسین داخل ہوئے تھے اسی طرح ہم بھی داخل ہوں گے اور ایک یہ کہ اُن کا رویہ اختیار کر کے داخل ہوں گے۔ اب ہم حضرت حسن اور حسین کے طریق کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے پہلے معنے تو ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ حضرت حسن نے یہ طریق اختیار کیا تھا کہ انہوں نے خلافت چھوڑ دی اور صلح کر کے اختلاف اور انشقاق کو مٹانا چاہا تھا لیکن حضرت حسین نے تلوار کے ذریعہ سے فتنہ کو فرو کرنے کی کوشش کی مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی اور وہ خود مارے گئے یوں تو وہ مومن تھے اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جس غرض کے لئے انہوں نے کوشش کی وہ حاصل نہ ہوئی۔ لیکن بظاہر

دشمن نے اُن پر غلبہ پالیا۔ تو یہ معنے نہیں ہو سکتے کہ جس طرح وہ داخل ہوئے تھے اسی طرح ہم بھی داخل ہوں گے بلکہ یہی ہوں گے کہ جو طریق اُن کا تھا وہی ہمارا ہوگا کہ کچھ تو صلح کے ذریعہ اور کچھ لڑائی کے ذریعہ ہم اس مکان میں داخل ہوں گے۔ چنانچہ یہ دونوں صورتیں پوری ہوگئیں۔ لڑائی یعنی جلالی رنگ تو ایسا پورا ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام کے مطابق کہ اس مکان میں بیوائیں ہی رہ جائیں گی یہی حالت ہوگئی۔ پھر جمال کا اظہار ہوا تو ایسا کہ اس خاندان میں جو ایک بچہ رہ گیا تھا اس کو کھینچ کر سلسلہ میں داخل کر دیا۔ تو خدا تعالیٰ نے اس گھر پر جلال کا اظہار کیا تو ایسا کہ وہ گھر جس کی رونق ہمارے گھروں سے بہت زیادہ تھی اُسے ایسا سنسان اور اجاڑ بنا دیا کہ وہاں اُلو بسے اور واقعہ میں بسے۔ پھر خدا تعالیٰ نے جمال کے اظہار کے لئے ایک بچہ کو اُن میں سے لے لیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پناہ میں دے دیا۔ پس وہ الہام دونوں پہلوؤں سے پورا ہو گیا۔

اس وقت میں نے اس نشان کو اس تقریب پر بیان کیا ہے کہ میں مرزا گل محمد کی شادی کا اعلان کرنے لگا ہوں یہ مرزا نظام الدین کی اولاد میں سے ہیں اور اس خاندان میں بلکہ دوسرے خاندانوں میں سے بھی جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت کی صرف یہی بچا ہے اور کوئی نہیں بچا اور اس کے بچاؤ کی بھی یہی صورت ہوئی ہے کہ یہ کسی نہ کسی ذریعہ سے اس سلسلہ سے وابستہ ہو گیا ہے جس کے ساتھ وابستہ ہو کر اس وقت انسان خدا کے عذاب سے بچ سکتے ہے۔

(الفضل 07-اکتوبر 1919ء صفحہ 4-8 از خطبات محمود جلد 3 صفحہ 30 تا 37)

خلیفہ صلاح الدین صاحب کے نکاح کا اعلان:

حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے خلیفہ صلاح الدین صاحب کے نکاح کا اعلان ڈاکٹر احسان علی کی ہمشیرہ کے ساتھ مورخہ 30- ستمبر 1935ء کو پڑھا۔ اس روز آپ کے نکاح سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدۂ کے نکاح کا اعلان سیدہ مریم صدیقہ کے ساتھ ہوا۔

(الحکم 31- ستمبر 1935ء)

خلیفہ صلاح الدین صاحب کو مبارک باد:

میں نہایت خوشی سے اس خبر کو شائع کرتا ہوں کہ 09-نومبر 1936ء خلیفہ صلاح الدین صاحب خلف الرشید حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے ہاں پہلا فرزند ارجمند پیدا ہوا ہے۔ ہم اس مولود کی پیدائش پر اس کی دادی اماں اور خلیفہ صلاح الدین کو خصوصاً اور ان کے تمام خاندان کو عموماً مبارک باد دیتے ہیں۔

(الحکم 21,14-نومبر 1936ء)

محترمہ امتہ البصیر بنت خلیفہ صلاح الدین صاحب مرحوم کے نکاح کا اعلان:

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مورخہ 06-فروری 1976ء کو محترم خلیفہ صلاح الدین صاحب کی صاحبزادی محترمہ امتہ البصیر صاحبہ کے نکاح کا اعلان محترم محمد ارشد احمد صاحب ابن محمود یوسف احمدی صاحب سے کیا۔ حضور نے اس موقعہ پر جو خطبہ ارشاد فرمایا الفضل نے اُسے "احمدیت نے تمام جماعت کو ایک خاندان کی شکل دے دی ہے" کے عنوان سے شائع کیا اور ذیلی عنوان یہ باندھا کہ "اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے اس کا جس قدر بھی شکر کیا جائے کم ہے۔"

حضور نے فرمایا۔

"احمدیت نے ہم سب کو ایک خاندان بنا دیا ہے اور اب یہ خاندان آہستہ آہستہ پھیل رہا ہے اور دُنیا کے مختلف ممالک تک اس کا پھیلاؤ بڑھ گیا ہے۔ اس کے نتیجے میں **شادی بیاہ کے تعلقات** میں صرف اندرون ملک کا سوال نہیں رہا۔ بلکہ ایک ملک کے دوسرے ملک کے ساتھ یہ تعلقات قائم ہوجاتے ہیں۔ ایک ملک کی بچی (دُلہن) ہوتی ہے دوسرے ملک کا بچہ (دُولہا) ہوتا ہے اور اس طرح ملک ملک کے درمیان یہ رشتے طے پاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے ہم اس پر جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔

اس قسم کی شادیوں میں ایک وہ شادی ہے جس میں مرکز سلسلہ عالیہ احمدیہ میں رہنے والی بچی دوسرے ملک میں بیاہی جاتی ہے۔شادی کے بعد جب ایسی بچی باہر جاتی ہے تو اسے اس نظر سے بھی دیکھا جاتا ہے کہ چونکہ اس کا تعلق مرکز سلسلہ سے رہا ہے اس لئے اُسے باہر کے ماحول میں بہت اچھا نمونہ بن کر رہنا چاہئے۔اسی طرح ہمارے باہر کے جو بچے مرکز سلسلہ کی بچیوں کو بیاہ کر لے جاتے ہیں،اُن پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس بات کا خیال رکھیں کہ اگر اور جب (اور خدا کرے ہمیشہ ہی) یہ بچیاں نیک نمونہ بننے کی کوشش کریں تو ان کی راہ میں کوئی روک نہ بنیں تو **نیکی اور خوشحالی کا ماحول** پیدا ہوتا چلا جائے۔

اس وقت میں دو نکاحوں کا اعلان کروں گا۔ان میں سے ایک میری ماموں زاد ہمشیرہ عزیزہ امتہ البصیر صاحبہ کا ہے۔ ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ ان دونوں رشتوں کو بہت برکتوں والا بنائے اور رحمتوں کا اور خوشحالیوں کا اور مسرتوں کا باعث بنائے۔

عزیزہ امتہ البصیر صاحبہ جو میرے ماموں خلیفہ صلاح الدین صاحب مرحوم کی بچی ہیں ان کا نکاح ایک ہزار انگلستان کے سکہ یعنی برٹش پونڈ حق مہر پر عزیزم محمد ارشد احمد ابن مکرم محمد یوسف صاحب احمدی کے ساتھ قرار پایا ہے جو جلنگھم (یوکے) کے رہنے والے ہیں اور حاضر ہیں۔لڑکی کے ولی ان کے بھائی عزیزم خلیفہ صباح الدین صاحب ہیں جو بطور وکیل نکاح یہاں موجود ہیں۔

(الفضل 25-مارچ 1976ء)

آپ کے ہاں ولادتوں کی خبریں:

1۔ 11-اکتوبر 1901ء کو جناب حافظ خلیفہ رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مولود مسعود کا نام تقی الدین رکھا۔ہم ڈاکٹر صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ مولود مسعود کو والدین کی آنکھوں کا نور اور کلیجے کی ٹھنڈک بناوے۔وہ خادم دین ہو اور قوم اور ملک کے لئے مفید ہو۔آمین

(الحکم 17-اکتوبر 1901ء)

2۔ مخدومی مکرمی حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے ہاں دوسری بیوی سے 13- مئی 1910ء روز جمعہ صبح 6 بجے لڑکا تولد ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح موعود نے فرمایا کہ نام نصر الدین یا نصیر الدین رکھا جاوے۔

(بدر 26,19- مئی 1910ء)

3۔ حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مولود مسعود کو صحت اور نیکی کے ساتھ عمر دراز عطاء کرے۔ جناب خلیفہ صاحب خدمات عہدہ سیکرٹری شپ وامیر عمارت کے علاوہ ڈاکٹری خدمات کے ادا کر رہے ہیں۔ کچھ بیمار بھی رہتے ہیں۔ احباب اس مخلص وجود کے لئے دعا کریں۔

(بدر 05- ستمبر 1912ء)

مخدومی ڈاکٹر رشید الدین صاحب کے مولود مسعود کا نام حضرت خلیفۃ المسیح نے عبدالرحمٰن رکھا ہے۔

(بدر 19- ستمبر 1912ء)

4۔ جناب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے ہاں 31- جنوری 1920ء کو لڑکی متولد ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے اس کا نام امینہ بیگم رکھا۔

5۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن کے ہاں آپ کی زوجہ ثانیہ کے بطن سے لڑکی پیدا ہوئی۔ خدا تعالیٰ ان سب کی عمر اپنی اطاعت اور رضا مندی کی راہوں میں دراز کرے۔

(الفضل 11-اگست 1926ء)

6۔ جناب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے ہاں 08- ستمبر کو لڑکا متولد ہوا۔ خدا تعالیٰ مبارک کرے۔ مولود کے کان میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ نے اذان کہی۔

(الفضل 15- ستمبر 1925ء)

بچوں کی صحت بارے اخبارات میں اعلانات:

ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے فرزند میاں علیم الدین کی پنڈلی پر لاہور میں چوٹ آئی تھی۔اس میں پیپ پڑ گئی۔بہت بیمار ہو گیا اب قادیان میں زیر علاج ہیں۔دعائے صحت کے خواستگار ہیں۔

(الفضل 06-مئی 1914ء)

جناب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کا چھوٹا بچہ جلال الدین قریباً 20 یوم سے بخار خسرہ میں بیمار ہے۔احباب اس کے لئے اور دیگر دوستوں کے بچوں کے لئے جو اسی مرض میں مبتلا ہیں دعائے صحت فرمائیں۔

(الفضل 10-جون 1919ء)

باب نمبر:20

سیرت حضرت ڈاکٹر صاحب

انگریزی حصہ

حضرت ڈاکٹر حافظ خلیفہ رشید الدین صاحب کی فیملی اللہ تعالیٰ کے فضل سے عالمگیریت اختیار کر چکی ہے۔ آپ کے عزیز و اقارب اور جاننے والے ساری دُنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جن میں اُردو بولنے والوں کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان بولنے والے بھی ہیں۔ اس لئے ان کے افادہ عام کے لئے یہاں کتاب کے آخر میں انگریزی زبان میں حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی سیرت پیش کی جارہی ہے جو مکرم الحاج فیروز محی الدین قریشی صاحب ایم اے شاہد کی تیار کردہ ہے۔ محترم قریشی صاحب نے مکرم کرنل (ر) ڈاکٹر تقی الدین صاحب کے صاحبزادگان مکرم بشیر الدین احمد صاحب آف سویڈن اور مکرم رفیع الدین احمد صاحب آف اسلام آباد کی ایماء پر برادرم مکرم خلیفہ صباح الدین احمد صاحب مرحوم مربی سلسلہ کے مضامین سے فائدہ اٹھا کر یہ مختصر سا مضمون انگریزی میں تیار کیا ہے۔

فجزاهم الله تعالىٰ احسن الجزاء فى الدنيا والآخرة

(نوٹ:- دوست احباب اس مضمون کو کتاب کی دوسری طرف ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔)

عکس

مکتوبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بنام

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مخلص مرید و حواری کو جو خطوط لکھے اُن کی تفصیل ہم باب نمبر 12 میں پڑھ آئے ہیں۔ یہاں ان خطوط کے عکس برکت کی خاطر اور تاریخ کا حصہ بنانے کے لئے افادہ عام کے لئے دیئے جارہے ہیں جو آج بھی حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے عزیز واقارب کے پاس موجود ہیں۔ گو مرور زمانہ کے ساتھ وہ خستہ حالت میں ہیں اور سیاہی بھی مدہم پڑ چکی ہے۔ اس لئے عکس میں جس طرح آسکے ہیں وہ پیش کئے جارہے ہیں۔ ان میں بعض کی طباعت معیاری نہ ہوگی۔ جس پر قارئین پیشگی معذرت قبول کریں۔

فجزاکم اللہ تعالیٰ

(نوٹ: ان میں سے بعض خطوط قارئین باب نمبر 12 میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔)

AST INDIA POST CARD
HE ADDRESS ONLY TO BE WRITTEN ON THIS SIDE.
QUARTER ANNA
QADIAN
CHAKRATA
Chakruta

EAST INDIA POST CARD

THE ADDRESS ONLY TO BE WRITTEN ON THIS SIDE.

REPLY.

QUARTER ANNA

CHAKRATA

JUL 9 94

بسم اللہ الرحمن الرحیم

EAST INDIA POST CARD
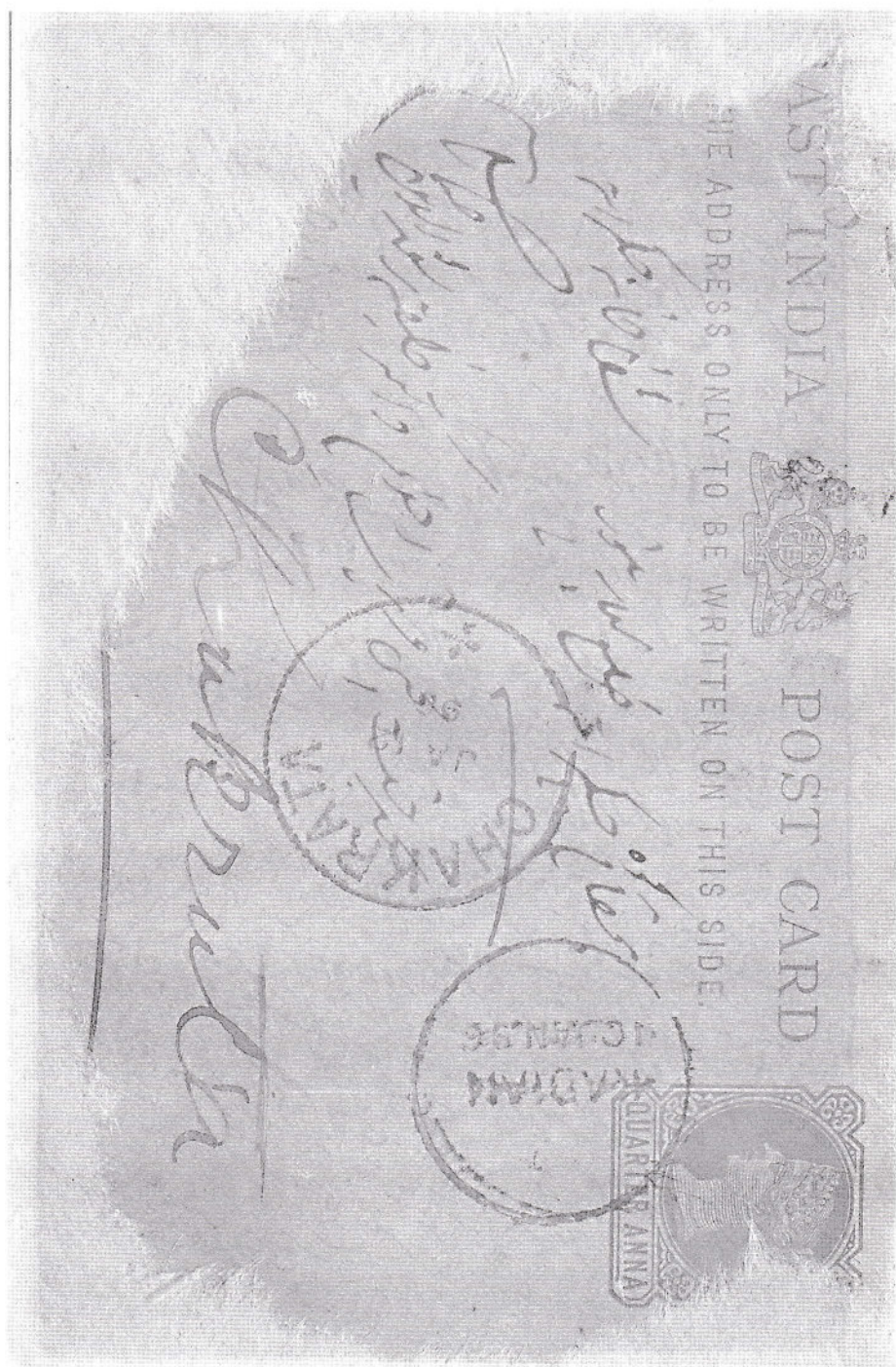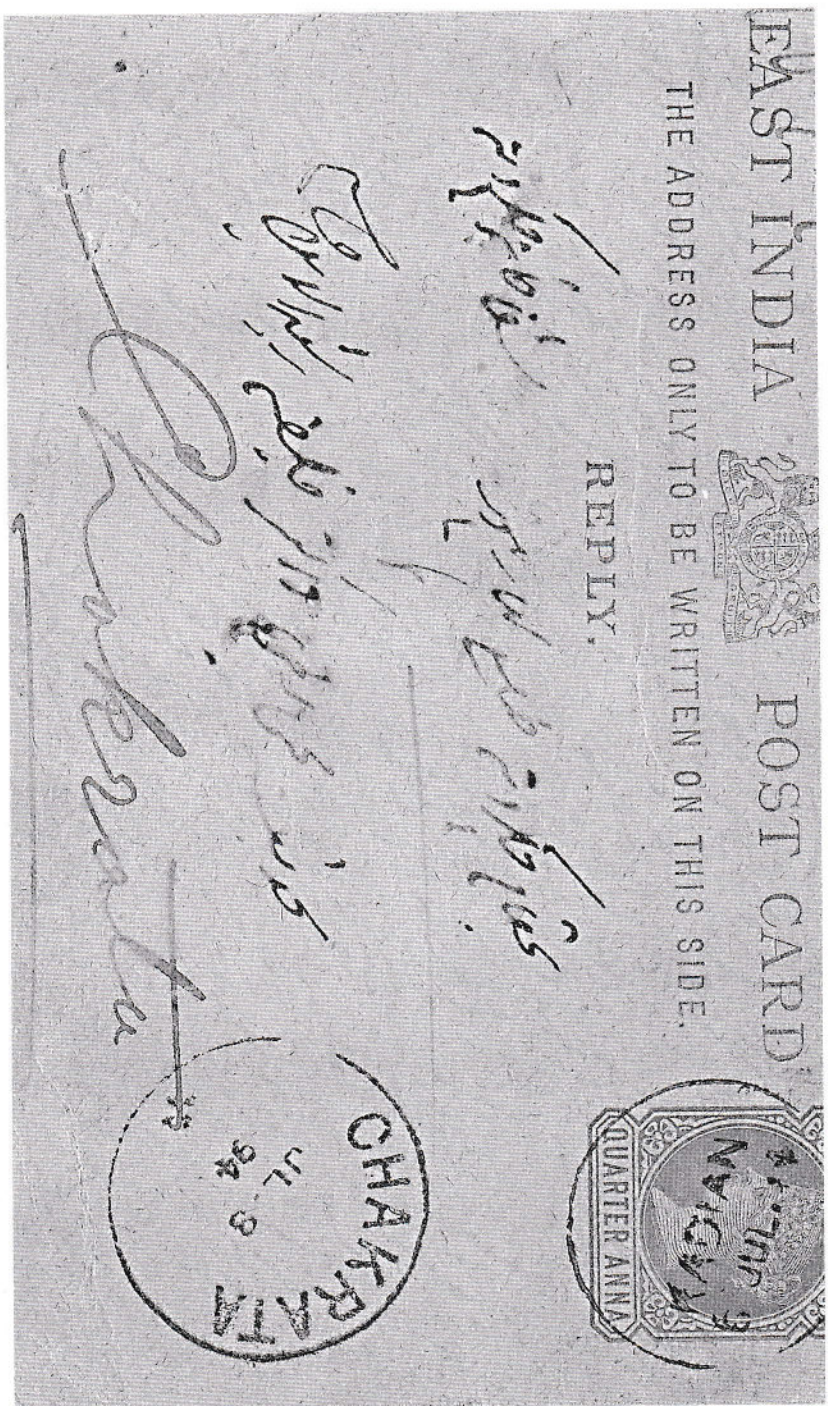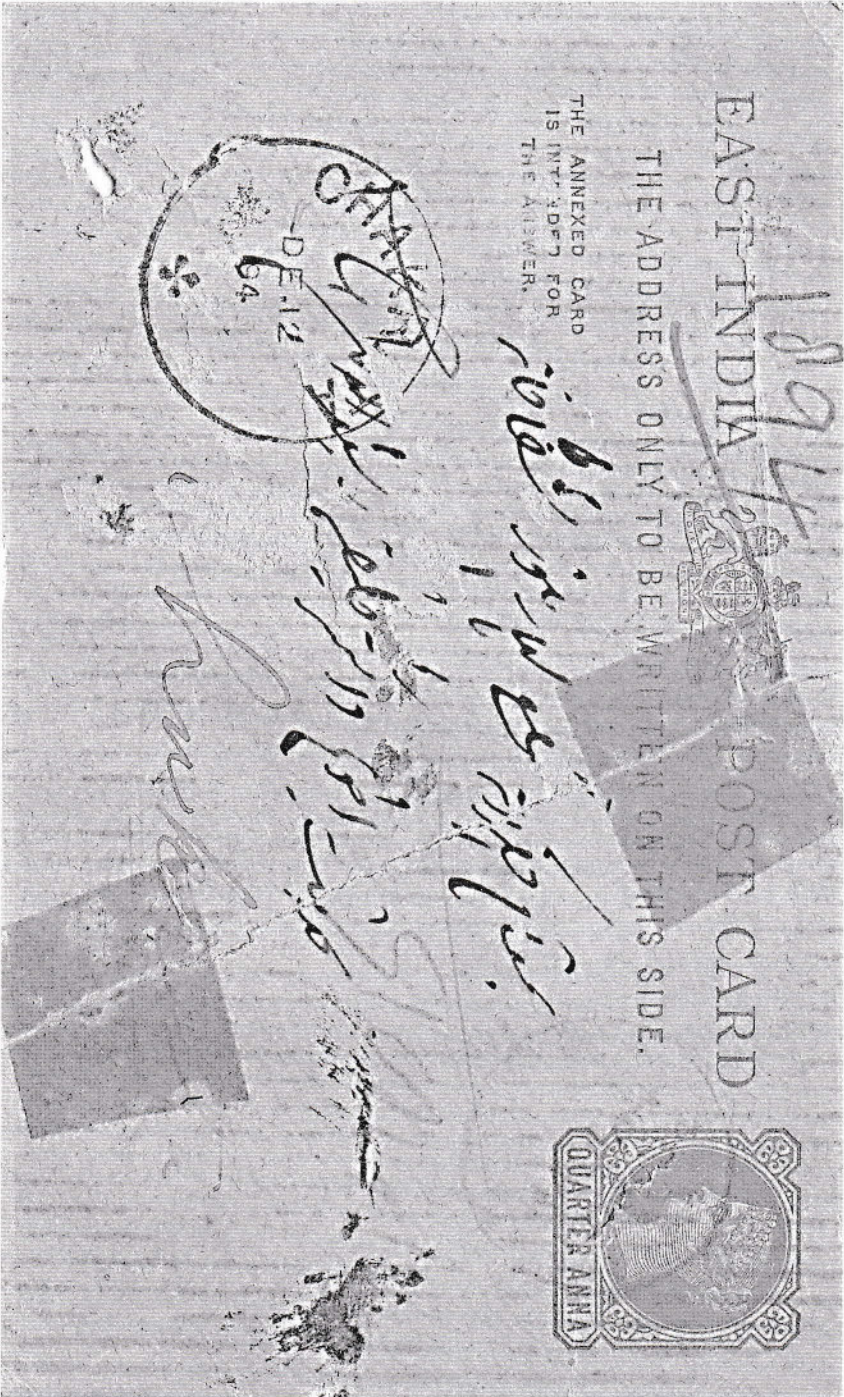
THE ADDRESS ONLY TO BE WRITTEN ON THIS SIDE.

THE ANNEXED CARD IS INTENDED FOR THE ANSWER.
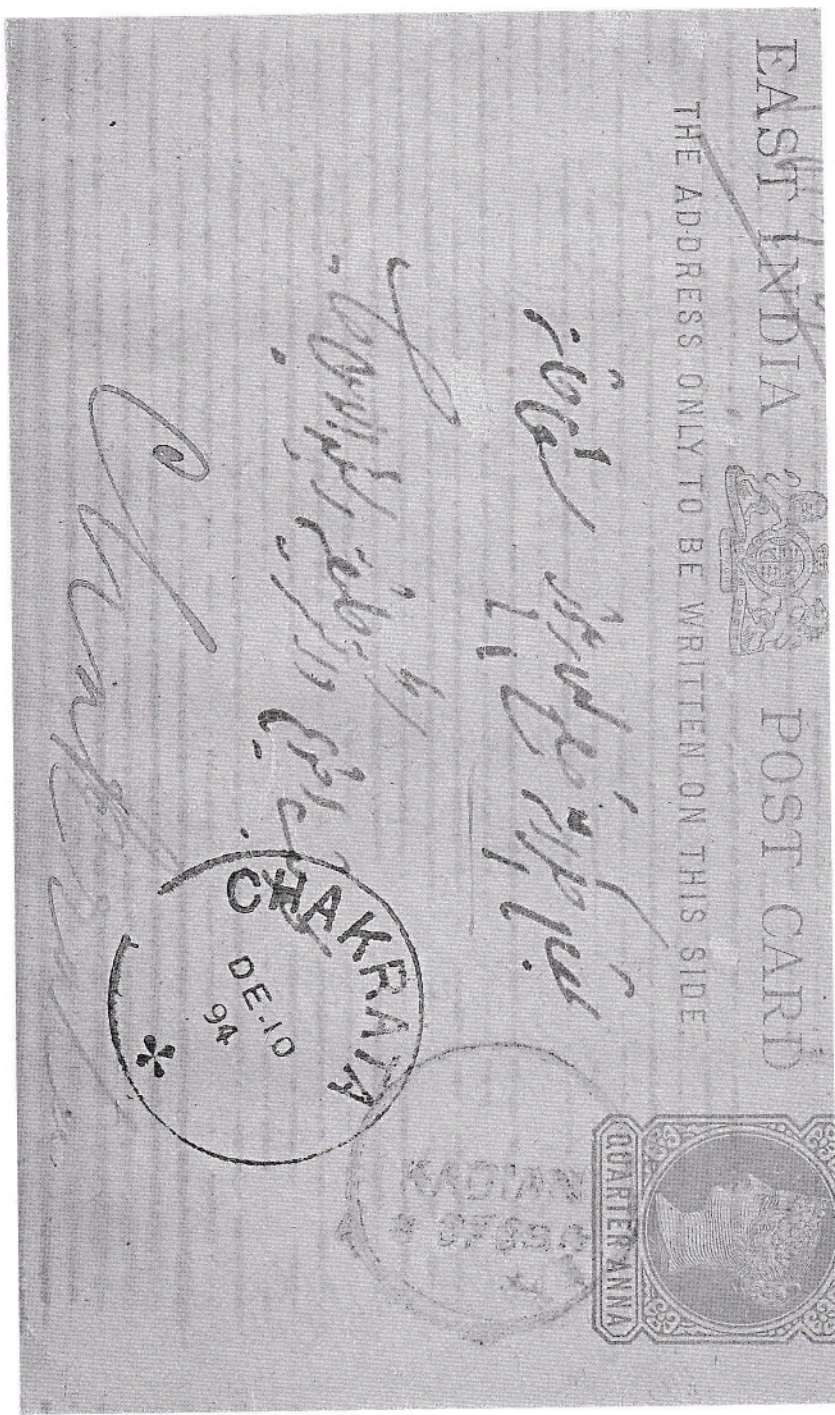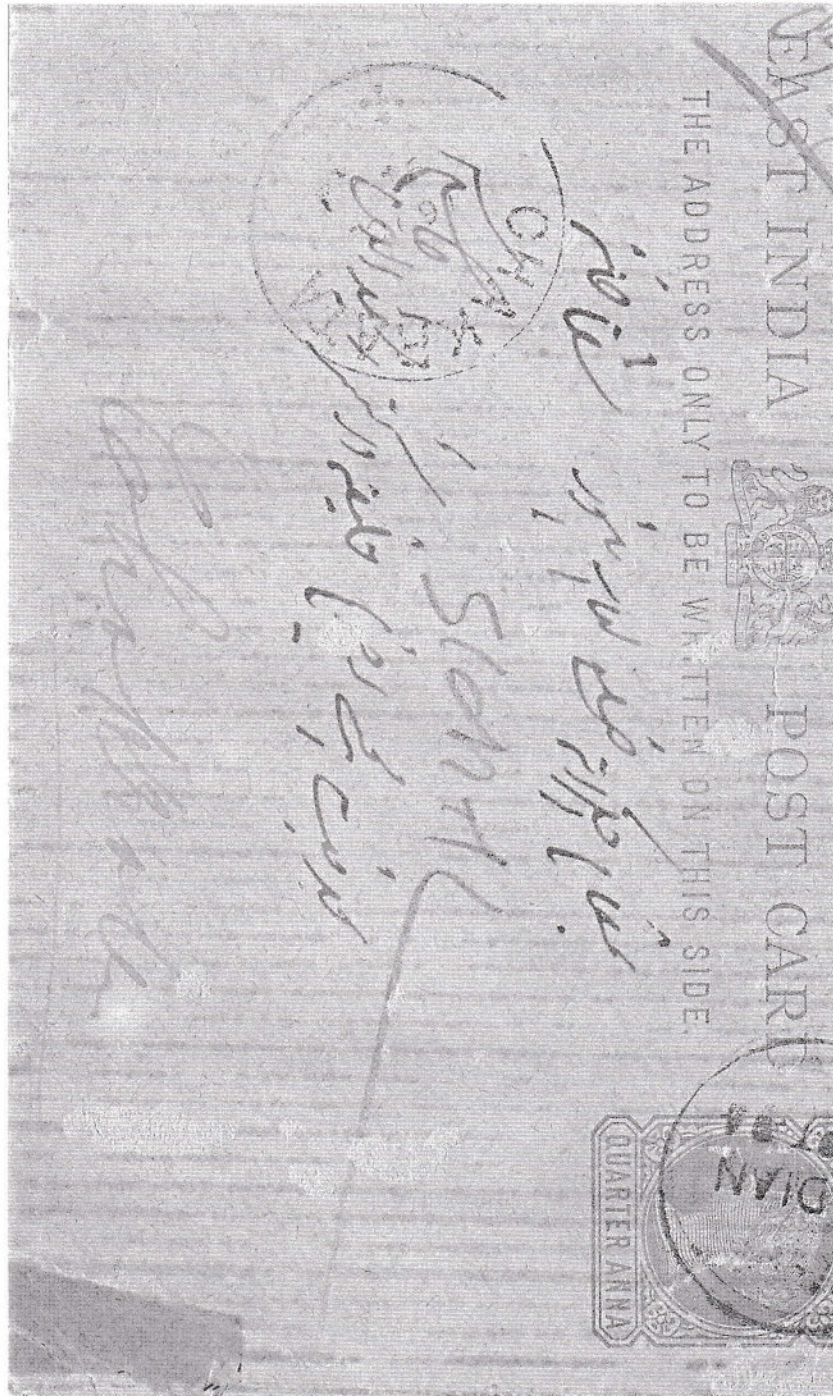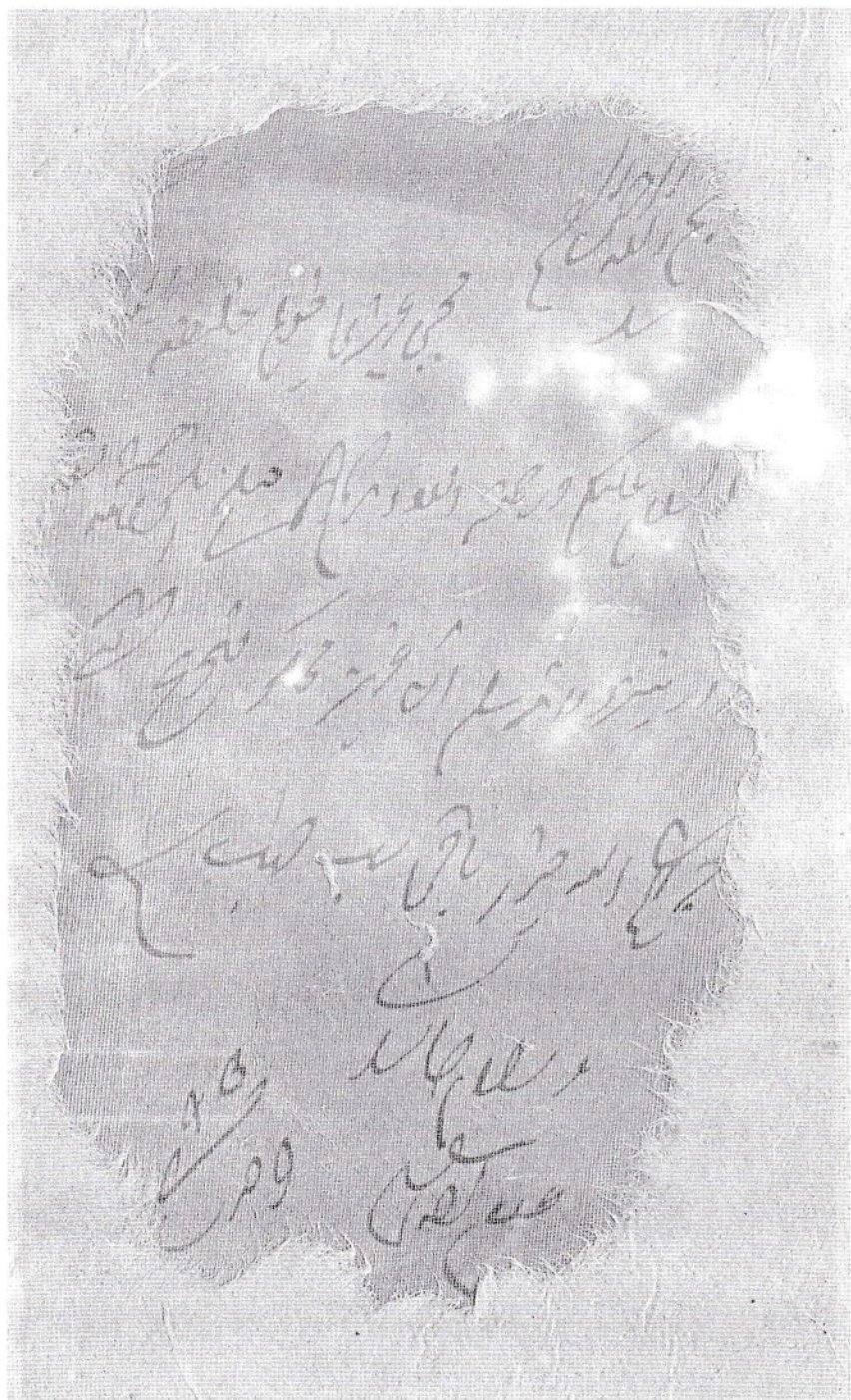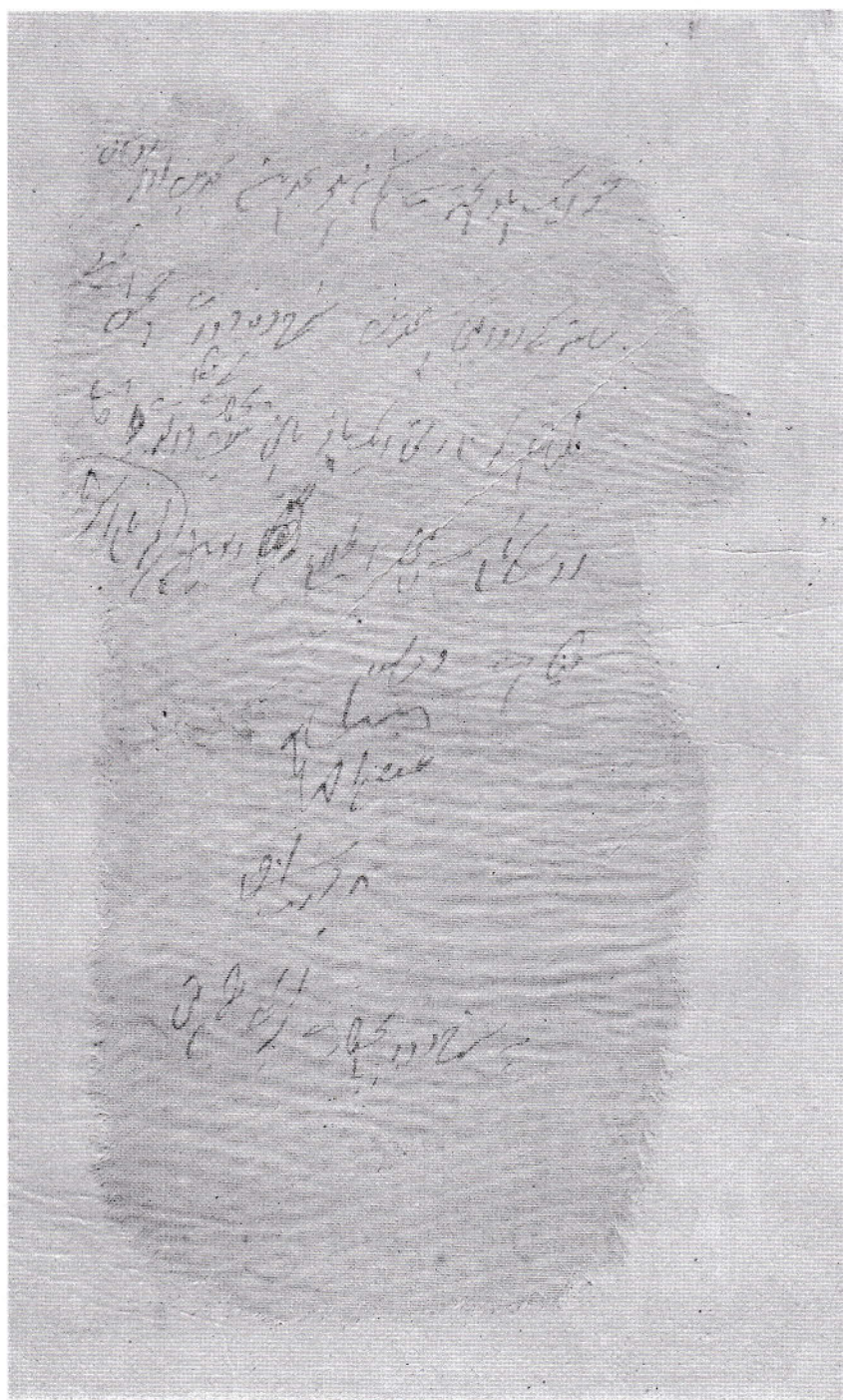
QUARTER ANNA

1894

DE.12 94

EAST INDIA POST CARD
THE ADDRESS ONLY TO BE WRITTEN ON THIS SIDE
QUARTER ANNA
CHAKRATA
DE.10
94

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

EAST INDIA POST CARD
THE ADDRESS ONLY TO BE WRITTEN ON THIS SIDE.
QUARTER ANNA

POST CARD
THE ANNEXED CARD IS INTENDED FOR THE ANSWER.
QUARTER ANNA

بسم اللہ الرحمن الرحیم

EAST INDIA POST CARD
THE ADDRESS ONLY TO BE WRITTEN ON THIS SIDE.
QUARTER ANNA
CHAKRATA
Chakrata
Saharanpur

POST CARD

THE ADDRESS ONLY TO BE WRITTEN ON THIS SIDE

CHAKRATA
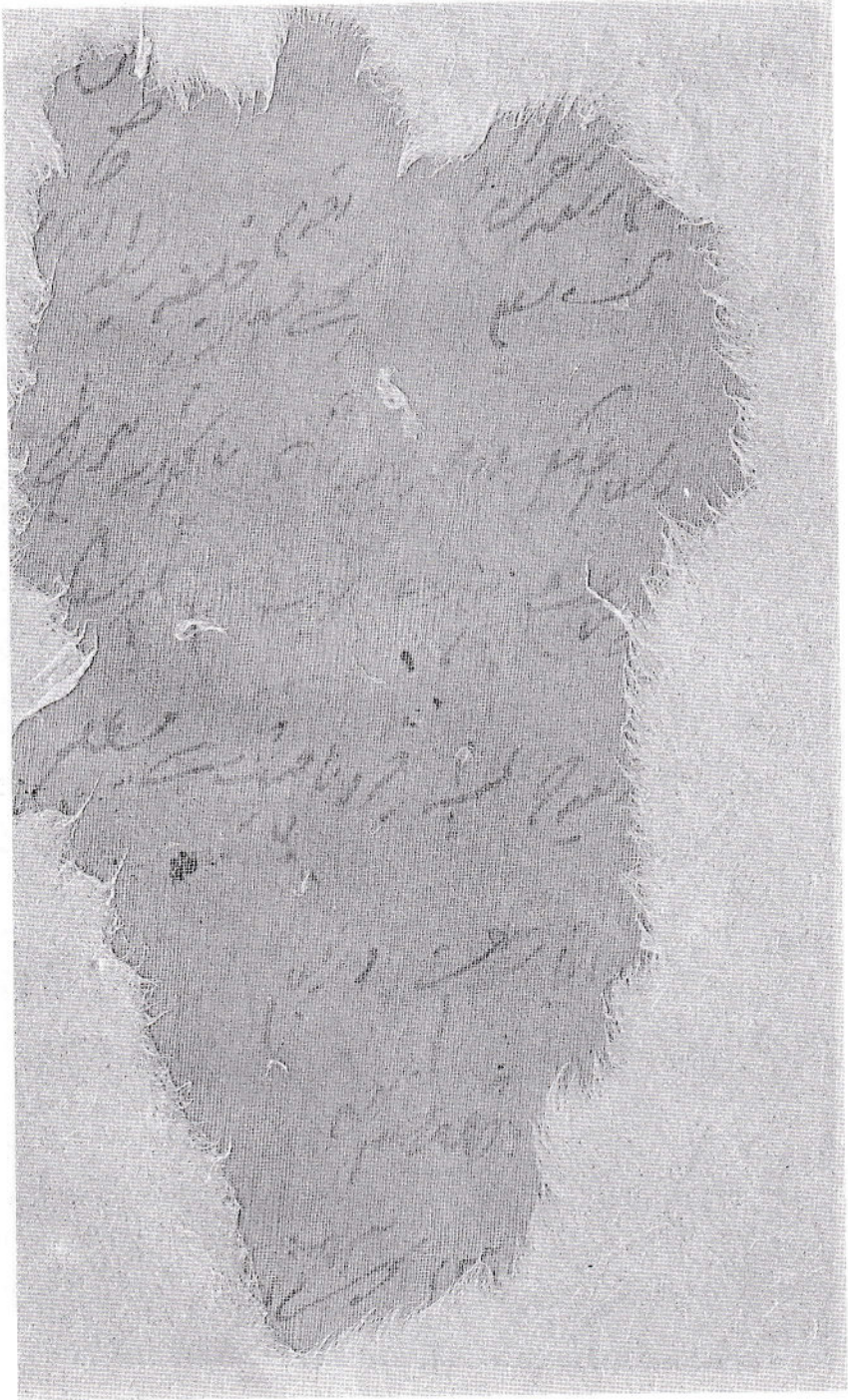
اس خط کے ساتھ عبداللہ نامی شخص کا خط عکس ہے جو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لکھا تھا۔

EAST INDIA POST CARD

THE ADDRESS ONLY TO BE WRITTEN ON THIS SIDE

EAST INDIA POST CARD

THE ADDRESS ONLY TO BE WRITTEN ON THIS SIDE

REPLY

EAST INDIA POST CARD
THE ADDRESS ONLY TO BE WRITTEN ON THIS SIDE
QUARTER ANNA

EAST INDIA POST CARD
THE ADDRESS ONLY TO BE WRITTEN ON THIS SIDE
QUARTER ANNA
CHAKRATA

EAST INDIA POST CARD

THE ADDRESS ONLY TO BE WRITTEN ON THIS SIDE

QUARTER ANNA

CHAKRATA

اس خط کے دوسری طرف دوائے طاعون کا اشتہار بھی درج ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرادِ ما نصیحت بود کردیم

دوائے طاعون

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ ایک دوا علاج طاعون کے لئے بصرف مبلغ دو ہزار پانسو روپیہ طیار ہوئی ہے اور ساتھ اسکے ظاہر بدن پر مالش کرنے کے لئے مرہم عیسیٰ بھی بنائی گئی ہے۔ یعنے وہ مرہم جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ان چوٹوں کیلئے بنائی گئی تھی جبکہ نا اہل یہودیوں نے آپ کو صلیب پر کھینچا تھا یہی مبارک مرہم چالیس دن [illegible] علیہ السلام کے صلیبی زخموں پر لگتی رہی اور اسی سے خداتعالیٰ نے آپکو شفا بخشی گویا دوبارہ زندگی ہوئی۔ یہ مرہم طاعون کے لئے بھی نہایت درجہ مفید ہے۔ بلکہ طاعون کی تمام قسموں کیلئے فائدہ مند ہے۔ مناسب ہے کہ جب نعوذ باللہ بیماری طاعون [illegible] ہو تو فی الفور اس مرہم کو لگانا شروع کردیں کہ یہ مادہ سمی کی مدافعت کرتی ہے اور پھنسی یا پھوڑے کو طیار کرکے ایسے طور سے پھوڑ دیتی ہے کہ اسکی سمیت دل کی طرف رجوع نہیں کرتی اور نہ بدن میں پھیلتی ہے۔ لیکن کھانے کی دوا جس کا نام ہم نے **تریاق الٰہی** رکھا ہے اسکے استعمال کا طریق یہ ہے کہ اول بقدر فلفل گرد کھانا شروع کریں اور پھر حسب برداشت مزاج بڑھاتے جائیں اور ڈیڑھ ماشہ تک بڑھا سکتے ہیں۔ اور بچوں کیلئے جنکی عمر دس برس سے کم ہے ایک یا ڈیڑھ رتی تک دیجا سکتی ہے۔ اور طاعون سے محفوظ رہنے کے لئے جب یہ دوا کھائیں تو مفصلہ ذیل دواؤں کے ساتھ اسکو کھانا چاہیے۔ کیمفر کو ۱۵ قطرہ - وائنم اپیکاک ۹ قطرہ - سپرٹ کلوروفارم ۱۵ قطرہ - عرق کیوڑہ ۵ تولہ - [illegible] ۵ تولہ - باہم ملاکر اور تین چار تولہ پانی ڈالکر گولی کھانے کے بعد پی لیں۔ اور یہ خوراک اول حالت میں ہے ورنہ حسب برداشت کیمفر کو ساٹھ بوند تک اور وائنم اپیکاک چالیس بوند تک اور سپرٹ کلوروفارم ساٹھ بوند تک اور عرق کیوڑہ بیس تولہ تک اور عرق سرس یعنے سلطان الاشجار پچیس تولہ تک ہر ایک شخص استعمال کر سکتا ہے بلکہ مناسب ہے کہ وزن بیان کردہ کے اندازہ حسب تجربہ تحمل طبیعت ان ادویہ کو بڑھاتے جائیں تا پورا وزن ہو کر جلد طبیعت میں اثر کرے۔ مگر بچوں میں بلحاظ عمر کے کم مقدار دینا چاہیے۔ اور اگر تریاق الٰہی میسر نہ آسکے تو پھر عمدہ جدوار کو سرکہ میں پیس کر بقدر سات رتی بڑوں کے لئے اور بقدر دو دو رتی چھوٹوں کے لئے گولیاں بنالیں اور اس دوا کے ساتھ صبح شام کھاویں حتی المقدور ہر روز غسل کریں اور پوشاک بدلیں اور بدررویں گندی نہ ہونے دیں۔ اور مکان کی اوپر کی چھت میں رہیں۔ اور مکان صاف رکھیں اور خوشبودار چیزیں عود وغیرہ گھر میں جلاتے رہیں اور کوشش کریں کہ مکانوں میں تنگی اور حبس ہوا نہ ہو اور گھر میں اسقدر ہجوم نہ ہو کہ بدنی عفونتوں کے پھیلنے کا احتمال ہو۔ جہانتک ممکن ہو گھروں میں لکڑی اور خوشبودار چیزیں بہت جلادیں اور اسقدر گھر کو گرم رکھیں کہ گویا گرمی کی موسم سے مشابہ ہو۔ اور گندھک بھی جلادیں اور گھر میں بہت سے کچے کوئلے اور چونہ بھی رکھیں اور درخت عقربی کے ہار پروکر دروازوں پر لٹکادیں۔ اور سب سے ضروری بات یہ کہ خداتعالیٰ سے گناہوں کی معافی چاہیں۔ دل کو صاف کریں اور نیک اعمال میں مشغول ہوں والسلام۔

المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ۲۳ جولائی ۱۸۹۸ء

ٹ اگر یہ دوا یعنے تریاق الٰہی ذیابیطس کیلئے یا اختناق الرحم کیلئے یا دماغ اور نخاع اور اعصاب اور معدہ کی کمزوری کیلئے۔ یا معمولی قوی کی کمی کے لئے استعمال کرنی ہو تو کافور وغیرہ عرقیات کے ملانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ ہاں وزن حسب برداشت [illegible]

مطبع ضیاء الاسلام قادیان - تعداد ۲۰۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محبی اخیم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ [illegible]

[illegible]

عکس نمبر: 39

محبی اکرم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب

[illegible]

بقیہ عکس نمبر: 41

1900

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محترم ... ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ [illegible]

[illegible]

عکس

مکتوبات حضرت ڈاکٹر صاحب

بنام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

عکس

مکتوب حضرت اماں جان

بنام

اہلیہ محترمہ حضرت ڈاکٹر صاحب

عکس

مکتوب حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف

بنام

سیکرٹری صاحب انجمن انصار اللہ

بابت

استحکام خلافت احمدیہ (غیر مطبوعہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بخدمت شریف جناب سکرٹری صاحب انجمن انصاراللہ قادیان

السلام علیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ سوالات کے جوابات ذیل میں بھجوائے ہیں۔ من لم یشکر الناس
لم یشکر اللہ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے وہ کام اپنے ذمہ لیا جو ہر فرد احمدی کا بلکہ کل
مسلمانوں کا فرض تھا۔ کہ ان کو اور انگریزی ٹریکٹوں میں نہ صرف ہمارے پیارے امام و مطاع حضرت مسیح موعود
مہدی معہود فداہ ابی و امی اور اس کے مقدس جانشین اور اس کے سب پیاروں کی توہین کی گئی ہے اور
~~ان پر افترا کئے گئے ہیں۔ بلکہ کل انبیاء و رسل کی اور ان کے خلفاء کی اور سب سے زیادہ ہمارے~~
~~سرکار حضرت افضل الرسل و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے خلفائے راشدین کی گئی ہے~~
سو یہ کام ایک اہم فرض تھا۔ جو انجمن انصاراللہ نے ادا کیا۔ اور باقی مسلمانوں پر [ی گراں] ایسا فرض باقی ہے ہاں
اگر وہ انجمن انصاراللہ کے انصار بن جاویں تو سبکدوش ہو سکتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ ان کو توفیق عطا فرماوے آمین
سوالات کا مختصر جواب یہ ہے۔ کہ میں خلافت احمدیہ پر اس رسالہ کے سات مضامین سے متفق ہوں۔ مفصل
جوابات ذیل میں درج ہیں۔

سوال اول کا جواب۔ الحمد للہ کہ میں ایک متفق ہوں۔ کہ حضرت مولوی صاحب کی خلافت صحیح اور بموجب منشاء الٰہی ہے
خداوند تعالیٰ مجھے اس پر قائم رکھے آمین۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا وہب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوہاب۔

سوال دوم کا جواب۔ ہرگز نہیں صرف ان کاموں میں جو انجمن کے سپرد حضرت اقدس نے الوصیت میں کئے ان کاموں کا
فیصلہ کر سکتے ہیں۔ نہ بلکہ ان میں دنیاداری یعنی پولیٹیکل خیالات
حتی و وضاحت حضرت اقدس انکو دور ہے اور نیز بلکہ ان میں دو عالم و فاضل
شریک ہوتے رہیں۔ واللہ انکے فیصلے بھی ناقابل تعمیل ہو جاتے ہیں۔ اذا فات الشرط
فات المشروط۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہر صورت میں حاکم اعلیٰ حضرت
اقدس ہی تھے۔ اور بعد حضور کے وصال کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح ہی [انجمن کا اور ہر ایک امر کا] اولی الامر ہیں اور دوسرا
شخص ہرگز نہیں۔ نہ انجمن نہ کوئی اور

(۳) میرا یہ خیال نہیں ہے کہ جماعت کثیر زیادہ خلیفے ایک ہی وقت میں ہو سکتے ہیں۔ الوصیت میں حرف ایک خلیفہ ہی مراد ہے۔ چالیس آدمیوں کا کسی اتفاق سے میرے نزدیک یہ مطلب سمجھا ہے کہ مسلم شدہ جماعت کے صلحا و اتقیا یعنی الذین یستنبطونہ منھم اور کل جماعت کے representative یا سربر آوردہ افراد کا ایک قابل نمونہ متقی احمدیوں پر اتفاق ہو جاوے تو وہ خلیفۃ المسیح ہو گا۔ خواہ ایسے ہی ہوا اور ہر ایک عظیم الشان جنگی ہی حضرت اقدس کی تھی اس سے مراد یہ نہیں ہو سکتی کہ جماعت میں تفرقہ ہو جائیگا۔ ہر شہر شہر اور دس دس میں ایک ایک خلیفہ مقرر ہو جائیگا۔ جہاں چالیس آدمی حاضر وجدانش ہی ہوتے ہیں) کہ ایک شخص پر متفق ہو جاویں تو خلیفہ اسکو بنالیں نعوذ باللہ کیا ایسی باتوں سے کوئی جماعت قائم رہ سکتی ہے اور کے وہم میں ہی آتا ہے۔ کہ اس شان کا حضرت اقدس کا دام ہوگا۔ استغفر اللہ۔ اور آجکل ڈاک تار ریل وغیرہ کی آسانیوں سے مختلف مکانات میں بیعت لینے والوں کی بھی ضرورت اُٹھ گئی ہے خط یا تار کے ذریعہ بیعت ہو سکتی ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود اس سنت کو خود قائم کر گئے ہیں۔ چنانچہ وہ خطوط کے ذریعہ بیعت لیا کرتے تھے۔ اور دور مقامات میں اپنا خلیفہ مقرر نہ کیا تھا۔

(۴) جیسا کہ اوپر بیان کر آیا ہوں۔ حضرت مولانا و مرشدنا حاجی حکیم نور الدین صاحب کی خلافت الوصیت کے اور منشا اور اقوال و تحریرات حضرت اقدس اور منشاء الٰہی کے بالکل مطابق یقین کرتا ہوں۔

(۵) جیسا فرداً فرداً ہر ایک ممبر انجمن کو اطاعت خلیفہ کی لازم ضروری ہوتی ہے۔ تو یہ بات مجموعی طور پر بھی ان کے ضروری اور فرض ہے۔ اور میری تو یہ رائے ہے کہ کوئی فیصلہ انجمن کا قابل تعمیل نہیں جب تک حضرت خلیفۃ المسیح منظوری کا دستخط نہ کیا ہو۔ اسکے متعلق میں پہلے ہی مفصل خط لکھ چکا ہوں۔ کہ مجلس اپنے فیصلہ جات کو منظوری کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح کے سامنے پیش کرے منظور فرمالیں ان پر وہ خود ہی کاربند ہوں۔ اور دوسروں کا بھی جسے نامنظور فرماویں۔ ان کو انشراح صدر سے چھوڑ دیں۔ فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم کے معنے میں یہی سمجھتا ہوں۔

(۶) اطاعت بحیثیت خلیفہ کے ہے نہ کہ ایک بزرگ اور پاک انسان ہونیکے۔

(۷) یہ محض خلاف واقعہ ہے۔ کہ حضرت مولوی صاحب نے دیگر انجمن یا کوئی اور انکا مطیع ہو گیا

نشان دہی مزار حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب

دارالمسیح کا وہ مبارک گول کمرہ جہاں حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف نے
قادیان مستقل سکونت کے وقت عارضی طور پر قیام فرمایا۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

صدر انجمن احمدیہ

کی

سالانہ رپورٹ

بابت سال از یکم اکتوبر ۱۹۱۸ء لغائت ۳۰ ستمبر ۱۹۱۹ء

یعنی

سال ششم خلافت حضرت سیدنا و مولٰنا حضور پرنور مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب صاحبزادہ فضل عمر حضرت مرشدنا و ہادینا و امامنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی معہود نبی برحق علیہ و علی مطاعہ محمدؐ افضل الرسل و خاتم النبیین صلوٰت وسلام رب العالمین

مرتبہ

خلیفہ رشید الدین ایل۔ ایم۔ ایس۔ ٹرسٹی و جنرل سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ و سیکرٹری مجلس معتمدین مجلس ناظم افسر چارج دار صدر انجمن احمدیہ ~~و مہتمم مصنفات صدر انجمن احمدیہ~~ قادیان

صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے شائع ہوئی

مطبوعہ انوار احمدیہ پریس قادیان میں چھپا

تعداد جلد ۳۰۰

سالانہ رپورٹ کا عکس جو آپ کے دستخط بطور جنرل سیکرٹری سے جاری ہوئی۔

سالانہ جلسے کے متعلق ضروری اطلاع

برادران السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

خداوند کریم کے فضل وکرم سے وہ دُور ودراز ملکوں کے بھائیوں کی ملاقات اور بڑی بڑے برکات اور فیوض کے حصول کے ایام یعنی جلسہ سالانہ قریب آگیا ہے اس سالانہ اجتماع کے فوائد مفصل طور پر بیان کرنا میرے خیال میں چنداں ضروری نہیں صرف اتنا تحریر کرنا کافی ہے کہ یہ اجتماع اُس مقدس انسان کا تجویز کیا ہوا ہے جو اس عالم کی تمام تاریکیاں دُور کرنے اور اسلام کی ڈوبتی ناؤ کے بچانے کے واسطے ناخدا بنکر آیا تھا اس لیئے یہ اجتماع اس زمانہ کی تمام زہروں کے واسطے تریاق اور اسلام کے تمام دنیا میں پھیلانے کا ایک ذریعہ ہے جس کے قیام اور بارونق بنانے میں ہم کو اپنے اوقات اور مال اور تمام فوائد کو حتی الوسع قربان کردینا چاہیئے۔ جہانتک ہوسکے سعی کرنی چاہیئے کہ یہ خدا کے فرستادہ کا تجویز کیا ہوا کام خیر وخوبی سے پورا ہو لیکن میرے خیال میں یہ کام جسقدر ضروری اور اہم ہے اس سال اسی قدر مشکل اور صرف کثیر کو بھی چاہتا ہے کیونکہ قحط کی وجہ سے ہر شئے پچھلے تمام سالوں سے اس سال زیادہ گراں ہو سکے لیئے وہ ہر شخص جس نے احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا وعدہ کیا ہے کوشش اور ہمت کے ساتھ کھڑا ہوجائے اور بہت جلد اس عظیم الشان کام کے شروع کرنیکے واسطے خود اور اپنے گرد وپیش کے احباب سے روپیہ جمع کرکے روانہ کرے تاکہ اشیاء خریدی جائیں اور طیاری شروع ہوجائے کیونکہ ضروری اشیاء کی فراہمی میں جس قدر دیر ہوگی زیادہ خرچ ہوگا نیز وقت پر بعض چیزوں کا ملنا بھی دشوار ہوگا۔ والسلام

خلیفہ رشید الدین دفتر بیت المال

عکس اعلان جاری کردہ حضرت ڈاکٹر خلیفہ صاحب موصوف

ضمیمہ اخبار الحکم قادیان — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — مورخہ ۷ اپریل ۱۹۱۴ء

نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم

صداقت ہمیشہ غالب رہتی ہے!

ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ دنوں سے متواتر اخبارات۔ اشتہاروں اور لیکچروں کے ذریعہ خلافت کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا جارہا ہے اور واقعات کو ایسے گھنونے اور مکروہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے کہ جن کو لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا ہو۔ لوگوں کو بتایا گیا ہے کہ خلیفہ تھوڑے کی رائے سے ہوا ہے اور مستحق نہیں ہے اور مدت سے خلافت کی خواہش تھی۔ انصار اللہ کی سازش سے وہ خلیفہ بنائے گئے ہیں اور صدر انجمن احمدیہ کے ممبروں کے مشورہ کے بغیر یہ کام ہوا ہے وہ جماعت کو تباہ کرنا چاہتے ہیں حضرت صاحب کے جاری کردہ کاموں کو روکنا چاہتے ہیں لوگوں کو کافر کہتے ہیں صدر انجمن کو توڑنا چاہتے ہیں اور حضرت صاحب کے پرانے مخلصوں کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں اور اسی قسم کے اور بہت سے اعتراض ہیں جو کئے جاتے ہیں گو ہمیں ان بے دلیل باتوں کے جواب کی کچھ ضرورت نہیں تھی لیکن جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک قلیل حصہ جماعت کا اس فریب میں آگیا ہے تو مجبوراً ہمیں ان باتوں کے متعلق کچھ لکھنا پڑا ہے اور چونکہ ہماری نیت نیک ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے اس اشتہار کو بہتوں کی ہدایت کا ذریعہ بنا دیگا۔

اوّل تو ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان تمام واقعات کے پھیلانے کی وجہ سوائے اسکے کوئی نہیں کہ جماعت کو بھڑکایا جائے ورنہ خلافت کا ان امور سے کچھ تعلق نہیں جبکہ چھ سال تک حضرت خلیفۃ المسیح اپنے سینکڑوں درسوں خطبوں میں اس بات پر زور دیتے رہے ہیں کہ خلیفہ خدا بناتا ہے تو آج ان سوالات کا اٹھانا کس طرح جائز ہو سکتا ہے جسے خدا تعالیٰ نے خلیفہ بنایا ہے اس پر اعتراضات کس طرح درست ہو سکتے ہیں اور اگر اس وقت کے خلیفہ کو خدا نے نہیں بنایا۔ تو حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ رضی اللہ عنہم کو بھی خدا نے نہیں بنایا پھر سب کا انکار کر دو۔ اور انہیں جھٹلا دو۔

باقی رہا سوال مستحق غیر مستحق کا۔ سو اگر اختلاف خیالات کی وجہ سے انکار پر حرف آتا ہے تو دنیا میں کون ہے جو مستحق ہو سکتا ہے زید کہتا ہے کہ بکر کا عقیدہ ایسا اور ایسا ہے اسلئے وہ مستحق کیونکر ہو سکتے ہیں مگر بکر کے بھی خیال ہیں۔ انکے نزدیک زید اور اس کے ہمخیال مستحق نہیں ہو سکتے۔ تو مستحق دنیا میں کوئی ہوا ہی نہ۔

انصار اللہ کے منصوبوں سے خلافت کا جو بیان ہے۔ اسکی شہادت ان دو ہزار آدمیوں سے لیجائے جو اس وقت قادیان میں موجود تھے انصار اللہ کی جماعت تو بہ ہی ایک ۱۱۲ بارہ کے قریب وہ دو ہزار کی شکلیں کیونکر اختیار کر سکتی تھی۔ پھر اسوقت تک جو بیعت کے خطوط آئے ہیں انمیں ایک ہزار سے زیادہ ایسے آدمی ہیں جنہوں نے بغیر کسی اطلاع کے حضرت میاں صاحب کی بیعت کا خط لکھا ہے کیا وہ بھی انصار اللہ کے منصوبہ ہیں۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ حضرت صاحب نے اپنے ایک بیٹے کی نسبت فضل عمر کا الہام لکھا ہے یعنی وہ دوسرا خلیفہ ہوگا کیونکہ حضرت عمرؓ دوسرے خلیفہ تھے تو کیا حضرت مسیح موعود بھی انصار اللہ کے اس منصوبہ میں شامل تھے۔ علاوہ ازیں اس وقت تک سینکڑوں آدمی خوابوں کے ذریعہ بیعت کر چکے ہیں کیا وہ بھی سب اس منصوبہ میں شامل ہیں یا اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے بھی اس منصوبہ میں شامل ہیں اگر یہ سب اس منصوبہ میں شامل ہیں تو ہمیں یہ منصوبہ شوریٰ سے لاکھ درجہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔ ڈھائی ہزار آدمیوں میں سے ڈیڑھ دو سو آدمیوں سے زیادہ نہیں تھے جنہوں نے بیعت نہیں کی پھر کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ شوریٰ نہ تھا وہ آدمی تو بتاؤ جس کے ہاتھ پر سب جماعت بغیر ایک شخص کے اختلاف کے بیعت کرنے پر تیار تھی یا ہے۔ ہم آخر میں ایسے معترضین سے یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ بات کہ انصار اللہ کے منصوبہ سے یہ کام ہوا ہے درست ہے تو ایسے کئی انصار اللہ میں جنہوں نے اسوقت تک بیعت نہیں کی اُن سے حلفیہ شہادت دلواؤ کہ آیا کبھی انھیں یہ تحریک کی گئی ہے پھر دیکھو کہ خدا کیا فیصلہ کرتا ہے۔

خلافت کی خواہش اگر صاحبزادہ صاحب کے دل میں تھی تو اس کا علم ان لوگوں کو ہوا جو علم غیب کا دعویٰ کرتے ہیں صاحبزادہ صاحب نے قسم کھا کر انکار کیا ہے اگر وہ لوگ جو اس قسم کے اعتراض کرتے ہیں سامنے آکر لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے ساتھ مؤکد قسم کھا جائیں کہ صاحبزادہ صاحب کو یہ خواہش تھی پھر خدا تعالیٰ خود حق و باطل میں فرق کر دیگا انشاء اللہ۔ اور اگر انہیں یہ جرأت نہیں تو خدا سے ڈریں۔ اور اپنے ایمان کی خبر لیں۔

یہ جو مشہور کیا جاتا ہے کہ صدر انجمن کے مشورہ کے خلاف یہ فیصلہ ہوا یہ بھی ایک دھوکا دہی ہے کیونکہ حضرت صاحب نے کہیں نہیں لکھا کہ خلیفہ صدر انجمن کے مشورہ سے ہو اگر کوئی ایسی تحریر ہے۔ تو پیش کرو۔ خلیفہ تو حاضر الوقت لوگوں کے مشورہ سے ہوتا ہے اور انمیں سے ایک کثیر حصہ نے سوائے ڈیڑھ سو آدمیوں کے خلیفہ کی بیعت کر لی اور ایسے جوش سے کی کہ نظارہ دیکھنے والے ان غلط بیانیوں کے مرتکبین کے بیانات پر سخت حیران ہیں۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ صدر انجمن سے لاہور کے چند ممبر اور مولوی محمد علی صاحب مُراد نہیں بلکہ صدر انجمن احمدیہ میں انکے علاوہ اور بھی ممبر ہیں لیکن بعض ممبران کی استبدادیت تو اسی سے ظاہر ہے کہ یہ اپنے آپ کو ہی ممبر قرار دیتے ہیں اور جس کام میں انھیں خلاف ہوا سے صدر انجمن کے مشورہ کے خلاف کہا جاتا ہے۔ صدر انجمن میں اسوقت پندرہ ممبر ہیں جنمیں سے حضرت خلیفۃ المسیح کی وفات کے وقت قادیان میں گیارہ موجود تھے اتنے بڑے اجتماع اس سے پہلے بہت کم ہوا ہے۔ ان گیارہ ممبروں کا ایک اجلاس ہوا تھا جنمیں سے پانچ ممبر تو اس بات پر مصر تھے کہ خلیفہ کوئی نہ ہو اگر ہو تو اسکی بیعت سب پر واجب نہ ہو۔ اور وہ انجمن پر حاکم نہ ہو (اس خیال سے احباب اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان ممبران کا ایمان حضرت خلیفۃ المسیح کے زمانہ میں کیا تھا۔ اور یہ آپ کے ساتھ جسقدر اخلاص ظاہر کرتے تھے اس کہاں تک سچائی تھی) چھ ممبر خلیفہ کے مؤید تھے وہ ایسے ہی خلیفہ کے قائل تھے جیسے کہ حضرت خلیفہ اوّل کے تھے۔ چنانچہ آخر میں ان منکرین خلافت سے کہدیا گیا تھا کہ جبکہ ہم ایک خلیفہ کا ہونا ضروری سمجھتے ہیں اور یہ ہمارا مذہبی عقیدہ ہے اسلئے ہم زیادہ گفتگو کرنی نہیں چاہتے۔ اور ہم اس کا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ عام مجلس میں سوال ہوا اور سب نے (سوائے ایک نہایت قلیل جماعت کے) ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ بس یہ کہنا کہ انجمن سے نہیں پوچھا گیا انجمن سے نہیں پوچھا گیا کہاں تک درست ہو سکتا ہے کیا وہ دوسرے ممبر انجمن میں داخل نہیں ہیں یا چند خاص ممبروں نے انجمن کو خرید لیا ہوا ہے جبکہ موجودہ ممبران کی کثرت اسی طرف تھی کہ ایک خلیفہ ہونا چاہیئے۔ جو انہیں

عکس اشتہار جاری کردہ حضرت ڈاکٹر خلیفہ صاحب موصوف

ضمیمہ اخبار الحکم قادیان ۷ اپریل ۱۹۱۴ء

اختیارات کے ساتھ ہو جو حضرت خلیفۃ اوّل کے تھے تو پھر یہ اعتراض کہاں تک درست ہو سکتا ہے۔ غیر حاضر ممبروں میں سے سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹی کی تحریر ہمارے پاس موجود ہے جس میں انہوں نے مانا ہے کہ خلیفہ انجمن کا مطاع ہوگا۔ اور اس کی اطاعت انجمن پر اسی طرح واجب ہوگی جس طرح حضرت خلیفۃ اوّل کی تھی۔ اور ہم اس نیک انسان کی نسبت کبھی یہ خیال نہیں کر سکتے کہ اس نے محض نفاق سے حضرت خلیفہ اوّل کو خوش کرنے کے لئے یہ بیان دیا تھا۔ پس چار میں سے ایک اور بھی اسی کثرت میں شامل ہو گیا۔ اور اس نے بیعت بھی کر لی ہے اور چھ حاضر الوقت ممبروں کے ساتھ ان دونوں کو ملا کر آٹھ ممبر ہوتے ہیں جو خلافت کے مؤید تھے۔ اور صرف چھ مخالف تھے۔ کیونکہ ساتویں سیٹھ عبد الرحمان صاحب مدراس ہیں جن کی رائے کا کچھ علم نہیں۔ اور اگر ان کی رائے کثرت کے خلاف بھی ہو تب بھی سات خلافت اور آٹھ موافق بنتے ہیں جنہیں پریزیڈنٹ بھی شامل ہے۔ اب بتاؤ کہ یہ کہنا کہ صدر انجمن احمدیہ کا مشورہ فیصلہ کے خلاف ہے کہاں تک درست ہے۔ ہاں جس طرح بعض ممبران صدر انجمن کو اپنی ذاتی ملکیت خیال کرتے ہیں اس کے لحاظ سے بیشک خلاف ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔ اور اصل جواب تو یہی ہے کہ صدر انجمن کو خلیفہ کے انتخاب کا اختیار حضرت مسیح موعود نے دیا ہی نہیں ۔ باقی رہا یہ سوال کہ لوگوں نے کسی خاص ممبر کی بات کیوں نہیں سنی۔ سو چونکہ وہ ممبر پہلے ہی سے اپنے خیالات کا اظہار ٹریکٹ میں کر چکے تھے کہ میں کسی خلیفہ کو جو جماعت کا مطاع ہو اور جس کی بیعت ضروری ہو نہیں مان سکتا تو وہ لوگ جو انتخاب خلیفہ کیلئے جمع ہوئے تھے۔ ان کے خیالات کو کب سن سکتے تھے۔ اور اگر جماعت کسی کی بات کو نہ سننا چاہے تو کون اسے مجبور کر سکتا تھا کہ ضرور سنے۔ خصوصاً جبکہ وہ تقریر اس وقت نہایت فتنہ انگیز ہو سکتی تھی۔ اور ابھی کوئی خلیفہ بھی نہ ہوا تھا۔ غیر احمدیوں کو مسلمان یا کافر کہنے کا سوال بھی نہایت بے ۔ اٹھایا گیا ہے اور اس سوا اس کے کچھ مقصود نہیں کہ غیر احمدیوں کی تائید حاصل کی جائے اور بعض احمدیوں کو بھی اپنا ہم خیال بنا لیا جاوے ورنہ جبکہ ایک جماعت کسی ایسے خلیفہ کو مانتی ہی نہیں جس کی بیعت ہر احمدی پر واجب ہو۔ تو پھر اس سوال کے کیا معنے ہوئے اور اگر اس اعتراض کو درست بھی مان لیا جائے اور سمجھا جائے کہ کسی بات میں بھی خلیفہ کے خیالات جماعت کے مخالف نہیں ہونے چاہئیں تو جماعت میں صلح کا کیا طریق ہوگا اگر ایسا شخص خلیفہ ہوتا جو سب کو مسلمان کہتا تو کافر کہنے والے اس کو کیونکر مان سکتے تھے۔ پس یہ ایسی بات ہے کہ جس سے تفرقہ ہی ہو نہیں سکتا تھا۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے زمانہ میں یہ دو خیال پائے جاتے تھے یا نہیں اگر تھے تو اس وقت خلیفہ کے ہاتھ پر دونوں فریق کس طرح متحد رہ سکتے تھے ہم دیکھتے ہیں کہ خلفائے راشدین سے صحابہ کا خلاف ہوا ہے پھر خود حضرت خلیفہ اوّل کا قول پیش کر سکتے ہیں کہ ”اگر تم کو مجھ سے اختلاف ہو تو میرے سامنے پیش کرو مگر ادب سے“ پس یہ خیال کرنا کہ لاکھوں آدمی ایک ہی خیال کے ہوں جنون ہے۔ خود حضرت مسیح موعود کے سامنے ایک شخص نے اپنا یہ عقیدہ پیش کیا کہ میں مسیح کو باپ مانتا ہوں اور آپ نے اسے ناپسند کیا تو بعض لوگوں کے کہنے پر کہ یہ شخص جماعت سے نکل گیا حضرت خلیفۃ اوّل نے آپ کی خدمت میں یہ مسئلہ پیش کیا تو آپ نے تحریر فرمایا کہ اس سے وہ جماعت سے خارج نہیں ہو سکتا۔ پس اس وقت اس سوال کو اٹھانا اسی غرض سے ہو سکتا ہے کہ لوگوں کی ہمدردی حاصل کی جائے۔ ہاں احادیث سے ثابت ہے کہ خلیفہ ایسے خیالات کو جن سے وہ فساد ہوتا ہوا دیکھے ظاہر کرنے سے روک سکتا ہے۔ اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی اپنے خیالات کے خلاف بیان کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ایسی صورت میں وہ کہہ دے کہ چونکہ خلیفہ نے مجھے اس مسئلہ پر اپنے خیالات کے بیان کرنے سے روک دیا ہے اس لئے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اور یہ ایک انتظامی امر ہے ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ صدر انجمن احمدیہ کو توڑنے کی تجویز ہے۔ اول تو اس بات کی صداقت اسی بات سے ظاہر ہو جاتی ہے کہ ایک حصہ صدر انجمن احمدیہ کے ممبروں کا موجودہ خلیفہ کی بیعت کر چکا ہے کیا وہ خلاف لکھنے والے ممبروں سے صدر انجمن احمدیہ کا کم خیر خواہ ہے۔ دوم۔ ہم وثوق سے شہادت دے سکتے ہیں کہ موجودہ خلیفہ کا قطعاً یہ خیال نہیں بلکہ ان کا مذہب ہے کہ لا خلافۃ الا بالمشورۃ۔ یعنی کوئی خلافت بغیر مشورہ کے نہیں ہو سکتی۔ ہاں قرآن شریف یہ ضرور بیان فرماتا ہے کہ اگر کبھی کثرت رائے کے فیصلہ میں نقصان نظر آئے تو فاذا عزمت فتوکل علی اللہ۔ اور اسی پر عمل تھا صدیق اکبر کا۔ مرتدین کے ساتھ جنگ کرنے پر اکثر صحابہ ناراض تھے مگر حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ بہتری اور خیر اسی میں ہے جو میں سمجھتا ہوں۔

بعض ممبروں کے ہٹانے کے متعلق بھی غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے باہر کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات بھی لوگوں میں مشہور کی گئی ہے حالانکہ خلیفہ نے قطعاً کبھی بھی اس قسم کا خیال ظاہر نہیں کیا۔

ہم سب دوستوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ روایات میں بہت کچھ انسان کے اپنے خیالات مل جاتے ہیں اس لئے اس قسم کی افواہوں پر قطعاً اعتبار نہ کیا کریں انسان کو ہوا و ہوس اندھا کر دیتی ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ بغیر ثبوت قسم قسم کی روایتیں مشہور کر رہے ہیں۔ اگر ہم لوگ بھی اسی قسم کی روایات کو وقعت دیں تو شاید دفتروں کے دفتر سیاہ ہو جاویں مگر ہم ایسے تقویٰ کے خلاف جانتے ہیں اور دوستوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ بھی ان روایات کا بالکل اعتبار نہ کریں۔ گو وہ کتنا ہی بڑا آدمی پیش کرے کیونکہ غضب بڑے بڑے آدمیوں کی آنکھوں پر بھی پٹیاں باندھ دیتا ہے۔

ہاں ایک بات ضروری ہے کہ ان روایات کا اگر فیصلہ کرنا ہی منظور ہے تو پھر اس کا یہ طریق نہیں کہ زید یا بکر کہہ دے اور اسے مان لیا جاوے بلکہ الزام لگانے والے کو مجبور کیا جائے کہ وہ ان الفاظ سے اس روایت کو شائع کرے کہ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں کی جھوٹی قسم کھانی لعنت کا موجب ہو کہ میں نے یہ واقعہ خود دیکھا ہے یا یہ بات خود ملزم کے منہ سے سنی ہے۔ اور اگر میں جھوٹ بولتا ہوں یا اصل بات کو کسی ایسے پیرایہ میں بیان کرتا ہوں جو کہنے والے کے منشاء کے خلاف ہے تو خدا تعالیٰ مجھ پر میرے جھوٹ اور بدنیتی کی سخت سے سخت سزا دے۔

اس طریق سے ایک سال کے اندر اندر جماعت کو معلوم ہو جائیگا کہ بعض لوگوں نے کس طرح حق سے بعد اختیار کیا ہے۔

ہم آخر میں جماعت کو یہ نصیحت کرنا چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہر ایک صداقت کے معلوم کرنے کیلئے ایک راہ مقرر کیا ہے اور وہ دعا ہے بہت لوگ ہیں جنکو دعا نے اس فتنہ سے بچا لیا ہے پس وہ لوگ جنکو موجودہ خلافت کے متعلق ابھی کچھ شکوک ہیں اور ابھی تک بیعت نہیں کی اس آسان طریق کی طرف بلاتے ہیں اور وہ یہ کہ اپنے دل کو خالی کر کے اور ہر قسم کی بدظنی اور بغض سے علیحدہ ہو کر وہ کچھ دن متواتر تہجد میں گر کر دعا مانگیں اور رکھو سوتے وقت بھی الٰہی اگر یہ خلیفہ برحق ہے اور تیرا مقرر کردہ ہے تو ہمیں اس کی طرف ہدایت کر اور اس کی مخالفت یا اس سے علیحدگی سے ہمیں بچا لے۔ اگر خلوص نیت سے وہ ایسا کریں گے تو ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا شرح صدر کر دیگا یا کوئی رویا۔ ہم نہیں سمجھتے کہ جن کے دلوں میں شکوک ہیں ان کے دلوں کو صاف کرنے کا کونسا طریق اس سے زیادہ صاف اور پاک ہو آخر ہمارے منصوبوں میں اللہ تعالیٰ تو شامل نہیں ہو سکتا پس اگر تمہارے دلوں کو ابتک تسلی نہیں ہوئی تو خدا سے فیصلہ چاہو تا ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے بچ جاؤ ہم لوگ اس سے زیادہ اپنی نیک نیتی کا کیا ثبوت دے سکتے ہیں ہمیں اللہ تعالیٰ پر یقین ہے کہ اگر اس قسم کی دعا میں بغض و عناد سے علیحدہ ہو کر کوئی بیٹھیگا تو ضرور اللہ تعالیٰ اسے نہیں قبول کریگا۔

آخر میں ہم یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ اس وقت تک جماعت احمدیہ کا اکثر حصہ بیعت کر چکا ہے ضلع جالندھر۔ ضلع گورداسپور۔ ضلع ہوشیارپور۔ ضلع امرتسر۔ ضلع سیالکوٹ (سوائے شہر کے) ضلع جہلم۔ ضلع گجرات۔ ضلع شاہپور۔ دہلی۔ شاہجہانپور۔ رامپور۔ منٹگمری۔ کنگ۔ انبالہ۔ ملتان۔ لکھنؤ۔ غرض کہ جہاں جہاں جماعتیں بڑی بڑی تعداد میں ہیں وہاں کے اول نو سیکے سب ورنہ اکثر لوگ بیعت کر چکے ہیں۔ اور اب تھوڑے ہی باقی ہیں جنھوں نے اپنی جماعت کی پرواہ نہیں کی لیکن ہمیں اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ بہت جلد اس اختلاف کو دور کر دیگا اور دوسرے بھائیوں کو بھی یہ سمجھ عطا فرمائیگا کہ وہ اس علیحدگی کو ترک کر کے اتحاد کی رسی میں جکڑے جاویں جو رسا احادیث میں صاف آیا ہے کہ جماعت کے ساتھ رہو اسلئے ہم امید کرتے ہیں کہ جو دوست ابتک جماعت سے علیحدہ ہیں۔ جلد اس غلطی کی کوشش کرینگے۔ خدا تعالیٰ سب احباب کو ہدایت دے ۔ آمین۔

جن جن مقامات کے احباب نے اپنے شہر یا مقام کے مبایعین کی فہرست با تعداد سے ابتک اطلاع نہیں دی وہ بہت جلد فہرستیں بھیجدیں تا کہ السابقون الاولون میں شامل ہو سکیں جبکہ نماز کے امام کا قرب بھی زیادتی ثواب کا موجب ہوتا ہے تو کیوں جماعت کے امام کا قرب حاصل کرنیوالے یعنی جلد بیعت کرنیوالے دوسروں کی نسبت زیادہ ثواب کے مستحق نہ ہوں گے۔

مشتہران

(مولوی) سید محمد احسن (ممبر صدر انجمن احمدیہ) - (نواب) محمد علیخان (ممبر صدر انجمن احمدیہ) - (مولوی) شیر علی (ممبر صدر انجمن احمدیہ) - (صاحبزادہ) مرزا بشیر احمد (ممبر صدر انجمن احمدیہ) - (ڈاکٹر) [illegible] (ممبر [illegible]) - اسسٹنٹ سرجن (ڈاکٹر) میر محمد اسمٰعیل (ممبر صدر انجمن احمدیہ)

ایک روایت

(جو کتاب کے مرتب ہونے کے بعد ملی ۔ یہ روایت حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت پر دلالت کرتی ہے۔)

حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب بیان کرتے ہیں ۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب آئینہ کمالات اسلام میں مندرج عربی قصیدہ **یاعین فیض اللہ والعرفان** کی شرح لکھنے کے ارادے بارے میں نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب سے ذکر کیا تو آپ نے اس کے متعلق مجھے مندرجہ ذیل روایت سنائی۔

''حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین بیان فرماتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام قصیدہ **یاعین فیض اللہ والعرفان** کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اس قصیدہ کو حفظ کرے گا اُس کے حافظہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے برکت دی جائے گی۔''

(شرح القصیدہ از حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب صفحہ 1)

سرمایہ مضمون

اسماء کتب ورسائل

جن میں حضرت ڈاکٹر صاحب اور اُن کے خاندان کا ذکر ہے۔

قرآن کریم (اجمالی طور پر رفقاء کی تعریف میں)

کتب احادیث

تذکرہ

انجام آتھم از روحانی خزائن جلد 11

آئینہ کمالات اسلام از روحانی خزائن جلد 5

سراج منیر از روحانی خزائن جلد 12

ملفوظات جلد 2، 5

مکتوبات احمدیہ

مجموعہ اشتہارات

رجسٹر بیعت غیر مطبوعہ

حیات نور از عبد القادر سوداگرمل

مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین

خطبات نور

حقائق الفرقان

انوار العلوم مجموعہ کتب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

جلد 2، 3، 4، 6، 9، 14

تفسیر کبیر جلد 7,4,2

سوانح فضل عمر جلد اول

مشعل راہ جلد اول

خطبات محمود جلد 14,8,3,1

آئینہ صداقت

سیرت حضرت مسیح موعودؑ از شیخ یعقوب علی عرفانی

سیرت احمد از قدرت اللہ سنوری

تذکرۃ المہدی جلد اول، سوئم

حیات طیبہ از شیخ عبد القادر سوداگرمل

ذکر حبیب از مفتی محمد صادق

سیرت مہدی جلد سوم

اصحاب احمد جلد 9,6,5,3,2,1

تابعین اصحاب احمد جلد 3,1

رجسٹر روایات قلمی نسخہ جات غیر مطبوعہ نمبر 12,10,6,4,2

اخبار الحکم

اخبار بدر

اخبار فاروق

اخبار الفضل

ریویو آف ریلیجنز

تشحیذ الاذہان مارچ، اپریل 1909ء

ماہنامہ انصار اللہ ستمبر 1982ء، نومبر - اکتوبر 1995ء

ماہنامہ مصباح 1982ء

رسالہ جہاد کو پن ہیگن

سووینئر 88ء کینیڈا

ماہنامہ ربوہ سویڈن
المصلح کراچی ستمبر، اکتوبر 1905ء

لاہور 13-اکتوبر 1970ء

مرقع قادیانی ستمبر، اکتوبر 1908ء

رپورٹس ماہوار صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ اگست 1912ء

گوشوارہ // // اکتوبر 1912ء

رپورٹس سالانہ صدر انجمن احمدیہ 1907-08ء

1910-11ء

1917-18ء

1918-19ء

1919-20ء

رپورٹس شوریٰ سالانہ 1924ء

1925ء

1964ء

سالانہ رپورٹ انجمن حمایت اسلام 1886ء

رسالہ حمایت اسلام لاہور

تاریخ احمدیت (جدید ایڈیشن) جلد 4,3,2,1

لاہور تاریخ احمدیت

تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول

قادیان گائیڈ (محمد یامین)

مقالہ سیرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین از فضل الٰہی شاہد مربی سلسلہ

مضمون بر مشتمل حضرت خلیفہ رشید الدین از خلیفہ صباح الدین مرحوم (غیر مطبوعہ)
مضمون سیرت حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین (انگریزی)
از فیروز محی الدین قریشی سویڈن

سلسلہ احمدیہ
مجدد اعظم از ڈاکٹر بشارت احمد
سیرت ڈاکٹر کرم الٰہی از ڈاکٹر منور احمد لاہور
مضامین مظہر از محمد احمد مظہر
زہے سعادت از عرفانی کبیر
گلشن مہدی از فرحت مبشر مرحومہ اسلام آباد
سیرت وسوانح حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ از لجنہ اماء اللہ لاہور
سیرت حضرت اماں جان از شیخ یعقوب علی عرفانی
سیرت حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ
سیرت سیدہ حضرت امی جان از صاحبزادہ مرزا رفیق احمد
حاصل شام وسحر از پروفیسر نصر اللہ خاں
انوار الاسلام

مصنف کی کتب

(1)	جلسہ اعظم مذاہب پر اجمالی نظر	(اسلامی اصول کی فلاسفی پر سوسال پورے ہونے پر)
(2)	لاہور کی روحانی قدریں	(وہ مقامات جن کو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے قدموں سے برکت بخشی)
(3)	تیغِ دُعا	(قتل لیکھرام اور سوسال)
(4)	کُچھ کلیاں کُچھ پھول	(مجموعہ تربیتی مضامین)
(5)	میرے محسن والدین	
(6)	ضمیمہ۔ میرے محسن والدین	
(7)	تجہیز و تکفین اور اس کے مسائل واحکام	
(8)	نصاب علمی مقابلہ بمپر پرائز	(معیار کبیر)
(9)	نصاب علمی مقابلہ بمپر پرائز	(معیار صغیر)
(10)	لباس	(میاں بیوی کے حقوق وفرائض) حصہ اول
(11)	مشترکہ خاندانی نظام اور اس کا تجزیاتی مطالعہ	(ساس بہو کا جھگڑا اور اس کا حل) لباس کا حصہ دوم
(12)	وقت کم ہے بہت ہیں کام چلو	(وقت کی اہمیت)
(13)	رحمت سے ان کو رکھنا	(حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی علالت پر ۱۹۹۹ء میں احمدی شعراء کا مجموعہ کلام)
(14)	پُر درد الوہی نغمے	(حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے وصال اور خلافت خامسہ کے قیام پر احمدی شعراء کا منظوم کلام)
(15)	مضامین بر مشتمل دعوت الی اللہ	(صرف لائبریریوں کو مہیا کی جارہی ہے)
(16)	700 احکام خداوندی	
(17)	سیرت وسوانح حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشیدالدین	

﴿ زیرکارروائی کتب ﴾

(18) انسانی اعضاء کا برمحل استعمال

(19) اطفال وناصرات کے تقریری مقابلہ جات کے لئے تقاریر کا مجموعہ

The Life Of

Hazrat Hafiz Dr Khalifa

Rashid Ud Din

Alhaj Firoz Mohyuddin Quraishy

PREFACE:

I deem it a great privilege to have had an opportunity to compile the life history of the illustrious companion of the promised Messiah (a.s) (Peace be upon him). He so much loved him that he included him in his 12 great disciples and gave him pride of place among his 313 devoted companions.

He came of a very learned and reputable family of Lahore, now in Pakistan. He was a highly paid civil surgeon. His financial sacrifices were so impressive that the Promised Messiah (a.s) remarked that he needed not contribute any more, but as he knew the importance of spending in the way of Allah, he continued amassing blessing of God.

In the following pages a brief account of his life-history is given to urge the members to remember him and his descendants in prayers, and to emulate his good examples. We are extremely grateful to M. Fazal Ilahi Shahid for lending us his thesis on seerat Hazrat Dr. Khalifa Rashid Ud Din, which he wrote for the degree of Shahid. This booklet is more or less an English version of his thesis.

We have greatly benefited from the material written by the renowned scholar and Historian of Ahmadiyyat. Hazrat Maulana Dost Muhammad Shahid, on the life Hazrat Dr. Khalifa Rashid Ud Din, in

his History of Ahmadiyyat vol.13.

Last and not the least our special thanks go to Khalifa Rafi Ud Din of Islamabad, Pakistan for providing me necessary information for its compilation and bearing the cost of its publication without whose co-operation the booklet would not have seen the light of the day.

May Allah bless all those who, one way or the other, have contributed in the compilation of the booklet.

May the soul of the Doctor have an elevated place in Heaven and may his progeny gain from strength to strength materially and spiritually.

Firoz Mohyuddin Quraishy

M.A Shahid

Family Background:

Hazrat Dr. Khalifa Rahid Ud Din came of a very learned family, which traces its origin from Hazrat Abu Bakr, the first of the rightly guided Khalifas of the Holy Prophet (May Peace and the blessing of Allah be upon him). Khalifa Rashid Ud Din's ancestor Khalifa Badee Ud Din migrated from Bukhara to Lahore. He was appointed Qazi Ul Qaza i.e. Chief judge. One after another the family members were conferred with this title upto Qazi Hameed Ud Din (1842-1897), father of Dr. Khalifa Rashid Ud Din (1866-1926).

Qazi Hameed Ud Din's father Khalifa Ghulam Ullah was also highly educated person. He was well versed in Arabic, persian and Islamic theology. In his history of Lahore p.52, its author K.lal Speaks very well of Khalifa Ghulam Ullah and says that he was recognized as a great educational magnet. He had opened a religious institution in which thousands of students from far and near received their education. He was highly respected and out of reverence to him people did not turn their backs towards him.

Qazi Hameed Ud Din had his education from his father. Who lectured at the Oriental College of Lahore for some years. He had opened an educational institution called Hameediyya College. He was also appointed a Fellow of the University of the Punjab.

Because of his strong interest in Muslim education he laid the foundation of Anjuman Himayat Islam (a society for promotion of Islam) and became its first president. He held this post till the end of his life. It is included in the constitution of the Anjuman that a member of this family would always be on its working committee.

Marital Status:

Dr. Khalifa Rashid Ud Din's first wife called Umda Begum (she was a Hafiza) bore him:

1. Khalifa Aleem Ud Din
2. Rashida Begum
   (later called Mahmooda Begum)
3. Hameeda Begum
4. Dr. Col Khalifa Taqi Ud Din Ahmad

His Second Wife Murad Khatoon otherwise known as Beybey ji had four sons and three Daughters.

1. Raziyya Begum
2. Saeeda Begum
3. Khalifa Salah Ud Din Ahmad
4. Ameena Begum
5. Khalifa Nasir Ud Din Ahmad

6. Khalifa Jalal Ud Din Ahmad
7. Khalifa Muneer Ud Din

Grand Children:

Dr. Col Khalifa Taqi Ud Din Ahmad had following issues:

1. Khalifa Basheer Ud Din Ahmad
2. Mrs. Farhat Javed
3. Khalifa Rafi Ud Din Ahmad

Khalifa Salah Ud Din had the following:

1. Khalifa Sabah Ud Din
2. Khalifa Janah Ud Din
3. Khalifa Rawah Ud Din
4. Mrs. Amatul Latif
5. Mrs. Amatul Shakoor
6. Mrs. Amatun Naseer
7. Mrs. Amatul Baseer

Initiation to Ahmadiyyat:

Dr. Khalifa Rashid Ud Din being a member of a highly

religious family was very much interested in the service of Islam. His family had the distinction of learning the Holy Quran by heart. Male and female all the members of the family were Huffaz, and so was Dr. Khalifa Rashid Ud Din.

He was still a student when he learnt about the claims of the Promised Messiah (a.s) and readily accepted it and remained a devoted member of Ahmadiyya Muslim Jamaat till he breathed his last.

He became an Ahmadi at a time when the persecution of the Jamaat was at its height. Consequently his non-Ahmadi brethren and relatives took hold of his whole property. After his demise they offered to return the property to his son Khalifa Salah Ud Din but he refused to take what was taken away his father. The Doctor suffered but remained steadfast in his faith. His classmates held him in high esteem because of his interest in the service of Islam.

His father Khalifa Hameed Ud Din was a Qazi and held a prominent place in the society as Imam of the Badshahi Mosque, Lahore. Maulvi Muhammad Hussain of Batala, an archenemy of Hazrat Mirza Ghulam Ahmad (a.s) repeatedy asked him to put his seal on the infidelity of the promised Messiah (a.s) but although he did not believe in him he refused to declare him an infidel.

Financial Services:

As a civil surgeon he fetched a fat salary but he always paid his contribution before bringing home his salary. Once when he learnt that the Promised Messiah (a.s) was in need of money for religious services, he paid the whole of his salary. On being asked to keep something for himself he said how could he do so when the Promised Messiah (a.s) was in need of it. He thus over and over again fulfilled the Promise of giving religion preference over all other considerations, which he had made in the pledge of initiation to Ahmadiyyat. The Promised Messiah (a.s) was so pleased that he told him that he needed not contribute anymore but, as he had tasted the sweet relish of his financial sacrifices, he continued to do so.

His Daughter Married to the Son of the Promised Messiah (a.s):

The Dr. was so lucky that because of his love and appreciation of Dr Khalifa Rashid Ud Din the, Promised Messiah (a.s) himself his letter of January 1902 asked the Dr. the hand of his daughter Rashida Begum for his son, Hazrat Mirza Mahmood Ahmad. In subsequent letters the marriage was arranged to be held in October 1902.

The marriage of his daughter with the son of the Promised Messiah (a.s) was a trial for him because his family was against the proposal but he did not care for their displeasure. He told the Promised Messiah (a.s) that whatever he had, he would regard himself lucky if it would be used by his beloved master.

The marriage was blessed with the following nine children:

1. Mirza Nasir Ahmad
2. Mirza Mubarak Ahmad
3. Mirza Dr. Munawar Ahmad
4. Mirza Hafeez Ahmad
5. Mirza Anwar Ahmad
6. Mirza Azhar Ahmad
7. Mirza Rafique Ahmad
8. Mrs. Nasira Begum w/o Mirza Mansoor Ahmad
9. Mrs. Amatul Aziz w/o Mirza Hameed Ahmad

It was a unique distinction of Rashida Begum later named Mahmooda Begum by Hazrat Mirza Mahmood Ahmad that she was daughter in law of the Promised Messiah (a.s), wife of Khalifa tul Masih II and mother of the 3rd Khalifa Hazrat Mirza Nasir Ahmad.

She did not earn this distinction for nothing. She was blessed with many qualities of head and heart. She like her blessed father had strong love for financial services. Women love their jewellery dearly

but when her husband, then the editor of Al-Fazal Qadian in 1913 was very much in need of money to keep the paper running, she gladly gave her golden bangles to be sold for it. This timely help was so much appreciated that Hazrat Mirza Mahmood Ahmad always remembered it with great admiration. Throughout her life she served the Jamaat as President of Lajna Imaillah (women organization) for 30 years, and left an indelible mark on the history of Lajna.

Her love for the Holy Quran was so much that she taught hundred of girls the reading of the Holy Quran. She was very righteous and blessed with true dreams and glad tidings, but she did not like their publicity.

In 1953 when Hazrat Khalifa tul Masih II urged women to make some extra income by their handiwork, she prepared a medicine and donated its proceeds.

She died at Murree, Pakistan on 31st July 1958 and was buried in the cemetery called Bahishti Maqbara, Rabwah Pakistan.

Exemplary Moral Character:

The Holy Prophet Muhammad (S.A.W) is reported to have said "best of you is he who is best in his treatment of his wife." A wife who consorts with her Husband, is the best Judge of the character of

her Husband. When the Holy Prophet (s.a.w) had his first revelation and became nervous, Khadija his wife spoke highly of his character and consoled him. Likewise wives of Dr. Khalifa Rashid Ud Din bore witness that as a husband; he was of an excellent character.

His Second wife Murad Khatoon relates that after his day's work returning in the evening, he used to tell her "now I have arrived, you better take rest". He was a Civil Surgeon. He held a very prominent place in the society, yet he helped her in the household cores. Mother of Murad Khatoon used to congratulate her on being lucky for having such a kind husband.

As a physician he did not simply prescribe medicines or operate. He gave practical proof his interest in their welfare. Once when he was staying in a house near the Bahishti Maqbara, a poor man came at 12 in the night to report to him about his wife's sickness and ask for the prescription. Because of the seriousness of her sickness instead of simply writing the prescription asked for, he decided to immediately follow him on foot and give the necessary treatment. He knew that his presence was necessary for the second dose after sometime. As the couple had only one room's apartment, he left their house and without telling them waited outside in the cold. After sometime the couple were surprised by his visit for subsequent treatment. The medicine helped by the grace of God and he trekked

back the distance of 2 miles in the cold night.

He worked at the Noor Hospital Qadian and took keen interest in the welfare of the sick and needy. Because of lack of medicinal facilities, he successfully used improvised instruments even for eye surgery.

Rich Tributes:

On the sad demise of Hazrat Hafiz Dr. Khalifa Rashid Ud Din many articles paying rich tribute to the deceased were published in the Al Fazal, Qadian.

We give below a gist of these.

On 20th of July 1926, the paper said the Dr. Rashid Ud Din was one of the earliest staunch believers whose name is included in 313 devoted companions of the Promised Messiah (a.s). He held a prominent position in the Jamaat because of his services. He became an Ahmadi in the prime of his age. He served the Promised Messiah (a.s) as his personal Physician. The Promised Messiah (a.s) admired his treatment and used to order many medicines through him. In financial sacrifices for the Jamaat, he was always in the fore-front. It is in appreciation of righteousness that the Promised Messiah (a.s) singled him out for establishing relationship with him and married his

son to his daughter. The Doctor was on a fat salary but he contributed a lot and led an austere life. His love for the Promised Messiah (a.s) and his family was unique. It was because of this attachment that he migrated to Qadian and rendered very valuable services till the end of his day and endured financial difficulties with patience. He was inbued with all those qualities, which behove righteous wards of the Promised Messiah (a.s). He was open minded and met with each one and sundry with cheerful countenance. He took keen interest in helping the poor and the needy and dealt with the younger generation with tenderness.

He loved Hazrat Khalifa tul Masih II greatly and could not tolerate an adverse comment of his adversaries. He had the distinction of being a Hafiz of the Holy Quran.

In short he was a fine speciment of those who were purified by the Promised Messiah (a.s).

Dr. Khalifa Rashid Ud Din had moved to a building in Darululoom in his later days. Hazrat Khalifa tul Masih II used to visit him when his condition deteriorated he spent the whole day in his company.

When he breathed his last the Khalifa tul Masih shed tears. He died at 3.15 p.m. on the 1st of July 1926. Around 6 p.m. he was given bath and the Khalifa tul Masih led his Janaza Prayer with a large gathering.

He was buried on the right side of the enclosure of the Promised Messiah's grave in the Bahisti Maqbara, Qadian. Hazrat Khalifa tul Masih II joined in carrying the bier and himself lowered him in the grave.

May Allah give him an elevated place in heaven. Ameen.

Another Brilliant Light Extinguished:

Hazrat Sheikh Yaqoob Ali Irfani, the Pioneer Ahmadi Journalist who was then in London, Expressed his profound sorrow on the sad demise of Hazrat Dr. Khalifa Rashid Ud Din and paid very rich tribute to his memory. It was published on the 8th of August 1926 in Al Fazal Qadian.

In a very lengthy article Sheikh Irfani traced the family background of Hazrat Dr. Khalifa Rashid Ud Din and said that he belonged to a famous literary family of Khalifas of Lahore. His father Hafiz Khalifa Hameed Ud Din was founder of Anjuman Himayat Islam, Lahore. He remained its president throughout his life. A very rare distinction of the family was that all its members both male and female had learnt the Holy Quran by heart.

The Doctor was still a medical student when he embraced

Ahmadiyyat. Those were the days of bitter persecution of Ahmadiyyat. Although his father did not believe in Ahmadiyyat, despite strong pressure from Maulvi Muhammad Hussain of Batala, Who was a bitter enemy of Ahmadiyyat did not agree to regard the Promised Messiah (a.s) as an infidel.

From his early age the Doctor was a righteous person, very regular in prayers and fasting. Therefore his classmates respected him greatly. He was very much interested in the service of Islam and welfare of young Muslims therefore he founded Youngmen Muhammad an Association.

They used to hold meetings at the bungalow of Justice Shah Din. The Doctor used to give talks on the Excellencies of the Quran and exemplary life of the Holy Prophet. His interest in Islam in early life is very admirable.

In order to spread the light of Islam and Ahmadiyyat the Doctor used to order books of the Promised Messiah (a.s) for lending and even giving free of charge to all those who showed interest in religious studies.

As a member of highly respectable family, it was not easy for him to accept Ahmadiyyat. But being convinced of its truth, he was always more than willing to make financial and other sacrifices.

On the completion of his education he started government

service. It was an opportunity to amass wealth but despite earning hundreds and even thousands per month, he did not do so. Rather he lavishly spent in the way of God.

His love and devotion for the Promised Messiah (a.s) was very profound. The Promised Messiah (a.s) also loved him very dearly. Sometimes from a distance of hundreds of miles, the Doctor could know about the plans and requirements of the Promised Messiah (a.s). Hazrat Irfani says that the fact shows the affinity, which the Doctor's soul had with the soul of the Promised Messiah (a.s).

Hazrat Ahmad has so much confidence in the Doctor, as he had in his own self. Perhaps very few people were aware that the Promised Messiah (a.s) did discuss with him some secrets, which he did not disclose to others.

It was not easy to leave such a big family to join Ahmadiyyat. He had incurred the displeasure of his family for the sake of Ahmadiyyat. In the course of his service also he had to render great sacrifices. If the Doctor had not preached the message of Ahmadiyyat so vehemently, he would have been given a very respectable place and a large sum of money from Rampur State. But he did not care a hoot for worldly wealth and honour. What he cared for was his pledge of giving preference to religion over all other considerations.

His Interest Preaching:

Right from his student life, he had taken keen interest in preaching the message of Islam. He used to buy quite expensive books like Braheen Ahmadiyya for free distribution. His keen interest in Islam coupled with his practical demonstration had made his preaching very effective.

Hazrat Sheikh Irfani, a journalist said that it was his experience that whenever the Promised Messiah (a.s) launched an appeal for contribution the Doctor always tried to be in the forefront in offering financial sacrifices. He said that he always paid double the normal prescription for the publications of journals. Every time a book was published the Doctor always bought many copies as he suggested. The Doctor said you need not seek my approval just send me the books for prompt payment.

He resigned his post and started a medical practice at Delhi. Hazrat Khalifa tul Masih I advised him to migrate to Qadian. He complied with his desire and led the life of a saint in the service of the Jamaat. We know for certain that in Qadian he lived in constraint financial circumstances. He who was not used to financial difficulties, this was a big challenge to him but he bore it with fortitude and survived the last and the biggest test.

I am now at a distance of almost nine thousand miles from Qadian. I know for certain that my remarks cannot do any good but I would be hiding the truth if I did not say that the deceased was an embodiment of great virtues. He had a pure heart. He always expressed his views without fear of favour.

The financial problems forced him to start his medical practice at Lahore but in the face of bitter persecution of Ahmadiyyat it was not possible for him to complete with his contemporaries.

After the demise of Hazrat Maulana Noor Ud Din, some of the Ahmadi brothers fell into temptation. The Doctor was quite friendly with them but he disassociated himself from them and proved that his friendship of enmity was for the sake of Allah.

Because of these financial constraints he once planned travel esoverseas. He even got permission from Hazrat Khalifa tul Masih II but I and some other people prevailed upon him and he agreed to lead the remaining life in the service of the Jamaaṭ in Qadian.

Hazrat Irfani wished at some other time somebody whom Allah would enable, would write a book on Khalifa Rashid Ud Din's life and his virtuous character. He said the Doctors demise was a national loss. Sometimes his straightforward and sagacious advice in Majlis Shoora (advisory council) did make a big difference.

I termed the death of the Doctor as national loss not because of

his being the father-in law of Hazrat Khalifa tul Masih II but because of the Services he had rendered and the services he was expected to render in the future, the Jamaat has been deprived of them. Do not miss-understand me, I am not disgracing the ardent and sincere Servants of Islam in future, I am simply stressing that the devoted servants of Islam like the Doctor are very hard to come by.

By the death of Khalifa Rashid Ud Din, the number of special companions of the Promised Messiah (a.s) has been decreased by one. The more number of special companions is decreased the farther from the light of Prophet Hood we would become. The Doctor has successfully passed the test of sincerity and righteousness. He returned to his Lord with his soul at peace with God and God was well pleased with him.

He led a very successful life. I offer my very sincere condolence to the Jamaat, at the national loss. His financial and other sacrifices are very conspicuous. I am confident that Allah would take care of his descendants. They would not go waste. They are all very wise and prudent. The Doctor has left a large family. The Jamaat owes a great responsibility towards his children. God would hold us responsible for any negligence in this respect. I have many things to say to you, only God knows what is in my mind. May Allah grant him an elevated place in Heaven, enable us to bear this loss with fortitude.

Mirza Abdulhaq, Advocate and Provincial Amir of Punjab, paid in a rich tribute to the memory of Dr. Khalifa Rashid Ud Din and said:

Hazrat Dr. Khalifa Rashid Ud Din was one of the recipients of the love and affection of the Dr. Messiah (a.s).He belonged to an illustrious family of Lahore. God had blessed him with such a fine nature that he embraced Ahmadiyya in his tender age. Hazrat Promised Messiah (a.s) has written somewhere that Allah has attracted me towards himself because of an inborn magnetism and it is with the same inborn magnetism which draws the righteous towards me. The Doctor was indeed one of those righteous personalities.

God had blessed him with this distinction that Promised Messiah (a.s) choose his daughter to be the wife of his magnificent son. It was a singular honour for him that she became daughter in law of the Promised Messiah (a.s), wife of the 2nd Khalifa and mother of the 3rd Khalifa, Hazrat Mirza Nasir Ahmad (may Allah have mercy on him).

One of the sons of the Doctor, Col. Khalifa Taqi Ud Din, was my class-fellow. We both lived in the Ahmadiyya Hostel. By and by our friendship becomes so strong that we lived together 24 hours. Then he went to London to do his I M S and I remained at Lahore.

It was because of our close relationship that at Simla, I had the

honour of hosting Dr. Khalifa Rashid Ud Din .It was in 1922 when after. Graduation, I joined service and the Doctor had retired as Civil Surgeon It was regarded a very high post those days .He lived a very simple and virtuous life, far from ostentations.

Hazrat Dr. Khalifa Rashid Ud Din was work upon with great respect in Jamaat. He held very important posts. According to Hazrat Sheikh Muhammad Ahmad, Advocate and Amir Ahmadiyya Jamaats in Faisalabad, District. He was perhaps Nazar Ala sometime.

He held the post of Mahasib (Chief Accountant) for a long time in 1912.